آنچل
کراچی
عیدالاضحی مبارک
aanchalpk.com
aanchalnovel.com

BAKE
PARLOR
بیک پارلر کا ہے یہ کمال
20
Recipes
to delight your
taste buds.
Tikka Macaroni
تکہ میکرونی
2in1
2 in 1
فجیتا اسپیگھٹی

اس شمارے میں

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

عید الضحیٰ کے رنگ

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانے

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر، جمیل حسن، ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی، دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز، عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400

سرورق: ماہی ...... آرائش: سلیک ...... ڈریس: عاشیز

عکاسی: ایم کاشف 0331-4546116

مستقل سلسلے

خط وکتابت کا پتہ: "آنچل" پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2

فیکس: 021-35620773 ایک از مطبوعات نئے اُفق پبلی کیشنز۔ ای میل info@aanchal.com.pk

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں قبل اس کے کہ وہ ایک دوسرے سے جدا ہوں۔"

(احمد و الترمذی و ابن ماجہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ'

ستمبر ۲۰۱۷ء کا آنچل بطور عیدالاضحیٰ نمبر حاضرِ مطالعہ ہے۔

یوں تو اگست کا مہینہ پاکستان کی تاریخ میں بڑا ہی تاریخ ساز مہینہ ہے۔ اس مہینے میں پاکستان قائم ہوا اور مسلمانوں کے لیے ایک منفرد اور بڑی مملکت الہیہ دنیا کے نقشے پر نمایاں ہوئی تھی یوں تو اس مہینے سے کئی اہم واقعات منسلک ہیں لیکن اس بار حکمران وقت میاں نواز شریف کو عدالت عظمیٰ نے صادق و امین نہ ہونے کے الزام میں برطرف کر دیا۔ ہمارا بھی اور ہم جیسے امن پسندوں کا خیال تھا کہ جس طرح کی بے چینی بے کلی کا اظہار ہر طرف سے کیا جا رہا تھا خدشہ تھا کہ کہیں وطنِ عزیز ایک بار پھر ہنگامہ آرائی کا شکار نہ ہو جائے اور دشمنان پاکستان جو مسلسل اپنی تخریبی کارروائیوں میں ملوث رہتے ہیں کوئی بڑا نقصان نہ پہنچا دیں۔ اس کے باوجود کہ میاں صاحب سے صبر نہ ہو سکا اور وہ اپنے گھر جاتے ہوئے رستے میں جگہ جگہ اپنے حمایتیوں سے خطاب کر کے دل کی بھڑاس نکالتے رہے ہیں اور اللہ سبحان و تعالیٰ نے وطن عزیز کی حفاظت فرمائی' اب آئندہ کیا ہوتا ہے اللہ سبحان و تعالیٰ بہتر کرنے والا ہے۔

بہنوں سے گزارش ہے کہ عیدالاضحیٰ پر قربانی کے موقع پر تھوڑی سے احتیاط کریں اور اپنی قربانی کو نمود و نمائش سے محفوظ رکھیں اور قربانی کے گوشت کو اپنے مال دار عزیز و اقارب کو بھیجنے کے بجائے (ان کے یہاں تو خود قربانی کا بہت گوشت ہوگا) مستحق غریب و غرباء کو دیا جائے جو برسوں گوشت کی نعمت سے محروم رہتے ہیں ایک یہی موقع ہوتا ہے کہ وہ بھی پیٹ بھر کر گوشت کو کھا سکیں اس طرح یقیناً ہماری آپ کی قربانی کا مقصد بھی پورا ہوگا اور ہمیں اجر و ثواب جس کے لیے ہم قربانی کرتے ہیں پورا پورا ملے گا' ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اب چلتے ہیں اس ماہ کے آپ کے آنچل کی جانب۔

اس ماہ کے ستارے

رابعہ افتخار' نزہت جبین ضیاء' فریدہ فری' سباس گل' فرح بھٹو' فرح طاہر' مہدیہ شیر دل۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو

قیصر آرا

حمد

ذرہ ہوں آفتاب کی توصیف کیا لکھوں
کرنیں ملیں کرم کی تو حمد و ثنا لکھوں

تیری صفات و ذات میں تفریق ہے عبث
جلوہ لکھوں تجھے کہ میں جلوہ نما لکھوں

واحد کہوں، وحید کہوں، حامد و حمید
تجھ کو حکیم و حاکمِ روز جزا لکھوں

قیوم بھی، قدیم بھی ہے تو عظیم بھی
مطلق لکھوں، صمد لکھوں، رب العلیٰ لکھوں

ذروں کو آفتاب کے جلوے عطا کیے
اس سے سوا میں اور کیا تیری عطا لکھوں

عالم نیا ہو روز مرے وجد و حال کا
مضمون تیری حمد کا ہر دم نیا لکھوں

وجد چغتائی

محبوب کی محفل کو محبوب سجاتے ہیں
آتے ہیں وہی جن کو سرکار بلاتے ہیں

وہ لوگ خدا شاہد قسمت کے سکندر ہیں
جو سرورِ عالم کا میلاد مناتے ہیں

آقا کی ثناء خوانی دراصل عبادت ہے
ہم نعت کی صورت میں قرآن سناتے ہیں

جن کا بھری دنیا میں کوئی بھی نہیں والی
ان کو بھی میرے آقا سینے سے لگاتے ہیں

جو سرورِ عالم کو لجپال سمجھتے ہیں
دامانِ طلب بھر کر محفل سے وہ جاتے ہیں

اس آس پہ جیتا ہوں کہہ دے یہ کوئی آ کر
چل تجھ کو مدینے میں سرکار ﷺ بلاتے ہیں

اللہ کے خزانوں کے مالک ہیں نبی سرور
یہ سچ ہے نیازی ہم سرکار ﷺ کا کھاتے ہیں

عبدالستار نیازی

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

نگینہ بحر...... چیچہ وطنی

ڈیئر نگینہ! سدا خوش رہو آپ نے کہانیاں لکھی ہیں تو ارسال کردیں اگر آنچل کے معیار کے مطابق ہوئیں تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کے والدین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کو بہت سے خوشیوں سی نوازے آمین۔

زاہرہ فاطمہ...... گوجر خان

عزیزی زاہرہ! شاد رہو اگر آپ کا تبصرہ شامل اشاعت نہیں ہوتا تو اس کی وجہ تاخیر سے ملنا ہے اگر ہمیں بروقت موصول ہوجائے تو ضرور دیگر بہنوں کی طرح آپ کا خط بھی آئینہ کی زینت بن جائے۔ ہمیں آپ کی مشکلات کا اندازہ ہے۔ بہرحال خط کا جواب حاضر ہے اس لیے خفگی دور کرلیں۔

سویرا فلک...... کراچی

عزیزی سویرا! سدا سہاگن رہو آپ کا مفصل خط پڑھا شکوہ وشکایات سے بھرپور تھا، بے شک آپ کا کہنا بجا ہے انتظار کی گھڑیاں طویل اور جانکسل ہوتی ہیں لیکن صفحات کی کمیابی اور کہانیوں کی کثیر تعداد ہونے کی بناء پر آپ بہنوں کو ایسی شکایات ہوتی ہیں۔ ہماری کوشش تو یہی ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ کہانیاں اپنی جگہ بنالیں لیکن پرچے کے مخصوص صفحات ہماری اس خواہش کو رد کردیتے ہیں بہرحال کوشش کریں گے کہ ناول جلد لگ جائے عید نمبر کی خصوصی تحریر کمپوز ہوچکی ہے آئندہ لگ جائے گی دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

انیلہ اکرم...... لودھراں

ڈیئر انیلہ! سدا آباد رہو چاہتوں اور محبتوں سے لبریز آپ کا محبت نامہ موصول ہوا آنچل سے آپ کی والہانہ محبت اور وابستگی کا بخوبی اندازہ ہوا۔ سرورق کے حوالے سے آپ کی تجاویز نوٹ کرلی ہیں ویسے کوشش تو یہی ہوتی ہے کہ ہر چیز آپ کے ذوق اور معیار کے مطابق ہو۔ پرانے پرچوں کے حصول کے لیے آپ آفس کے نمبر پر رابطہ کرلیں، آپ کو معلومات مل جائے گی۔

سلمیٰ عنایت...... کھلابٹ ٹاؤن شپ

ڈیئر سلمیٰ! سدا مسکراؤ، آج کے دور میں ہر کوئی فرصت کی عدم دستیابی کا شکار ہے، فراغت و فرصت دونوں ہی میسر نہیں آتے ایسے میں پھوپو کی شادی یقیناً آپ بے حد مصروف رہی ہوں گی آپ کی والدہ کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ سبحان و تعالیٰ انہیں صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے آمین۔

صائمہ مشتاق...... پھاگٹانوالہ، سرگودھا

پیاری صائمہ! ہنستی رہو آنچل میں ہر ماہ شرکت کے لیے کہانی کا ہونا ضروری نہیں آپ مستقل سلسلوں میں شریک ہوکر آنچل سے وابستہ رہ سکتی ہیں۔ کہانی کی ان چند سطور سے کچھ بھی واضح نہیں ہورہا ابھی فی الحال کہانی لکھنے کے بجائے دیگر مصنفین کی تحاریر کا بغور مطالعہ کریں اس سے آپ کو لکھنے میں مدد ملے گی۔ امید ہے کوشش جاری رکھیں گی، دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ماہ رخ سیال...... سرگودھا

ڈیئر ماہ رخ! شاد رہو آپ کا شکوہ بجا ہے اور ہمیں آپ کی مشکلات کا بھی اندازہ ہے لیکن اتنا اندازہ تو آپ کو بھی ہوگا کہ دوست کا پیغام سلسلے کے لیے ہر ماہ بہت سے پیغام موصول ہوتے ہیں جو جلدی اور وقت پر مل جاتے ہیں وہ لازمی لگ جاتے ہیں۔ مخصوص صفحات اور پیغامات کی کثیر تعداد کے سبب آپ بہنیں خفگی کا شکار نظر آتی ہیں، بہرحال اس بار آپ کا پیغام شامل کرلیا گیا ہے، امید ہے یہ خفگی و ناراضگی بھی دور ہوجائے گی۔

ہاجرہ حیدر...... چکوال

ڈیئر ہاجرہ! سدا آباد رہو آپ کی تحریر "نظم سے لپٹی کہانی" موصول ہوئی، پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو محنت کی ضرورت ہے، ابھی افسانے کو نظم کی صورت میں قید

کرنے کے بجائے اسی انداز سے لکھیں جیسا آپ آنچل میں پڑھتی ہیں۔ ہماری کوشش تو یہ ہی ہوتی ہے کہ آپ بہنوں کو طویل انتظار سے بچا کر حجاب یا آنچل میں جلد شامل کرلیں لیکن پہلے آئی ہوئیں تحریروں کی فہرست ہی طویل ہے جس کی بناء پر آپ کے ساتھ باقی بہنوں کو بھی انتظار کرنا پڑتا ہے۔

صندل رانا...... لاہور

پیاری صندل! جیتی رہو آپ کا نامہ موصول ہوا جس سے آپ کی تعلیمی مصروفیات اور آنچل سے غیر حاضری کا علم ہوا۔ بے شک مصنفین کے ساتھ ہماری بھی یہ ہی کوشش ہوتی ہے کہ آپ قارئین تک بہتر ادب پہنچانے کے ساتھ سوچ کو بھی مثبت کیا جاسکے‘ اب یہ آپ پر ہے کہ اس سے کس طرح استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ ملک پاکستان کے حالات کی وجہ سے ہر شخص پریشان ہے ہمارے اعمال کی وجہ سے ہمیں ایسے حکمران ملے اور یہ ہر کوئی جانتا ہے لیکن ہم خود کو نہیں سدھارتے‘ یہ لمبی بحث ہے مختصر یہ ہے کہ ہمیں خود کو دیکھنا ہے۔ امید ہے کہ اب آپ آنچل سے رشتہ استوار رکھیں گی اور دیگر سلسلوں میں شامل ہوتی رہیں گی۔

مہک علوی...... میانہ گوندل

پیاری مہک! سدا مہکتی رہو آپ کی تحریر ”آپ ہو میرے کون“ موصول ہوئی‘ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے اس لیے مایوس ہونے کے بجائے اپنا مطالعہ وسیع کریں اس سے آپ کو لکھنے میں مدد ملے گی۔ آنچل وحجاب کے دیگر سلسلوں میں آپ شرکت کرسکتی ہیں اس کے لیے اجازت کی قطعاً ضرورت نہیں‘ یہ ماہنامہ آپ بہنوں کے لیے ہی سجایا جاتا ہے۔

ماہم نور انصاری...... حیدر آباد

پیاری ماہم! جگ جگ جیو‘ آپ کا نامہ موصول ہوا‘ نصف ملاقات خوشگواری کا باعث ٹھہری۔ بے شک جب تک تحریر پر ماں کی نظر کرم نہ ٹھہرے تحریر میں تشنگی رہتی ہے کیونکہ یہ ہی پہلی درس گاہ ہے‘ آپ کے انداز میں بھی خوب صورتی اور ہر بات مقصد کے تحت تھی جب ہی جگہ بنا گیا۔ اس میں شکریہ کی قطعی ضرورت نہیں یہ آپ کا اپنا ماہنامہ ہے جسے آپ کی ہی تحریروں سے سجایا‘ سنوارا جاتا ہے۔ آپ کی شاعری متعلقہ شعبے میں قبولیت کا درجہ پاکر محفل میں شامل ہوجائے گی۔ اس کے لیے انتظار کی ڈور تھامے رکھیں البتہ دوسرے سلسلوں میں آپ ہر ماہ شامل ہوسکتی ہیں۔

عنبر مجید...... کوٹ قیصرانی

عزیزی عنبر! جگ جگ جیتی رہو تعارف کے شائع ہونے پر شکریہ کی قطعاً ضرورت نہیں یہ آپ بہنوں کا اپنا پرچہ ہے جو آپ کی نگارشات سے پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے۔ کہانی لکھنے سے پہلے مطالعہ وگہرا مشاہدہ ہونا ضروری ہے ہماری دعائیں آپ کے ہمراہ ہیں اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو اپنی فیملی کے ساتھ بہت سی خوشیاں نصیب فرمائے آمین۔

عالیہ اشرف...... گل احمد‘ لانڈھی

ڈیئر عالیہ! سدا آباد رہو بزم آنچل میں شرکت پر خوش آمدید‘ طویل عرصے کی خاموشی کے بعد ایک بار پھر سے یہ شرکت بے حد پسند آئی۔ آنچل سے آپ کو بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے آپ کی یہ بات ہمارے لیے قابل فخر وباعث رشک ہے۔ ہمارا مقصد بھی یہی ہے کہ کہانی کے پیرائے میں اصلاح کا فریضہ سرانجام دیا جاسکے اور زندگی کی تلخ حقیقتوں کو ہلکے پھلکے انداز میں پیش کیا جائے تاکہ پڑھنے والے زندگی کے رموز سے واقفیت حاصل کرسکیں۔ آنچل کی پسندیدگی کے لیے مشکور ہیں آپ مستقل سلسلوں میں شرکت کرسکتی ہیں‘ ہر سلسلہ کے لیے الگ صفحہ کا استعمال کریں اور سلسلہ کا نام بمعہ اپنے نام وپتے کے ساتھ ضرور لکھیں آپ کی نگارشات ضرور شامل ہوں گی بس اس طریقہ کار پر عمل کریں۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

ڈیئر مدیحہ! شاد رہو‘ آپ کا کہنا بجا ہے آج کل نفسا نفسی کا دور ہے ہر کوئی اپنا مفادات کے متعلق سوچتا ہے اسی وجہ سے اپنوں میں بھی وہ اپنائیت وخلوص نظر نہیں آتا جو اس

رشتے کا خاصہ ہے جب انفرادی سطح پر یہ حال ہے تو اجتماعی سطح پر صورت حال کیونکر بدل سکتی ہے ملکی حالات بھی ابتری کا شکار ہیں اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ ہمارے وطن کی حفاظت فرمائے آمین۔ ہماری جانب سے آپ کو بھی عید کی پیشگی مبارک باد۔

ماریہ پارس عمیر...... شیخوپورہ

ڈیئر ماریہ! سدا خوش رہو آپ کی تحریر بعنوان "میری عید کے چاند کی نوید ہو تم" موصول ہوئی جس موضوع پر آپ نے قلم اٹھایا ہے اس پر بہت بہتر انداز میں لکھا جا چکا ہے انداز تحریر میں بھی پختگی کا عنصر مفقود ہے۔ لکھتے وقت موضوع کی انفرادیت کا خیال رکھیں تاکہ یکسانیت پیدا نہ ہو امید ہے کوشش جاری رکھیں گی۔

شہزاد...... سکھر

ڈیئر شہزاد! سدا آباد رہو آپ کی کہانی کا پلاٹ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے لیکن ابتدا میں قسط وار ناول کی بجائے افسانے پر طبع آزمائی کریں ویسے بھی ابھی قسط وار کی گنجائش نہیں ہے آپ اسی موضوع پر یا کسی اور موضوع پر افسانہ لکھ کر ارسال کردیں اگر آنچل کے معیار کے مطابق ہوا تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

زیبا حسن مخدوم...... نامعلوم

پیاری زیبا! سدا خوش رہو آپ کی تحریر ہمارے پاس محفوظ ہے باری آنے پر شائع ہوجائے گی جبکہ آپ کا آرٹیکل حجاب کی زینت بن چکا ہے۔ اگست کے حجاب میں آپ اپنا آرٹیکل پڑھ سکتی ہیں اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کو دین و دنیا کے تمام امتحانات میں کامیابی عطا فرمائے آمین۔

سائرہ حمید...... کراچی

ڈیئر سائرہ! سدا مسکراؤ یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ اپنے تعلیمی سلسلے کو شادی کے بعد بھی جاری رکھے ہوئے ہیں اور آپ میں شاعری کرنے کی قدرتی صلاحیت بھی موجود ہے اگر آپ کی شاعری آنچل کے معیار کے مطابق ہوئی تو ضرور آپ کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ آنچل کا یہ پلیٹ فارم آپ سب بہنوں کے لیے ہے متعلقہ شعبے میں آپ کی کاوش ارسال کردی گی ہے قبول ورد کا فیصلہ وہیں ہوتا ہے اس لیے تھوڑا سا انتظار کرنا ہوگا اور آپ دیگر سلسلوں میں بھی شرکت کرسکتی ہیں۔

انعم زہرہ...... ملتان

پیاری انعم! شاد رہو آپ کے مفصل خط سے تمام حالات کا بخوبی اندازہ ہوا بے شک آپ کے لیے تنہائی کا یہ سفر دشوار اور کٹھن ہے لیکن صرف ایک رشتے کے ختم ہونے سے زندگی ختم نہیں ہوجاتی' آپ کے ساتھ آپ کے والدین کی دعائیں ہیں امید ہے جلد اس مشکل وقت سے باہر نکل آئیں گی۔ اس کڑے وقت کو اپنے لیے آزمائش سمجھ کر صبر اور حوصلہ کے ساتھ گزاریں' ضرور اللہ سبحان و تعالیٰ نے آپ کے لیے کوئی اچھا اور بہتر فیصلہ کیا ہوگا اور بے شک اس کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے لیکن ہم انسان چونکہ جلد باز اور کم ہمت ہوتے ہیں اس لیے جلد گھبرا جاتے ہیں۔ ان حالات میں آپ اپنی تنہائی کو دور کرتے ہوئے اللہ سبحان و تعالیٰ کے قریب ہوجائیں اپنے تمام دکھ درد اسے سونپ دیں ان شاء اللہ آپ کے حالات بہتر ہوجائیں گے اور پھر سب سے بڑھ کر اپنے والدین کے لیے' ان کی خوشی کی خاطر آپ کو مضبوط ہونا پڑے گا اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کے والدین کو اور آپ کو بہت سی خوشیاں نصیب فرمائے آمین۔

کرن نعمان...... کراچی

پیاری کرن! شاد رہو آپ کی تحریر "شب ظلمت میں نکلا چاند" منتخب ہوچکی ہے' ان شاء اللہ باری آنے پر جلد شائع کردی جائے گی۔ دوسری تحریر "گیلی مٹی کا بُت" بہت جلد پڑھ کر اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے۔

اقرأ حفیظ...... کے ٹی ایس

پیاری اقرا! خوش رہو آپ کی تحریر پڑھنے کے بعد جلد آپ کو آگاہ کردیں گے البتہ آپ کا آرٹیکل اگست کے حجاب میں شائع ہوچکا ہے آپ حجاب میں اپنا آرٹیکل پڑھ

عہدِ وفا

ایمان پریشے کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا مُنفرد ناول، مُحبت کی داستان جو معاشرے کے رواجوں تلے دب گئی، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

بُجھ نہ جائے دِل دیا

سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، مُحبت، نفرت، عداوت کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

قفس کے پنچھی
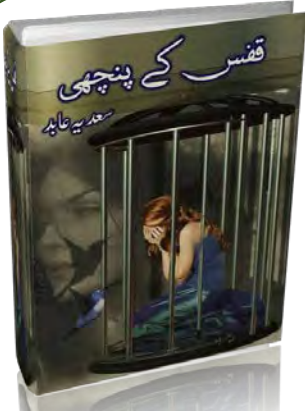
سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، علم و عرفان پبلشرز لاہور کے تعاون سے جلد، **کتابی شکل** میں جلوہ افروز ہو رہا ہے۔

آن لائن پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

جہنم کے سوداگر

مُحمد جبران (ایم فِل) کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ایکشن ناول، پاکستان کی پہچان، دُنیا کی نمبر 1 ایجنسی آئی ایس آئی کے اسپیشل کمانڈو کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

شہیدِ وفا

مُسکان احزم کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ناول، پاک فوج سے مُحبت کی داستان، دہشت گردوں کی بُزدلانہ کاروائیاں، آرمی کے شب و روز کی داستان پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

آپ بھی لکھئے:

کیا آپ رائٹر ہیں؟؟؟۔ آپ اپنی تحاریر پاک سوسائٹی ویب سائٹ پر پبلش کروانا چاہتے ہیں؟؟؟

اگر آپکی تحریر ہمارے معیار پر پُورا اُتری تو ہم اُسکو عوام تک پہنچائیں گے۔ **مزید تفصیل کے لئے یہاں کلک کریں۔**

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام، پاکستان کی سب سے زیادہ وزٹ کی جانے والی کتابوں کی ویب سائٹ، پاکستان کی ٹاپ 800 ویب سائٹس میں شُمار ہوتی ہے۔

سکتی ہیں۔ آنچل میں گنجائش نہ ہونے اور صفحات کی کمیابی کی بناء پر کچھ بہنوں کے آرٹیکل حجاب میں شامل کرلیے گئے تھے امید ہے تشفی ہوجائے گی۔ ''اعلان جنگ'' نامی تحریر منتخب ہوگئی ہے۔

نور المثال شہزادی...... قصور

ڈیئر نور! جگ جگ جیو آپ کی تحریر ''کنک کے دانے'' موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے لیکن تحریر بے حد مختصر ہے اس میں ابھی حالات و واقعات اور شامل کریں تاکہ تحریر میں تشنگی نہ رہے دوبارہ پڑھ کر اپنی تحریر کی خامیاں درست کرکے ارسال کریں یا کسی اور موضوع پر قلم اٹھائیں۔

زونا خرم...... دینہ نور

عزیزی زونا! سدا جیتی رہو' آپ کی تحریر ''انوکھی جٹھانی'' کے عنوان سے موصول ہوئی' پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے' البتہ کہانی میں بعض جگہوں پر گرفت کمزور ہے لیکن چونکہ ابھی آپ طفل مکتب ہیں اس لیے آپ کی یہ تحریر کانٹ چھانٹ اور اصلاح کے عمل سے گزرنے کے بعد حجاب میں لگ جائے گی۔ یہ کامیابی مبارک ہو۔

نیلم شہزادی...... کوٹ مومن

پیاری شہزادی! سلطنت آنچل میں خوش آمدید آپ کی تحریر ''چندن خوشبو تم اور میں'' منتخب ہوگئی ہے جلد باری آنے پر لگ جائے گی امید ہے کہ اب ناراضگی و خفگی دور ہوجائے گی۔ تمام بہنوں کی تحریریں اس بات کی متقاضی ہیں کہ ان کے متعلق جلد بتایا جائے لیکن ایک کثیر تعداد میں کہانیاں موصول ہونے کی بناء پر دیر سویر ہوجاتی ہے' امید ہے سمجھ سکیں گی۔

ریحانہ اعجاز...... ای میل

ڈیئر ریحانہ! جیتی رہو' ''حسین رات'' کے عنوان سے آپ کی تحریر موصول ہوئی' خوب صورت انداز و الفاظ خوب صورت و مثبت پیغام پر حامل یہ تحریر اپنی جگہ بنانے میں کامیاب رہی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو مزید کامیابیاں عطا فرمائے آمین۔

رقیہ ناز...... وہاڑی

پیاری رقیہ! جگ جگ جیو آپ کی تحریر ''حق دار'' موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کے ساتھ مطالعہ کی ضرورت ہے۔ نامور مصنفین کی تحریروں کا بغور مطالعہ کریں' آپ کو موضوع کے چناؤ کے ساتھ ساتھ تحریر میں بھی پختگی ملے گی۔

نرمین سرهیو...... حیدر آباد

ڈیئر نرمین! سدا مسکراؤ ''نازک کی دنیا'' کے عنوان سے آپ کی تحریر موصول ہوئی' ہلکے پھلکے اور شگفتہ انداز میں آپ نے صنف نازک کی کمزوریوں کو بخوبی پیش کیا ہے آئندہ بھی اس طرح کے موضوعات پر کوشش جاری رکھیں' امید ہے دیگر لوگوں کو بھی آپ کی یہ تحریر پسند آئے گی دیگر سلسلوں میں آپ ہر ماہ شرکت کرسکتی ہیں۔

نور عین...... جڑانوالہ

پیاری نور! اسم بامسمٰی بن کر جگمگاتی رہو' عیدالاضحیٰ کے حوالے سے آپ کی تحریر ''ست رنگی عید'' حجاب کے لیے منتخب کرلی گئی ہے' ویسے بھی اچھی اور معیاری چیز اپنی جگہ خود بنالیتی ہے اور ساتھ میں دلچسپی اور شگفتگی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جائے تو پڑھنے والے بھی محظوظ ہوتے ہیں۔ امید ہے کہ یہ تحریر بھی پہلے کی طرح قارئین کو بے حد پسند آئے گی۔ حجاب کے عید نمبر میں یہ تحریر شامل کرلی ہے آئندہ بھی اپنی مصروف زندگی سے وقت نکال کر آنچل و حجاب کے لیے لکھتی رہیے گا۔

کوثر خالد...... جڑانوالہ

عزیزی کوثر! سدا شاد رہو' آپ کی کمی قارئین کے ساتھ ساتھ سب ہی محسوس کرتے ہیں' خوب صورت الفاظ اور دعائیہ انداز یہ آپ کا ہی خاصہ ہے۔ ہماری جانب سے آپ کو سال گرہ اور عید کی مبارک باد اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کو صحت و تندرستی سے بھرپور زندگی عطا فرمائے تاکہ دوسروں کے لیے آپ کی ذات مشعل راہ بنی رہے' آمین۔ آپ کا تعارف ''کی جاناں میں کون'' شامل

کرلیا ہے اپنے مصروف لمحات سے وقت نکال کر چند پل یونہی ہمارے نام کرتی رہیے گا' خوش رہیں۔

عاصمہ اسلم...... نامعلوم

ڈیئر عاصمہ! خوش رہو آپ کی تحریر "نجانے کیوں ہوئی محبت" موصول ہوئی' پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ دل برداشتہ ہونے کے بجائے کوشش جاری رکھیں' مطالعہ کو وسیع کریں اور نامور مصنفین کی تحریروں کو مطالعہ کا حصہ بنائیں جس سے آپ کو لکھنے میں مدد ملے گی' کتاب کے مجموعہ کے لیے آپ کسی پبلشر سے رابطہ کریں' آئندہ تحریر پر نام کے ساتھ مکمل پتا ضرور ارسال کریں۔

شاہدہ حسن...... نامعلوم

ڈیئر شاہدہ! جیتی رہو "وفا کے پیکر" کے عنوان سے آپ کی تحریر حجاب میں شائع کردی گئی تھی لیکن آپ کا ایڈریس ہمارے پاس موجود نہیں تھا اس لیے آپ آفس کے نمبر پر رابطہ کرکے اپنا مکمل ایڈریس نوٹ کرادیں تاکہ شناسائی کے دیگر مراحل طے کیے جاسکیں۔

حافظہ صائمہ کشف...... فیصل آباد

پیاری صائمہ! سدا خوش رہو آپ کے مفصل خط سے آپ کی مصروفیات کا بخوبی اندازہ ہوگیا ہے اور یہ جان کر خوشی بھی ہوئی کہ اس وقت آپ حفظ کی کلاس میں مصروف ہیں۔ بے شک پڑھنا اور پڑھانا دونوں امور ہی توجہ طلب ہیں ایسے میں آپ نے ہمارے لیے وقت نکالا بے حد اچھا لگا آپ کی نگارشات جلد شائع کرنے کی کوشش کریں گے' تعارف بھی جلد لگ جائے گا۔

ناقابل اشاعت:۔

ستارہ' لفظوں کے بھید' خواب حقیقت' تجارت' متاع نظر' میری بہنا کی شادی' حسین محبت' کہانی گھر گھر کی' بے بسی' بلا عنوان' عید خوشیوں کی نوید' لالی انکھیاں' بے وفا' کبھی خوشی کبھی غم' درد دل' میری عید کے چاند رک جا' اے میرے دل دیوانے' ناشکری' عید کا مزہ' محب وطن' مٹی کا قرض' نظم سے لپٹی کہانی' گندم کے دانے' درد کی خوشبو' انوکھی عید' نمک پارے' ایثار کا جذبہ' آنچ' بجلی چوری سے اجتناب' لڑکیاں بے وفا نہیں ہوتیں' دوستی' نادام تھے ہم' مہربان ہونے تک' عورت اور جنت' تلاش' تو تھوڑی دیر رک جا' لوٹ آؤ' اچھوت زادی' ہم سے تم تک' نہ جانے کیوں ہوگئی محبت' پتھر کا شہر' پتھر کے لوگ' آپ ہو میرے کون' جذبہ جنوں' اے زندگی پھر سے لوٹ آ۔

قابل اشاعت:۔

اسیر محبت' اعلان جنگ' لکھاری کی کہانی' میرا پاکستان' سوچ خیال خواب' آرٹیکل' انداز' کھاؤ من بھاتا پہنو جگ بھاتا' حسین رات' قیمتی بکرا' تضاد' اب کے برس' پیاری انوکھی جٹھانی' قربانی' صلہ رحمی اور عید۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کافر کو پچاس ہزار سال تک قیامت میں کھڑا کیا جائے گا جس طرح سے اس نے دنیا میں کوئی قابلِ قبول عمل اللہ کے لیے نہیں کیا اور وہ کافر جہنم کو دیکھ رہا ہوگا اور سمجھ رہا ہوگا کہ وہ چالیس سال کی مسافت سے مجھے گھیرنے والی ہے۔ (مسند احمد۔ الحاکم۔ ابن جریر)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دن کے متعلق پوچھا گیا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے کہ وہ کتنا طویل دن ہوگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اس کو مومن کے لیے مختصر کیا جائے گا اتنا کہ وہ جتنی دیر میں دنیا میں فرض نماز ادا کرتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ آسان ہوگا۔ (مسند احمد۔ ابن حبان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ ربّ العالمین کے سامنے مومنین کھڑے ہوں گے تو مومن پر قیامت کا دن ظہر اور عصر کے درمیانی وقت کے برابر ہوگا۔ (اخرجہ احمد' شعب الایمان' ابن جریرؒ درمنثور' البدور السافرہ' امام سیوطی)

ترجمہ۔ بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے۔ سو آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے اور قربانی دیجیے۔ بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔

اس سورۂ مبارکہ سے متعلق سببِ نزول اور کچھ تفصیل ابتدائی صفحات میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے اتنے میں آپ پر کچھ اونگھ طاری ہوئی' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے سرِ مبارک اُٹھایا۔ بعض روایات میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا کہ آپ کس بات پر تبسم فرما رہے ہیں؟ اور بعض میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود لوگوں سے فرمایا اِس وقت میرے اوپر ایک سورۃ نازل ہوئی ہے۔ پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الکوثر پڑھی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جانتے ہو کوثر کیا ہے؟'' صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ معلوم ہے۔ فرمایا وہ ایک نہر ہے جو میرے ربّ نے مجھے جنت میں عطا کی ہے۔ (امام احمد' مسلم' ابوداؤد' نسائی' ابن ابی شعیب' ابن المنذر' ابن مردویہ بیہقی) یہ سورہ مبارکہ ایک رکوع تین آیات' دس کلمات اور اکتالیس حروف پر مشتمل ہے۔ یہ سورہ مکی ہے۔ علامہ سیوطی تحریر فرماتے ہیں کہ اس سورہ کا نام اسی لفظ کوثر سے ماخوذ ہے۔ یہ سورہ قرآن حکیم کی سب سے چھوٹی' مختصر سورہ ہے۔ اس سورہ کے تین حصے ہیں جنہیں ہم تین آیات پر منحصر بھی کہہ سکتے ہیں یہ سورہ مبارکہ ایک قرآنی

معجزے کی بہترین مثال ہے گوکہ قرآن حکیم خود ایک الٰہی معجزہ ہے اس سورہ مبارکہ کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف تسلی دے رہا ہے بلکہ بڑی خوش خبری کی اطلاع دے رہا ہے' دوسری آیت شریف میں وہ اپنے محبوب کو انعام حاصل کرنے پر شکر گزاری کے طریقے سے بھی آگاہ کررہا ہے کہ ''تم اپنے رب کی نماز پڑھو اور قربانی کرو۔'' یہ سورۃ مبارک اپنے اندر بہت وسعت و معنی لیے ہوئے ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی و تشفی کے وقت جب کہ محبوب آزردہ و پریشانی کے عالم میں تھے ایسے وقت میں حرف تسلی کو بھی اپنی عبادت کو ایثار و قربانی سے مشروط کرکے امت مسلمہ کے لیے یہ چراغ روشن فرمادیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے کچھ انعامات و جزا پانے کے لیے ضروری ہے کہ ہر مسلمان جو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے صراط مستقیم پر چلنے میں ثابت قدم ہو اسے چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ احکامِ الٰہی کی پابندی کرتے ہوئے معبودِ حقیقی اللہ واحد کی عبادت کرے اور راہ حق میں آنے والی مشکلات و مصائب میں ایثار و قربانی سے کام لے۔ ذاتی مفادات کو ذاتی اغراض کو احکام الٰہی اور مخلوقِ الٰہی پر ترجیح نہ دے اور صبر و نماز کو اپنا شعائر بنالے تیسری اور آخری آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی و تشفی کے بعد خوش خبری دی جارہی ہے کہ آپ کا دشمن نیست و نابود ہوجائے گا۔ اُسے جڑ سے ہی اکھاڑ دیا جائے گا۔ یہ سورہ مبارکہ تین آیات پر مشتمل ہے انہیں الگ الگ تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔

ترجمہ۔ بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کردی۔

اللہ تعالیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمارہا ہے کہ ہم نے تم کو کوثر عطا کی۔ اللہ تعالیٰ کی اس عطا اس انعام عظیم کو سمجھنے کے لیے ہمیں سورہ الضحیٰ کی طرف لوٹنا پڑے گا۔ سورہ الضحیٰ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب و پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وعدہ کیا تھا جو خوش خبری سنائی تھی وہ تھی۔

ترجمہ۔ اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو (اتنا) دے گا (انعام) سو آپ خوش ہوجائیں گے۔ (سورۃ الضحیٰ۔۵)

تفسیر۔ اس آیتِ مبارکہ کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے فرمایا ''میں کبھی ہرگز راضی نہیں ہوں گا جب تک کہ اپنی امّت سے ایک ایک کو جنت میں داخل نہ کرالوں۔'' یہ آیت مبارکہ اللہ کے محبوب و پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس فرمائش و خواہش کو پورا کرنے کی نوید دے رہی ہے کہا جارہا ہے ''آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہوجائیں گے۔'' یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنے محبوب کے لیے ایک بڑا اہم اور وسیع وعدہ ہے حق سبحانہ کی طرف سے ایک عظیم خلعت ہے اپنے محبوب کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے جو بخششیں اور عنایتیں' انعامات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کے پیدا ہونے سے لے کر ابتدائے بہشت میں داخل ہونے تک جو عطا ہوئے ہیں۔ وہ بیان کی حد سے باہر ہیں۔ کوئی قلم' کوئی تحریر ایسی نہیں جو اس کا ادراک کرسکے۔ احاطہ تحریر میں لاسکے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اس آیت مبارکہ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خصوصیات اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے عطا فرمائی گئیں وہ دو قسم کی ہیں۔ پہلی قسم تو وہ ہے جس میں دوسرے انبیاء علیہم السلام بھی شریک ہیں نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نعمت سب سے زیادہ عطا کی گئی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء ورسل میں سب سے ممتاز اور محبوب ہیں۔ دوسری قسم خصوصیات کی وہ ہیں جو صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہی مخصوص ہیں۔ دوسرا کوئی اس میں آپ کا شریک نہیں۔ حضرت شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ یہاں مختصراً ان دونوں اقسام سے کچھ تھوڑا سا بیان کررہے ہیں تاکہ اس آیت مبارکہ کے معنی اچھی طرح ذہن نشین ہوسکیں۔ ان خصوصیات میں ایک خصوصیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پشت پر بھی ایسے ہی دیکھ سکتے تھے جیسا اردگرد دیکھتے تھے۔ ایسے ہی رات کے وقت اور اندھیرے میں ایسے دیکھتے تھے جیسا کہ دن کی روشنی میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک کھارے کڑوے پانی کو میٹھا کردیتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک اتنی دور تک سنائی دیتی تھی کہ عام آدمی کی آواز اس کے دسویں حصہ تک نہیں پہنچتی تھی۔ نیند کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی تھیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک مصروف ذکر رہتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری عمر جمائی نہیں آئی۔ پسینہ مشک سے زیادہ خوشبودار تھا جس راستے سے گزرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینے کی خوشبو کافی دیر ہوا میں پھیلی رہتی۔ جس سے لوگوں کو پتا چل جاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر اس طرف سے ہوا ہے۔ دھوپ کے وقت ہمیشہ بادل آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیے رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوشاک مبارک پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالمِ ارواح میں سب سے پہلے پیدا کیے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء ورسل میں یہ فوقیت واہمیت حاصل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج اور براق کی سواری میسر آئی۔ آسمانوں پر جانا' وہاں کی سیر کرنا صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی۔ قاب قوسین تک پہنچنا اور دیدار الٰہی سے مشرف ہونا یہ بھی شرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہے چاند کو دو ٹکڑے کرنا اور روز آخرت جب صور پھونکا جائے گا اور مردے اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو سب سے پہلے اٹھائے جانے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میدان حشر میں براق پر سوار ہوکر تشریف لائیں گے۔ ستر ہزار فرشتے آپ کے چاروں اطراف مامور ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرش عظیم کے داہنی طرف کرسی پر بیٹھائے جائیں گے اور حمد کا جھنڈا آپ کے دست مبارک میں ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد اس جھنڈے تلے اور تمام انبیاء السلام اپنی اپنی امتوں کے ساتھ آپ کے پیچھے ہوں گے اور دیدار الٰہی سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے پہلے صراط مستقیم سے گزریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے پہلے بہشت کا دروازہ کھولیں گے اور روز قیامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ''وسیلہ'' کے مرتبے پر فائز کیا جائے گا۔ (وسیلہ ایسا بلند ترین مرتبہ ہے جو تمام مخلوقات میں سے کسی کو میسر نہیں ہوا)

تمام شریعتوں' میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت جن باتوں میں مخصوص ہے ان کی گنتی بہت طویل ہے۔ آپ کی شریعت میں کافروں کی غنیمت کا مال حلال کیا گیا ہے۔ تمام زمین کو مسجد بنا دیا گیا یعنی جس جگہ چاہیں نماز پڑھیں۔ زمین کی مٹی پاک کرنے والی بنائی ہے یعنی تیمم مشروع ہوا۔ وضو' پانچ وقت کی نماز' اذان' اقامت' سورہ فاتحہ' آمین' جمعہ کا دن' مقبولیت کی ساعت جمعہ کے دن میں ہے' رمضان' شریعت' شب قدر کی برکتیں یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے لیے مخصوص ہیں۔

وہ فضائل وخصوصیات اور کمالات جو اللہ جل شانہ نے خاص اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے اور انبیاء کرام میں سے کسی اور نبی کو ان میں شریک نہیں فرمایا ان کے متعلق حدیث شریف میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے چند چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں دی گئیں۔

(۱) میری بعثت تمام دنیا کی طرف ہوئی۔ مجھ سے پہلے انبیاء صرف اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے اور میں تمام دنیا کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔

(۲) میں خاتم النبین ہوں۔ میری ذات پر سلسلہ انبیاء ختم ہوا۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(۳) مجھ کو جوامع الکلم عطا کیے گئے یعنی ایسے مختصر اور جامع کلمات کہ الفاظ تو تھوڑے ہوں اور معنی بے شمار (جیسا کہ احادیث نبوی کا مجموعہ)

(۴) مجھے رعب وہیبت کے ذریعے فتح ونصرت عطا کی گئی۔ بلا اسباب ظاہری کے ایک مہینے کی مسافت تک کے میرے دشمن مجھ سے مرعوب وخوفزدہ رہتے ہیں۔

(۵) تمام روئے زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور مطہر بنا دی گئی یعنی میری امت کو ہر جگہ نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ خواہ مسجد ہو یا غیر مسجد اور میرے لیے پاک مٹی سے تیمم کا حکم نازل ہوا کہ مجھے ہر جگہ تیمم کی اجازت ہے اور میرے لیے مٹی کو پانی کی طرح مطہر پاک کرنے والی چیز بنا دیا گیا۔

(۶) مال غنیمت میرے لیے حلال کر دیا گیا جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کے لیے حلال نہیں تھا۔

(۷) میرے پیرو تمام انبیاء ومرسلین کے پیروں سے زیادہ ہوں گے چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جنتیوں کی ۱۲۰ صفیں ہوں گی جن میں سے ۸۰ صفیں امت محمدیہ کی ہوں گی۔

(۸) مجھے شفاعت کبریٰ کا مرتبہ عطا کیا گیا کہ قیامت کے دن اولین اور آخرین میری طرف رجوع کریں گے اور میں ان کے لیے بارگاہ الٰہی میں شفاعت کروں گا۔

(۹) سب انبیاء ومرسلین سے پہلے میں اپنی امت کو پل صراط سے لے کر گزروں گا۔

(۱۰) سب سے پہلے میں جنت میں داخل ہوں گا اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما میرے دائیں اور بائیں ہوں گے اور جنت میں ہر نبی کے لیے حوض ہوگی اور میری حوض سب سے وسیع اور پر رونق ہوگی۔

(جاری ہے)

ہمارا آنچل

ملیحہ احمد

شازیہ نصیر احمد

آنچل کے تمام لکھنے والوں اور تمام پڑھنے والوں کو میرا خلوص بھرا پیار بھرا اسلام قبول ہو۔ جی پہلے تو ہمارا نام شازیہ اختر تھا لیکن اب شازیہ نصیر بن چکا ہے لیکن پھر بھی سب نے اپنی پسند کا نام رکھا ہوا ہے جو نام مجھے بہت پسند ہے وہ ہے حلیمہ جو میرے کزن نے رکھا ہوا ہے 6 جون کو اس دنیا میں انٹری دی۔ ہم چھ بہن بھائی ہیں' دو بہنیں اور چار بھائی میرا نمبر آخری ہے جس کا فائدہ بھی بہت اٹھاتی ہوں' بھائیوں سے لڑ کر چیزیں لینا میرا مشغلہ ہے۔ میرے بڑے بھائی احمد اور مزمل کی شادی ہو چکی ہے' میری آپی کی بھی شادی ہو چکی ہے میرا بھی نکاح ہو چکا ہے۔ اب بات ہو جائے خامیوں اور خوبیوں کی۔ خامیاں...... غصہ بہت آتا ہے لیکن جتنی جلدی آتا ہے اتنی جلدی اتر بھی جاتا ہے' غصے میں نہ جانے کیا کیا بول جاتی ہوں جو بات ہو منہ پر کہہ دیتی ہوں' چاہے سامنے والے کو برا لگے یا بھلا۔ خوبیاں...... پانچ وقت کی نماز پابندی سے پڑھتی ہوں اور دوسروں کو بھی کہتی ہوں' ہنس مکھ ہوں کوئی بھی میری کمپنی میں بور نہیں ہوتا۔ دوستیں بنانا اچھا لگتا ہے۔ جس سے ایک بار ملتی ہوں وہ دوسری بار مجھ سے ملنے کی خواہش ضرور کرتا ہے۔ کسی کو دکھی نہیں دیکھ سکتی' کوشش کرتی ہوں کہ میری وجہ سے کسی کو دکھ نہ ملے (بقول چھوٹی بھابی کے) شازی دل کی بہت صاف ہے۔ (پسند ناپسند) مجھے بارش بہت اچھی لگتی ہے' بارش میں بھیگنا اور دعائیں مانگنا اچھا لگتا ہے کیونکہ بارش میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ رنگوں میں گلابی اور سفید کلر بہت پسند ہے' شاعری بہت پسند ہے' پڑھتی بھی ہوں اور لکھتی بھی ہوں (بقول نرگس کے شازی کا انتخاب بہت اچھا ہوتا ہے۔ شاعروں میں نازیہ کنول نازی اور وصی شاہ بہت پسند ہیں اور رائٹرز میں نازیہ کنول' عشنا کوثر اور سمیرا شریف طور پسند ہیں۔ نازیہ کنول اور سمیرا پلیز آپ مجھ سے دوستی کریں گی میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ میرا تعلق ایک بہت ہی پیارے گاؤں نور پور سے ہے۔ عظمیٰ آپی ہمارے گاؤں میں رہتی ہیں' دوستیں تو بہت سی ہیں لیکن نرگس میری بہت پیاری دوست ہے ایک جان دو قالب والی بات ہے' ہم کوئی بات ایک دوسرے سے نہیں چھپاتے۔ میری تعلیم کچھ خاص نہیں پڑھنے کا بہت شوق تھا لیکن کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں پڑھ سکی آنچل سے وابستگی کافی عرصے سے ہے پہلے تو مانگ کر گزارا کرتے تھے لیکن اب اپنا لے لیتی ہوں۔ پسندیدہ شخصیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' پسندیدہ کتاب قرآن پاک ہے' اپنے اللہ پر بہت بہت یقین ہے میں نے آج تک اپنے رب سے جو بھی مانگا میرے اللہ نے عطا کیا حتیٰ کہ زندگی کی سب سے بڑی خوشی عطا کی (راز کی بات ہے) دین اسلام سے کافی لگاؤ ہے' دینی کتابیں پڑھنا میرا مشغلہ ہے۔ دین پر کافی عمل کرتی ہوں دوسروں کو بھی بتاتی ہوں جس پر باتیں بھی سننی پڑتی ہیں جس کا میں نے کبھی برا نہیں مانا۔ میری خواہش ہے کہ میں معلمہ بنوں اور دین پھیلا سکوں' اللہ میری خواہش پوری کرے' آمین۔ نازیہ آپی کا "جھیل کنارہ کنکر" سمیرا آپی کا "ٹوٹا ہوا تارا" بہت پسند ہے' کھانا پکانا بہت اچھا لگتا ہے' کھانے میں جو بھی پکا ہو کھا لیتی ہوں۔ اپنے والدین سے بہت پیار کرتی ہوں' سب قارئین اور رائٹرز سے گزارش ہے کہ میری امی کے لیے دعائے شفا کریں کیونکہ میری امی بہت بیمار ہیں' چھوٹے بچوں سے بہت پیار کرتی ہوں خصوصاً اپنے کیوٹ سے بھتیجے معاویہ مزمل اور بھتیجی حمنیٰ احمد میں تو میری جان ہے جب مجھے پھوپو کہہ کر بلاتے ہیں تو بہت اچھا لگتا ہے۔ آخر میں اس شعر کے ساتھ اجازت چاہوں گی۔

آسمان پر جتنے تارے ہیں
اور ندی میں جتنے دھارے ہیں
میری آنکھوں میں خواب ہیں جتنے
وہ لفظ تمہارے ہیں

اللہ حافظ فی امان اللہ

صباء زدگو' ذکاء زدگو

ہم انمول تو نہیں
مگر بارش کے ان

قطروں کی طرح خاص
ضرور ہیں
جو ہاتھ سے گر جائیں تو
پھر کبھی ملا نہیں کرتے

باادب' باملاحظہ' ہوشیار جوڑہ کی باسیاں اور ماما پاپا کی لاڈلیاں ذکاء زرگر تشریف لارہی ہیں۔ تمام آنچل اسٹاف قارئین اور رائٹرز کو محبتوں بھرا اسلام قبول ہو۔ ہمارے نام سے تو آپ لوگ بخوبی واقف ہوں گے (الحمدللہ) لیکن پھر بھی تعارف تو بنتا ہے۔ جی تو میں ہوں صباء زرگر میں 21 نومبر کو اس دنیا کو رونق بخشنے آئی تھی' اپنی زندگی میں سب سے زیادہ پیار اپنے بھائی عبدالرحمان سے کرتی ہوں۔ میری دعائیں زیادہ تر رحمن کے لیے ہوتی ہیں' اللہ تمہیں صحت وتندرستی والی زندگی دے اور کامیابی ہمیشہ تمہارے قدم چومے' آمین۔ آئی لو یو ریحان اینڈ علی مرتضٰی۔ مما کے گزر جانے کے بعد دادو نے ہماری تربیت ہمیشہ ماں اور دادو دونوں بن کر کی ہے۔ (ارے ارے ذکاء تم کہاں گئیں) جی جناب میں ہوں ذکاء عروج! میں لائف کو انجوائے کرنے کے لیے 23 اکتوبر کو اس دنیا میں آئی۔ میرا فیورٹ سبجیکٹ انگلش ہے میتھ مجھے اور آپی صباء دونوں کو بور لگتا ہے جس کی وجہ سے ہم دونوں کو گھر میں میتھ فیل کا لقب دیا گیا ہے' الحمدللہ پیپرز میں ہم دونوں فل پاس ہوجاتی ہیں اگر کوئی گھر میں ہم سے ضرب کا کوئی سوال پوچھ لے تو ہم دونوں ایسے غائب ہوتی ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ (ہاہاہا) البتہ ہماری چھوٹی بہن صدف وہ بہت ذہین ہے' دادو زیادہ تر اس سے حساب کرواتی ہیں اور وہ منٹوں میں حل کردیتی ہے بنا کاپی اور کیلکولیٹر کے۔ میں اور آپی صباء صرف بہنیں ہی نہیں بلکہ بیسٹ فرینڈز ہیں' ہم ہر بات ایک دوسرے سے شیئر کرتی ہیں اور ماشاء اللہ لڑائی بھی بہت ہوتی ہے' ہاہاہا۔ اب بات ہوجائے پسند اور ناپسند کی تو آپی صباء کا فیورٹ کلر وائٹ ہے اور میرا پنک ہے مگر ہم دونوں ہر کلر پہن لیتی ہیں اور سوٹ بھی سارے کلر کرتے ہیں۔ کھانوں میں ہمیں گوشت اور گوشت سے بنی ہر چیز پسند ہے' چاول بھی بہت شوقیہ کھاتے ہیں۔ میٹھے میں ہر چیز ہڑپ کرجاتی ہیں' ہاہاہا (اب آپ ہمیں کنجوس نہیں سمجھئے گا ہم اتنی بھی کنجوس نہیں ہیں)۔ رائٹرز میں ہماری فیورٹ نازی آپی' سمیرا شریف' فاخرہ گل' سیدہ غزل' عشنا کوثر اور اقراء صغیر بہت پسند ہیں۔ شاعروں میں فراز احمد' فیض احمد فیض' وصی شاہ' راشد ترین مظفر گڑھ' وقاص عمر حافظ آبا ذان کی شاعری کمال کی ہے۔ ہماری فیورٹ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور پاپا جانی ہیں۔ آپی صباء کو کپڑوں میں گھیر والی فراک اور سادہ قمیص شلوار پسند ہیں اور مجھے شارٹ شرٹ' ٹراؤزر' فراک پسند ہے۔ آپی صباء کو جیولری میں ائیر رنگ اور بریسلیٹ بہت پسند ہیں اور جیولری پسند نہیں البتہ واچ فیورٹ ہے (آپی صباء اگر گفٹ کرنی ہے تو کردو میں منع نہیں کروں گی' ہاہاہا)۔ آپی صباء کی فرینڈ لسٹ میں ردا' رومین اور روبینہ ہیں اور جویریہ تبسم ہیں۔ میری فرینڈ لسٹ میں حمیرا' شبنم' عیشاء' زوہا اور ام حبیبہ ہے اور ادوبہ بھی ہے (ماچھن رداتینوں تے میں بول ہی گئی آں)۔ ردا ہماری بیسٹ کزن ہے اور ہمارے سب سے زیادہ قریب ہے جب ہم تینوں اکٹھی ہوجائیں تو شیطان ہم پر حاوی نہیں ہوتا بلکہ ہم شیطان پر حاوی ہوجاتی ہیں' ہاہاہا۔ بابا سمیت ہم سب بہن بھائی رات کو اکٹھے ہوتے ہیں تو بابا پرانے زمانے کی باتیں بتاتے ہیں اور اپنا بچپن بھی اور ہم سب بہت دلچسپی سے سنتے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں ایک بہت بڑا میلہ لگتا ہے' ہمارا گھر دربار کے ساتھ ہے دربار کی دیوار اور ہمارے گھر کی دیوار ایک ہے۔ ہمارے گھر اتنے رشتے دار آتے ہیں (جتنا رش شادی پر بھی نہیں ہوتا) ان دنوں پھوپو کی بیٹیاں بیٹے' ماموں کے بیٹے اکٹھے ہوئے ہیں۔ ان دنوں ہمارے دن کیا رات کیا ایک ہی ہوتا ہے خوب ہلہ گلہ ہوتا ہے۔ ان دنوں ہم تینوں کی شرارتوں کی بھرمار ہوتی ہے اور آخر میں پلیز ضرور بتایئے گا کہ ہمارا انٹرویو اچھا تھا یا اقصیٰ وسنیاں زرگر کا اور ہماری طرف سے سب کے لیے۔

سنو
زندگی اپنی ہنس کر بسر کرنا
نفرتوں کے رستے پر نہ سفر کرنا
سنو
وفا نہ ہو تو محبت ادھوری ہے

محبت کے سفر میں وفا کی فکر کرنا
اورسنو
زمانہ جتنا بھی ہو ہمدرد تمہارا
زمانے کو نہ شریک سفر کرنا
اورسنو......
محبت ہر کسی کا مقدر نہیں ہوتی
ملے جو محبت تو اس کی قدر کرنا
اورسنو......
بس......اپنا خیال رکھنا
اللہ حافظ۔

ارم صابرہ

السلام علیکم!
زندگی کبھی گل گلزار معلوم ہوتی ہے تو کبھی کانٹوں بھرا راستہ دکھائی دیتی ہے۔ زندگی کو جینے کا ہر انسان کا اپنا ایک طریقہ ہوتا ہے اگر آپ کو زندگی کے سفر میں آپ کی فیملی کی صورت میں کبھی کوئی ایسا سائبان ملتا ہے جس کی چھاؤں میں پناہ لیتے ہی گویا جنت کا احساس ہوتا ہے اور کبھی ہمیں اپنی فیملی میں ایسے حالات کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے کہ چاہتوں کے آسمان تلے بھی ہم تنہا ہوتے ہیں خیر میں ارم صابرہ اپنی فیملی کے جو کہ پانچ افراد پر مشتمل ہے ابو امی وسیم بھائی نعیم بھائی اور میں یعنی پھولوں کی وادی کی اداس پنچھی ارم صابرہ۔ اپنی فیملی کے بارے میں کیا لکھوں ہر رنگ ہر احساس سے ہمکنار ہوئی ہوں میں۔ کبھی بادلوں اور برسات سے واسطہ پڑا تو کبھی زندگی کی شاہراہ پر گلاب کھل اٹھے۔ میرے ابو ایک ایسے باپ ہیں جن کی شفقت اور پیار تو ہمارا نصیب ہے مگر شاید وہ اظہار کا طریقہ نہیں جانتے۔ میری امی جنہوں نے مجھے اور میرے بھائیوں کو آج اس مقام تک پہنچایا ان کی محبت اور اللہ پاک کی مدد سے ہم کامیاب ہوئے۔ میرے پاس الفاظ نہیں ان کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے بس اتنا کہوں گی ڈھلتی شام کے انوکھے رنگوں اور ابھرتی سحر کے حسین لمحوں کی طرح کے مزاج کی مالک میری اماں آپ کے پیار کی حصہ دار میں بھی ہوں۔ جی تو اب باری ہے میرے چن ورگے ویر کی صبح کی پہلی کرن جب گھاس کے دامن میں بسے شبنم کے قطرے کو جگانے آتی ہے تو اس وقت اس ننھے قطرے کے وجود سے جو محبتوں کی قوس وقزح جنم لیتی ہے جو پیارا منظر وجود میں آتا ہے بس ویسے ہی ہیں میرے بڑے بھائی وسیم جو ماشاء اللہ پاکستان ائیر فورس کا حصہ ہیں۔ میرے یہ بھائی ایسے جو خود تو مجھے ڈانٹ لیتے ہیں غصے میں مگر گھر میں سب کے سامنے ڈھال بھی وہی بنتے ہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ جس دن تک میرا بھائی میرے ساتھ ہے میں زندہ رہ پاؤں گی ورنہ یہ لوگ یہ دنیا مجھے جینے نہیں دے گی۔ بھائی مجھے کبھی تنہا مت چھوڑ دیئے گا نہ مجھ سے کبھی بے اعتبار ہوئیے گا۔ اب باری آتی ہے بھائی نعیم کی جو کہ ذرا بھی میرے بھائی نہیں لگتے ہر وقت کی لڑائی طعنے اُف کسی پل ہمیں چین نہیں آتا لیکن پتا نہیں کیوں جب وہ گھر آتے ہیں تو میری زبان پر کھجلی ہونے لگتی ہے پریشانی ہونے لگتی ہے کہ ہم کب لڑائی کریں گے بھائی نعیم بھی ائیر فورس میں ہیں۔ اب تشریف لا رہی ہیں عزت مآب ارم صابرہ صاحبہ میں اپنے بارے میں کیا لکھوں ایسے الفاظ ہی نہیں اپنی شان کے قابل ہاہاہا۔ میں 14 مئی 1996 کو اس دنیا میں اپنا حسن بکھیرنے آئی دونوں بھائی بڑے ہیں کوئی بہن نہیں ہے اور کمی بہت محسوس ہوتی ہے۔ اپنے بڑے بھائی اور بڑے ماموں کی بہت لاڈلی ہوں ہر جائز و ناجائز بات منواتی ہوں غصہ اتنا آتا ہے اور جب آتا ہے تو نظر نہیں آتا کہ سامنے کون ہے اکثر اپنا ہی نقصان کر بیٹھتی ہوں چیزوں کو توڑ کر پھر بعد میں افسوس ہوتا ہے۔ کھانے میں بہت کم چیزیں پسند ہیں بلیک کافی اور چائے بغیر چینی کے جنون کی حد تک پسند ہے بی کام کی طلبہ ہوں لاسٹ سمسٹر ہے۔ نازی آپی سمیرا آپی کی تحریریں بہت پسند ہیں آنچل تقریباً جب 6 کلاس میں تھی تب سے شروع ہے۔ میری پسندیدہ ہستی میری میڈم جی مس صابرہ صاحبہ ہے جن کا نام میں اپنے نام کے ساتھ لگایا ہوا ہے مجھے ان سے عشق ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے میری دعا ہے کہ میری میڈم صابرہ جی ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہیں وہ ہے تو میری ذات کا دیا روشن ہے ورنہ سب ختم آخر میں ایک شعر مس صابرہ جی کے لیے۔

ہم نے کہا ہم کو بھلا سکو تو کمال ہوگا

ہم نے تو فقط بات کی تھی آپ نے تو کمال کردکھایا اللہ حافظ۔

بسمہ عابد مخدوم

تمام پڑھنے اور سننے والوں کو اس چاند سے چہرے کا شہدی شیریں آواز میں سلام۔ (سننے والوں کو اس لیے کہ شاید کچھ لوگ میری طرح سب کے تعارف کو اونچی آواز میں پڑھ کر پورے گھر کو سنانے کے عادی ہوں)۔ ارے ارے یہ بندوقیں اور توپیں کس لیے؟ اچھا اچھا سلامی دینے کے لیے دیجیے دیجیے روکا کس نے ہے؟ جی تو آپ سب میرے بارے میں جاننا چاہتے ہوں گے کیونکہ نام تو اوپر پڑھ ہی چکے ہیں۔ جی تو ہم ہیں بسمہ عابد مخدوم اپنے گھر کی سب سے چھوٹی چراغ ہم 11 مارچ کو اس ظالم کانٹوں بھری دنیا میں تشریف فرما ہوئے تو ہر جانب پھول ہی پھول کھل گئے (ارے بہار کا موسم تھا نا)۔ میرے نام کا مطلب مسکراہٹ ہے اس لیے میں ہر وقت اپنے چاند سے مکھڑے پر مسکراہٹ سجائے رکھتی ہوں۔ پیار سے مجھے سب "موجو" کہتے ہیں کیونکہ مجھے موجیں کرنے کا بہت شوق ہے ہم پانچ بہنیں اور دو بھائی ہیں بلکہ لمبے لمبے بھائی ہیں دونوں سب سے چھوٹے مگر مجھ سے بڑے ہیں کیونکہ میں سب سے چھوٹی ہوں اور بہت ہی پیارے پیارے امی ابو ہیں اللہ ان کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے آمین۔ میری ایک ہی دوست ہے جو کہ میری ہم نام ہے وہ میری بیسٹ فرینڈ ہے مگر اب مجھ سے بچھڑ گئی ہے ارے آپ کیا سمجھ رہے ہیں وہ زندہ ہے اللہ اسے زندہ رکھے بس اسکول بدل گیا ہے۔ میں دہم جماعت کی طالبہ ہوں اور الحمدللہ پوزیشن ہولڈر ہوں (اللہ حاسدوں کی بری نظر سے بچائے) کیونکہ میرے دوست کم اور جلنے والے زیادہ ہیں مجھے ویسے بھی اپنی بہنوں کی طرح ڈھیر ساری سہیلیاں بنانے کی عادت نہیں ہے پتا نہیں وہ میری خوبی ہے کہ خامی (زیبا تو خامی کہتی ہے) اب اگر بات خوبیوں اور خامیوں کی آ ہی گئی ہے تو وہ بھی بتاتی چلوں۔ خامیاں تو مجھ میں بہت ہیں مثلاً غصہ بہت آتا ہے لڑائی جھگڑا بہت کرتی ہوں اور شک بھی بہت کرتی ہوں اور جھوٹ تو بہت ہی بولتی ہوں۔ خوبی یہی ہے کہ اپنی یہ خامیاں کھلے دل سے تسلیم بھی کرتی ہوں اس کے علاوہ والدین اور اساتذہ کا بہت احترام کرتی ہوں اس کے علاوہ ہر وقت ہنستی رہتی ہوں میرے بہن بھائی میری مدھری ہنسی سے بہت تنگ ہیں پتا نہیں کیوں؟ باقی خوبیاں مجھے یاد نہیں آرہیں بقول زیبا کے ہوں گی تو آئیں گی نا اور وہ یہ بھی کہہ رہی ہے کہ "تمہارا دل بہت چھوٹا ہے جو تم جیسے لوگوں کے نزدیک خوبی اور ہم جیسے اچھے لوگوں کے نزدیک خامی ہے" ہونہہ اچھے لوگ دیکھا میری بہنیں کتنی ظالم ہیں ذرا سا دل بھی نہیں رکھتیں۔ اب آتی ہوں مشاغل کی طرف تو میوزک سننا میرا سب سے پسندیدہ مشغلہ ہے تھوڑی بہت فضول قسم کی پینٹنگ بھی کرلیتی ہوں رہی بات مطالعہ کی تو ابھی تک صرف بچوں والی کہانیاں ہی پڑھ سکتی ہوں۔ ارے بھئی چار بڑی بہنوں کی چھوٹی بہن ہوں سمجھ ہی سکتے ہیں کہ مجھ پر کتنی پابندیاں ہوں گی؟ افسانے صرف نصابی کتابوں والے ہی پڑھ سکتی ہوں آنچل میں سے بھی ناول اور افسانے چھوڑ کر اچھی باتیں اقوال زریں حمد و نعت دانش کدہ اور دیگر سلسلے پڑھ سکتی ہوں۔ آپ دیکھ لیجیے کہ "عبداللہ" جیسا شریف ناول بھی نہیں پڑھنے دیا گیا ہائے میں بے چاری اوپر سے آنچل کے یہ چیدہ چیدہ سلسلے پڑھنے کے بھی زیبا مجھ سے پیسے وصولتی ہے (آپ سوچ رہی ہوں گی کہ زیبا کا ذکر بار بار کیوں کررہی ہوں وہ اس لیے کہ میں اس سے بہت پیار کرتی ہوں) اس کی علاوہ مجھے آرمی میں جانے کا بہت شوق ہے اپنے ملک کی حفاظت کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں شہید ہونا چاہتی ہوں اس کے علاوہ بڑے ہوکر اس ملک کے غریب لوگوں کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہوں۔ میرے خواب پورے ہونے کی دعا کیجیے گا اب اجازت دیجیے آپ کا بہت سر کھالیا حالانکہ یہ میرا حق تھا تعارف کیسا لگا ضرور بتائیے گا اپنا خیال رکھیے گا اللہ حافظ۔

☆ پہلے وقتوں میں خواتین بکرامنڈی نہیں جایا کرتی تھیں اب یہ ایک فیشن بن گیا ہے آپ کبھی گئی ہیں تو کیسا تجربہ رہا؟
☆ عیدالاضحیٰ کے موقع پر آپ کون سے منفرد پکوان تیار کرتی ہیں؟
☆ عیدالاضحیٰ کے موقع پر آپ اپنے باورچی خانے کو کس طرح صاف کرتی ہیں اور کون کون سے مصالحہ جات پہلے سے تیار کرلیتی ہیں؟

ڈاکٹر شمائلہ خرم...... بورے والا

سب سے پہلے تمام قارئین کو میری طرف سے سلام اور عیدالاضحیٰ کی ڈھیروں خوشیاں ایڈوانس مبارک ہو!

1) یہ سچ ہے کہ پہلے وقتوں میں خواتین بکرا منڈی نہیں جایا کرتی تھیں کیونکہ وہ پردے کا خاص اہتمام کرتی تھیں لیکن آج کے جدید دور میں خواتین کا بکرا منڈی جانا ایک فیشن بن چکا ہے۔ مگر ہمارے گھر میں ایسا نہیں ہوتا سو میرا بکرا منڈی جانے کا کوئی تجربہ نہیں۔

2) عیدالاضحیٰ کے موقع پر گھر میں کوئی زیادہ پکوان نہیں بنتے۔ سالن کے علاوہ نمکین گوشت بنتا ہے جو کہ سب گھر والوں کو بہت پسند ہے۔

3) دوسری عید کی طرح اس عید پر بھی کوئی زیادہ ڈشز نہیں پکائی جاتی۔ ہاں ایک دو ڈشز بنتی ہیں جب ڈشز پکانی ہوتب ہی سارے مصالحہ جات تیار کیے جاتے ہیں۔

اقرا حفیظ...... کھلا بٹ، ٹاؤن شپ

السلام علیکم قیصر آنٹی تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو عید کی بڑی خوشیاں مبارک ہوں، بے شک عیدالاضحیٰ خوشیوں کے ساتھ جذبہ ایثار، اطاعت خداوندی اور باہمی ہمدردی کا درخشاں پیغام لے کرآتی ہے اسی لیے ہمیں تاریخ اسلام کے اس سبق آموز حصے کو ذہن میں رکھ کر عید کے رنگوں میں گھلنا چاہیے کہ جب تھا

سعادت مند بیٹا جھک گیا فرمان برداری پر
زمیں و آسمان حیران تھے اطاعت گزاری پر

ہر بار سروے کے جوابات بھیجنا چاہتی ہوں لیکن وہ منیر نیازی کا مصرعہ ہے نا ”ہمیشہ دیر کردیتا ہوں“ ایسا ہی میرے ساتھ بھی ہوتا رہا اس لیے اس بار عجلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے چلتی ہوں جوابات کی جانب۔

۱) پہلے سوال کا جواب اگر اپنی حالیہ ذہنی کیفیت کو سامنے رکھ کر دوں تو شاید چند لوگوں کی طبیعت پر گراں گزرے لیکن ہر جگہ فلسفے جھاڑنا اچھا نہیں لگتا سو جواب یہ ہے کہ ہمارے ہاں یہ فیشن ابھی تک لاگو نہیں ہوا اور خدا کرے نہ کبھی ہو اس لیے نہ کوئی ایسا اتفاق ہوا اور نہ کوئی تجربہ۔

۲) اب تک تو امی جان کے ہاتھ کے پکائے ہوئے پکوان نوش جاں کرتے رہے لیکن اس بار ارادہ ہے ان شاء اللہ آنچل ”ڈش مقابلہ“ سے کوئی اچھی سی ڈش ٹرائی کروں گی۔

۳) عیدالاضحیٰ میں باورچی خانے کا صاف ستھرا رکھنا کافی مشکل ہے لیکن یہی تو عید کا مزہ ہوتا ہے تاہم بار بار کچن کو صاف کرنا پڑتا ہے مصالحہ جات میں تقریباً ہر ایک مصالحہ پہلے سے تیار ہوتا ہے پیاز کاٹنے اور لہسن چھیلنے کا کام ایک دن پہلے ہی کردیتی ہوں تاکہ بعد میں دشواری نہ ہو۔

عیدالاضحیٰ ہمارا مذہبی تہوار ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس عید کو بھرپور مذہبی عقیدت و احترام کے ساتھ گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور حجاج کرام کے حج قبول فرمائے آمین، اس پیغام کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ

اپنے لیے تو سب ہی جیتے ہیں اس جہاں میں
ہے زندگی کا مقصد اوروں کے کام آنا

فیاض اسحاق لھانہ...... سلانوالی

۱) فرسٹ آف آل میری طرف سے تمام امت مسلمہ کو عیدالاضحی کی بہت بہت مبارک، اللہ پاک سب کو عید کی خوشیاں نصیب فرمائے آمین، ہمارے ہاں آج تک پرانا وقت ہی چل رہا ہے ہمارے ہاں خواتین آج بھی بکرے کی خریداری نہیں کرتیں یہ ذمہ داری آج بھی مرد حضرات ہی پوری کرتے ہیں۔

۲) عیدالاضحی کے فرسٹ ٹو ڈیز تو ٹپیکلی پرانے ہی پکوان پکائے جاتے ہیں پھر اس کے بعد مابدولت خوب الٹی سیدھی ڈشز تیار کرکے زبردستی داد وصول کرتی ہوں۔

۳) ویسے تو کچن کی ڈسٹنگ ڈیلی کا معمول ہے بٹ عید کے موقع پر کچن کو خوب چمکایا جاتا ہے، سیٹنگ چینج کی جاتی ہے کچھ نئے برتن بھی کچن کی زینت بنائے جاتے ہیں مصالحہ جات کے اندر سارے مصالحوں کو مکس کرکے ایک دن پہلے ہی فریز کرلیا جاتا ہے تاکہ کوئی پرابلم نہ ہو۔

طیبہ خاور سلطان...... وزیر آباد

۱) السلام علیکم میری طرف سے تمام پڑھنے والوں کو بہت بہت عید مبارک جی ابھی تک تو ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ میں بکرا منڈی جاؤں آگے دیکھیے۔

۲) گوشت مجھے بالکل بھی نہیں پسند ویسے پکا لیتی ہوں زیادہ تر میٹھا ہی پکاتی ہوں جو نئی ریسپی ملتی ہے پکا لیتی ہوں ویسے کلیجی پسند ہے تو سب سے پہلے کلیجی ہی پکاتی ہوں' قربانی کا گوشت دیکھ کے ویسے ہی دانتوں میں درد شروع ہوجاتا ہے پہلے ہی۔

۳) پنجابی پلاؤ لازمی پکتا ہے ویسے ہم پہلے ہی لہسن وغیرہ چھیل کر رکھ دیتی ہیں ویسے گرم مصالحہ، اچار مصالحہ، بریانی مصالحہ یہ سب پہلے سے موجود ہوتا ہے کچن کو دھونا اچھے سے پھر ہر ایک چیز کو اپنی جگہ پر رکھنا تاکہ عین ٹائم پر مسئلہ نہ ہو ہر چیز پہلے سے ریڈی ہوتی ہے۔

رقیہ ناز...... میلسی

اس مرتبہ ہم نے سعیدہ نثار کے عید سروے میں آخر ہمت کر ڈالی تمام بہنوں کو عیدالاضحی بہت بہت مبارک۔

۱) مجھے شاپنگ کرنے کا شوق نہیں تو بکرا منڈی کیسے جاسکتی ہوں ماشاء اللہ ہمارے گھر کا پالتو بکرا عید کے لیے تیار ہوتا ہے جو کہ پورا سال تنگ کرتا ہے اور آخر کے دن میں ہم اسے کبھی نہلا کر کبھی سجا کر تنگ کرتے ہیں ذبح کرنے کے بعد کچھ دن اس کی یاد بہت آتی ہے۔

۲) پہلے تو نہیں پکاتی تھی اب پکاؤں گی رات کو میوہ والی کھیر پکاؤں گی جو کھانی کم پکانی زیادہ اچھی لگتی ہے صبح آلو کے کباب یا قیمہ بھرے آلو پکاؤں گی اتنا ہی کافی ہوتا ہے۔

۳) روز روز صاف کرکے عید کے دن اسپیشلی صاف نہیں کرنا پڑتا اور مصالحہ جات کچھ خاص نہیں بس لہسن چھیلنا مشکل لگتا ہے جو پہلے ہی کافی سارا چھیل کر اور اس کا پیسٹ تیار کرکے رکھ لیتی ہوں جس سے تھوڑا کام آسان ہوجاتا ہے۔

حافظہ صائمہ کشف...... فیصل آباد

۱) یہ آپ نے ٹھیک کہا کہ اب فیشن بن گیا بکرا منڈی جانے کا لیکن ہم نے تو کبھی سوچا بھی نہیں ہم نے تو کبھی باہر کا دروازہ تک نہیں دیکھا الحمدللہ ہمارا پردہ اتنا اچھا ہے ہم تو کبھی ڈاکٹر کے پاس بھی نہیں گئے گھر میں میڈیسن لادی جاتی ہے ڈاکٹر کو کیفیت بتا کر اگر زیادہ مسئلہ کو پھر بھی نہیں جائے ڈاکٹر کو بلا لیا جاتا ہے بکرا منڈی جانا تو دور کی بات کبھی سوچا بھی نہیں۔

۲) کوئی خاص پکوان نہیں پکاتے ہیں ہم صرف کباب فرائی کرتے ہیں باقی ویسے ہی سالن پکتا ہے ہم گوشت کے تین حصے کرتے ہیں ایک حصہ کو گاؤں والوں جس جس نے قربانی نہیں کی ان کو دیتے ہیں دوسرا رشتہ داروں کا حصہ لوگوں کو بانٹتے ہیں کیونکہ محلے

والوں ہمسایوں کا زیادہ حق ہے باقی کچھ رشتہ داروں کو بھیجتے ہیں اور رہا اپنا حصہ تو عید کے موقع پر یہ ہمارے رشتہ دار اکٹھے ہوتے ہیں چاچو لوگ پھوپو کی فیملی بھی آجاتی ہیں کبھی اسی طرح باقی ان کے لیے کھانا پکتا ہے چاول پکا لیتے ہیں چاولوں میں ڈال لیا گوشت لیکن کچھ خاص پکوان نہیں پکاتے بس اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے لوگوں کو غریبوں کو زیادہ دیں وہی ہمارے کام آئے گا میرے ابو امام مسجد ہیں اس لیے ہم زیادہ حصہ لوگوں کے لیے نکالتے ہیں ہماری تین قربانیاں ہوتی ہیں ہر بار تین قربانیوں میں زیادہ حصہ لوگوں کو حق داروں کو دیتے ہیں اللہ سب کو توفیق دے۔

۳) کچن ہمارا الحمدللہ صاف رہتا ہے ایسے لگتا ہے جیسے آج ہی نیا تیار ہوا ہے باقی مصالحہ جات وقت پر ہی تیار کرتے ہیں عید سے پہلے دو تین دن مہمان آجاتے ہیں کچھ موقع نہیں ملتا ویسے بھی وقت پر ہی پکا لیتے ہیں کچھ خاص ضرورت نہیں ہوتی پہلے پکانے کی پھر ہمارے مہمان بھی دس پندرہ دن رہتے ہیں اس لیے وقت پر پکتا ہے سب کچھ۔

میزاب...... قصور

۱) اس فیشن کی مجھے تو سمجھ میں نہیں آتی پتا نہیں عورتوں کے پاس اتنا لور لور پھرنے کا ٹائم کہاں سے آجاتا ہے اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے پوری کریں تو وہ بڑی بات ہے جب یہ مردوں کا کام ہے تو ضروری ہے اس میں بھی عورت ٹانگ اڑائے ہم تو بھئی تھوڑی سی شاپنگ کر کے اتنا تھک جاتے ہیں اور یہ لیڈیز ہیں کہ بکرا منڈی پہنچ گئیں سیدھا سا جواب یہ کہ ہم لوگ کبھی بکرا منڈی نہیں گئے یہ بھی کوئی جانے کی جگہ ہے عورتوں کی مجھے تو پتا نہیں یہ جواب لکھتے ہوئے بھی کیا ہو رہا ہے۔

۲) ارے کیا منفرد پکانا ہے پکاتے پکاتے خود کا عرق نکل جاتا ہے اور یہ چٹورے لوگ میرے لیے کچھ چھوڑتے بھی نہیں تو اس لیے جو جس نے کھانا ہے وہ خود بھابیاں پکائیں اور کھائیں ہم تو ایسے بھی مست ہیں۔

۳) ہمارے کچن میں تو سارے مصالحے ہمہ وقت تیار ملتے ہیں تو اس کی ٹینشن کبھی نہیں ہوتی اور عید سے پہلے تو اسپیشلی خیال رکھا جاتا ہے کہ کوئی چیز عین ٹائم مس نہ ہو اور رہی بات کچن کی صفائی کی تو اس کے پیچھے تو میں ہر وقت پڑی رہتی ہوں ایک بھائی تو اس بات سے مجھ سے زیادہ ہی تنگ ہے کیونکہ اس سے جو کروانی ہوتی ہے وہ کریں چاہے نا کریں تو پھر میں خود کرتی ہوں عید الاضحیٰ کے لیے تو زیادہ گوشت کے لیے صاف کپڑے وغیرہ کا دھیان رکھتی ہوں کہ کسی چیز پر کھی نا بیٹھے۔

شازیہ ہاشم...... میواتی

۱) کبھی بھی نہیں گئی الحمدللہ قربانی کا جانور ہمارے گھر کا ہی ہوتا ہے اور میں اس کو مناسب نہیں سمجھتی کہ عورت بکرا منڈی جائے۔

عید الاضحیٰ کے موقع ہمارے ہاں "پلاؤ" زیادہ پکتا ہے لیکن میں ریسپیز دیکھ کر منفرد ڈش پکانے کی کوشش کرتی ہوں ویسے مجھے ہانڈی کباب سب سے زیادہ اچھے لگتے ہیں۔

۳) عید الاضحیٰ کے موقع پر کچن کی مکمل صفائی کرتی ہوں اور مصالحہ جات پہلے سے تیار نہیں کرتی بلکہ جب کچھ پکانا ہو تو ساتھ ہی تیار کرتی ہوں۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

۱) میں آج تک بکرا منڈی نہیں گئی کیونکہ میرے میاں جانی کہتے ہیں کہ اگر تمہیں بکرا منڈی لے گیا اور تم گم ہو گئیں تو اتنی بکریوں میں، میں تمہیں کیسے پہچانوں گا۔

۲) عید الاضحیٰ کے موقع پر میں قورمہ چکن تکہ، ملائی بوٹی اور سیخ کباب تیار کرتی ہوں۔

۳) کچن تو میں ہر وقت ہی صاف رکھتی ہوں گرم مصالحہ پاؤ بھر پہلے سے ہی منگوا لیتی ہوں ہرا مصالحہ بھی جلدی جلدی تیار کر لیتی ہوں تاکہ میاں جی آئیں اور میرا ہاتھ بٹائیں تاکہ پکوان تیار کر کے ہم خود بھی کھائیں

اور اپنے اپنے سسرال بھی بھیجیں۔

اقرا جٹ...... منچن آباد

السلام علیکم اہل پاکستان سب سے پہلے تو عیدالاضحی مبارک ہو سب کو عیدین ہمارے مذہبی تہوار ہیں جو ہمیں اخوت و بھائی چارہ کا درس دیتی ہیں۔

۱) نہیں جی، ہم کبھی بکرا منڈی نہیں گئے پہلے ہمارے خود کے بکرے الحمدللہ ہوتے تھے اب کچھ سالوں سے گاؤں سے لے لیتے ہیں بکرا منڈی سے آج تک ہم نے بکرا لیا ہی نہیں جی۔

۲) عیدالاضحی کے موقع پر میں بس مما جانی کی تھوڑی بہت ہیلپ کراتی ہوں پکوان کوئی بھی تیار نہیں کرتی ہاں بس کبھی کبھار کوئی سوئٹ ڈش پکا لیتی ہوں۔

۳) ہمارا باورچی خانہ رہتا ہی صاف ہے کیونکہ بھئی میری مما جانی بہت صفائی پسند ہیں اگر کبھی صاف بھی کرنا پڑے تو مما جانی خود ہی کرتی ہیں مگر ان کو میری کی گئی صفائی پسند نہیں آتی (کیونکہ میں تو جان چھڑواتی ہوں ہاہاہا) اور تقریباً تمام مصالحہ جات پہلے سے تیار کر دیتی ہوں مما کو مصالحہ جات کیا تیار کرتی ہوں گویا احسان عظیم کرتی ہوں (سارا دن پھر بیٹھ کر کھاتی ہوں ہی ہی ہی) اب ہمیں دیں اجازت اللہ حافظ۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

۱) السلام علیکم، سب سے پہلے سب کو میری طرف سے عید مبارک اللہ یہ عید سب کے لیے خوشیاں لے کر آئے آمین، بالکل یہ ایک فیشن ہی بن گیا ہے بکرا منڈی جانا اور سچی بات ہے میرا آج تک بکرا منڈی جانا ہوا ہی نہیں مگر ہاں بکروں کے جو ریوڑ گلی گلی پھرتے ہیں ان میں سے خود ضرور پسند کرتے ہیں اور بہت اچھا لگتا ہے بہت خوشی ہوتی ہے۔

۲) عیدالاضحی کے موقع پر زیادہ تر قورمہ اچار گوشت بریانی ہی پکائی جاتی ہے میکرونی وغیرہ بھائی کھاتے ہیں نہ پکانے دیتے ہیں۔

۳) باورچی خانے کی صفائی تو عید سے کچھ دن پہلے ہی تفصیل سے کر لی جاتی ہے اور خصوصاً بڑی عید پر سارا کچن کا کام امی کے ذمہ ہوتا ہے وہ جانیں اور کچن جانے ہم فری ہیں۔

فرحت اشرف گھمن...... سید والا

۱) قربانی کے جانور ہم اپنے فارم ہاؤس میں ہی پالتے ہیں عید سے دو مہینے پہلے ایک ملازم کو خاص دیکھ بھال پر مامور کر دیتے ہیں پھر جب تینوں بھائی ہاسٹل سے آتے ہیں وہ بکرے اور بیل کے ہاتھ پر خوب شیمپو کی بوتل ختم کرتے ہیں ہم نے بھی کبھی نہیں بکرا منڈی سے جانور خریدا لہٰذا اس لیے خواتین کے جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہم نے تو کبھی اپنا قربانی کا جانور بھی نہیں دیکھا بکرا تو بھائی گھر دکھانے کے لیے لے آتے ہیں بیل نہیں لاتے۔

۲) عید کے دن کچن سے میرا مکمل ریسٹ ہوتا ہے اتنی ویل ڈریسنگ اور میک اپ کے ساتھ مجھ سے کچن میں کام نہیں ہوتا۔ ہم ساری سسٹرز اور کزنز خوب ہلا گلا کرتی ہیں عید کے دوسرے دن میں اپنے پکوان تیار کرتی ہوں آنچل کے پورے سال کے شمارے نکالتی ہوں جو ڈشز اچھی لگیں وہ پکا لیتی ہوں ہمیشہ سب تعریف ہی کرتے ہیں۔

۳) عیدالاضحی کے موقع پر میں کچن کی تفصیلاً صفائی کرتی ہوں کیبنٹ شیلف مصالحہ جات کے ڈبے ہر چیز چمکا دیتی ہوں مصالحہ جات میری دادی اماں تیار کر دیتی ہیں اس لیے مصالحہ جات سے میری چھٹی ہوتی ہے۔

انیلا طالب...... گوجرانوالہ

پہلے تو تمام آنچل اسٹاف اور اس کے پیارے پیارے رائٹر اینڈ ریڈرز کو سلام اور تہہ دل سے عید کی خوشیاں مبارک ہوں، آتی ہوں اب جوابات کی طرف۔

۱) جی میں تو نہ کبھی بکرا منڈی گئی نہ بازار کیونکہ الحمدللہ ہم ذرا شرعی ماحول کے ہیں اس لیے باہر وغیرہ نہیں جاتے اس لیے مجھے تو بکرا منڈی جانے کا اتفاق

زندگی میں ایک بار بھی نہیں ہوا۔

۲) میری پیاری سوئٹ سی امی جان اس دن ہمیں کوئی کام نہیں کرنے دیتیں وہ کہتی ہیں بس تم لوگ کپڑے پہن کر تیار ہو جاؤ دوستوں سے گپ شپ کرو تو اس لیے کچن میں کھانے پکانے کی مکمل ذمہ داری سے اس دن میں فارغ ہوتی ہوں، امی بریانی دہی بڑے تکہ بوٹی املی آلو بخارے کی چٹنی، دودھ دلاری وغیرہ تیار کر کے ہماری عید کا مزہ دوبالا کر دیتی ہیں منفرد پکوانوں میں تکہ بوٹی اور ساتھ کھٹی میٹھی بوٹی پکاتی ہیں کھٹی میٹھی بوٹی کو ہم لوگ گڑ اور املی کی چٹنی جس میں ادرک ملا ہوتا ہے اس کے ہمراہ سینکی ہوئی بوٹیاں لگا کر کھاتے ہیں بہت مزے کی میری سسٹر زینب پکاتی ہے۔

۳) کچن سے جالے وغیرہ اتار کر تمام کیبنیٹ صاف کر لیے جاتے ہیں دروازے اور کھڑکیاں سرف ایکسل سے دھو لیں جاتیں ہیں برتن رکھے جانے والے لکڑی کے بڑے سے ریک میں خوب صورت پرنٹڈ شیٹ کاٹ کے بچھائی جاتی ہے کچن کا سارا فرش خوب صاف ستھرا کر لیا جاتا ہے فرش کو دھونے کے لیے گرم پانی سارے فرش پر ڈالنے کے بعد سرف چھڑک کر کونہ کونہ صاف کر لیا جاتا ہے مرچ مصالحوں والے ڈبے دھو لیے جاتے ہیں میری کوشش ہوتی ہے کہ کچن میں نہیں تو کسی باؤل میں گلاب کی پتیاں پانی ڈال کے ضرور کسی کمرے میں رکھ دوں موسم بہار میں تو اکثر جار میں پتیاں اور پانی میں ڈال کے خوشبو کے لیے رکھ دیا جاتا ہے آپ کچن میں رکھ کے دیکھیے مصالحوں کی رنگا رنگ خوشبو میں گلاب کی خوشبو کتنا اچھا اثر ڈالے گی عید سے پہلے کی رات ہم لوگ کوئی مصالحہ وغیرہ نہیں تیار کرتے اس رات سارا فرش بلکہ گھر دھوتے ہیں کچن بھی پھر کپڑے پریس کرتے آدھی رات ہو جاتی ہے پکانے کھانے کا کام عید کی صبح سے شروع ہوتا ہے عید کے حوالے سے تمام پیاری قارئین کے لیے میرا پیغام ہے اس دن خدا کو ضرور یاد رکھیں اور اس خدا کی خدائی میں رہنے والے غریبوں کو بھی آپ کی عید کا مزہ دوبالا ہو جائے گا۔

ارم کمال...... فیصل آباد

سب سے پہلے میری طرف سے تمام بہنوں اور آنچل کے اسٹاف کو عید الاضحیٰ کی بہت بہت مبارک قبول ہو۔

۱) مجھے تو بکروں اور گائیوں سے ویسے ہی بڑا خوف آتا ہے گھر میں بکرا ہو تو میں وہاں جانے سے ہی گریز کرتی ہوں میرے میاں جی مجھے کہیں بھی تو میں تو نہیں جانے والی۔

۲) عید پر گوشت کے روایتی پکوان ہی پکتے ہیں کیونکہ میاں جی کا کہنا ہے کہ اس گوشت کی بڑی عزت ہوتی ہے اور اسے اہتمام سے پکا کر کھانا چاہیے تو میں قیمے کی ٹکیاں دم والا قیمہ کڑاہی گوشت کو نئے طریقوں سے پکاتی ہوں۔

۳) عید سے دو چار دن پہلے سارے کچن کی تفصیلی صفائی کرتی ہوں فریج کو بھی صاف کر لیتی ہوں اس کے بعد کچھ مصالحہ جات تیار کر کے رکھ لیتی ہوں تاکہ عید کے دن وقت نہ ہو مثلاً کافی سارا لہسن ادرک پیس کر شیشی بھر کے فریج میں رکھ لیتی ہوں اس کے علاوہ پیاز کتر کر فریز کر دیتی ہوں ڈھیر ساری پیاز تل کر رکھ لیتی ہوں سفید زیرہ اور کالی مرچ توے پر بھون کر پھر پیس کر شیشی بھر لیتی ہوں ٹائم ملے تو بریانی کا مصالحہ تیار کر کے فریز کر لیتی ہوں۔

شہلا گل......

عید قرباں کی ڈھیروں مبارکباد اللہ تعالیٰ ہمیں سنت کے مطابق قربانی کرنے کی توفیق دے آمین۔

۱) سچ بات تو یہ ہے کہ میں فطرتاً بزدل واقع ہوئی ہوں اور بکروں سے مجھے ڈر بھی لگتا ہے قربانی کے یہ معصوم جانور مجھے بہت پسند ہیں مگر میں بہت نزدیک نہیں جاتی اور ہمارے ہاں بکری منڈی مرد جاتے ہیں کیونکہ ادھر بکرے ہی بکرے اور مرد ہی مرد نظر

آتے ہیں۔

۲) سب سے پہلے پکتی ہے کلیجی، پھر مٹن کڑاہی، سیکنڈ ٹائم بریانی، اچار گوشت اور چانپوں کی ڈش پکاتی ہوں رات کو باربی کیو ضرور ہوتا ہے۔

۳) عید قرباں سے پہلے کچن کو ہر طرح سے چمکاتی ہوں۔ تمام اوزار تیز کراتے ہیں قیمہ نکالنے کی مشین صاف کر کے سیٹ کر دیتی ہوں خاص کر فریج صاف کرتی ہوں کہ میکے سے گوشت بڑی مقدار میں آتا ہے تمام نزدیکی رشتے دار میرا حصہ امی کو بھیج دیتے ہیں کیونکہ میں بکرا زیادہ بانٹ دیتی ہوں مصالحہ جات میں سے تیار مصالحے اچار گوشت مٹن کڑاہی مصالحہ، بریانی مصالحہ، پائے مصالحہ، وائٹ گوشت مصالحہ ان کو الگ الگ بوتل میں ڈال دیتی ہوں اور خاص کر سوکھا دھنیا اور انار دانہ پیس کر ایک ہی بوتل میں بھر لیتی ہوں اجوائن کا استعمال بھی گوشت پر کرتی ہوں پکانا اچھا لگتا ہے مگر کھانا نہ کھانے کے برابر ہوتا ہے۔

ماھم نور انصاری...... پریٹ آباد، حیدر آباد

السلام علیکم سب سے پہلے تمام امت مسلمہ کو عید الاضحیٰ کی مبارکباد آپ کی کہی ہر بات کی حقیقت سے مکمل طور پر متفق ہوں کہ ہمارا معاشرہ ترقی کے نام پر آگے بڑھ رہا ہے اتنا آگے کہ اپنے مذہبی تہواروں کو بھی اسی ''بے نام ترقی'' کی نذر کر رہا ہے کہ جس میں ہر شخص اظہار رائے اور ہر فعل میں آزاد ہو لیکن ایسے صاحب نظریات شخص کے لیے میں صرف اتنا کہوں گی کہ ہر فعل میں آزاد ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آپ دین کے معاملات میں بھی مکمل طور پر آزاد ہیں مثلاً قربانی کے معاملے میں غربا تک ان کا حصہ نہ پہنچایا تو پھر سارا گوشت فریزر میں جمع کر لینا خدارا سنت ابراہیمی کے تقاضوں کو تو احسن طریقے سے انجام دیں کیونکہ آخرت میں اس کے بارے میں سوال ضرور ہوگا ادارے کی اتنے اہم مسئلے پر رہنمائی قابل تحسین ہے اب آتے ہیں جوابات کی جانب۔

۱) آپ نے کہا کہ خواتین پہلے منڈی نہیں جایا کرتی تھیں مگر اب یہ فیشن بن گیا ہے تو جواب سوال ہی میں پوشیدہ ہے جی ہاں جو چیز فیشن کے نام پر لوگوں کو بے راہ روی کا شکار کرے میں ایسی چیزوں سے اجتناب برتتی ہوں سو آپا مجھے یقین ہے کہ میں زندگی بھر ایسے کسی تجربے سے محروم رہوں گی۔

۲) ویسے تو اس معاملے میں بالکل کوری ہوں مگر عید الاضحیٰ کے موقع پر کھانے کے ساتھ ساتھ پکانے میں مدد ضرور کرتی ہوں ہر سال فیملی بالخصوص اپنے بھائیوں کے ساتھ چھت پر باربی کیو کو بہت انجوائے کرتی ہوں چونکہ پکوان تو میں تیار کرتی نہیں لیکن امی کیا تیار کرتی ہیں یہ ضرور بتا سکتی ہوں جی ہاں ہمارے ہاں اس موقع پر کچے قیمے کے کباب وائٹ پلاؤ اور بیف بوٹیاں پکائی جاتی ہیں۔

۳) اس سوال کے جواب میں بہت شرمندگی محسوس کر رہی ہوں کہ امور خانہ داری سے دوری اتنی نہیں ہونی چاہیے خیر آنچل ہمیشہ رہنمائی کرتا ہے سو اس سوال کو اگلے سال پوچھیے گا کیونکہ ان شاء اللہ اس برس صفائی کرنا اور مصالحے تیار کرنے پر ضرور عمل کروں گی۔

سلمیٰ عنایت حیا...... کھلابٹ ٹاؤن شپ

سوئٹ اینڈ کیوٹ قارئین السلام علیکم آپ سب کو عید الاضحیٰ کی مبارکباد پیش کرتی ہوں دعا گو ہوں کہ یہ عید ہم سب کے لیے اور خصوصاً ہمارے ملک کے لیے ڈھیروں خوشیاں لائے اور ہمیں صحیح معنوں میں سنت ابراہیمی کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین، اب بڑھتے ہیں سروے کی جانب۔

۱) پہلے وقتوں میں کیا اس دور میں بھی ہمارے علاقے میں کوئی فیشن نہیں ہے یہاں پر مرد حضرات جا کر جانور وغیرہ خریدتے ہیں میں بچپن میں گئی تھی صرف ایک بار تجربہ بھی اچھا رہا کیونکہ صاحب استطاعت عید

کی خوشیوں میں شریک ہونے اور سنت ابراہیمی کو پورا کرنے کا جذبہ لے کر منڈی میں موجود ہوتے ہیں ان کا جوش دیکھ کر خوشی ہوتی ہے۔

۲) عید کے موقع پر کباب وغیرہ اور پائے کلیجی وغیرہ امی جان کے ہاتھوں کے پسند ہے مگر میری فیملی کو میرے ہاتھوں کی پکائی ہوئی نہاری بہت پسند ہے جس کی فرمائش بھی کی جاتی ہے اور داد بھی دی جاتی ہے۔

۳) عید کے دن کے لیے کچن کے شیلف کی، کراکری اور سبزی ریک وغیرہ کی صفائی خوب اچھی طرح کرتی ہوں تاکہ عید کے دن میرا گھر چمک رہا ہو مصالحہ جات تیار کرنے والی بات کچھ یوں ہے کہ میری امی جان فریش مصالحہ تیار کرکے یوز کرنے کی عادی ہیں ان کے مطابق چٹنی چیز، تازہ بنا کر فائدہ دیتی ہیں اتنی پہلے سے بنائی ہوئی نہیں اس لیے سب کچھ منگوا دیا جاتا ہے اور ضرورت پڑنے پر فریش مصالحہ تیار کیا جاتا ہے اور استعمال کیا جاتا ہے۔

زعیمہ روشن...... آزاد کشمیر

السلام علیکم سب سے پہلے آنچل فیملی، قارئین کرام کو میرا پرخلوص سلام اور عید الاضحیٰ بہت بہت مبارک (ایڈوانس) اب آتے ہیں سوالات کی طرف۔

۱) پہلا سوال بہت ہی اہم کو کچن ہے سو مختصر میں تو کبھی نہیں گئی لیکن جانا بھی نہیں چاہیے کیونکہ یہ مردوں کے کام ہیں اگر کسی کے گھر میں نہ ہو تو وہ الگ بات ہے جیسا کہ آپ نے کہا کہ یہ ایک فیشن بن گیا ہے تو وہ فیشن بہت ہی غلط ہے میں اپنے پوائنٹ آف ویو سے یہی کہوں گی کہ ایسے فیشن سے دور ہی رہیں مردوں کے کام عورتوں کو سوٹ ایبل نہیں کرتے ہاں اگر گھر میں کوئی بکرا، بیل، گائے کی قربانی پسند کرکے کرنی ہو تو اچھی بات ہے۔

۲) عیدالاضحیٰ کے موقع پر گوشت وافر مقدار میں ہوتا ہے تو میں اچار گوشت بہت زیادہ پکاتی ہوں اس کے علاوہ مختلف قسم کے کباب، مٹن بریانی اور مٹن سے بنی تمام چیزوں کے علاوہ چنا چاٹ ہی پکاتے ہیں۔

۳) اف کیسا سوال پوچھ لیا سچ بتاؤں تو کچن جتنا بھی پکا صاف ستھرا کرلوں لیکن گندہ عین عید کے دن ہوتا ہے وہ ایسے کہ بھائی پورے گوشت کی ہنڈیاں لا کر پھینک دیتے ہیں گوشت ہی گوشت خون ہی خون ویسے تو گھر میں بھابیاں ہیں امی ہیں مگر پھر صفائی (ماسی) کا کام میرا ہی ہوتا ہے سو بڑی تھکاوٹ ہوتی ہے دل کرتا ہے ایک الگ کمرہ ہو اور سکون کی نیند سو جاؤں مگر...... کیا کروں قائداعظم کا قول یاد کرا دیتے ہیں سب کام کام اور صرف کام اور کرنا بھی چاہیے کیونکہ ہم چاہتے ہیں ہمیں خوشیاں ملیں تو اس کے لیے ہمیں خوشیاں دینی پڑے گی ہر انسان چاہتا ہے کہ وہ خوش رہے سکون میں رہے مگر وہ یہ کیوں نہیں سوچتا کہ وہ دوسروں کو خوش رکھے دوسروں کو سکون دے ہم جیسا آج کل کے معاشرہ کا کند ذہن انسان یہ سوچتا ہے کہ چھوڑو یار ایک میرے ٹھیک ہونے سے معاشرہ ٹھیک نہیں ہوگا میں ان سے یہ ہی کہنا چاہتی ہوں کہ ہوگا معاشرہ ٹھیک ضرور ہوگا کیونکہ قطرہ قطرہ مل کر دریا بنتا ہے اگر ایک قطرہ یہ سوچے کہ میرے نہ کرنے سے دریا سمندر رک نہیں جائے گا تو واقعی میں ایسا نہیں ہوتا قطرہ سے دریا بنتا ہے دریا سے سمندر بنتا ہے اور ایک اچھے انسان سے ماحول بنتا ہے ماحول سے معاشرہ بنتا ہے اور معاشرہ ٹھیک ہو تو...... سب ٹھیک۔

رہ گیا سوال مصالحہ جات کا تو پہلے سے تو نہیں بناتے مگر کچھ بنوانا ہو تو اپنا یوٹیلٹی اسٹور ہے تمام مصالحے جات منگوائے اور تیاری شروع کردیتے ہیں۔ ویسے میں عید سے ایک دن پہلے ان سب کی تیاری مکمل کرلیتی ہوں اجازت چاہتی ہوں فی امان اللہ۔

ٹوٹے رشتے وہ جوڑ دیتا ہے
بات جو رب پہ چھوڑ دیتا ہے
اس کے لطف و کرم کے کیا کہنے
لاکھ مانگو تو کروڑ دیتا ہے

صائمہ مشتاق...... سرگودھا

۱) نہیں جی، ہم لوگ بکرامنڈی کبھی نہیں گئے ہاں ہمارے مرد حضرات کا یہ کام ہوتا ہے۔

۲) چٹ پٹے سیخ کباب۔

۳) ہم نہ صرف باورچی خانہ کی صفائی کرتے ہیں بلکہ سارے گھر کو عیدالاضحی کے موقع پر رنگ کیا جاتا ہے میں ادرک کا پیسٹ بنا کر پہلے رکھ دیتی ہوں ٹماٹو کیچپ اور چاٹ مصالحہ بھی گھر پر تیار کرتی ہوں گوشت بانٹنے کے لیے شاپر وغیرہ بھی پہلے منگوا کر رکھ دیتے ہیں۔

زندگی میں یہ چھوٹی چھوٹی خوشیاں آتی ہیں اس لیے ہمیں چاہیے کہ غریبوں کو بھی اس موقع پر یاد رکھیں۔

شازیہ اینڈ حرا...... نور پور

السلام علیکم! پہلے تو میری طرف سے تمام پڑھنے والوں اور تمام رائٹرز کو بہت بہت بڑی عید مبارک اللہ آپ تمام کو ایسی ہزاروں عیدیں دیکھنا نصیب کرے آمین، واقعی بڑی عید کی بڑی خوشی یہ بھی ہوتی ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں سنت ابراہیمی کو احسن طریقے سے پورا کرسکیں لیکن اب تو لوگوں نے قربانی کے عجیب طریقے بنا لیے ہیں اول تو قربانی ہی نہیں کرتے اور اگر جو کرتے بھی ہیں محض دکھاوا تاکہ سب میں ہماری واہ واہ ہوسکے کہ فلاں نے اتنی بڑی قربانی کی ہے لیکن یہ نہیں سوچتے کہ بڑی قربانی وہ ہوتی ہے جو اللہ کے پاس قبول ہو بس دعا ہے کہ اللہ ہمیں صحیح طریقے سے قربانی کی توفیق دے آمین۔

۱) بھئی بہت اچھا سوال ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ہم کبھی بکرامنڈی گئے نہیں کیونکہ ہمارے گھر میں ڈھیر سارے بکرے دنبے اور گائے ہیں کیونکہ میرے ابو اور بھائیوں کو بہت شوق ہے یہ سب کچھ رکھنے کا تو میرے ابو اور بھائی شوق سے ان کو پالتے ہیں پھر ان میں سے دنبہ یا بکرا خود قربان کرتے ہیں اور باقی سب کو منڈی میں جا کر بیچ دیتے ہیں ویسے ایک مزے کی بات بتاؤں کہ جب میں چھوٹی تھی تو ایک بکرا لیا تھا پھر اس کو میں نے شوق سے پالا تھا کیونکہ اللہ کا شکر ہے کہ ہم ہر سال قربانی کرتے ہیں تو میں نے بھی اپنے بکرے کی قربانی کی تھی سب کہتے تھے کہ تمہارا بکرا بہت خوب صورت ہے ہمیں دے دو لیکن میں نے کہا تھا کہ میں تو یہ بکرا اللہ تعالیٰ کو دوں گی مجھے ابھی تک یاد ہے کہ جب قصائی نے بکرے کو پکڑا تو پاپا نے مجھے بلا کر کہا کہ بیٹا اس کے اوپر ہاتھ پھیر دو پھر جب میں نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو میری آنکھوں میں آنسو آگئے لیکن یہ خوشی کے آنسو تھے (لیکن یہ بتادوں کہ وہ بکرا میں نے اپنے پیسوں سے لیا تھا)

۲) کچھ خاص تو نہیں جس کو جو پسند ہو وہی پک جاتا ہے کیونکہ ابو اور بھائی ماہر ہیں اس کام میں ویسے میرے بھائی قیمہ کباب بڑے مزے کے بناتے ہیں اس لیے سب وہی شوق سے کھاتے ہیں۔

۳) کوشش تو ہوتی ہے کہ باورچی خانہ ہمیشہ صاف ہی رہے لیکن عید کے موقع پر تو خصوصی طور پر صاف کیا جاتا ہے لیکن ایک بات بتادوں کہ ہم لوگ گاؤں میں رہتے ہیں تو زیادہ تر باہر کے چولہوں سے کام چلا لیا جاتا ہے جو کہ زیادہ تر لوگوں نے اپنے صحن میں بنائے ہوئے ہیں اس لیے زیادہ تر نہیں کرنا پڑتا جہاں تک مصالحہ جات کی بات ہے ہم کوئی بھی مصالحہ تیار نہیں کرتے (ہے ناں حیران کن بات) جب بھی کچھ بنانا ہو تو موقع پر تیار کر لیا جاتا ہے اور کوئی کام تو ہوتا نہیں) اس لیے ٹینشن فری اچھا جی اب اجازت دیں۔ ایک بار پھر میری طرف سے آپ سب کو اور تمام اہل وطن کو عید مبارک اور چودہ اگست مبارک۔ پاکستان زندہ باد۔

فاخرہ گل

قسط نمبر 13

یوں دیکھنا اس کا کہ کوئی اور نہ دیکھے
انعام تو اچھا تھا مگر شرط کڑی تھی
کم مایہ تو ہم تھے مگر احساس نہیں تھا
آمد تیری اس گھر کے مقدر سے بڑی تھی

گزشتہ قسط کا خلاصہ

اربش اپنی زندگی کے آغاز میں بہت سی مشکلات میں گھر جاتا ہے ایسے میں اجیہ کو لے کر وہ حسن کے گھر آتا ہے۔ حسن بھی یہ سب جان کر شاکڈ رہ جاتا ہے اور اپنے طور اس کی ہر ممکن مدد کرنے کا یقین دلاتا ہے لیکن اربش اس کا احسان لینا پسند نہیں کرتا ایسے میں وہ معمولی قیمت پر کرائے کا مکان حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں جہاں اربش ملازمت کے حصول کی کوشش میں ناکام رہتا ہے لیکن فی الحال محنت مزدوری کے ذریعے گھریلو حالات کو سنبھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ غزنی حنین کے جذبات سے آگاہ ہونے کے بعد اس سے نکاح کا فیصلہ کرتا ہے اسے حنین کا درد اپنا محسوس ہوتا ہے لیکن وہ اپنے جذبات میں اس سے زیادہ مقدم نظر آتی ہے جبکہ وہ اپنی فطرت سے مجبور اجیہ سے بدلہ لینا چاہتا ہے اور اس بات سے فی الحال کوئی بھی آگاہ نہیں ہوتا۔ غزنی کی اس پیشکش پر حنین بوکھلا جاتی ہے دونوں کا نکاح ہسپتال میں ہوتا ہے لیکن حنین اس بننے والے نئے رشتے کے لیے خود کو آمادہ نہیں کر پاتی اور مزید وقت کا مطالبہ کرتی ہے۔ غزنی شرمین سے رابطہ کرتا ہے تو اسے اربش کی والدہ اور اجیہ اور اربش کے گھر سے غائب ہونے کا پتا چلتا ہے وہ شرمین پر یہی ظاہر کرتا ہے کہ اسے ان دونوں کے رشتے پر کوئی اعتراض نہیں شرمین اس کے منہ سے سب سن کر شاکڈ رہ جاتی ہے لیکن غزنی کے دل میں جو ہوتا ہے فی الحال اس سے کوئی بھی آگاہی حاصل نہیں کر پاتا۔ سکندر غزنی اور حنین کے رشتے پر بے حد مطمئن نظر آتے ہیں اجیہ کی گمشدگی کے متعلق وہ پولیس والوں سے دریافت کرتے ہیں جہاں انہیں اربش کے گھر تک رسائی مل جاتی ہے انسپکٹر ان کی بیٹی کی پسند کی شادی کا ذکر کرتے کیس ختم کرنے کی بات کرتا ہے اور اربش کی والدہ سے ملنے کا کہتا ہے جس پر سکندر صاحب وہاں جانے کے بجائے اربش کی والدہ کو اپنے گھر آنے کی اجازت دے دیتے ہیں۔ احسن اربش کو باہر جانے کی پیشکش کرتا ہے تاکہ وہ اپنا مستقبل سنوار سکے اس مقصد کے لیے وہ کسی ٹریول ایجنسی کا بھی تذکرہ کرتا ہے، اربش اس بات پر کسی حد تک آمادہ ہوتا ہے لیکن اجیہ اربش کے اس فیصلے کی حمایت نہیں کرتی۔

اب آگے پڑھیے

رب کریم سنتا ہے ہر ماں کی بات کو
خالق بھی جانتا ہے سب اس کی صفات کو
اس کا جواب آتا ہے عرش بریں سے پھر
ماں جب کبھی پکارتی ہے پاک ذات کو
آنکھوں میں اپنے بچوں کی آنسو کو دیکھ کر
آہوں سے ہلا دیتی ہے ماں کائنات کو
بچوں کے دکھ میں ماں نہیں سوتی ہے رات بھر
اٹھ اٹھ کے انہیں چومتی ہے آدھی رات کو

یہ رات کا پچھلا پہر تھا اسپتال میں موجود اکثر مریض اور ان کی دیکھ بھال کے لیے موجود گھر کا ایک فرد تقریباً سبھی نیم غنودگی میں تھے، اس وقت ویسے بھی نہ تو کسی کی

دوا کا وقت تھا اور نہ ہی چیک اپ کا۔ یہی وجہ تھی کہ ریسپشن پر بھی کوئی نرس موجود نہیں تھی بلکہ نائٹ ڈیوٹی پر موجود تمام نرسیں ریسپشن کے پیچھے تھے نرسز کے مشترکہ کمرے میں اونگھ رہی تھیں۔ ایسے میں حنین کی پکارتی آواز نے تو جیسے ایک دم اسپتال کی خاموشی و سوگوار فضا میں ارتعاش پھیلا دیا تھا۔

نرسز کے کمرے سے نرسز گھبرائی حالت میں باہر نکلیں تو ان کے کمروں والی قطار کے بائیں جانب موجود وارڈ میں بھی ہلچل ہوئی سب گھبرا گئے تھے کہ آخر یہ اچانک ہوا کیا ہے ویسے بھی اسپتال کی تو فضا میں ہی بے یقینی کی خوشبو پھیلی ہوئی ہے کب کوئی روتا ہوا ہنسے اور ہنستا ہوئے رونے لگے کچھ کہا نہیں جاسکتا۔

''دسسٹر جلدی آئیں...... جلدی سے آئیں یہ دیکھیں میری امی...... امی کی آنکھیں دیکھیں......'' وہ بڑی بے تابی سے لگاتار بلاوقفہ بولتی ہی جارہی تھی۔ اس کا بس چلتا تو خود بھاگ کر کسی نرس یا ڈاکٹر کو پکڑ لاتی لیکن وہ امی کو چھوڑ کر ایک لمحے کے لیے بھی کہیں نہیں جانا چاہتی تھی۔ اس کا دل ویسے ہی کمزور تھا اور اب توپے درپے ہونے والے ان اچانک اور غیر متوقع واقعات نے اسے مکمل طور پر بالکل ہی نڈھال کردیا تھا۔ اسے لاکھ سکندر صاحب سے محبت تھی لیکن وہ امی کو کھونے سے ڈرتی تھی' وہ اس بات کو سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی کہ اگر کبھی خدانخواستہ وہ اسے چھوڑ جائیں تو...... وہ اس خدشہ سے بھی دور بھاگتی تھی اور شاید اس کے دل میں چھپا یہی وہم تھا کہ وہ ایک لمحے کو بھی ان سے دور نہیں ہوتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہیں دروازے کے بیچ کھڑی کبھی گردن موڑ کر امی کو دیکھتی تو کبھی پھر نرسز کے کمرے کی طرف رخ کر کے انہیں پکارنے لگتی اور بس اس کے بلانے کی ہی دیر تھی سبھی نرسز گھبرا کر ان کے کمرے میں آن موجود ہوئیں۔

''کیا ہوا حنین...... سب خیر تو ہے ناں؟ کیا ہوا ہے آپ کی والدہ کو؟'' نرس نے آتے ہی سب سے پہلے امی کی طرف بڑھتے ہوئے حنین سے سوال کیا۔ ساتھ ساتھ وہ ان کو پہلے سے لگی ہوئی ڈرپ اور دوسری نلکیاں چیک کرنے لگی کہ کہیں ان کے ہل جانے کی وجہ سے تو حنین ان کو نہ بلا رہی ہو۔

''دسسٹر میں امی کے پاس بیٹھی ہوئی ان کے لیے دعائیں مانگ رہی تھی ان سے باتیں کررہی تھی کہ اچانک میں نے ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے دیکھے' اس کا تو مطلب یہی ہے ناں کہ امی ٹھیک ہوگئی ہیں؟'' حنین حسب عادت رو رہی تھی لیکن اس کے رونے میں بھی خوشی کا عکس نظر آرہا تھا وہ آج بہتے آنسوؤں کے ساتھ مسکرا رہی تھی اس کی آنکھوں میں امید کی چمک تھی جو سب نے واضح طور پر محسوس کی۔

''واہ بھئی یہ تو واقعی بہت خوشی کی بات ہے۔'' نرس نے مسکراتے ہوئے اس کی مزید ہمت بندھائی۔

''اس کا تو مطلب یہ ہی ہے ناں کہ امی ٹھیک ہوگئی ہیں اور ہم سب کی باتیں سن رہی ہیں؟''

''بالکل' کیوں نہیں اس کا مطلب ہے کہ آپ کی والدہ ٹھیک ہوسکتی ہیں اور ان کا دماغ سننے اور محسوس کرنے کی حد تک کام کررہا ہے لیکن یہ تو میری رائے ہے ناں اور میں کوئی ڈاکٹر تو ہوں نہیں اس لیے مکمل بات تو ڈاکٹرز ہی بتاسکیں گے۔'' نرس نے حنین کی دلجوئی اور اطمینان کی خاطر ان کا بلڈ پریشر' ہارٹ بیٹ اور ٹمپریچر سائیڈ ٹیبل پر رکھی ان کی فائل میں درج کیا جو ان کے بیڈ کے عین اوپر دائیں طرف لگے مانیٹر پر ان کی تمام جسمانی کیفیات خودکار سسٹم کے تحت منتقل ہوئی جارہی تھیں۔

''تو پھر آپ ڈاکٹر صاحب کو بلائیں پلیز اور انہیں کہیں کہ آکے فوراً امی کا چیک اپ کریں۔''

''اس وقت...... ابھی تو ڈاکٹر صاحب نہیں آئیں گے ناں۔'' نرس نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھا اس وقت رات کے ڈھائی بج رہے تھے۔

''کیوں نہیں آئیں گے؟ انہیں آنا چاہیے' امی ان کی مریضہ ہیں وہ ان کا علاج کررہے ہیں انہیں تو فوراً آنا چاہیے ناں۔''

"صرف آپ کی والدہ کا نہیں حنین! وہ باقی بھی تمام مریضوں کا علاج کر رہے ہیں' اس طرح ہر مریض کی معمولی سی جسمانی تبدیلی پر وہ پانچ پانچ منٹ بعد اسپتال کے چکر نہیں لگا سکتے۔" باقی نرسز اپنے کمرے میں واپس چلی گئی تھیں۔

"لیکن سسٹر یہ معمولی تبدیلی تو نہیں ہے ناں' ہم سب سمجھ رہے تھے کہ ان کا دماغ مکمل طور پر مفلوج ہوگیا ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔ ان کے بہتے ہوئے آنسو بہت بڑی تبدیلی ہیں ان کی صحت کے لیے' ایسے میں تو انہیں فوراً آجانا چاہیے۔"

"بڑی تبدیلی تو بلاشبہ ہیں لیکن خدانخواستہ کچھ ایسی ناگہانی تبدیلی تو نہیں ہے ناں کہ......"

"ہے سسٹر......بہت تحیر متوقع تبدیلی تو ہے ناں' پلیز آپ کسی بھی طریقے سے ڈاکٹر صاحب کو بلائیں یا مجھے ان کا نمبر دیں میں خود بات کرتی ہوں۔" وہ کسی طور بھی سسٹر کی بات سمجھنے کو تیار نہ تھی اور اپنی بات پر مصر رہی کہ کسی بھی طور فوراً سے ڈاکٹر آ کر اس کی امی کو دیکھے اور یہ خوش خبری سنائے کہ وہ اگلے کتنے روز میں پہلے کی طرح چلنے پھرنے لگیں گی اور جب نرس نے دیکھا کہ وہ کسی بھی طور بات سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہے تو اس سے جھوٹ بول کر تسلی دینا پڑی۔

"دیکھو حنین میں اس وقت کبھی بھی ایمرجنسی کے بغیر ڈاکٹر صاحب کو فون کرتی تو نہیں ہوں اور نہ ہی ان کی طرف سے مجھے اجازت ہے لیکن اب آپ کے کہنے پر اور آپ کے اصرار کی وجہ سے میں ابھی انہیں فون کر کے ان کی ساری کنڈیشن بتاتی ہوں پھر اگر تو انہوں نے خیال کیا کہ اسی وقت آنا لازمی ہے تو وہ آجائیں گے ورنہ صبح جس وقت وہ راؤنڈ پر آتے ہیں نو بجے تب چیک کرلیں گے' ٹھیک ہے ناں؟"

"ہاں ٹھیک تو ہے لیکن آپ پلیز انہیں یہ ضرور بتائیں کہ امی ابھی رو رہی تھیں اور میں نے خود ان کے آنسو بہتے ہوئے دیکھے ہیں اور یہ بھی کہیے گا کہ ان کا دماغ ہرگز مفلوج نہیں ہوا۔" وہ بے تابی سے ایک بار پھر ساری بات دہراتے ہوئے بولی۔

"ہاں ہاں......فکر نہ کرو میں آپ کی ساری کہی ہوئی باتیں بالکل اسی طرح دہراؤں گی' تب تک آپ ریلیکس ہوجاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے امید کی کوئی کرن دکھائی۔" نرس نے مسکراتے ہوئے ایک نظر امی کو دیکھا جن کے چہرے پر انتہائی سکون تھا' واقعی ایسا لگتا تھا جیسے وہ خود اپنی مرضی سے آنکھیں بند کرکے لیٹی ہوں اور جب ان کا جی چاہے گا وہ آنکھیں کھول لیں گی۔ ایک بار پھر نرس اسے پریشان نہ ہونے کا کہہ کر کمرے سے باہر نکلی تھی۔

حنین ایک بار پھر امی کے پاس کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی' ان کا ہاتھ حنین کے ہاتھ میں تھا۔ کبھی اسے چومتی کبھی آنکھوں سے لگالیتی' اسے لگتا جیسے امی کہیں جاتے جاتے پھر اس کے پاس لوٹ آئی ہوں شاید اللہ کو اس کے اکیلے پن' سوجی ہوئی آنکھوں اور خشک ہونٹوں پر رحم آ گیا تھا۔ وہ ان کا ہاتھ تھامے رکھنا چاہتی تھی شاید اس خدشے کے تحت کہ اگر جو اس نے ہاتھ چھوڑا تو کہیں وہ اسے چھوڑ کر چلی نہ جائیں' نہیں جانتی تھی کہ جانے کا وقت آجائے تو تھاما ہوا ہاتھ اور حتیٰ کہ پکڑے ہوئے پاؤں بھی رستے کی رکاوٹ نہیں بنتے اور جانے والے چلے ہی جاتے ہیں اور جن کی اپنے پیاروں کے سنگ جینے کی مہلت باقی ہو تو پھر وہ موت کے منہ سے بھی واپس لوٹا دیئے جاتے ہیں۔ حنین کی نظریں مسلسل ان کے چہرے پر تھیں نہ تو اسے کوئی نیند کا احساس تھا اور نہ ہی رو رو کر آنکھوں کے بوجھل ہونے کا' اسے تو بس اس بات کا سکون تھا کہ وہ امی کے پاس ہے ان کے چہرے کو دیکھ رہی ہے اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے ہے۔

"اجیہ پتا ہے تم کتنی خوش قسمت ہو؟" نانا ابو نے ایک مرتبہ پرنسپل کے آفس میں بیٹھے ہوئے اجیہ کو مخاطب کیا تو ان کی گود میں بیٹھی حنین نے سخت ناراضگی دکھائی تھی۔

"ہاں ٹھیک ہے نانا ابو ہی خوش قسمت ہے میں تو ہوں

ہی بدقسمت ناں۔ میں بابا جانی کو بتاؤں گی گھر جا کر کہ آپ نے مجھے بدقسمت کہا ہے۔'' اس نے منہ بسورا اور ان کی گود سے اترنے لگی مگر اس کی دی جانے والی دھمکی کچھ ایسی تھی کہ امی اور نانا ابو دونوں ہی پریشان ہوگئے تھے۔

''ارے نہیں نہیں بیٹا...... میں نے ایسا کب کہا اور بھلا بتاؤ کہ کیا میں ایسا کہہ سکتا ہوں؟'' انہوں نے دوبارہ اسے گود میں بٹھایا لیکن اب تک اس کا موڈ بگڑا ہوا ہی تھا۔

''دراصل کیونکہ میں بات اجیہ سے کررہا تھا ناں اس لیے اس کا نام لیا ورنہ تو ظاہر سی بات ہے ناں کہ میری دونوں شہزادیاں خوش قسمت ہیں۔''

''تو پھر میرا نام لے کر کہیں دوبارہ......'' وہ اٹھلائی۔

''لو بھئی یہ کون سی بڑی بات ہے اور جھوٹ بھی نہیں کہ ہماری حنین بہت ہی خوش قسمت ہے۔'' نانا ابو نے اشارے سے اجیہ کو بات سمجھنے کا کہا اور وہ ہمیشہ کی طرح سمجھ بھی گئی۔

''جی یہ ٹھیک بات ہوئی ناں نانا ابو اب بتائیں کہ میں خوش قسمت کیوں ہوں؟'' اس کے سمجھ جانے پر امی نے سکون کا سانس لیا اور سامنے کھڑی اجیہ کو پیار سے ہاتھ تھام کر اپنے پاس بٹھالیا' سامنے دیوار پر لگے وال کلاک کے مطابق ابھی ان کی ملاقات مزید بیس منٹ تک جاری رہ سکتی تھی کیونکہ اب اگلا پیریڈ گیمز کا تھا اور اس میں حاضر نہ ہونے پر اجیہ یا حنین کی پڑھائی پر کوئی خاص فرق نہ پڑتا۔

''پتا ہے میں نے تم دونوں کو خوش قسمت کیوں کہا؟'' اجیہ اور حنین نے نفی میں سر ہلایا تو وہ مسکرائے امی کی طرف دیکھا اور پھر ان دونوں کی طرف متوجہ ہوکر بولے۔

''اس لیے کہ تمہاری امی تمہاری آنکھوں کے سامنے اور تمہارے پاس ہیں۔''

''یہ کیا بات ہوئی نانا ابو...... اس میں کیا خوش قسمتی والی بات ہے۔'' حنین نے منہ بسورا۔

''یہ تو تم ان سے پوچھو جنہیں اپنی ماں سے دور رہنا پڑتا ہے۔'' وہ مسکرائے۔

''اور تمہیں پتا ہے ناں کہ تمہارے تایا ابو اس مرتبہ حج پر

جارہے ہیں؟''

''ہاں یہ تو پتا ہے۔'' اپنی انگلیوں سے کھیلتی حنین نے جواب دیا۔

''وہ اتنے پیسے لگا کر اور اتنا سفر کر کے اتنے دنوں میں حج کریں گے لیکن جن کی امی ان کے سامنے ہو وہ تو گھر بیٹھے بغیر کوئی رقم لگائے حج کر سکتے ہیں۔''

''اچھا.....! مگر وہ کیسے نانا ابو؟''

''وہ ایسے کہ ہمارے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اپنی ماں کے چہرے کو پیار سے دیکھنے والے کو حج کے برابر ثواب عطا کیا جاتا ہے۔''

''ہیں..... کیا واقعی؟'' اجیہ بھی حنین کے ساتھ ساتھ حیران ہوئی۔

''بالکل اور حج بھی وہ جو اللہ کی طرف سے سو فیصد قبول کرلیا گیا ہو۔''

''نانا ابو لیکن میں تو ہمیشہ امی کو پیار سے ہی دیکھتی ہوں۔'' اجیہ نے امی کے گرد اپنے بازو لپیٹتے ہوئے کہا۔

''تو اللہ کے خزانوں میں کوئی کمی تھوڑی ہے تم سو مرتبہ بھی دن میں پیار سے دیکھو گی تو سو مرتبہ ہی حج کا ثواب ملے گا۔''

''واؤ امی......واؤ......'' حنین نے حیرت سے پہلے نانا ابو اور پھر امی کو دیکھا جو خود بھی اکثر اوقات ان دونوں کو اس طرح کی باتیں بتاتی رہتی تھیں۔

''واقعی میں اور اجیہ تو بہت خوش قسمت ہیں' کاش امی کی اور آپ کی امی بھی ہوتیں۔'' بات کرتے ہوئے وہ نانا ابو کی گود سے اتر کر امی کے سامنے کھڑے ہو کر مسکرانے لگی۔ ایک دو لمحے تک تو ٹھیک تھا لیکن وہ بغیر کچھ کہے بس مسکراتی رہی تو امی کو پوچھنا ہی پڑا۔

''خیر تو ہے..... یہاں کھڑے ہو کر مسکرانے کا مطلب؟''

''اوہو امی..... سمجھا کریں ناں' میں آپ کو پیار سے دیکھ رہی تھی۔'' اس کی بات پر نانا ابو بے اختیار ہنسے تو امی بھی اپنی مسکراہٹ پر قابو نہ رکھ پائیں۔

اس وقت امی کے پاس اسپتال میں بیٹھ کر ان کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے بھی حنین کو نانا ابو کی ہی بات یاد آئی تھی جس پر اس کے ہونٹ خود بخود مسکرانے لگے۔ گھڑی کی طرف دیکھا' ڈاکٹر صاحب ابھی تک نہیں پہنچے تھے اور اسے صرف یہ بے چینی تھی کہ ڈاکٹر ایک بار اس کے سامنے یہ کہہ دے کہ واقعی معاملہ جتنا سیریس اس نے سمجھا تھا اتنا سیریس نہیں ہے اور وہ بہت جلد گھر چلی جائیں گی۔ بار بار نرس سے پوچھنا بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا ایسے میں اسے سکندر صاحب کا خیال آیا اور اس کا دل چاہا کہ وہ فوراً انہیں بھی بتائے کہ امی کا کیس اتنا پیچیدہ اور خطرناک نہیں ہے بڑے ہی جوش سے وقت کی پروا کیے بغیر فون اٹھایا اور سکندر صاحب کا نمبر ملا دیا' چند ہی لمحوں بعد اس کے کانوں میں ان کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری۔

''ہاں کیا ہوا' کیا بات ہے؟''

''بابا جانی......امی کوئی بہت سیریس حالت میں نہیں ہیں' میں نے آج ان کو روتے ہوئے دیکھا ان کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے اس کا مطلب ہے کہ جو ڈاکٹر سمجھ رہے تھے ویسا نہیں ہے اور امی بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گی۔'' اس کی آواز خوشی سے لبریز اور لہجہ پُر جوش تھا۔ سکندر صاحب نے موبائل کان سے ہٹا کر پہلے وقت دیکھا اور منہ بسور کر بولے۔

''تم نے صرف یہ بتانے کے لیے اس وقت میری نیند خراب کی ہے؟''

''نیند خراب......؟'' بابا کے بے زار سے لہجے سے اس کا دل ٹوٹ گیا تھا۔

''ہاں تو اور کیا؟ یہ بات تو تم مجھے صبح بھی بتا سکتی تھیں اور میں تو ویسے بھی اٹھتے بیٹھتے دعائیں کر رہا ہوں کہ وہ ٹھیک ہو جائے اور جلد از جلد گھر آئے۔''

''آپ امی کے ٹھیک ہونے کی دعائیں کر رہے ہیں؟'' یہ بات حنین کے لیے حیرت انگیز تھی۔

''ہاں تو اور کیا' ایک رات کا بل دس ہزار روپے دیا ہے

Medora
Perfumed Talc
خوشبو جو دل کو بھائے
تازگی جو ہر کوئی چاہے
Medora
Perfumed Talc
Pleasure
Cherish
Joy
Passion
Greetings
Dignity
Salute
خوشبو کی دنیا کے 8 شگفتہ احساس
MEDORA OF LONDON

کل میں نے اور یہ بھی صرف اور صرف کمرے کا' باقی ادویات میں جو ڈرپس اور انجکشن وغیرہ ہیں ان کا بل الگ اور ڈاکٹر کی فیس الگ..... میری خون پسینے کی کمائی ہے ایک ایک پیسہ جمع کرکے میں نے یہ سیونگ کی تھیں جو ایک دن میں اتنے زیادہ دینے پڑ رہے ہیں' میں تو کہتا ہوں کل اس نے ٹھیک ہونا ہے تو آج ہوجائے اور اگر ٹھیک نہیں بھی ہونا تو جلد ہی آر ہو جائے یا پار' بس اللہ بہت زیادہ دیر یہ معاملہ نہ لٹکائے کہ سالوں کی جمع پونجی دنوں میں ضائع ہوجائے۔" سکندر صاحب اس بے کار وجہ پر نیند ٹوٹنے پر اتنے برہم تھے کہ جو بھی کچھ ذہن میں تھا سب کچھ زبان سے باہر نکلتا چلا گیا' ان کی باتوں نے حنین کو بہت بری طرح سے توڑ دیا تھا' امی کی بیماری میں سکندر صاحب کا منفی رویہ جتنے واضح انداز میں اس کے سامنے آیا تھا اس نے انہیں حنین کی نظروں میں ایک درجہ کی تنزلی کے ساتھ درجہ دوم پر اول امی کو سونپ دیا تھا' جس طرح وہ امی کی صحت و زندگی پر اپنی نام نہاد جمع پونجی کو ترجیح دے رہے تھے وہ حنین کے لیے تکلیف دہ تھا ویسے بھی عام طور پر یہی دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ اپنی بیوی بچوں کی خوشی اور جائز خواہشات کی تکمیل پر پیسے ہونے کے باوجود خرچ نہیں کرتے ان کے پیسے پھر اسی طرح ڈاکٹروں' بیماریوں یا حادثات وغیرہ پر خرچ ہونے لگتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ سکندر صاحب انہی لوگوں میں سے ایک تھے۔ حنین تو ویسے بھی ذرا ذرا سی بات پر رونے والی تھی لہٰذا بغیر کچھ کہے فون بند کردیا اور بغیر آواز کے چند آنسو اس کے چہرے پر پھیلنے لگے اب جبکہ وہ جانتی تھی اور اسے مکمل یقین تھا کہ امی تمام آوازیں سن رہی ہیں ایسے میں وہ انہیں کسی بھی قسم کی کوئی تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی لیکن جس شخصیت کو ہم اپنے ذہن میں اپنے دل میں سب سے اونچا مقام عطا کریں اور وہ اپنی کسی بھی بات یا عمل سے نیچے آن گرے تو بلاشبہ تکلیف ہوتی ہے اس کا دل بھی سکندر صاحب سے اچاٹ ہوگیا تھا ان کی لالچ اور کنجوسی' اجیہ اور امی کے ساتھ تضحیک آمیز رویہ جسے پہلے وہ اپنی

لاابالی طبیعت کی وجہ سے کبھی ذہن میں نہیں لاتی تھی اور اگر ایسا محسوس بھی کرتی تو ان کے حق میں خوامخواہ کی دلیل گھڑنے لگتی' اب اس پر ایسا واضح ہوا کہ کسی بھی دلیل کی ضرورت نہ پڑی اور وہ دل سے اتر گئے۔

بھلا ایک انسان جو اپنے ماں باپ اور گھر والوں سے صرف آپ کی خوشی کی خاطر ناطہ توڑے بیٹھا ہے' آپ کی ہر جائز ناجائز بات کو برداشت کررہا سہہ رہا ہے اور پھر بھی آپ کے تمام امور سرانجام بھی دیتا جارہا ہے وہی اگر زندگی اور موت کی کشمکش میں ہو تو آپ اس کے جلد از جلد آر پار ہونے کی دعا صرف اس لیے کریں کہ آپ کا روپیہ پیسہ بچ جائے' حنین بے آواز آنسو بہا رہی تھی جب اس کا فون بجا' دوسری طرف غزنی تھا۔

عام حالات ہوتے تو شاید غزنی کے ساتھ تعلق جڑنے کے بعد اس کے یوں فون کرنے پر اس کی دھڑکنیں منتشر ہونے لگتیں۔ من چاہے محبوب کا قرب حاصل ہوجانا کوئی معمولی بات نہیں' دنیا میں رہتے ہوئے بھی لوگ خود کو کسی اور جہان کا تصور کرنے لگتے ہیں' زمین پر کھڑے ہو کر بھی پاؤں زمین پر جیسے محسوس نہیں ہوتے اور یہ کیفیت بھی ہر کسی کے نصیب میں نہیں ہوتی اور اگر حنین کے حصے میں یہ خوش قسمتی آ ہی گئی تھی تو اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے اسے اپنے اندر گرم جوشی ہی محسوس نہ ہوئی' ایسا لگتا کوئی انوکھی بات نہیں ہوئی' سبھی کچھ روٹین میں ہے البتہ اگر کچھ مختلف ہوا ہے تو یہ کہ امی مشکل میں ہیں اور اجیہ دور چلی گئی ہے' یہی دونوں احساسات اس کی تمام تر کیفیات پر حاوی تھے' مسلسل بجتی ہوئی بیل بند ہوکر اب دوبارہ بجنے لگی تھی' اس نے فون اٹھایا اور امی سے قدرے فاصلے پر ہو کر سنا۔

"سوگئی تھیں کیا؟"

"نہیں' امی کے پاس بیٹھی تھی۔" اس کا دل چاہا کہ وہ غزنی کو بھی امی کی حالت میں تبدیلی کا بتائے لیکن ابھی وہ سکندر صاحب کے مزاج کی سختی کو ہی جھیل رہی تھی اور خدشہ تھا کہ اگر غزنی نے بھی اس کی خوشی کو اس طرح محسوس

نہ کیا تو وہ مکمل طور پر مایوس ہی ہو جائے گی لہٰذا اپنا بھرم قائم رکھنے کی کوشش میں وہ خاموش ہی رہی۔

''کیسی طبیعت ہے ان کی' میرا مطلب ہے کوئی حرکت وغیرہ؟'' غزنی نے خود تفصیل جاننا چاہی تو حنین نے ساری بات اسے بڑے جوش سے بتائی اور اس وقت اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس سے غزنی کی آواز میں بھی اس کی طرح خوشی محسوس کی۔

''یا اللہ تیرا شکر ہے' تمہیں پتا ہے حنین کہ یہ کتنی بڑی خوش خبری ہے اور اس کا مطلب کہ ان کا دماغ کام کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔''

''ہاں ناں مجھے بھی تو اسی بات کی خوشی ہے اور یقین کرو مجھ سے تو یہ رات گزارہی نہیں رہی کہ کب صبح ہو اور ڈاکٹر آ کر انہیں دیکھے۔'' غزنی بھی اس کی خوشی میں خوش ہوا تو اسے دگنی خوشی ہوئی۔

''سچ کہا یہ رات تو گزار ہی نہیں رہی کہ کب صبح ہو اور تمہیں آ کر دیکھوں۔'' بات کے آغاز میں حنین کو اندازہ نہیں تھا کہ وہ کس انداز میں جملے کو ختم کرے گا۔ اسی لیے آخری الفاظ پر وہ چونکی اور پھر اس کی بات کا مفہوم جان کر دبے دبے انداز میں مسکرائی لیکن انجان ایسے بنی جیسے اس کی لیے تو یہ کوئی اہم بات نہ ہو۔

''تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے آج سے پہلے کبھی مجھے دیکھا ہی نہیں ہو۔''

''چاہے ہزار بار دیکھا ہو لیکن اب تو تم بہت خاص ہوگئی ہو ناں میرے لیے' اس لیے دیکھنے کا بھی خاص انداز ہونا چاہیے' محبت اور اپنائیت بھرا۔'' حنین کے ذہن میں جواب دینے کے لیے بہت سی باتیں آئیں لیکن وہ کہہ نہیں پائی وہ شاید سمجھ نہیں پارہی تھی کہ غزنی جو کچھ کہہ رہا ہے وہ واقعی دل سے کہہ رہا ہے یا بس یونہی اپنے رشتے کی ضرورت پوری کرنے کو اسے یہ سب کہنا پڑ رہا ہے اور کیونکہ منگنی والے دن اسے اندازہ ہوا تھا کہ غزنی اجیہ سے محبت کرتا ہے ایسے میں وہ اپنے اور اس کے بن جانے والے تعلق پر کچھ کنفیوژ بھی تھی۔

''چھوڑو بس رہنے دو یونہی باتیں نہ بناؤ۔''

''تمہیں لگتا ہے کہ میں بس باتیں بنا رہا ہوں؟ دل سے نہیں کہہ رہا؟'' وہ حیران ہوا۔

''پتا نہیں' شاید ہاں' شاید نہیں۔'' وہ اب تک کنفیوژ ہی تھی اور اس کا کوئی جواب سننے کی منتظر تھی کہ دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہوگیا' بغیر کچھ وضاحت یا صفائی دیئے۔

حنین کو لگا جیسے شاید فون یونہی سگنل پرابلم کی وجہ سے بند ہوا اسی لیے دوبارہ سے کال کی لیکن اس کے دو تین مرتبہ فون کرنے پر بھی غزنی بار بار کال منقطع کرتا رہا تو وہ بوجھل دل کے ساتھ کھڑکی کے ساتھ رکھی کرسی پر ٹک گئی' ان چند گھنٹوں میں اس کا موڈ کئی مرتبہ بدلا تھا' پہلے امی کی وجہ سے مایوسی پھر حیرت' خوشی' سکندر صاحب سے بات کرنے کے بعد غصہ بے بسی' دل کا دکھنا' غزنی سے بات کرنے پر ریلیکس ہونے کا احساس' خوشی' اپنائیت کا احساس اور پھر دوبارہ دل پر وہی بوجھل پن...... یہی سب سوچتے ہوئے وہیں کرسی پر بیٹھے بیٹھے اس کی آنکھ لگ گئی تھی اور ابھی سوئے ہوئے کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اسے لگا کوئی اس کے چہرے پر آئے بالوں کو بڑی ہی آہستگی سے پیچھے ہٹا رہا ہے' بال سمیٹنے والی انگلیاں اس کے چہرے سے مس ہوئیں تو اس نے بے اختیار آنکھیں کھول دیں اور اپنے اس قدر قریب کھڑے غزنی کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

''تم...... یہاں اور اس وقت' خیر تو ہے ناں؟'' وہ چونک کر ایک دم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی' ایک دم گردن موڑ کر امی کے بیڈ کی طرف دیکھا ان کا چہرہ پہلے کی طرح پُرسکون تھا۔

''کیوں آئے ہو اس وقت؟'' وہ اب تک حیران تھی کہ رات کے اس پہر جب کچھ ہی دیر میں صبح کی سفیدی رات کے اندھیرے کو مات دینے والی تھی' ایسے میں وہ کیوں آ گیا؟ اور وہ بھی نیند کی کمی سے سرخ ہوتی آنکھوں کے ساتھ۔

''منع ہے اس وقت آنا؟'' بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

''ہاں مریض سے ملنے کے لیے ایک مخصوص وقت

ہوتا ہے۔" وہ گھبرا رہی تھی اس کا یوں اس وقت آنا اس کی سمجھ سے باہر تھا اس پر اتنا سنجیدہ انداز۔

"لیکن مریض سے ملنے آیا کون ہے میں تو تم سے ملنے آیا ہوں۔"

"مجھ سے؟" اس نے حیرت سے غزنی کو دیکھا وہ واقعی سنجیدہ تھا۔

"ہاں کچھ باتیں ہیں جو میں چاہتا تھا کہ آج اور ابھی کلیئر ہوجائیں اور پھر اس کے بعد زندگی بھر ہمارے درمیان ان باتوں کی وجہ سے کوئی بحث غلط فہمی یا لڑائی جھگڑا نہ ہو۔"

"ہم......" غزنی کی باتوں کا پس منظر سمجھتے ہوئے اس نے گردن ہلائی۔

"ادھر آؤ یہاں بیٹھو میرے پاس۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کمرے میں ایک طرف رکھی میز کرسی کی طرف آیا اسے اپنے سامنے کرسی پر بٹھایا اور خود میز پر ٹک گیا۔

"اب ذرا بات کو وہیں سے شروع کرو جہاں فون پر چھوڑی تھی۔"

"نہیں وہ بات وہیں ختم ہوگئی تھی۔" سر جھکاتے ہوئے اس نے اپنی انگلیاں مسلیں۔

"جھوٹ مت بولو حنین میاں بیوی کا رشتہ بننے کے بعد تو ہم دونوں میں پہلے سے زیادہ دوستی اور اعتماد ہونا چاہیے نہ کہ ہمارے اس نئے تعلق کی بنیاد شکوے نما غلط فہمیوں پر پروان چڑھے تم سوچو اس طرح کیا ہم زندگی بھر ساتھ نبھائیں گے؟" حنین نے خاموشی سے نچلے ہونٹ کو اوپر والے ہونٹ سے دبایا اور اسی طرح بیٹھی رہی جیسے اس نے بٹھایا تھا۔

"تم کچھ کہو گی نہیں؟" حنین نے نفی میں سر ہلایا۔

"کیوں؟"

"میرے پاس کہنے کو کچھ ہے ہی نہیں میں کیا کہوں؟"

"میرے ساتھ تعلق جڑنا کہیں تمہارے لیے پریشانی کا باعث تو نہیں؟" غزنی کی بات پر اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

"یہ کیسی بات کی تم نے بھلا تمہیں کیا پتا کہ تم میرے لیے کیا ہو میری محبت تمہارے لیے کتنی گہری اور کتنی پرانی ہے اگر تمہیں اس بات کی خبر ہوتی تو کبھی بھی اجیہ کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔ اس کا خیال دل میں نہ لاتے میرے جذبات میری محبت کو محسوس کرتے لیکن تمہیں پتا ہی نہیں کہ تم میرے لیے کیا ہو اور کتنی اہمیت رکھتے ہو۔" حنین نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے دل میں سوچا۔

روح نے تم سے محبت کی ہے
دل ہتھیلی پر لیے پھرتے ہیں سب شہروں میں
ہر کوئی عشق کے رستوں میں نکل پڑتا ہے جیسے چاہے
یہ عجب رسم سی چل نکلی ہے
دل گھسیٹا ہی گیا گلیوں میں
خاک میں خوب ملا
چاہے جانے کی یا پھر چاہتے رہنے کی ہی عادت سی پڑی ہے دل کو
دل تو ہر بات پر رو پڑتا ہے
دل کو اپنے بھی کئی دکھ ہیں کہ جاتے ہی نہیں
دل کی آواز سے دھرتی بھی دہل جاتی ہے
لڑکھڑاتی ہوئی رہتی ہے یہ آواز بھی
دل محبت سے محبت سے بھرا رہتا ہے
لیکن اس دل میں کئی اور جگہیں ہوتی ہیں
اس میں آتی ہیں کئی صدیاں بھی
اس کی وسعت میں سمندر بھی تو آسکتے ہیں
اس میں گر تم کو بساتے بھی تو
گھل مل کہیں جاتے تم بھی
اس لیے ہم نے تمہیں روح سے اپنایا ہے
روح میں تجھ کو پرو رکھا ہے تسبیح کے دانوں کی طرح
روح تو دل سے کہیں گہری ہے
اس لیے روح نے تم سے محبت کی ہے

غزنی اس کی اپنے لیے محبت کو جانتا تھا اس کی ڈائری نے کچھ بھی تو چھپا رہنے نہیں دیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ اس سے صرف اس لیے سننا چاہتا تھا تا کہ اسے بتا سکے کہ

اس کے ساتھ نکاح کے چند بول پڑھنے کے بعد وجود میں آئے اس رشتے سے پہلے اس کی جس کسی سے بھی جذباتی وابستگی تھی وہ اب ''تھی'' میں بدل چکی ہے۔

''تم خوش ہوناں حنین؟'' ذرا سا جھک کر وہ اس کے قریب ہوا' حنین نے اپنا سر جھکا کر اثبات میں ہلایا۔

''کوئی خدشہ' کوئی گلہ شکوہ' کوئی شکایت ہو تو ابھی بتاؤ' میں صرف اور صرف اس لیے اس وقت گھر سے اٹھ کر چلا آیا کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ زندگی کا ایک نیا خوب صورت اور حسین دور شروع کرنے سے پہلے تمہارے دل میں میرے لیے کوئی خدشہ یا شکایت ہو۔''

''نہیں' مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔''

''اجیہ کے حوالے سے بھی نہیں؟'' بغیر تمہید کے اس نے سیدھی اور صاف بات کر کے حنین کو چونکا دیا تھا۔

''جھوٹ مت بولنا حنین' جو تمہارے دل میں ہو سچ سچ کہنا۔''

''ہاں' تم ٹھیک سمجھے ہو' ذہن میں آیا تو تھا کہ جس شدت سے تم اجیہ سے محبت کرتے ہو ایسے میں تمہاری زندگی میں بھلا میری کیا گنجائش بنتی ہے۔'' حنین نے صاف بات کی تو غزنی نے گہری سانس لی۔

''لمبی چوڑی بات نہیں کروں گا' یہ سچ ہے کہ اجیہ سے میں نے بہت محبت کی تھی لیکن اس نے میری محبت کی قدر نہیں کی اور میری اور میرے گھر والوں کی بے عزتی اور جگ ہنسائی بھی کی جس کی وجہ سے اب میں اس سے دوگنی نفرت کرتا ہوں۔ اتنی نفرت جتنی شاید میں نے اس سے محبت بھی نہیں کی ہوگی لیکن آج میں تمہیں یقین دلاتا ہوں حنین کہ اب تم ہی میرے لیے سب کچھ ہو' میری محبت' چاہت اور توجہ کی حق دار صرف اور صرف تم ہو اور تم ہی رہو گی۔ اب مجھے کسی کی بھی طلب ہے نہ ضرورت۔'' وہ چند لمحوں کے لیے رکا' حنین تو یوں بھی اس کی محبت میں گرفتار تھی اب جو اس کی زبان سے اپنے لیے اس قدر محبت بھری باتیں سنیں تو بس سنتی ہی رہ گئی' وہ اس کے کہے ایک ایک لفظ پر یقین کر رہی تھی' آنکھیں بند کر کے مان رہی تھی کہ وہ

جو کچھ کہہ رہا ہے سو فیصد ایسا ہی ہے۔

"اجیہ کے ساتھ اب میرا جو معاملہ ہے سو ہے لیکن میں تمہارے سامنے جو کہوں گا سچ کہوں گا اور سچ کے سوا کچھ نہیں کہوں گا۔" وہ مسکرایا اور گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"کہ اب میں صرف اور صرف تم سے ہی محبت کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔" حنین اس کے یوں دیکھنے پر جھجک سی گئی اور دل میں مان گئی تھی کہ واقعی وہ جو کہہ رہا ہے سچ کہہ رہا ہے۔

"اب تم بھی بتاؤ ناں' تم بھی مجھ سے محبت کرتی ہو؟" کچھ لمحوں کے توقف کے بعد اس نے شرما کر گردن ہلائی تو جیسے غزنی کے دل کو سکون مل گیا' ایک دوست کی حیثیت سے تو وہ اس کے قریب تھی ہی لیکن اب تو اس کی اہمیت اور مقام کہیں زیادہ بڑھ گیا تھا' وہ یوں شرما کر سر جھکائے اسے بہت ہی پیاری اور معصوم لگی تھی لہٰذا میز سے اٹھ کر پنجوں کے بل اس کے سامنے جا بیٹھا اور شہادت کی انگلی سے اس کی ٹھوڑی اٹھا کر اوپر کرتے ہوئے بولا۔

تمہارا ساتھ تسلسل سے چاہیے مجھ کو
تھکن زمانوں کی لمحوں میں کب اترتی ہے

غزنی کے قرب نے حنین کو آسمانوں تک پہنچا دیا تھا' مسکراتے ہوئے نظریں اٹھائیں تو اس کے چہرے کو دیکھنے سے پہلے اس کی جیب سے نظر آتی اجیہ کے زیر استعمال چین نے الجھا دیا۔

❁......❁......❁
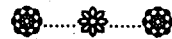
حسن کے مشورے پر دونوں نے بہت دیر سوچا اور ہر طرح کی باتیں اور ممکنہ حالات کو زیر غور لانے کے بعد آخر کار یہی سوچا گیا تھا کہ حسن کی اس پُرخلوص آفر اور مشورے کو شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا جائے کیونکہ فی الحال وہ اجیہ کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ نیا گھر' نیا ماحول' ممی کا رویہ اور پھر اس کا ان حالات میں اپنا تمام گھر بار چھوڑ کر آنا' اس سب کے بعد اربش کا دل ہی نہ مانتا کہ وہ اسے چھوڑ کر کسی دوسرے ملک چلا جائے اور اگر بالفرض وہ جائے بھی تو اجیہ کو کہاں اور کس کے سہارے چھوڑے' آج کل کے حالات میں اکیلی لڑکی کا رہنا کس قدر مشکل ہے یہ بات وہ بخوبی جانتا تھا لیکن یہ بات بھی اس سے چھپی ہوئی نہیں تھی کہ یہاں رہ کر وہ اجیہ کو زندگی کی وہ تمام سہولیات اور معیار نہیں دے سکتا تھا جو اجیہ کی خواہش تھا' ایسے میں اس نے فیصلے کا مکمل اختیار اجیہ ہی کو سونپ دیا اور یہ سوچ لیا تھا کہ جو فیصلہ وہ کرے گی اسے قبول ہوگا۔

"میں تمہارے بغیر ایک پل بھی زندگی گزارنے کا نہیں سوچ سکتی اربش اور کہاں پورا ایک سال۔" اجیہ نے اس کا سوال مکمل ہونے سے پہلے ہی اپنا جواب سنا دیا تھا۔

"لیکن میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں اجیہ کہ یہ لونگ اسٹینڈرڈ کبھی بھی تمہارا پسندیدہ نہیں رہا جو تمہیں اب میری وجہ سے اپنانا پڑا' اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ بس دن رات محنت کر کے تمہیں جلد از جلد وہ سب کچھ دے سکوں جس کے تم خواب دیکھتی تھیں۔"

"مجھے جو کچھ بھی ملا وہ میری قسمت ہے اور مجھے اس پر کوئی شکایت بھی نہیں کیونکہ تمہاری محبت نے مجھے بے مول خرید لیا ہے اربش۔" اسے محسوس ہوا تھا کہ اربش صرف اس کی وجہ سے خود کو موردِ الزام ٹھہرا رہا ہے۔

"اور تم یقین کرو کہ تمہارے ساتھ کھائی روکھی سوکھی روٹی بھی میرے لیے کسی ریسٹورنٹ میں اکیلے بیٹھ کر کھانا کھانے سے بہتر ہے اور مجھے نہیں چاہیے کوئی بنگلہ' گاڑی' روپیہ پیسہ...... مجھے ایسا کچھ بھی نہیں چاہیے اربش جو مجھے تم سے دور کر دے' تمہیں چھوڑ کر نہ تو میں کہیں جانا چاہتی ہوں اور نہ ہی تمہیں کہیں جانے دوں گی' یہ بات تم اچھی طرح سن لو۔" مصنوعی خفگی کا تاثر لیے اس نے اربش کو دیکھا جو محبت پاش نظروں سے اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"سن لی محترمہ...... بہت اچھی طرح سن لی۔" چہرے پر آئی اس کے بالوں کی لٹ کو پیار سے ہلکا سا کھینچتے ہوئے اس نے کہا تو وہ بھی مسکرانے لگی۔

"لیکن جب تمہیں اس چھوٹے سے گھر میں انتہائی معمولی چیزوں کے ساتھ گزارا کرتے دیکھتا ہوں تو یقین

مانو بہت تکلیف ہوتی ہے۔"
"حالانکہ ہونی نہیں چاہیے۔"
"کیا مطلب؟" وہ سمجھا نہیں۔
"مطلب یہ کہ میری تو زندگی گزری ہی ان حالات میں ہے اس لیے میں تو عادی ہوں ان سب چیزوں کی۔ ہمارا گھر گو کہ بڑا تھا بابا کے پاس پیسے بھی تھے لیکن ہمارے حصے میں شروع سے بس اتنا ہی آیا کہ کسی طرح کھینچ تان کر گزارا کیا جائے' اس لیے اصل مسئلہ تو تمہارا ہے کہ میری وجہ سے اتنی عیش وآرام والی زندگی چھوڑ کر یوں اس کچے پکے گھر میں رہ رہے ہو نہ وہ پہلے جیسا کھانا پینا نہ لباس۔ میرے ساتھ ان حالات میں تم بھی گزارا کر کے اصل قربانی تو تم دے رہے ہو ارتش میرے لیے تو سب کچھ ویسا ہی ہے تقریباً۔"
"ہمم......" وہ سنجیدگی سے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔
"یہی تو میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہارے لیے سب کچھ ویسا ہی رہے جیسا پہلے تھا۔"
"یہ سب قسمت کی بات ہے' میں دنیا کے کسی بھی کونے میں کیوں نہ چلی جاؤں مجھے یہی سب کچھ ملے گا بھلا تقدیر سے بھی کوئی لڑسکا ہے کیا؟" اس نے مسکراتے ہوئے ارتش کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے اپنے مطمئن ہونے کا یقین دلایا وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس کی وجہ سے کسی بھی قسم کے پچھتاوے کا شکار ہو کر خود کو موردالزام نہ ٹھہرائے۔
"میں تمہیں وہ سب کچھ لاکر دوں گا اجیہ جس کی تمہیں خواہش تھی' میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے ہر خواب کی تعبیر تمہارے سامنے لاکر رہوں گا۔" اجیہ کے نازک ونرم ہاتھ کو اپنے مضبوط ہاتھ میں لیتے ہوئے اس نے ایک بار پھر عزم کا اظہار کیا۔
"وہ تو سب کچھ ہوتا ہی رہے گا لیکن کیا خیال ہے آج گول گپے نہ کھائیں؟" ارتش کے سنجیدہ موڈ کو بدلتے ہوئے اس نے اچانک اور غیر متوقع فرمائش کی تو وہ حیران رہ گیا۔

"یہ گول گپے کہاں سے آ گئے بھئی؟"
"دل چاہ رہا ہے ناں ارتش...... اٹھو چلو کھا کے آتے ہیں۔" اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھنے کے لیے کھینچا تو وہ خوشی خوشی خود ہی اٹھ کھڑا ہوا۔
"تمہارا دل چاہا ہے اور میں منع کردوں یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔" اجیہ اس کے یوں ایک دم اٹھ کر چلنے پر بچوں کی طرح خوشی ہوگئی تھی' جلدی سے باہر کے دروازے کی چابیاں لیں' دوپٹہ بھی کیا اور ریڈی ہوگئی۔
"چلیں؟"
"اس طرح؟" ارتش نے اسے تنقیدی نظروں سے دیکھا۔
"ہاں تو کس طرح؟" اجیہ نے خود کو دیکھا اور پھر سوالیہ نظروں سے ارتش کو۔
"ابھی تو ہماری شادی کو جمعہ جمعہ آٹھ دن بھی نہیں ہوئے یار اور تم اس طرح اتنی سادگی سے جاؤ گی؟ بھئی کوئی میک اپ ہوتا ہے کوئی تیاری ہوتی ہے۔" ارتش اسے نئی نویلی دلہنوں کی طرح سجا سنورا دیکھنا چاہتا تھا۔
"لیکن میک اپ تو میرے پاس ہے ہی نہیں۔" روانی میں اجیہ نے کہا "اور مجھے پسند بھی نہیں ہے اور نہ ہی مجھے کسی بھی قسم کے میک اپ کی کوئی ضرورت ہے۔" اس نے ارتش کے چہرے پر لکھی سوچ پڑھ کر فوراً سے بات مکمل کی۔
"لیکن ہاں واقعی کپڑے تبدیل کرنے کا مجھے خیال نہیں آیا' وہ میں ایک منٹ میں کر لیتی ہوں۔" ارتش اپنی ہی فرمائش کے بعد خود ہی خاموش ہوگیا تھا' اجیہ نے الماری سے کپڑے نکالے اور چند ہی لمحوں میں بدل کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔
"بتاؤ کیسی لگ رہی ہوں؟" فیروزی رنگ کی قمیص کے ساتھ زرد پاجامہ اور دوپٹہ میں وہ خاصی نکھری ہوئی لگ رہی تھی۔
"بہت پیاری...... بہت خوب صورت۔"
"دیکھا ناں' میں اتنی پیاری ہوں مجھے بھلا میک اپ

کی کیا ضرورت؟" وہ بچہ نہیں تھا جانتا تھا کہ اجیہ صرف اسے ایزی فیل کروانے کے لیے اس طرح کی باتیں کررہی ہے لیکن پھر بھی اسے اس کوشش کو جاری رکھنے پر کچھ ظاہر نہ کیا اور مسکرادیا۔ شادی کے بعد سے آج پہلی مرتبہ وہ دونوں یوں ایک ساتھ باہر نکلے تھے' سب سے پہلے اجیہ کی فرمائش پر گول گپے کھائے گئے پھر وہ دونوں شاپنگ کرنے جا پہنچے' دونوں جانتے تھے کہ جیب میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ خریداری کا بوجھ اٹھاسکے۔ اس لیے اجیہ اربش کی اپنے لیے پسند کی گئی مختلف چیزوں میں نقص نکالتی اور ریجیکٹ کرتی رہی اربش کے پاس جو تھوڑے سے پیسے تھے انہیں وہ اپنے ناز نخرے پورے کروانے میں ضائع نہیں کرواسکتی تھی۔

آخر کار جب اربش کی طرف سے کچھ لینے کی ضد بڑھی اور اس کے انکار کو مسلسل دیکھا تو وہ اسے ایک میک اپ کی دکان پر لے گیا' دکان میں بے حد رش تھا' لڑکیاں مختلف پرفیوم' بلشر' لپ اسٹکس پسند کرتیں اور خرید رہی تھیں۔

"اربش...... میں نے کہا ناں کہ مجھے فی الحال کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں ہے اور اگر سچ کہوں تو یہ سب خریدنے کے لیے تو ہمارے پاس ساری عمر پڑی ہے' فی الحال ہمیں زندگی گزارنے کے لیے بھی پیسوں کی ضرورت ہے تو ایسے میں ہم یہ فضول خرچیاں برداشت نہیں کرسکتے۔" آخر اسے واضح الفاظ میں بات کرنی پڑی۔

"یہ سب خریدنے کے لیے تو عمر پڑی ہے لیکن عمر میں سے منفی ہوتے یہ دن اور یہ وقت تو دوبارہ آنے والا نہیں ہے ناں۔" اسے افسوس ہورہا تھا کہ اجیہ کو وہ کوئی بھی چیز لے کر دینے کے اختیار میں نہیں تھا' اسے یاد تھا کہ ممی کے ڈریسنگ ٹیبل پر ان کے لوشن' پرفیوم' لپ اسٹک اور دیگر چیزیں کتنی بڑی اور مہنگی کمپنیوں کی ہوتی تھیں' ان کی عادت تھی کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی خریدنی ہوتی تو اربش کو ہی ساتھ لے کر جاتیں۔ اس کے بغیر انہیں کہیں جانے کی عادت ہی نہیں تھی اور اسی طرح اربش کو بھی بازاروں میں جانے کی عادت نہیں تھی' یہ پہلی مرتبہ تھا کہ وہ یوں بازار آیا تھا۔

اور اب یوں ایک ایک چیز کو دیکھ کر اسے خریدنے کی خواہش اپنے دل میں دباتے ہوئے اسے اپنے دل پر عجیب بھاری پن محسوس ہورہا تھا' وہ جس نے آج تک بھی شاپنگ کرتے ہوئے چیزوں کی قیمتوں پر دھیان نہیں دیا تھا اب ہر چیز کی قیمت دیکھ رہا تھا اس کا بس چلتا تو دن رات محنت کرکے اجیہ کی زندگی سے یہ محرومی جواب ممی کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی نکال باہر کرتا لیکن ان سب چیزوں کے لیے وقت درکار تھا۔

"تم کم از کم میری خوشی کے لیے ہی کچھ خرید لو۔" اور پھر اربش کا دل رکھنے کے لیے اس کے اصرار پر اجیہ نے اس دکان سے صرف ایک لپ اسٹک خریدی تھی۔

"صرف لپ اسٹک؟" وہ حیران ہوا۔

"کم از کم میک اپ کی دو چار چیزیں تو اور لوتا کہ جب میں شام کو گھر آؤں تو تم مجھے بجی سنوری نظر آؤ۔"

"بس ایک لپ اسٹک خریدی ہے ناں' اب تم دیکھنا اس کا کمال؟"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اس لپ اسٹک کو صرف لپ اسٹک نہ سمجھو' آئی شیڈ سے لے کر بلشر تک کے سارے کام بڑے آرام سے کرلیتی ہے اور یہ میں تمہیں کرکے دکھاؤں گی۔" اربش مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ تھا' وہ دونوں گھر جانے کے لیے بازار سے نکلے' اپنی مطلوبہ بس کے انتظار میں کھڑے ہونے سے پہلے ٹھیلے سے چار شامی کباب ایک پلیٹ دال' پودینے کی چٹنی اور نان پیک کروائے اور وہیں اسٹاپ پر ہی کھڑے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے۔

اربش وہاں تھا لیکن نہیں تھا...... وہ اجیہ کے ساتھ باتیں کررہا تھا' اس کی باتوں کے جواب دے رہا تھا لیکن حقیقتاً وہ اس وقت خاموش اور کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اجیہ اس قدر باتونی نہیں ہے لیکن پھر بھی وہ اتنا

بول رہی تھی کہ لگتا ایک منٹ میں ہزار باتیں کرنا چاہتی ہے تو اس کے پیچھے بھی کوئی وجہ ہے اور یہ وجہ وہ بخوبی سمجھتا تھا لیکن اس نے کہا کچھ نہیں' اسے اس کی کوشش میں مشغول رہنے دیا اس کے سامنے سے گاڑیاں فراٹے بھرتی گزر رہی تھیں۔ وقت وقت کی بات تھی کہ آج وہ بس کے انتظار میں کب سے کھڑا تھا گو کہ حسن نے اسے اپنے گھر میں رہنے اور اپنی گاڑی استعمال کرنے پر بہت اصرار کیا تھا لیکن اس نے یہ بات گوارا نہ کی اور ویسے بھی کوئی ایک دو دن کی تو بات نہیں تھی ابھی تو اس کے سامنے ایک لمبا سفر تھا اور منزل بہت دور۔ ایسے میں وہ کسی کا بھی احسان نہیں لینا چاہتا تھا' اسے اجیہ کی محبت اور اپنے زور بازو پر بھروسہ تھا۔

ممی کے بغیر ایک وقت کا کھانا نہ کھانے والا اربش اب ان کے بغیر زندگی گزارنے کا عہد کر چکا تھا' گاڑیوں میں گھومنے والا اب بس کے انتظار میں کھڑا تھا۔ مہنگی دکانوں سے شاپنگ کرنے والا آج بازار گھوم پھر کر اگر کچھ خرید بھی سکا تو اجیہ کے لیے صرف اور صرف ایک لپ اسٹک' ہوٹلوں کے کھانے میں بھی صفائی اور ذائقے کے لحاظ سے بہت نکتہ چینی کرنے والا آج سڑک کنارے موجود ٹھیلے سے رات کا کھانا پیک کروائے کھڑا تھا۔ بھلا کیا وقت یوں اتنی تیزی سے ایک دم بھی بدلتا ہے' اس نے گہری سانس لے کر آسمان کی طرف دیکھا اور پھر اجیہ کو جو اس کی دلی کیفیات سے بے خبر اس کے ساتھ باتیں کر رہی تھی۔

اگر بات صرف اس تک محدود ہوتی تو قابل برداشت تھی وہ کسی بھی طرح کے حالات میں رہ لیتا' گزارا کر لیتا لیکن اجیہ سے اس نے محبت کی تھی اور وہ اسے یوں معمولی چیزوں کے لیے اپنی خواہشوں کو دباتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اسی دوران بس کے ہارن نے اپنی آمد کا احساس دلایا اور وہ دونوں گھر واپسی کے لیے بس میں سوار ہو گئے۔

❁.........❁.........❁

واقعی ممی کو یہ معلوم ہی کب تھا کہ اربش یہ انتہائی قدم اٹھا لے گا اور یوں اجیہ کو ان پر فوقیت دیتے ہوئے سب کچھ چھوڑ جائے گا' انہیں تو اپنی ممتا اور اپنی محبت پر بڑا بھروسا' بہت مان تھا کہ اربش ان کی خوشی کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا لیکن وہ اب تک اس حقیقت کو تسلیم ہی نہیں کر پا رہی تھیں' بوا اور شرمین کے سامنے تو خود کو مضبوط ظاہر کرنے کی کوشش کرتیں لیکن ناکام رہتیں۔ اربش کے جانے کے بعد سے نہ ان کے حلق سے نوالہ اترتا نہ آنکھوں میں نیند آتی۔ انہیں اجیہ سے سخت قسم کی نفرت ہو گئی تھی کہ جس کی وجہ سے ان کا بیٹا انہیں چھوڑ گیا تھا۔ بوا کی حالت بھی ان سے کم نہ تھی آخر انہوں نے اربش کو اپنے ہاتھوں پالا پوسا تھا' کیسے بھول جاتیں اسے۔ ہر ہر بات میں اس کی یادیں آتیں تو دل اسے دیکھنے اور اس سے بات کرنے کو بے چین ہونے لگتا لیکن افسوس تو اس بات کا تھا کہ اب ان کے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہ تھا جس کے ذریعے وہ کم از کم اس کی خیریت ہی معلوم کر لیتیں یا ممی کو بتائے بغیر ہی سہی لیکن اس سے بات کر لیتیں۔ فون تک تو اس کا ممی نے رکھوا لیا تھا تو پھر دوسرا بھلا کون سا ذریعہ ہوتا اور بوا اچھی طرح جانتی تھیں کہ وہ خود بھی اب پچھتا رہی ہیں۔ رات دس بجے ہی سو جانے والی ممی کے کمرے کی لائٹ اب ساری ساری رات جلتی رہتی' زیادہ بے چین ہوتیں تو کمرے سے نکل کر پورے گھر کے چکر لگانے لگتیں' کبھی اربش کے کمرے میں جا بیٹھتیں۔ کیا کرتیں آخر ماں تھیں۔ انا کے ہاتھوں جوش اور جذبات میں آ کے اسے گھر سے نکال تو دیا تھا لیکن اسی کے لیے اب دل تڑپ رہا تھا' اسے دیکھنے اور اس کی آواز سننے کے بدلے اگر کوئی ان سے کچھ بھی مانگتا تو وہ دے دیتیں لیکن شرط صرف وہی کہ اجیہ کا سایہ بھی اس کے ساتھ نظر نہ آئے۔ بیٹے کے لیے چاہے وہ کتنی ہی بے قرار کیوں نہ تھیں لیکن اجیہ انہیں پھر بھی برداشت نہ تھی' وہی اجیہ جس کی وجہ سے ہی ان کے گھر پولیس آئی اور جس کے ابا نے اربش پر اپنی بیٹی کے اغوا کا مقدمہ کر رکھا تھا۔ ان کا بس چلتا تو کسی بھی طرح اربش کو اجیہ کی قید سے چھڑا لاتیں لیکن اب تو وہ خود اس کے نام پتے سے ناواقف تھیں' انہیں احساس تھا کہ باقی سب تو ٹھیک لیکن اربش سے فون لے کر انہوں نے بہت بڑی

غلطی کی تھی اگر ایسا نہ کرتیں تو کسی تیسرے فریق سے ہی فون کروا کر اس کی خیریت تو معلوم کرپاتیں لیکن فی الحال تو انہیں اجیہ کے ابا سے ملنا تھا اور اس بات پر قائل کرنا تھا کہ وہ اپنا کیس واپس لے لیں اور اربش اور اجیہ کے ہنی مون سے لوٹتے ہی وہ دونوں کے ساتھ ان کے سامنے دوبارہ حاضر ہوں گی اور اجیہ کو انہیں اپنے ہاتھوں سے رخصت کرنے کا موقع دیں گی۔

یہ صرف ان کے ذہن کا ایک پروگرام تھا اور بس، وہ اربش پر سے پولیس کیس ختم کروانا چاہتی تھیں باقی ہنی مون سے واپسی اور ان کے ہاتھوں سے رخصت کیے جانے والا تو بس یوں ہی وقتی قصہ تھا۔

"بوا.....آپ تیار ہوگئیں؟" وہ ساڑھی درست کرتے ہوئے کمرے سے نکلیں اور سیڑھیاں اترتے ہوئے آواز دے کر پوچھا۔

"ہاں میں لاؤنج میں ہوں تم آجاؤ۔" انہوں نے نیچے صوفے پر بیٹھے بیٹھے جواب دیا، شرمین آج اپنے گھر جاچکی تھی اور وہ دونوں اجیہ کے گھر جارہی تھیں، پولیس اسٹیشن سے ان کی درخواست پر دو لیڈی کانسٹیبلو بھی سول کپڑوں میں بھیجی گئی تھیں جنہیں وہ اجیہ کے گھر ساتھ لے جانا چاہتی تھیں سیڑھیاں اتر کر نیچے آئیں تو وہ دونوں بھی بوا کے ساتھ موجود تھیں، ممی کے آتے ہی روانگی کے لیے اٹھ گئیں۔

ممی کو چونکہ جگہ کا معلوم نہیں تھا اس لیے لیڈی کانسٹیبلو نے انہی کی گاڑی میں بیٹھ کر رستہ سمجھانا شروع کیا، طے یہی پایا تھا کہ ممی اور بوا گھر کے اندر جائیں گی اور آرام و سکون سے تمام بات چیت کریں گی تب تک وہ ان کا باہر ہی انتظار کریں گی اور اگر انہیں مناسب لگا یا ضرورت محسوس ہوئی تو اندر چلے جانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ ممی جیسے جیسے گاڑی ڈرائیو کرکے اجیہ کے گھر کے نزدیک ہوتی جارہی تھیں انہیں یاد آرہا تھا کہ اس دن اربش کے ساتھ کتنے جوش و خروش سے وہ سب انہی رستوں پر اس کا رشتہ لینے آئے تھے کہ شرمین کے بھتیجے کے گم ہوجانے کے باعث باہر سے ہی گاڑی واپس موڑنا پڑی لیکن آج ایسا نہ تھا۔

مین سڑک سے ملتی یہ ایک کشادہ گلی تھی جس کے دائیں بائیں پرانی طرز کے مگر بڑے بڑے مکانات بنے ہوئے تھے۔ گلی اتنی کشادہ تھی کہ ایک ساتھ دو گاڑیاں آرام سے گزر جاتیں، گلی کے ذرا سا اندر جاکر پولیس کانسٹیبلو نے ممی کو گاڑی روکنے کا کہا۔

"بس یہ دائیں طرف والا گھر ہی اجیہ کا ہے۔" ممی نے گاڑی کو روکا اور ہمت کرکے بوا کو دیکھا وہ کچھ پڑھتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

"ابھی آپ دونوں گاڑی میں ہی تشریف رکھیں، پہلے ہم خود جائزہ لے کر آتے ہیں گاڑی گھر سے چار پانچ فٹ کے فاصلے پر کھڑی کی گئی تھی، دونوں اہلکار گاڑی سے اتر کر گھر کے سامنے کھڑی ہوگئیں اور بیل بجانے کے بعد گیٹ کھلتے ہی اندر داخل ہوگئیں۔

"کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ اربش جس کی بچپن میں بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے کبھی شکایت نہ آئی اس پر کوئی اغوا کا کیس کردے گا، بس بوا آپ دعا کریں کہ اس کا باپ مان جائے اور پھر کہیں سے میرے بیٹے کا بھی کوئی سراغ مل جائے۔" بوا نے سر ہلایا۔ وہ نکاح کے روز اربش کے ساتھ بھی یہاں آئی تھیں اور اس کے بعد آج بھی اسی طرح ہی پریشانی میں آنا پڑا تھا، وہ مسلسل تسبیح اور دعا میں مصروف تھیں کہ تمام معاملہ آسانی سے حل ہوجائے۔

"محترمہ آجائیں۔" اس آواز پر ممی نے بوا سے ساتھ چلنے کو کہا لیکن انہوں نے وہیں بیٹھ کر دعا مانگنے اور تسبیح کرنے کو ترجیح دی، ممی گاڑی سے اتر کر گھر کی جانب جانے لگیں تو ایک اہلکار نے کہا۔

"آپ کی بوا نہیں جائیں گی آپ کے ساتھ؟"

"نہیں، وہ گاڑی میں ہی بیٹھیں گی۔" ممی نے کہا۔

"تو ہم دونوں بھی گاڑی میں ہی بیٹھتی ہیں، آپ آرام سے بات کرلیں جاکر اور یہ موبائل لے جائیں، اگر اندر کوئی مسئلہ ہوا تو صرف اس ہرے بٹن کو دبا دیجیے گا ہمیں پتا چل

جائے گا ویسے بہت سلجھے ہوئے اور انتہائی شریف النفس ہیں، ہمیں امید ہے کہ معاملات آسانی سے طے پا جائیں گے۔" ایک خاتون اہلکار نے ہاتھ میں پکڑا موبائل ان کی طرف بڑھایا جسے لے کر وہ گھر کے کھلے ہوئے گیٹ میں بڑے اعتماد سے داخل ہوئیں۔

❁......❁......❁

چند دن کی کوششوں اور دیہاڑیاں لگانے کے بعد آخر کار اربش کو ایک عارضی نوکری مل ہی گئی تھی، یہ ایک جوتوں کی دکان تھی جہاں ضرورت برائے سیلز مین کا بورڈ لگا دیکھ کر اس نے خود ہی ان سے بات کی تھی۔

"پہلے بھی کہیں نوکری کر چکے ہو؟" انہوں نے پوچھا۔

"جی نہیں، یہ پہلی مرتبہ ہے۔"

"کوئی گارنٹی...... مطلب کوئی ایسا شخص جو تمہارا ضامن بن سکے؟"

"جی نہیں، کوئی بھی نہیں۔"

"تو پھر تمہیں کس بھروسے پر نوکری دے دیں؟"

"آپ مجھ پر اعتبار کریں، میں آپ کے یقین کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔"

اور یوں چند لمحے سوچنے کے بعد وہ اسے سیلز مین رکھنے پر تیار ہوگئے یہ کوئی برانڈڈ دکان نہیں تھی بلکہ ایک درمیانے درجے کی دکان تھی جو مختلف کمپنیوں کے جوتے اپنی دکان پر لا کر بیچا کرتے' اسے ماہانہ صرف چار ہزار روپے پر نوکری دی گئی تھی جسے اربش نے فی الحال قبول کر لیا تھا سوچا یہی تھا کہ ساتھ ساتھ کسی دوسری نوکری کی تلاش بھی جاری رکھے گا لیکن ہمیشہ وہی تو نہیں ہوتا جو انسان چاہتا ہے بلکہ کبھی کبھار تو سب کچھ اتنا غیر متوقع ہو جاتا ہے کہ سمجھ نہیں آتا کہ آخر یہ سب ہو کیا رہا ہے؟ اور اس سب میں اب کرنا کیا چاہیے کچھ ایسا ہی اربش کے ساتھ بھی ہوا تھا۔

آج کل دکان پر باقی بازار کی طرح بے حد رش تھا' آج بھی صبح سے مختلف کسٹمرز کا آنا جانا لگا ہوا تھا اور سیل بہت اچھی ہو رہی تھی جب دکان کے مالک کو کسی کام سے دکان سے باہر جانا پڑا۔ وہ باقی سیلز مینز کی طرح کسٹمرز کو بہتر سے بہترین طریقے سے ڈیل کرنے کی کوشش تو کر رہا تھا لیکن ظاہر ہے کہ ابھی اس میں ان کی طرح پر فیکشن نہیں تھی' نہ جوتوں کی کوالٹی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے آتے نہ کسٹمرز کے ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کرنی آتی تھیں ایسے میں وہ ہو گیا جو اس کے لیے کسی بھی طور قابل برداشت نہیں تھا۔ دکان کے کاؤنٹر سے پیسے چوری ہو گئے تھے' کس نے کیے' کیسے کیے اور کس وقت کیے یہ کوئی نہیں جانتا تھا البتہ اتنا تھا کہ دکان کا مالک سب پر برس رہا تھا' فرداً فرداً سب سے بات کرتا' چوری شدہ پیسوں کے متعلق پوچھتا اور کوئی سرا نہ ملنے پر گالیاں دینے لگتا لیکن جیسے ہی اربش کو اس نے غصے میں بات کرتے ہوئے پہلی گالی دی' اربش نے اس کا منہ دبوچ لیا اور دوسری مرتبہ گالی دینے کی صورت میں گردن مروڑ دینے کی بھی دھمکی دے ڈالی۔ ساتھ کام کرنے والوں میں سے کوئی بھی اسے چھڑوانے کے لیے آگے نہیں بڑھا تھا اور بڑھتا بھی کیوں' سبھی اس شخص سے بے زار لیکن بے روزگاری کے ہاتھوں مجبور تھے ورنہ وہ جس طرح کا سلوک روا رکھتا تھا کوئی بھی اس کے پاس کام نہ کرتا۔ اربش کی طرف سے اس شدید رد عمل کے بعد اس نے وہیں کھڑے کھڑے اسے کام سے نکال دیا تھا اور آئندہ کبھی اس طرف کا رخ بھی کرنے سے سنگین نتائج بھگتنے کی دھمکیاں دی تھیں۔

"مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے کسی ایسی جگہ کام کرنے کا جہاں انسان کو انسان ہی نہ سمجھا جائے۔" اربش نے سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ اسے کہا۔

"انسان بنے گا تو سمجھا جائے گا ناں' چل نکل یہاں سے اور آج کے بعد اگر میری دکان کے آس پاس بھی نظر آیا تو دیکھنا میں تیری ٹانگیں تڑوا دوں گا۔" اس نے بھی دانت پیستے ہوئے کہا۔

"پیسے نکالو میرے۔" اربش نے کہا۔

"کون سے پیسے؟"

"وہی پیسے جو میری حق حلال کی کمائی کے ہیں' جتنے

دن میں نے تمہارے پاس کام کیا ہے ان دنوں کے پیسے مانگ رہا ہوں تم سے۔" اربش نے لفظ چبائے۔ "جو تمہیں دینے پڑیں گے کیونکہ یہ میرا حق ہے' میں تم سے خیرات نہیں مانگ رہا۔"

"ہاہاہا' خیرات تو میں تم جیسوں کو دیتا ہی نہیں ہوں۔" وہ قہقہہ لگا کر یوں ہنسا جیسے کوئی لطیفہ سنایا گیا ہو۔

"چلو چلو نکلو یہاں سے اور اپنا رستہ ناپو۔"

"میں اس طرح نہیں جاؤں گا جب تک کہ مجھے پیسے نہیں ملیں گے۔ میں نے محنت کی ہے' کام کیا ہے تمہارے پاس۔ تم یوں میری حق حلال کی روزی ہڑپ نہیں کر سکتے۔"

"کیا ثبوت ہے تمہارے پاس کہ تم نے میرے پاس کام کیا ہے؟ ہونہہ یقیناً کوئی نہیں لیکن یاد رکھنا میرے پاس کئی ثبوت مل جائیں گے اس بات کے کہ میری دکان سے رقم تم نے ہی چرائی ہے۔" اس کے چہرے پر رعونیت اور انداز میں ہٹ دھرمی تھی۔

"میں تمہارے خلاف کیس کروں گا کہ تم مجھے میری مزدوری نہیں دے رہے ہو میں...... میں پولیس اسٹیشن جاؤں گا لیکن تم سے پیسے لے کر رہوں گا' دیکھنا تم۔" اربش اس وقت شدید غصے میں تھا وجہ یہ بھی تھی کہ اب تک ان کے پاس جو رقم تھی وہ آہستہ آہستہ خرچ ہوتی جا رہی تھی اور اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اگر یہاں سے اسے اس کی محنت کی ادائیگی نہ کی گئی تو وہ گھر کیسے چلائے گا اور اجیہ کو کیا جواب دے گا۔

"جاؤ شاباش جاؤ' کیس کرنے کا شوق بھی پورا کر لو' لگتا ہے پاکستان سے کہیں باہر کھڑا ہے جو مزدوری نہ ملنے پر کیس کرنے کی دھمکی دے رہا ہے۔ پاکستان میں رہتا ہوتا تو کبھی یہ دھمکی نہ دیتا۔" اس نے گہرے طنز کے ساتھ اسے غصہ دلایا۔ "ابے چل نکل یہاں سے نہیں تو چوری کے الزام میں اندر نہ کروایا تو میرا نام بدل دینا۔" اس کی غراہٹ کے ساتھ ہی اربش کو وہاں سے نکلنا پڑا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ مزید لڑائی بڑھنے کی صورت میں اگر پولیس کو طلب کر لیا گیا یا بالفرض پولیس والے اسے لے گئے تو اجیہ اکیلی کیسے رہ پائے گی۔

واقعی یہ حقیقت ہی تو تھی کہ انسان اپنے سے زیادہ اپنے سے جڑے رشتوں کی خاطر مجبور ہو جاتا ہے' کتنی ہی جگہوں پر ان رشتوں کی خاطر سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے' جھکنا پڑتا ہے' خاموش رہنا پڑتا ہے اور سب سے بڑھ کر تو یہ کہ اپنا من مارنا پڑتا ہے اور آج اربش کو محسوس ہوا تھا کہ اپنا من مارنا کوئی آسان بات نہیں۔ گھر آیا تو اس کی خواہش کے عین مطابق وہ اسے بڑی ہی نفاست سے تیار ملی۔

دن بھر چاہے وہ اپنی امی اور حنین کو یاد کر کے آنسو بہاتی رہتی ہو لیکن اربش کے آنے کا وقت ہوتے ہی اٹھ کر ہاتھ منہ دھوتی' کپڑے بدلتی بال بناتی' اس دن اربش کے اصرار پر خریدی گئی لپ اسٹک ہونٹوں پر لگانے کے بعد اسے ہی ذرا سا بلینڈ کر کے اپنے گالوں پر بلشر کے طور پر لگاتی تھوڑی سی لپ اسٹک انگلی کے کناروں پر لگا کر وہی کنارہ آنکھوں پر آئی شیڈ کے طور پر لگا کر کاجل لگا لیتی۔

اسے ذاتی طور پر بہت زیادہ میک اپ کرنا پسند نہیں تھا لیکن اب شادی کے بعد اربش کی خواہش ہوتی کہ وہ اسے تیار نظر آیا کرے لہٰذا اربش کی خواہش کو اس نے اپنے پر فرض کر لیا تھا اور یہی اس کا اربش کا استقبال کرنے کا طریقہ تھا جس کی بناء پر وہ باہر سے کتنا بھی تھکا ہوا کیوں نہ آتا۔ گھر کے دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی فریش ہو جاتا' اربش نے اس کی خاطر اپنی عیش و آرام والی زندگی چھوڑ کر تو جیسے اسے خرید ہی لیا تھا' اب چاہے اس کی خاطر اجیہ کو کچھ بھی کرنا پڑتا تو وہ پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں تھی۔

دکان سے نکال دیئے جانے کے بعد وہ گھر آیا تو ذہن پر واقعی بوجھ تھا اور پھر اجیہ کو دیکھ کر اسے مزید گلٹی فیل ہوا تھا اور اس لمحے اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھ کر اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ بیرون ملک ضرور جائے گا کیونکہ اسے اجیہ کے ہونٹوں پر آئی یہ مسکراہٹ ہمیشہ قائم رکھنی تھی لہٰذا حسن کو فوراً میسج کر کے صبح ٹریول ایجنسی چلنے کا کہا۔

❀.......❀.......❀

صاف ستھرے کشادہ صحن سے بڑے پُروقار انداز میں چلتی ہوئی ممی لاؤنج میں داخل ہوئیں اور اندر بیٹھے ہوئے سکندر صاحب کو سلام کرکے صوفے کی طرف قدم بڑھائے ہی تھے کہ جیسے انہیں کرنٹ سا لگا ہو وہ جہاں تھیں وہیں رک گئی تھیں ایک بار پھر انہوں نے سکندر صاحب کو دیکھا اور جیسے حیرت زدہ رہ گئیں اور صرف وہی نہیں خود سکندر صاحب کا بھی یہی حال تھا۔ انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہی لڑکی ہے جس سے تقریباً دو دہائیوں پہلے وہ عشق کیا کرتے تھے اور جو اُن کی طرف سے شادی کی آفر کو ٹھکرا کر ماں باپ کے مشورے سے رات کے اندھیرے میں کہیں چلی گئی تھی لیکن جو کچھ بھی ہوا یہ سچ تھا کہ انہیں دیکھتے ہی سکندر صاحب کے دل کی دھڑکن اتھل پتھل ضرور ہوگئی تھی دل کے جس کونے میں وہ رہتی تھیں وہ جگہ آج بھی خالی تھی اور شادی ہوجانے کے باوجود بھی وہ...... وہ جگہ کسی کو نہیں دے پائے تھے۔

"تم......؟" بالآخر ممی نے درمیان کی بوجھل خاموشی توڑنے میں پہل کی۔

"ہاں میں ہی سکندر ہوں اجیہ کا باپ۔" ان کے کہنے کے بعد ممی کو لگا جیسے اب کہنے کے لیے کچھ نہیں بچا ہو اس لیے خاموشی اختیار کی۔ وہ سوچ رہی تھیں کہ اب انہیں بات کرنی بھی چاہیے یا نہیں۔

"بیٹھو گی نہیں؟ میرا نہیں تو اپنی بہن کا گھر سمجھ کر ہی بیٹھ جاؤ۔" اس مرتبہ ان کے لہجے میں التجا تھی جس سے ممی کے ذہن پر جو ایک دم خوف طاری ہوا تھا وہ دور ہونے لگا اور وہ صوفے کے ایک کنارے پر سمٹ کر بیٹھ گئیں۔

"اجیہ بھی بالکل تم پر گئی ہے شکل میں بھی اور دیکھ لو عادتوں میں بھی۔" ممی نے خاموش رہ کر انہیں بولنے کا موقع دیا وہ لاؤنج میں رکھی ایک ایک شے میں اپنی بہن کی موجودگی محسوس کر رہی تھیں اور منتظر تھیں کہ کسی کمرے سے وہ بھی نکل کر ان کے پاس بیٹھیں گلے ملیں اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ بانٹ لیں۔

"جیسے تم گھر سے بھاگ گئی تھیں ناں ویسے ہی اجیہ بھی ہمیں چھوڑ کر جا چکی ہے اور نہ ہی وہ ہم میں سے کسی کا فون اٹھانا چاہتی ہے کہ بات ہوسکے۔" انہوں نے آدھا سچ اور آدھا جھوٹ بولا۔

"میں دراصل اسی لیے آئی تھی کہ آپ...... اربش یعنی میرے بیٹے پر کیا گیا کیس واپس لے لیں۔ دراصل وہ دونوں ہی مون پر ہیں جیسے ہی واپس آئیں گے میں خود اجیہ کو لے کر یہاں آؤں گی تاکہ آپ اسے اپنی دعاؤں میں رخصت کریں۔" وہ سکندر صاحب سے بات نہیں کرنا چاہتی تھیں انہیں دیکھنا گوارا نہ کرتی تھیں لیکن اربش کی خاطر وہ نہ صرف یہ کہ ان سے بات کر رہی تھیں بلکہ درخواست کر رہی تھیں۔ سچ ہی تو ہے کہ وقت کبھی ایک سا نہیں رہتا کیا معلوم آج خوشی ہے تو کل غم آپ کی دہلیز کے پار منتظر ملے۔

"یہ باتیں بھی ہوتی رہیں گی پہلے کچھ اپنے بارے میں بتاؤ کہ آج تک کہاں رہیں...... صرف ایک ہی بیٹا ہے یا......؟"

"ہاں اربش ہی میرا اکلوتا بیٹا ہے۔" انہوں نے مختصراً جواب دیا۔

"شوہر تو تمہارا بہت پہلے ہی سنا ہے مر گیا تھا۔" سکندر صاحب نے ان سے تائید چاہی تو ممی نے گہری سانس لے کر ہاں میں سر ہلا دیا۔

"اب اکیلی رہتی ہو؟" سکندر صاحب ان سے باتیں کرنا چاہتے تھے لیکن ممی کے چہرے پر بے زاریت تھی وہ ان سے بات چیت کرنے کے موڈ میں ہرگز نہیں تھیں۔

"بوا ہوتی ہیں میرے پاس اکیلی نہیں ہوں اور پھر اربش بھی میرے ساتھ ہی رہتا ہے ابھی بھی صرف ہنی مون کی خاطر گیا ورنہ ایک دو ہفتوں میں تو وہ بھی واپس آجائے گا۔"

"شوہر کے بغیر تنہائی یا اس کی کمی تو محسوس ہوگی؟" اس سوال پر ممی نے انہیں دیکھا تو چہرے پر غصہ نمایاں تھا۔

ہم ہیں مشتاق اور وہ بے زار
یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

سکندر صاحب نے مسکراتے ہوئے شعر پڑھا' وہ جانتے تھے کہ اس وقت وہ چاہیں بھی تو یہاں سے اٹھ کر' انہیں جھڑک کر نہیں جاسکتی کہ آخر کو ان کے بیٹے کا معاملہ تھا اور ممی کی طرف سے کسی بھی سخت ردعمل کی صورت میں سکندر صاحب کو کوئی بھی عمل کرنے کی مکمل آزادی تھی۔

''جانتی ہو تمہارے جانے کے بعد میں تمہاری یاد میں کتنا تڑپا تھا' تم سے میری محبت سچی تھی لیکن تم ناقدری اور ناشکری نکلیں' میری محبت اور میرے جذبات کی تم نے کوئی قدر ہی نہ کی ورنہ قسم ہے کہ تمہیں اتنے عیش کرواتا کہ دنیا والے تمہاری قسمت پر رشک کرتے۔''

''سکندر صاحب...... میرا خیال ہے اب آپ کو یہ باتیں زیب نہیں دیتیں' عمر کے جس حصے میں' میں اور آپ ہیں اس میں اس طرح کی باتیں کرنے پر دنیا والے تھوتھو کرتے ہیں۔'' آخری حد تک الفاظ کو نرم رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے انہوں نے سکندر صاحب کو ان کی عمر' مقام اور وقت یاد دلانے کی کوشش کی تو وہ ہنسنے لگے۔

''تب دنیا والوں نے کیا تم پر تھوتھو نہیں کی ہوگی جب رات کے اندھیرے میں گھر سے......''

''سکندر صاحب......'' ممی نے بلند آواز سے ان کی بات کاٹی۔ ''میں آپ سے صرف اور صرف اربش کی ماں کے حوالے سے بات کرنے آئی ہوں اس کے علاوہ میرا آپ کا کوئی تعلق نہیں اور میں چاہوں گی کہ آپ ماضی پر بات کرنے کے بجائے حال میں تشریف لے آئیں تاکہ میرے آنے کا مقصد پورا ہونے یا نہ ہونے کا معلوم ہو۔'' ممی کے سخت لہجے پر سکندر صاحب کی مسکراہٹ گہری ہوگئی تھی۔

''اتنی خودغرض تو تم کبھی بھی نہیں تھیں کہ اپنی بہن کا بھی نہ پوچھا میرے بارے میں نہ سہی تو چلو اس کے بارے میں ہی بات کرلو کم ازکم اتنا تو پوچھ لو کہ وہ اس دنیا میں ہے یا گزر گئی؟'' سکندر صاحب کے آخری جملے پر وہ دہل گئی تھیں۔

''اللہ نہ کرے کبھی انہیں کچھ ہو۔''

''اسے کچھ ہو بھی نہیں سکتا فکر نہ کرو' بڑی ہی سخت جان ہے جب سے اجیہ گئی ہے زندگی اور موت کی کشمکش میں اسپتال میں پڑی ہے' ایسا لگتا ہے کہ بس اب گزر ہی جائے گی لیکن پھر ڈاکٹرز نے امید دلادی ہے کہ وہ خطرہ سے باہر ہے کیونکہ اس کا دماغ مکمل طور پر فعال ہے۔''

ممی کا دل تو چاہا کہ وہ سکندر صاحب سے پوچھیں کہ آخر وہ کون سے اسپتال میں ہیں تاکہ وہ ایک بار اپنی بہن کو دیکھ تو سکتیں' انہیں گلے لگاتیں' ان کا چہرہ' ان کے ہاتھ چومتیں لیکن سکندر صاحب کے ساتھ بات کو طول دینے کو ان کا دل نہ مانا۔

''لیکن سچ کہوں تو مجھے تمہارے بعد اس کا نظر آنا بھی سزا لگتا تھا' میں نے اس کے ساتھ جس طرح زندگی گزاری ہے تمہیں بتاؤں تو حیران ہوجاؤ کہ وہ کس قدر بوگس بلکہ تھُس عورت ہے۔''

''باقی سب باتوں کو ایک طرف رکھ کر میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ اربش پر دائر کیا گیا اغواء کا کیس واپس لے لیں کیونکہ میں اپنے بچے کو کسی مشکل یا پریشانی میں نہیں دیکھ سکتی پھر یہ بات آپ خود بھی جانتے ہیں کہ اجیہ نے یہ شادی اپنی مرضی اور پسند سے کی ہے' اس کے ساتھ کسی نے کوئی زور یا زبردستی نہیں کی اور اس کے ثبوت کے طور پر میں آپ کو یقین دلاتی ہوں اور آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ خود اسے آپ کے پاس لاؤں گی بلکہ آپ کے حوالے کردوں گی اور پھر آپ اسے اپنی خوشی کے ساتھ اربش کے ہمراہ رخصت کیجیے گا۔''

''ہمم......'' سکندر صاحب نے ایک گہری سانس لی۔ ''میں تمہاری خاطر یہ کیس واپس لے سکتا ہوں اگر......'' خاموش ہوکر وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور جس صوفے پر ممی بیٹھی تھیں اسی صوفے کے دوسرے کنارے پر آبیٹھے ان کے یوں معنی خیز انداز میں جملہ ادھورا چھوڑنے پر ممی نے ناسمجھی سے انہیں اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے دیکھا اور ان کے بیٹھنے پر اپنی جگہ مزید سمٹ کر لاشعوری طور پر ساڑھی کا پلو سمیٹا۔

"تم بھی میری خاطر کچھ کرنے کا وعدہ کرو۔"

"میں...... میں آپ کے لیے کیا کرسکتی ہوں سکندر صاحب!" وہ حیران تھیں، سکندر صاحب نے کوئی بھی جواب دیئے بغیر خاموشی سے ریموٹ اٹھایا اور ٹی وی پر نیوز چینل لگا دیا۔

"ایک تو یہ نیوز چینل والے دنیا کا ناممکن ترین کام بھی ممکن بنا دیتے ہیں اب یہی دیکھ لو جس کی کوئی نہ سنے اس کی میڈیا سن کر اس طرح معاملے کو اچھالتا ہے کہ مدعی کا کیس پولیس کے بجائے میڈیا کے ذریعے جلدی حل ہوجاتا ہے۔" ممی ان کی بات کے جواب میں خاموش مگر ان کے نیم رضامندی ظاہر کیے گئے جملے کو ادھورا چھوڑنے پر الجھی ہوئی تھیں۔

"کوئی لڑکی گھر سے بھاگ جائے یا پولیس آپ کی کسی بھی کیس کے معاملے میں قانونی مدد نہیں کررہی تو آج کل میڈیا اس معاملے کو بڑا مصالحہ لگا کر پیش کرتا ہے اب چاہے دوسرا فریق سچا ہی کیوں نہ ہو لیکن جگ ہنسائی اور بدنامی تو ہو ہی جاتی ہے ناں، کیا خیال ہے؟" ممی نے تائید میں گردن ہلائی وہ کچھ کچھ سمجھ رہی تھیں کہ آخر ان کی اس تمہید کا مقصد کیا ہے یقینی طور پر ان کے ادھورے چھوڑے گئے جملے کی تکمیل میں کچھ ایسا تھا جس کے باعث وہ انہیں ذہنی طور پر تیار کررہے تھے کہ ان کی کہی گئی بات کو نہ ماننے کی صورت میں ان کے پاس میڈیا میں جانے کا بھی آپشن موجود ہے۔

"اچھا چلو چھوڑو ان میڈیا والوں کے پاس تو کام ہی یہی ہے کہ لوگوں کی پگڑیاں اچھالتے پھریں۔" ریموٹ سے ٹی وی کی آواز بند کی۔

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ میں تمہاری بات نہیں ٹال سکتا کیونکہ بے شک تم مجھے چھوڑ کر چلی گئی تھیں اور میں نے تمہاری بہن سے نکاح کرلیا لیکن یقین کرو کہ ایک دن کے لیے تمہاری یاد دل سے محو نہیں ہوسکی اور نہ ہی آج تک تمہارے لیے میری محبت میں ذرا بھی کمی آئی ہے۔"

"سکندر صاحب میں آپ کو پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ اس طرح کی باتیں کرکے آپ میرا اور اپنا وقت ضائع کررہے ہیں اور بس ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ جس دور کی بات آپ کررہے ہیں وہ گزر چکا ہے اور اب کسی طور بھی واپس نہیں آسکتا۔" وہ آخرکار زچ ہوگئی تھیں۔

"وہ وقت واپس کیسے نہیں آسکتا؟ جب کہ تم بھی یہیں ہو اور میں بھی۔" ممی نے چونک کر ان کی آنکھوں میں ابھرتے سوال کو پڑھنا چاہا تو کانپ گئیں۔

"میں تمہیں کبھی کسی قسم کے غلط کام کے لیے فورس نہیں کروں گا لیکن ہاں یہ بات کہنے کا حق میں ضرور رکھتا ہوں کہ تمہارے لیے میری سوچ جو کل تھی آج بھی وہی ہے اور میں اربش کے خلاف ابھی اور اسی وقت اپنا کیس واپس لینے کو تیار ہوں اور اجیہ کو بھی اس کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کی اجازت دیتا ہوں اگر تم میری برسوں پرانی خواہش پوری کردو۔" ممی نے سراسیمگی سے انہیں دیکھا۔

"میں تم سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔" سکندر صاحب کے منہ سے نکلے جملے تھے یا کوئی ایٹم بم جو عین ان کے سر کے اوپر آکر پھٹا تھا، انہیں اپنے جسم پر ایک دم پسینے کے ننھے ننھے قطرے نمودار ہوتے محسوس ہوئے تھے، ایسا لگتا تھا جیسے پورے کمرے میں ایک لمحے میں ہی اندھیرا چھا گیا ہو اور اگر واضح تھا تو صرف اور صرف سکندر صاحب کا چہرہ جو بغور ان کی کیفیت کا جائزہ لے رہے تھے۔

یہ کیا کہہ دیا تھا انہوں نے اربش کے جاں خلاصی کا تاوان اور وہ بھی اتنا بھاری۔ ممی تو اس تصور سے ہی کانپ اٹھی تھیں کہ جب سکندر صاحب کی اس سوچ کو عملی جامہ پہنایا جائے۔

"یہ سب کچھ اتنا انہونی نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہی ہو اور آخر تم ماں ہو اس کی، کیا اس کے لیے صرف اتنا نہیں کرسکتیں؟"

"صرف......؟" ممی نے حیرت سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے بمشکل یہ الفاظ ادا کیے۔

"دوسری صورت میں تم دیکھنا کہ میں اس کا کیا حشر

کرتا ہوں' عدالت اور تھانے میں اتنا رگڑوں گا کہ تم تو ویسے بھی اس کی شکل دیکھنے کو ترس جاؤ گی اور جہاں تک رہ گئی بات اجیہ کی' اس کو تو میں عبرت کا وہ نشان بنادوں گا کہ پھر رات کے اندھیرے یا دن کے اجالے میں ماں باپ کی عزت نیلام کر کے گھر سے بھاگتی لڑکیوں میں دوبارہ ایسی حرکت کرنے کی ہمت ہی نہیں ہوگی۔ اب فیصلہ تمہارے اپنے ہاتھ میں ہے' چاہو تو اپنا بیٹا بچالو' اس کی محبت اجیہ کو محفوظ کرلو یا میری بات مان کر میری یہ جائز خواہش پوری کردو۔'' ممی کو تو جیسے ان کی باتوں سے سکتہ ہوگیا تھا' خاموش برف کا بُت بنی جو اُن کے چہرے پر نظریں جمائیں تو پھر ہٹائی ہی نہ گئیں۔

''میں کوئی اتنا برا انسان نہیں ہوں جتنا تم مجھے سمجھتی ہو مجھ سے حلف لے لو کہ ساری زندگی تم سے اونچی آواز میں بات تک نہیں کروں گا' تمہیں کوئی تکلیف نہیں دوں گا اور اگر میں نے کبھی ایسا کیا تو سزا دینے کا مکمل اختیار تمہارے پاس ہوگا۔'' وہ چند لمحے رکے کہ شاید ان کی طرف سے کوئی جواب آئے لیکن وہ ہنوز ساکت اور خاموش تھیں۔

''میں تمہاری بہن سے ویسے بھی تنگ آچکا ہوں اور اسے چھوڑنے میں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی بس تم ایک بار میری بات ماننے کی حامی بھرو ورنہ اربش کا دلخراش انجام میرے ہاتھوں ہونا بھی کوئی بعید نہیں ہے کہ میری فطرت سے تو تم بخوبی واقف ہو۔'' بات مکمل کرنے کے بعد انہوں نے گلاس میں پانی ڈالا اور خود ہی پینے لگے۔

ممی کے لیے یہ وقت ان کی آج تک کی زندگی کا سب سے مشکل ترین وقت تھا اور سکندر صاحب کے سوال کا جواب انہیں اب تک کا پیچیدہ ترین سوال لگا تھا' وہ اپنے بیٹے اربش کی خوشیاں اور زندگی بچائیں یا سکندر صاحب سے چھٹکارا پاتے ہوئے انہیں صاف جواب دے کر اربش کو ان کی جلاد صفت طبیعت کے آگے تنہا چھوڑ دیں ان دونوں آپشنز میں سے ایک تو انہیں چننا ہی تھی۔

❁.........❁.........❁
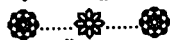
امی کی حالت کو ڈاکٹرز نے تسلی بخش قرار دے دیا تھا'

ان کا خیال یہی تھا کہ ان کے دماغ پر فالج کا بہت معمولی سا حملہ ہوا تھا جسے بروقت طبی امداد نے فوراً ہی کنٹرول کرلیا' اب تک انہوں نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں لیکن اس کے باوجود ان کی طبیعت کو امید افزا قرار دے کر ڈاکٹرز نے جہاں ان کی ادویات میں تبدیلی کی تھی وہیں نرس کو کچھ ایکسر سائز بھی بتائی تھیں جو وہ مقررہ وقت پر انہیں کروانے آتی۔ اس تمام صورت حال میں حنین کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا' ہر وقت انہیں دیکھ کر روتے رہنے والی حنین اب ان کے پاس بیٹھی بات بات پر مسکرانے لگتی۔ غزنی نے اسے اس پریشانی میں جس طرح سنبھالا تھا' اس کے باعث اس کے دل میں غزنی کی محبت پہلے سے بھی کہیں زیادہ بڑھ گئی تھی ویسے بھی اب اس کی محبت پر اس کا حق تھا' بے یقینی کی کیفیت ختم ہوچکی تھی اور وہ جانتی تھی کہ غزنی اب صرف اور صرف اسی کا ہے اس کے پاس موجود اجیہ کی ہر وقت پہنے جانی والی چین کو دیکھ کر اسے اچھا تو نہیں لگا تھا لیکن پھر بھی اس نے سب کچھ اللہ پر چھوڑ دیا تھا' اسے یقین تھا کہ جس طرح غزنی کا اس کا ہونا ممکن ہوا تھا اسی طرح اس کے دل پر بھی مکمل طور پر غزنی کا قبضہ ہوگا' وہ اپنی محبت اور چاہت سے اس کے گرد ایسا حصار قائم کردے گی کہ پھر وہ کسی دوسرے کی طرف دیکھنا تو دور کسی اور کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکے گا اور اب جس محبت کا اظہار وہ اس کے لیے کرچکا تھا حنین نے وہ محبت آنسو کی اوٹ میں نہیں بلکہ اپنا حق سمجھ کر وصول کرنی تھی۔

آج اماں اسپتال پہنچیں تو اسے اور غزنی کو زبردستی کہیں آؤٹنگ پر جانے کو کہا۔

"تائی امی...... میں یہیں ٹھیک ہوں امی کے پاس' آپ نہ اصرار کریں۔" اسے یوں غزنی کے ساتھ اکیلے کہیں جاتے ہوئے شرم آرہی تھی اسی لیے ذرا ہچکچائی۔

"کیوں...... تمہارا دل نہیں چاہتا میرے ساتھ باہر جانے کی لیے؟" غزنی نے اماں کی بات پر حوصلہ پاکر اس سے پوچھا اور خود اس کا کئی مرتبہ دل چاہا تھا کہ اسے کہیں اپنے ساتھ باہر لے کر جائے لیکن پھر اپنی سوچ پر جھجک کر رہ جاتا کہ اماں یا حنین کیا سوچیں گی کہ اسپتال کے بیڈ پر لیٹی امی کو چھوڑ کر اسے گھومنے پھرنے کی پڑی ہے۔

"نہیں...... وہ بات نہیں ہے۔" حنین نے غزنی کو جواب دیا پھر اماں کی طرف دیکھا۔ "دراصل امی ابھی اس کنڈیشن میں ہیں ناں تو میرا دل نہیں چاہتا کہ انہیں چھوڑ کر کہیں نکلوں۔"

"بیٹا اللہ کا شکر ہے کہ تمہاری ماں ڈاکٹروں کے مطابق اب خطرے سے باہر ہے' اس لیے تم اب بے فکر ہوجاؤ اور اب تم......" بات کرتے کرتے وہ ذرا رکیں۔

"غزنی تم ذرا باہر جاؤ۔"

"ارے وہ کیوں؟ ہم تو باہر جانے کی بات کررہے تھے ناں اماں......! اب اس میں ایسا کون سا سیکرٹ پہلو ہے جو آپ مجھ سے چھپانا چاہتی ہیں؟"

"بس تمہیں باہر جانے کا کہا ہے تو تم چلے جاؤ زیادہ سوال جواب نہ کرو۔"

"باہر ہی تو جانا چاہتا ہوں لیکن اس کے ساتھ۔" وہ مسکرایا اور شرارت بھری نظروں سے حنین کو دیکھا جو جان بوجھ کر اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔

"کہا ناں باہر جاؤ۔" اماں نے ایک بار پھر کہا تو وہ فوراً ہاتھ میں موٹر سائیکل کی چابی لے کر کھڑا ہوا اور حنین کے سامنے آکر اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے جانے لگا۔

"آجاؤ' چلیں۔" حنین اس کی غیر متوقع حرکت پر اپنی ہنسی چھپا نہیں سکی تھی البتہ اماں چونکہ قریب ہی تھیں اس لیے حنین کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف بٹھالیا۔

"کہا ہے ناں تم جاؤ تھوڑی دیر کے لیے باہر انتظار کرو میں اسے ابھی بھیج رہی ہوں۔"

"چلیں ٹھیک ہے آپ میری ماں ہیں تو آپ کا اعتبار کرلیتا ہوں' کیا یاد کریں گی آپ بھی۔" وہ جان بوجھ کر انہیں چھیڑ رہا تھا' گھر میں بھی ان ماں بیٹے کا آپس میں یہی رویہ ہوتا البتہ ابا کے سامنے وہ نسبتاً محتاط ہوجاتا تھا۔ وہ کمرے سے باہر نکلا تو اماں حنین کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"دیکھو بیٹا' میں نے تم سے صرف اور صرف ایک ہی

بات کہنی ہے اور وہ یہ کہ شرعی اب تم دونوں کا ایک دوسرے پر حق ہے ایک دوسرے کی خوشی اور غم میں ساتھ دینا' جذبات کی قدر کرنا اور ایک دوسرے کو اہمیت دینا تمہیں ایک دوسرے کے بہت زیادہ قریب لاسکتا ہے۔ اس وقت فرض کرو تمہارا دل نہیں بھی چاہ رہا باہر جانے کو تو پھر بھی تم جاؤ صرف اس لیے کہ غزنی کا دل چاہ رہا ہے' میاں بیوی کا رشتہ نبھانا بالکل بھی مشکل نہیں ہے بس اگر ایک دوسرے کے مزاج کا لحاظ رائے کا احترام کیا جائے تو' میں یہ چاہتی ہوں میری بات ہی ٹھیک ہے' میرا یہ دل نہیں چاہ رہا میں ایسے کروں' جیسے جملے ہی میاں بیوی کو دور کردیتے ہیں' شوہر کو معاشرے نے مجازی خدا کا درجہ ایسے ہی نہیں دے دیا اگر اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ کیے جانے کی اجازت ہوتی تو وہ شوہر کو کہا جاتا۔ یہ باتیں یونہی نہیں کہیں گئیں بلکہ اس میں اشارہ ہے کہ زندگی میں کبھی بھی کسی بھی موقع پر شوہر کی جائز بات کے خلاف نہ جاؤ اور حنین یقین کرنا اگر تم نے ایسا ہی کیا تو غزنی اور تمہاری جوڑی محبت میں مثال بن جائے گی اور غزنی تمہارے علاوہ کبھی کسی کو دیکھے گا بھی نہیں۔''

حنین کو اس لمحے ان پر بہت پیار آیا تھا۔

اسے لگ ہی نہیں رہا تھا کہ وہ اس کی ساس ہیں بھلا کیا ساسیں ایسی بھی ہوتی ہیں؟ اتنی محبت کرنے والی جو خود اپنی بہو کو طریقے بتا رہی ہیں کہ ان کے بیٹے کو کس طرح قابو کیا جائے اور اسے خود سے نزدیک کرنے کے گر ہیں' وہ مسکراتے ہوئے بے اختیار ان کے گلے لگ گئی۔

''سدا سہاگن رہو اللہ تم دونوں کے نصیب بلند کرے' آمین۔'' تائی اماں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اسی لمحے غزنی ایک بار پھر کمرے میں آیا۔

''توبہ توبہ...... ساس بہو کو یوں گلے ملتا دیکھ کر یہ کمرے میں چھت بھی نہ ہلی۔'' اس نے چھیڑا تو تائی اماں بے اختیار ہنسنے لگیں۔

''جاؤ حنین جاؤ اس کے ساتھ' جا کر ذرا آج باہر گھوم پھر آؤ اور یہاں اپنی امی کی فکر نہ کرنا' میں ہوں ان کے پاس' سمجھیں؟''

''جی بہتر۔'' ایک شرمیلی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے غزنی کو دیکھ کر انہیں جواب دیا۔

''اماں...... اماں...... یہ میرے ساتھ بس تھوڑی سی دیر کے لیے باہر گھومنے جارہی ہے کوئی محاذ جنگ پر نہیں جارہی جو ایک گھنٹہ پہلے سے آپ نے اسے نصیحتیں کرنا شروع کردی ہیں۔''

''ماں بیٹی کی ہزار باتیں ہوتی ہیں آپس کی' تمہیں کیا پتا' چلو بس جاؤ اب۔'' اور یوں وہ غزنی کے ساتھ باہر گئی تو خود اسے اپنے نصیبوں پر یقین نہیں آرہا تھا' آج پہلی بار وہ اس کے ساتھ موٹر سائیکل پر بیٹھی بھی اور اس کے اتنا قریب ہو کر اس کے دل کی حالت عجیب تھی' خود غزنی کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اسے ساتھ لیے یوں ہی سڑکوں پر بغیر کسی وجہ کے گھومتا رہے۔

وہ دن حنین کی زندگی کا یادگار ترین دن تھا اس نے آج زندگی میں پہلی مرتبہ کسی بڑے ریسٹورنٹ میں کھانا کھایا تھا ورنہ سکندر صاحب تو باہر سے دس روپے کا ایک سموسہ تک نہ لاتے تھے اور پھر ویسے بھی وہ ان لوگوں کو کالج کے علاوہ کہیں باہر نکلنے ہی کب دیتے تھے جو اس طرح کی عیاشیوں کے بارے میں سوچا جاتا لیکن غزنی آج اسے اس خوب صورت ریسٹورنٹ میں لے آیا تھا' باہر چلچلاتی دھوپ اور سخت گرمی کے بعد جب وہ ریسٹورنٹ کی ٹھنڈک اور نیم تاریکی والے ماحول میں داخل ہوئی تو اس کی خوشی دیدنی تھی۔ غزنی نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا ہوا تھا۔ غزنی نے کھانا آرڈر کرنے کا مکمل اختیار حنین کو دیا۔

''لو بھئی مینو کارڈ' جو چاہو منگواؤ۔''

''میں...... نہیں' نہیں تم نے جو کھانا ہے وہ منگوالو میں بھی تمہارے ساتھ وہی کھالوں گی۔'' اس نے مینو کارڈ واپس غزنی کی طرف سرکایا جو اس نے قبول نہ کرتے ہوئے پھر سامنے رکھ دیا۔

''جب رخصتی کے بعد تم میرے گھر آجاؤ گی تو روز وہی پکاؤ گی ناں جو تمہارا دل چاہے گا تو بس میں آج سے ہی یہ عادت ڈال رہا ہوں کہ جو تم چاہو وہ میں کھاؤں۔''

''جی نہیں...... بالکل بھی نہیں بلکہ میں گھر میں وہی چیز پکایا کروں گی جو تمہیں پسند ہوا کرے گی اس لیے زیادہ باتیں نہیں، تم کھانا آرڈر کرو کیونکہ آج تم مجھے اپنے ساتھ لائے ہو اس لیے سب کچھ تمہاری مرضی سے ہوگا۔''

''واقعی، جو کچھ میری مرضی ہوگی وہ سب ہوگا؟'' حنین کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے غزنی نے حنین کی آنکھوں میں دیکھا تو وہ بلش ہوگئی۔

کھانے کے بعد غزنی نے اسے اپنی پسند کی شاپنگ کروائی اور واپس جاتے ہوئے موتیے کے گجرے خرید کر اپنے ہاتھوں سے اس کی کلائی میں پہنائے تو وہ خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی سمجھنے لگی تھی۔

❁......❁......❁

اربش بیرون ملک جانے کا فیصلہ تو کر ہی چکا تھا لیکن اصل مسئلہ اجیہ کو اس فیصلے پر راضی کرنا تھا جو اس کے نزدیک ایک مشکل ترین کام تھا لیکن اس کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں تھا اسے پاکستان میں رہ کر جو مقام تین سالوں میں ملتا وہ بیرون ملک جا کر صرف ایک سال کے محدود عرصے میں مل سکتا تھا، معاشی طور پر مضبوط ہونے کے لیے بھی یہ ایک اچھا موقع تھا جسے وہ ضائع کرنے کے حق میں نہیں تھا۔

آج پھر لائٹ گئی ہوئی تھی اور لائٹ گئی بھی کس وقت جب وہ دونوں کمرے میں بیٹھ کر کھانا شروع کرنے ہی والے تھے لیکن لائٹ جانے کے بعد دونوں نے پلیٹیں ڈھکیں اور پہلے کی طرح صحن میں آ بیٹھے۔ ایک طرف ایمرجنسی لائٹ آن کر کے رکھی گئی تھی۔

''بیرون ممالک میں یہ بڑی سہولت ہے، کم از کم لوڈشیڈنگ تو نہیں ہوتی ناں۔'' اربش نے تمہید باندھنا شروع کی۔

''ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے۔''

''ویسے بھی کرنسی ریٹ کے واضح فرق کی وجہ سے بھی جو لوگ بیرون ملک جاب کرتے ہیں وہ پاکستان میں تو کروڑ پتی ہی کہلاتے ہیں۔''

''ہاں بالکل۔''

''میرے جاننے والا ایک لڑکا ہے، اس نے صرف تین سال اپنے تایا کے پاس شاید کینیڈا میں گزارے تھے، وہاں خوب کام کیا اور پھر پاکستان آ کر اپنا ڈیپارٹمنٹل اسٹور بنالیا، اب تو خوب کما رہا ہے اس اسٹور سے۔''

''ہم...... اس نے تین سالوں میں صرف بچت ہی کی ہوگی ناں، خرچ نہیں کیا ہوگا اپنی کمائی سے۔''

''ہاں ایسا ہی تھا لیکن دیکھو آج کل ایک اور اسٹور خریدنے کے بارے میں سوچ رہا تھا جب پچھلی مرتبہ میں اس سے ملا تھا۔''

''ان شاء اللہ ہم بھی بہت جلد اپنا ذاتی کام شروع کریں گے اربش...... بلکہ میں خود کل سے سوچ رہی ہوں کہ......''

''میں بھی کچھ سوچ رہا ہوں اجیہ......'' اربش نے اس کی بات کاٹی تھی۔ اجیہ نے رخ موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

''لیکن مجھے تمہاری اجازت چاہیے۔''

''اجازت...... کس چیز کی؟'' وہ حیران ہوئی۔

''میں بیرون ملک جانا چاہتا ہوں اجیہ...... لیکن صرف اس صورت میں اگر تم خوشی سے اجازت دو۔'' روشنی اتنی نہیں تھی کہ اسے اجیہ کے چہرے کے تاثرات واضح نظر آپاتے لیکن پھر بھی اربش نے کوشش کی تھی اور اسے لگا تھا جیسے اس کی بات کے ساتھ ہی اجیہ کے چہرے پر سناٹا اتر آیا ہو۔

''میرے بغیر پورا ایک سال گزار لوگے تم؟'' اجیہ نے اِدھر اُدھر کی کوئی بھی بات کیے بغیر براہ راست سوال کر کے اسے جیسے خاموش ہی کروادیا تھا۔

''اور اربش کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہارے بغیر یوں اکیلے پورا ایک سال رہ سکتی ہوں؟'' اجیہ کی بات پر اربش کو لگا جیسے کوئی اس کا دل مٹھی میں لے رہا ہو، یہ کیسا سوال کر دیا تھا اجیہ نے کہ جواب میں اربش کے پاس خاموشی کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔

اولاد نرینہ، تھیلسیمیا، اٹھرا، کا کامیاب علاج

شہادت نمبر 1 ہمارے ہاں اول بیمار بیٹا عبدالوہاب میجر اپریشن سے مورخہ 17 اگست 2009ء کو پیدا ہوا اور ایک ماہ بعد فوت ہو گیا۔ پھر دوسرا بیٹا محمد احمد بھی بیمار اور میجر اپریشن سے 3 فروری 2011ء کو پیدا ہوا اور 15 دن زندہ رہ کر فوت ہو گیا۔ پھر تیسرا بیٹا محمد بھی بیمار اور میجر اپریشن سے مورخہ 26 نومبر 2013 کو پیدا ہوا اور 7 یوم زندہ رہ کر فوت ہو گیا۔ بشمول گنگا رام ہسپتال لاہور ڈاکٹری علاج بہت کرایا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ تین بار میجر اپریشن ہو چکے تھے۔ گود بھی خالی تھی۔ ہم بہت پریشان تھے۔ میڈیا کے ذریعے معلوم ہونے پر ہم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب کی خدمت میں کوٹ ادو حاضر ہوئے۔ دعا کرائی اور علاج حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے علاج کامیاب ہوا۔ اور مورخہ 8 جون 2016ء کو تندرست بیٹا محمد عزیر پیدا ہوا۔

تندرست پیدا ہونے والا بیٹا محمد عزیر

فیضیاب حافظ محمد عمر ولد محمد امین قوم راجپوت بھٹی مکان نمبر 2 گلی نمبر 9 نیو مزنگ چوبرجی اسلامیہ پارک لاہور 0321-3353278

شہادت نمبر 2 ہمارے ہاں مسلسل 4 بیٹیاں پیدا ہوئیں جو کہ حیات ہیں۔ ایک مرتبہ بیٹا جو بوجہ گردتھ خرابی چھٹے ماہ پیٹ میں ہی فوت ہو گیا۔ اور تین مرتبہ بوجہ گردتھ خرابی تیسرے ماہ حمل ضائع ہو گئے۔ جسکی وجہ سے ہم بہت پریشان تھے اور اولاد نرینہ کی شدید خواہش تھی۔ میڈیا کے ذریعے معلوم ہونے پر حضرت مولانا محمد شفیع صاحب کی خدمت میں کوٹ ادو حاضر ہوئے۔ دعا کرائی اور علاج حاصل کیا۔ علاج کامیاب ہوا اور مورخہ 21 جولائی 2017 کو تندرست بیٹا محمد احمد اشرف پیدا ہوا۔ یہ علاج کامیاب اور اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

فیضیاب قاری محمد اشرف جمال ولد جمال دین قوم گجر کوٹھی نمبر 20 نیو سول لائن فیصل آباد 0300-7601410

یہ طریقہ علاج ان کیلئے ہے جن کے ہاں مسلسل بیٹیاں پیدا ہوں اور بیٹے نہ ہوں یا بچے زندہ نہ رہتے ہوں یا بچے گردتھ خرابی کی وجہ سے پیٹ میں خراب ہو جاتے ہوں یا تھیلسیمیا کا عارضہ لاحق ہو۔

نوٹ: اولاد نرینہ کیلئے شدید خواہش مند حضرات جن کے بچے میجر اپریشن سے پیدا ہوتے ہوں اور چانسز کم باقی ہوں تو انہیں علاج درجہ اول حاصل کرنا ضروری ہے۔ اور جن کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں یا گردتھ خرابی کا عارضہ لاحق ہو تو انہیں امید ہونے پر بروقت علاج حاصل کرنا ضروری ہے۔

حصول علاج کیلئے ایڈریس نزد مرکزی جامع مسجد چوک کالی پل جی ٹی روڈ کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ رابطہ نمبر: 0331-6002834

ہمارا مقصد صرف قرآن و سنت کی روشنی میں کامیاب طریقہ علاج سے فیضیاب لوگوں کی شہادتوں و تاثرات سے اولاد نرینہ کے خواہش مند حضرات کو آگاہ کرنا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اولاد نرینہ جیسی نعمت سے مستفید ہو سکیں۔ ضرورت مند انٹر نیٹ پر دی گئی تفصیلات سے بھی استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔

جسکا ایڈریس یہ ہے: www.facebook.com/male progeny through the means of Quran and sunnah

تحریر: طارق اسماعیل بھٹہ پریس رپورٹر کوٹ ادو

''میں تمہارے بغیر ایک لمحے کا بھی تصور نہیں کرسکتا اجیہ اور یہ بات تم بھی اچھی طرح جانتی ہوناں۔'' اجیہ نے لب بھینچ کر سر ہلایا۔

''لیکن میں کیا کروں اس احساس کو جو ہر وقت میرے دل میں کچوکے لگاتا رہتا ہے اور مجھے بار بار جتاتا ہے کہ شاید میں نے تمہیں آسمان کے خواب دکھا کر زمین پر لا بٹھایا ہے' تمہیں مایوس کیا ہے۔ میں تمہیں کچھ بھی نہیں دے پار ہا اجیہ جبکہ میں تمہارے سب خوابوں سے واقف بھی ہوں اور اسی لیے مجھے لگتا ہے کہ مجھے ایک سال صرف اور صرف ایک سال تم سے دور رہنے کی قربانی دینی پڑے گی' وہاں خوب محنت کرکے پیسے کماؤں گا تو یہاں آکر میں اور تم اپنا کوئی بھی چھوٹا موٹا کام شروع کرسکتے ہیں۔''

''لیکن تم اب بھی جاب تو کررہے ہوناں' تنخواہ کم ہے تو کیا ہوا' مجھے تو کوئی بھی شکوہ نہیں...... تمہارے بغیر ملنے والی دو روٹیوں سے کہیں بہتر وہ آدھی روٹی ہے جو مجھے تمہارے ساتھ بیٹھ کر کھانے کو ملے۔''

''وہ جاب بھی نہیں رہی ہے اب۔'' اربش نے گہرا سانس لیا۔

''کیا...... ! کیا مطلب ہے تمہارا؟'' وہ چونکی اور اس کی طرف رخ موڑ کر پوچھا۔

''مطلب یہ کہ نہ جاب باقی رہی ہے اور نہ ہی اتنے دن کام کرنے کا کوئی معاوضہ ملے گا۔'' اربش نے دکان پر پیش آنے والی تمام صورت حال سے اجیہ کو آگاہ کیا تو وہ حقیقی معنوں میں افسردہ ہوگئی۔

بیت سارے لمحے دونوں کے درمیان خاموشی سے گزرے۔

یہ کیسے گھر سے نکلے
اور بند دروازے کو کھولے
گلی میں جھانک کر دیکھے
میری آواز کو الفاظ کا رستہ نہیں ملتا
مجھے ڈر ہے کہیں یہ ان کہے لفظوں کے جنگل میں
یونہی دب کر نہ مر جائے
مجھے تنہا نہ کر جائے
ادھوری بات اک دکھ ہے
اسے اس دکھ کو سہنا ہے
بساطِ جاں الٹنے تک
اسی زنداں میں رہنا ہے

اجیہ اسے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن خاموش رہی کیونکہ جانتی تھی کہ اربش صرف اور صرف اس کی خوشی کے لیے اتنا بڑا قدم اٹھانا چاہ رہا ہے' وہ بہت خواہش کے باوجود بھی اسے یہ نہیں سمجھا پارہی تھی کہ وہ کسی بھی قسم کی آسائشوں کے بغیر بھی صرف اور صرف اس کے قریب رہ کر بہت خوش ہے اور خود کو بہت خوش قسمت محسوس کرتی ہے لیکن بہت سی باتیں اس کے دل میں ہی ادھوری رہ گئی تھیں۔

''کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہارے بغیر اس محلے میں اکیلی رہ پاؤں گی؟'' وہ بہت دیر کے بعد بولی بھی تو صرف ہی ایک سوال کرسکی۔

''میں تمہیں حسن کے گھر چھوڑ جاؤں گا' اس کی والدہ بہت محبت کرنے والی خاتون ہیں اور خود حسن مجھ سے اس بات پر کئی مرتبہ اصرار کرچکا ہے کہ اس کا گھر ہوتے ہوئے بھی میں تمہیں اس گھر میں رکھ رہا ہوں۔''

''نہیں...... مجھے کسی کے گھر بھی جانے کی ضرورت نہیں' یہ گھر جیسا بھی ہے لیکن ہے تو ہمارا اپنا۔ میں اسی گھر میں تمہارا انتظار کروں گی۔'' تھکے ہوئے لہجے میں بات کرتے ہوئے اس نے اربش کے کندھے پر اپنا سر رکھ دیا تھا' اربش کی بازو کے حصار میں اسے بے حد تحفظ محسوس ہو رہا تھا۔

''ایک سال یوں چٹکی بجاتے گزر جائے گا اور پھر تم اور میں اپنی زندگی کا ایک خوب صورت آغاز کریں گے بالکل اسی انداز میں جو تم چاہتی تھیں۔ میں ایک ایک کرکے تمہارے تمام خواب پورے کروں گا' یہ میرا تم سے وعدہ اب بھی برقرار ہے۔'' دائیں بازو کو اس کے گرد لپیٹتے اربش نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

''محلے کے لوگ سب بہت اچھے ہیں اور خاص طور پر ہمارے پڑوسی بھی خیال کرنے والے ہیں اس لیے تم میری فکر نہ کرنا اور دھیان سے اپنے کام پر توجہ رکھنا ویسے بھی فون تو ہم دونوں کے پاس ہیں ہی تم جیسے ہی کام سے فارغ ہو جاؤ گے پھر سارا سارا دن اور ساری ساری رات باتیں کیا کریں گے۔'' اس نے صرف اربش کی خوشی کے لیے اسے مضبوط کرنے کے لیے یہ بات کی تھی ورنہ حقیقت تو یہ تھی کہ وہ اربش کے جانے کے بعد اکیلے رہنے کے تصور سے بہت خوف زدہ اور سہمی ہوئی تھی۔

میں اب کے لوٹا تو صدیوں کی عمر لاؤں گا
کہ تیرے ساتھ مجھے مختصر نہیں رہنا......!

اربش نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے شعر پڑھا تو اس کی جدائی کے خیال سے ہی اجیہ کی آنکھیں نم ہوگئیں لیکن نیم تاریکی کی مہربانی سے اربش اس کی آنکھوں کی اداسی پڑھ نہیں پایا تھا اور یہی اجیہ چاہتی بھی تھی کہ اس کا کوئی دکھ اربش تک پہنچ کر اسے دکھی نہ کرے۔

''تم میری فکر ہرگز نہ کرنا اربش میں نے آج تک بہت کچھ سہا ہے ہر قسم کے حالات دیکھے ہیں اور اتنا کچھ دیکھ لینے کے بعد میں بہت مضبوط ہو چکی ہوں اس لیے صرف اور صرف اپنے کام پر دھیان دینا۔''

''شکریہ اجیہ..... تمہاری یہی سپورٹ میرا سہارا ہے اور تمہاری محبت ہی میرا سرمایہ۔''

''کتنا ٹائم لگے گا اس تمام پروسس میں؟'' اجیہ نے پوچھا۔

''میرے ڈاکومنٹس تو حسن تقریباً مکمل کروا چکا ہے میرے منع کرنے کے باوجود اس نے سب کچھ انتظام کر رکھا تھا کیونکہ اس کا کہنا تھا کہ کمپنی ویزہ بھیج رہی ہے یعنی کہ جاتے ہی جاب مل جائے گی اور اسی ماہ سے تنخواہ اور دیگر سہولیات بھی ملنا شروع ہو جائیں گی۔ مجھے صرف تمہاری اجازت کا انتظار تھا اب کل ٹریول ایجنسی جا کر دیکھتا ہوں کہ کس دن کی سیٹ ملتی ہے۔'' اربش نے مکمل تفصیل سے آگاہ کیا۔

''اور ٹکٹ کے پیسے' اتنے پیسوں کا انتظام کہاں سے ہوگا؟''

''حسن ٹکٹ کے پیسے ادا کرے گا میں تو اس حق میں نہیں تھا لیکن انکار کی صورت میں اس نے تمام عمر بات نہ کرنے کی دھمکی دی تو مجھے مجبور ہونا پڑا ویسے بھی ہمارے پاس تو اتنی رقم تھی بھی نہیں' بس اسی لیے ادھار سمجھ کر اسے ٹکٹ کے پیسے دینے کی اجازت تو دی ہے لیکن ارادہ یہی ہے کہ اس کے یہ پیسے واپس ضرور کرنے ہیں۔ ٹکٹ کے کہہ کر نہ کیے تو کسی اور طریقے سے لیکن لوٹاؤں گا ضرور۔''

اس کے بعد ایک مرتبہ پھر وہی گہری خاموشی دونوں کے درمیان آن ٹھہری تھی' اسی دوران حسن کا فون آیا' وہ اربش کو بتا رہا تھا کہ اسے کچھ دن کے لیے شہر سے باہر جانا پڑ رہا ہے اس لیے اگر اس کی اجیہ سے بیرون ممالک جانے کے معاملے پر بات ہو جائے تو وہ اس کے گھر سے کاغذات لے سکتا ہے۔

حسن اور اربش کی ہونے والی بات چیت کے دوران ہی دوبارہ لائٹ آ گئی تھی سو وہ دونوں صحن سے اٹھ کر کمرے میں چلے آئے جہاں کھانا ٹھنڈا ہو چکا تھا اور اجیہ کے اصرار کے باوجود اربش نے کھانا گرم کرنے میں وقت ضائع کرنے سے منع کر دیا تھا ویسے بھی آج کل اجیہ کی طبیعت کچھ بہتر نہیں رہتی تھی' نہ کھانے پینے کو دل چاہتا نہ ہی کوئی کام کرنے کو۔ عجیب سستی اور کسلمندی چھائی رہتی تھی' پہلے تو کچھ دن نظر انداز کیا لیکن کوئی بہتری کی صورت نظر نہ آئی۔ اربش کے آنے پر وہ صاف ستھرا لباس پہن کر تیار تو ضروری ہوتی لیکن اپنی طبیعت کے خلاف' دل مارنے کے بعد ورنہ حالت تو یہ تھی کہ کپڑے بدلنے کا بھی جی نہ چاہتا۔ پہلے سوچا کہ اربش کو اپنی طبیعت کی خرابی کا بتائے پھر اس کی پریشانی کے ڈر سے چپ رہی' جانتی تھی کہ آج کل وہ ویسے ہی ٹینشن میں ہے اور اسپتال یوں بھی ان کے گھر سے نزدیک ہی تھا لہٰذا صبح جب اربش کسی کام سے نکلا تو وہ اسپتال چلی آئی تاکہ ڈاکٹر سے دوائی لے سکے پر اسپتال اتنا بھی نزدیک نہ تھا کہ پیدل جایا جا سکتا۔ وہاں تک جانے کے لیے بھی اسے بس میں ہی بیٹھنا پڑتا اور عین اس وقت جب بس میں بیٹھی اور بس چلنے لگی تو اسے یاد آیا کہ اپنا موبائل تو وہ گھر ہی بھول آئی ہے مگر تب تک بس چلنے لگی تھی اور اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

اسپتال میں بھی حسب معمول انتہائی رش تھا۔ چیک اپ کروانے والی خواتین کی قطاریں لگی ہوئی تھیں' ویسے بھی یہ ایک نیم سرکاری اسپتال تھا جہاں پر ڈاکٹرز کی فیس نہ ہونے کے برابر تھی اور اتنے رش کی اصل وجہ بھی یہی تھی۔ عام طور پر اربش کے گھر سے باہر جانے کے بعد گھر واپسی تک وہ کئی مرتبہ اسے فون کیا کرتی تھی کبھی دو منٹ بات ہوتی تو کبھی دس منٹ لیکن وہ دونوں سارا دن ایک دوسرے سے رابطے میں رہا کرتے' یہی وجہ تھی کہ آج اس کے پاس فون نہیں تھا تو اسے سخت بے چینی ہو رہی تھی۔ کبھی دل چاہتا کسی اور سے فون لے کر اربش کو کال کرے لیکن یہ بھی اس لیے ممکن نہ تھا کہ اسے اربش کا فون نمبر ہی یاد نہیں تھا۔

''بی بی اندر جاؤ تمہاری باری آ گئی ہے۔'' نرس کی آواز کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ ڈاکٹر ایک ادھیڑ عمر خاتون تھی جو بڑے ہی دوستانہ انداز میں اجیہ سے ملی۔

مکمل توجہ کے ساتھ انہوں نے اجیہ کی علامات سنیں اور چیک اپ کے بعد اسے جو اطلاع دی تو وہ یوں ہونق ہوئی گویا اس کے قدموں تلے کسی نے زمین ہی کھینچ لی ہو۔

''وہ ماں بننے والی تھی۔'' اور یہ خبر اتنی غیر متوقع تھی کہ اسے خوش ہونا بھی یاد نہ رہا تھا' اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا تو اس نے محسوس کیا کہ ڈاکٹر نے بڑی محبت و شفقت سے کچھ لمحوں کے لیے اسے بیڈ پر لٹا دیا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ شمارے میں)

اِس برس کی عید

رابعہ افتخار

تعبیر جو مل جاتی تو اِک خواب بہت تھا
جو شخص گنوا بیٹھا میں نایاب بہت تھا
میں کیسے بچا لیتا بھلا کشتیِ دل کو
دریائے محبت میں سیلاب بہت تھا

سامعہ کی شادی کو آٹھ سال ہوگئے تھے اور ان آٹھ سالوں میں گھر میں صارم کے علاوہ کوئی بھی قربانی کا جانور نہیں لاتا تھا۔ حالانکہ قاسم بھائی کی آمدنی صارم سے بھی زیادہ تھی مگر وہ ہر سال قربانی کے وقت کوئی نہ کوئی بہانہ بنا دیتے' ایسے میں صارم جب بھی بکرے کی تلاش میں نکلتا' قاسم بھائی کو ساتھ لے کر ہی جاتا۔ زیادہ تر قاسم بھائی کی پسند کا بکرا ہی آتا تھا اور پھر جب بکرا آجاتا تو قاسم بھائی کے بچے اس کے آگے پیچھے پھرتے' کبھی اس کے گلے میں گھنٹی باندھتے' کبھی مہندی لگاتے' ایسے میں سامعہ ہزار شوق ہونے کے باوجود قربانی کے جانور سے دور ہی رہتی۔

شادی کے بعد پہلی عید قرباں آئی تو ساس نے قاسم بھائی کی بیگم حلیمہ بھابی کے ذمے کام لگادیا تھا۔

"دیکھو بہو گھر میں بہت کام ہے...... سارے برتن' گوشت کے حصہ بنانے کے لیے پلاسٹک شیٹ...... قربانی کا گوشت' رکھنے کے لیے پلاسٹک کی تھیلیاں...... سب انتظام پہلے ہی کرلینا۔" وہ جب بھابی کو سمجھا رہی تھیں تب وہ حیرت سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"سامعہ بیٹا برا مت منانا...... بہو بڑی ہے' اس گھر کے طور طریقہ تم سے بہتر سمجھتی ہے...... ذرا آسانی سے کرے گی' اور ہاں تم اوپر کے کاموں میں مدد کروا دینا......" انہوں نے اسے دیکھ کر فوراً لہجے میں شہد گھولا جونہی اس نے رخ پھیرا' انہوں نے ایک جھٹکے سے ہاتھ کا اشارہ کیا جیسے ناگواری کا اظہار کررہی ہوں۔ وہ سمجھ گئی کہ اسے اس گھر میں جگہ بنانے کے لیے بے حد محنت کرنی پڑے گی۔

☆......☆......☆......☆

دوسری عید قرباں آئی تو عبدالمعید اس کی گود میں تھا۔

"اس مرتبہ بکرے کو مہندی عبدالمعید لگائے گا اور گلے میں گھنٹی بھی وہی باندھے گا۔" اس نے قربانی کا جانور آنے سے پہلے ہی صارم سے کہہ دیا تھا۔

"پاگل ہوگئی ہو' اتنا سا بچہ کیسے کرے گا یہ سب اور پھر وقاص اور وقار بچے ہیں ہر سال انتظار ہوتا ہے انہیں جانور کا۔" صارم نے ڈانٹ دیا۔ وہ خاموشی سے رخ پھیر کر لیٹ گئی۔

قربانی ہوئی تو سارے حصے حلیمہ بھابی نے کیے......

وہ یہ سب بس خاموشی سے دیکھتی رہی...... آخر میں دو تھیلیاں اسے تھمادی گئیں۔

"جاؤ جا کر صارم کے ساتھ میکے دے آؤ۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے امی...... یہ آدھا آدھ پاؤ کی دو تھیلیاں دینے اتنی دور جاؤں گی اور ویسے بھی امی کے گھر دو بکرے ذبح ہوتے ہیں...... یہ گوشت کسی ضرورت مند کو بھجوادیں......" وہ بات کرکے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"یہ کیا حرکت کی تم نے آج؟ سب کے گھروں میں ایسی ہی تھیلیاں گئی ہیں...... بکرے کا گوشت اتنا ہی حصے میں آتا ہے...... اور حلیمہ بھابی کے میکے بھی ایسے ہی دو شاپر گئے ہیں۔" صارم نے کمرے میں آتے ہی غصہ کیا۔

"حلیمہ بھابی وغیرہ قربانی کرتے ہیں ناں، تو ٹھیک ہے۔" وہ بڑبڑاہٹ کے انداز میں بولی۔ ساتھ ساتھ عبدالمعید کے بکھرے کھلونے سمیٹنے میں بھی مصروف رہی۔

"یہ کیا بات کی تم نے...... مطلب کیا ہے تمہارا اس بات سے......؟ ایک بات کان کھول کرسن لو...... ہمارے گھر میں میرا تیرا نہیں ہوتا سمجھی۔" صارم کا غصہ دیدنی تھا۔

"سن لی...... اور آپ بھی سن لیں بکرے میں قربانی مشترکہ نہیں ہوتی...... ہر اس شخص پر فرض ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو۔" وہ قدرے بلند آواز سے بولی۔

"زبان بند رکھا کرو تم اپنی...... تم جیسی عورتیں ہی ہوتی ہیں جو اچھے بھلے ہنستے بستے گھروں میں جھگڑے کرواتی ہیں۔" صارم تو بات کرکے نکل گیا مگر یہ بات جیسے اس کے دل میں کہیں تیر کی طرح پیوست ہوگئی تھی۔ بات ہوئی بھی کیا تھی؟ ہر سال اس کی بہنوں کے سسرال سے بھی گوشت آتا تھا...... اس نے سوچا تھا کہ وہ بھی اس مرتبہ ان کے گھروں میں گوشت بھجوائے گی اور جب اس سلسلہ میں صارم سے بات کی تو اس نے الٹا جواب دیا۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے پھر تو حلیمہ بھابی کی بھی چار بہنیں ہیں ان کے گھروں میں بھی بھجوانا پڑے گا۔" صارم کی بات پر وہ حیرت سے اُسے دیکھنے لگی۔

"مگر صارم قربانی، ہم لوگ کرتے ہیں...... حلیمہ بھابی نہیں۔" اور اس کی اس بات پر صارم نے گھور کر اسے دیکھا تھا۔

"ہمارے گھر میں ایسی باتیں نہیں ہوتیں سامعہ...... آئندہ پلیز ایسی بات سوچنا بھی مت...... اور ابھی...... ابھی تو اس نے حد ہی کردی تھی۔ اسے کھڑے کھڑے سنا دیا تھا۔

☆......☆......☆......☆

ہر سال عید آتی اور وہی ہنگامہ ہوتا...... اس کی ایک نند بھی شہر میں رہتی تھی وہ بھی آجاتی...... پھر وہ سب مل کر گوشت کے حصے کرتے...... پائے اور کلیجی بناتے...... ایسے میں وہ بس قربانی کے بعد صحن میں بکھرا سامان سمیٹنے اور دھلائی کرنے میں مصروف ہوجاتی...... اب تو عبدالمعید بھی منہ بناتا کہ اسے بکرے کو مہندی لگانے اور گھنگھرو باندھنے سے دور رکھا جاتا ہے۔ عبدالمعید کے بعد زارا کی پیدائش ہوئی تو ایک کمرہ تنگ لگنے لگا۔ ادھر حلیمہ بھابی کو بھی دوسرے کمرے کی ضرورت تھی۔ بہت مشکل ہونے لگی تو صارم نے اسی علاقے میں چار مرلے پر محیط چھوٹا سا گھر خرید لیا۔ گھر کی حالت کچھ خاص اچھی نہ تھی مرمت وغیرہ میں بھی خاصا خرچہ ہوگیا...... بہرحال سامعہ نے چند ہی دنوں میں اپنی محنت اور سلیقے سے گھر کو صاف ستھرا کرلیا تھا...... عید قرباں آئی تو صارم کچھ پریشان سا تھا۔

"کیا ہوا صارم، کوئی مسئلہ ہے کیا؟" رات کھانے کے بعد وہ ٹی وی دیکھ رہا تھا جب سامعہ نے اس کے چہرے پر پھیلی تفکر کی لکیریں دیکھیں۔

"ہوں...... ہاں...... وہ امی کہہ رہی تھیں کہ قربانی حسب سابق وہیں ہوگی پرانے گھر میں۔"

"تو...... اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟" اب وہ عادی ہوچکی تھی اس لیے اسے یہ بات عجیب نہیں لگی بلکہ عجیب تو یہ بات لگی تھی کہ صارم اس وجہ سے پریشان کیوں تھا؟

"تو یہ کہ اس مرتبہ ہاتھ بہت تنگ ہے، گھر کی وجہ سے

میں قربانی کا جانور شاید نہ لے سکوں۔“
”تو کیا ہوا؟ آپ نے خود ہی تو کہا تھا کہ آپ کے گھر میں میرا تیرا نہیں ہوتا...... اس مرتبہ آپ کی مجبوری سب کے سامنے ہے‘ اس مرتبہ قاسم بھائی کی طرف سے قربانی ہوجائے گی...... پریشانی کی کیا بات ہے؟“ اس کی بات پر صارم نے عجیب سی نظروں سے اسے دیکھا۔
”طنز کررہی ہو؟“
”نہیں بالکل نہیں۔“ وہ سنجیدگی سے کہتی وہاں سے اٹھ گئی...... نئے محلے میں بھی اچھی خاصی واقفیت ہوگئی تھی۔ پھر میکے والے بھی سب جانتے تھے کہ اب وہ اپنے گھر والی ہے...... اس نے کیبنٹ کھول کر ایک لفافہ نکالا...... رقم گنی اور پھر مطمئن سی ہوکر دوبارہ لفافہ کیبنٹ میں رکھ دیا۔
اگلی صبح ناشتے کی میز پر ہی صارم کے موبائل پر گھر سے فون آگیا۔ اس نے ”جی ابھی آیا“ کہہ کر فون بند کردیا۔
”کیا ہوا...... خیریت؟“
”ہاں وہ کل آفس میں ایک دوست سے لون کی بات کی تھی‘ دعا کرو کام ہوجائے...... فی الحال تو قاسم بھائی کا فون تھا وہ بکرا منڈی جانے کا پوچھ رہے تھے اب جا کر ہی بات کروں گا۔“ وہ فکرمندی سے بولا۔
”اللہ بہتر کرے گا۔“ وہ ناشتے کے برتن سمیٹنے لگی۔

☆......☆......☆......☆

بہت عرصے بعد سامعہ کی اپنی بڑی بہن ناعمہ سے بات ہوئی تھی۔ اس نے ناعمہ آپی سے عید پر آنے کو کہا مگر انہوں نے سہولت سے منع کردیا۔
”گھر میں قربانی کا بہت کام ہوتا ہے سامعہ‘ پھر دوسرے دن سب کی دعوت ہوتی ہے اور تیسرے دن ہم سب نکلتے ہیں۔ ہاں امی کے گھر ضرور ملاقات ہوگی ان شاء اللہ اور تمہارے بھائی صاحب گوشت دینے ضرور آئیں گے...... اس بار تو تم لوگ بھی اپنے گھر قربانی کررہے ہوگے ناں؟“ ناعمہ آپی کے کہنے پر وہ لحہ بھر کو خاموش ہوئی۔
”جی ان شاء اللہ ضرور۔“ فون رکھ کر وہ کتنی ہی دیر خاموش بیٹھی رہی پھر کسی خیال کے تحت اپنی اکلوتی سہیلی عظمیٰ کا نمبر ملایا۔
”مجھے تم سے بہت ضروری کام ہے عظمیٰ...... تمہیں اور آفتاب بھائی کو مل کر میرا کام کرنا ہوگا۔“ اس نے سلام دعا کے بعد مدعا بیان کیا اور پھر عظمیٰ سے بات کرکے وہ مطمئن ہوگئی۔
اگلی صبح ناشتے کی میز پر صارم پھر کچھ فکرمند تھا‘ وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔ میز پر رکھی چائے ٹھنڈی ہوگئی تھی۔
”ہوں...... لون کا انتظام ہوگیا آفس سے...... قاسم بھائی تو اس مرتبہ بالکل حصہ نہیں ڈال سکیں گے۔“
”ہوں...... ویسے ان کا حصہ پہلے بھی نہ ہونے کے برابر ہی ہوتا تھا۔“ اس کی بات پر صارم نے قہر بھری نظروں سے اس کی سمت دیکھا۔
”اصولاً تو اس مرتبہ قربانی یہاں ہمارے گھر ہی ہونی چاہیے تھی...... کیونکہ بکرے کی قربانی میں کہیں بھی حصہ ڈالنے کا حکم نہیں ہے‘ ہاں اگر گائے وغیرہ میں ہم لوگ حصہ ڈالتے تو پھر سب کی طرف سے مشترکہ قربانی وہیں ہوتی......“ وہ کہے بنا نہ رہ سکی۔
”تم نے پھر وہی باتیں شروع کردیں سامعہ......“ اس نے خفگی سے سر جھٹکا۔
”میں نے تو شریعت کی بات کی ہے‘ آپ کو بری لگی تو میں معافی چاہتی ہوں۔“ وہ اس کے آگے سے ٹھنڈی چائے اٹھا کر گرم چائے کا کپ رکھتے ہوئے بولی۔
”دیکھو سامعہ جب تک میری ماں زندہ ہے‘ میں ان کے کسی حکم سے منہ نہیں موڑ سکتا...... گھر الگ ہونے سے نہ تو اصول بدلتے ہیں اور نہ ہی میں اپنے رشتوں سے دور ہوسکتا ہوں۔“ صارم کے لہجے میں وہی سختی تھی۔
”آپ تو برا مان گئے...... جیسا مناسب سمجھیں ویسا ہی کریں...... میں نے بس شریعت کی بات کہی تھی۔“ وہ خاموشی سے ناشتہ کرنے لگی...... پھر رات کے کھانے پر صارم کافی مطمئن تھا۔
”چالیس ہزار میں بڑا مناسب بکرا آگیا ہے...... بچے تو بہت خوش تھے...... بھابی نے اتنا بڑا پیالہ گھول کر

مہندی دی...... بچوں نے پورا بکرا ہی رنگ دیا...... پھر اسے گلی میں سیر کروانے لے گئے...... شکر ہے اللہ کا میرا بھرم رہ گیا ورنہ انتظام نہ ہوتا تو وہاں سب کو بہت پریشانی ہوتی۔" وہ بے حد مطمئن تھا۔

سامعہ نے عبدالمعید کی سمت دیکھا بکرے کے نام پر اس کی آنکھیں چمکی تھیں۔

"بابا...... میں نے بھی بکلا دیکھنا ہے۔" وہ اپنی توتلی زبان میں بولا تو صارم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"کل صبح لے چلوں گا تم بھی دیکھ لینا' پھر پرسوں تو وہ اللہ کی راہ میں قربان ہو جائے گا۔" صارم بات مکمل کر کے کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

☆......☆......☆......☆

عید کی نماز ادا کر کے صارم نے اسے چلنے کے لیے کہا۔

"آپ لوگ جائیے صارم...... میرا کچن میں کچھ کام ہے اور جب تک آپ لوگ قربانی سے فارغ ہوں گے' میں بھی گھر کے کام سے فارغ ہو جاؤں گی' پھر آپ مجھے آ کر لے جائیے گا' میں گوشت تقسیم کرنے میں بھابی کی مدد کروا دوں گی۔" اس نے بڑے طریقے سے منع کیا۔

"اکیلی گھر بیٹھ کر کیا کرو گی تم...... اور ویسے بھی عید تو ہم سب لوگوں نے وہاں ہی کرنی ہے ناں۔" صارم کو تھوڑا غصہ آیا۔

"بس دو تین گھنٹے...... وہ عظمیٰ اور آفتاب بھائی نے آنے کا کہا تھا...... اسے پتہ ہے کہ ہم نے عید وہاں کرنی ہے تو کہنے لگی میں صبح صبح آ جاؤں گی۔" اس نے نہ جانے کی وجہ بتائی۔

"چلو ٹھیک ہے' تین چار گھنٹے تک تیار رہنا تم۔" وہ جاتے ہوئے تاکید کرتا گیا۔ عبدالمعید کو وہ ساتھ لے گیا...... اس کے جاتے ہی سامعہ نے عظمیٰ اور آفتاب بھائی کو آنے کا کہہ دیا اور خود موبائل میں عبدالمعید کی تصویریں دیکھنے لگی' ایک تصویر میں وہ بکرے کے ساتھ منہ جوڑے کھڑا تھا...... دوسری طرف اس کے سر پر مہندی لگا رہا تھا' اس کی خوشی سامعہ کو بے حد خوشی دے رہی تھی...... دل میں صارم کی طرف سے تھوڑا ڈر بھی تھا مگر وہ جانتی تھی صارم اس سے زیادہ عرصہ ناراض نہیں رہ سکتا۔

☆......☆......☆......☆

سب کام جلدی جلدی کیا گیا تھا۔ وہ ساری صفائی ستھرائی کر کے عظمیٰ اور آفتاب بھائی کو شکریہ کے ساتھ رخصت کر کے خود تیار بیٹھی تھی۔

صارم کو آنے میں کافی دیر ہو گئی تھی اس نے گھبرا کر صارم کا نمبر ملایا' دوسری طرف وہ کچھ پریشان سا تھا۔

"ہاں...... بس آ رہا ہوں۔" اور پھر تقریباً آدھ گھنٹے بعد ہی وہ ایک چھوٹا سا شاپر اٹھائے گھر میں داخل ہوا...... سامنے دیوار پر لٹکی چٹائی...... گوشت کا وزن کرنے والا ترازو دیکھ کر وہ وہیں رک گیا۔

"یہ سب کیا ہے سامعہ؟"

"آپ آ کر بیٹھیں میں بتاتی ہوں۔" اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ صارم وہیں کرسی پر بیٹھ گیا۔ ایک طرف دیوار کے ساتھ پائے رکھے تھے...... انہیں دیکھ کر اسے کچھ دیر پہلے کا منظر یاد آ گیا۔

"لیں چائے پی لیں۔" وہ اس کے قریب آ بیٹھی۔ عبدالمعید اپنے کھلونوں سے کھیلنے لگا' زارا سو رہی تھی۔

"کیا ہے یہ سب؟" اس نے قدرے نرمی سے پوچھا۔

"پہلے آپ بتائیں کہ یہ کیا ہے؟" اس نے شاپر کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ ہمارے حصے کا گوشت...... آج تو حد ہو گئی...... تم صحیح کہتی تھی میں واقعی بے حد بے وقوف ہوں...... اس مرتبہ کی قربانی کے لیے میں نے خود کو پریشانی میں ڈال کر لون تک لے لیا...... صرف اتنا کہا کہ چونکہ لون لیا ہے اس لیے آفس میں بھی سب کو قربانی کے متعلق علم ہے...... آفس کے ایک دو کولیگ ہیں جن کے گھر گوشت دینا پڑے گا اور وہ میری ایک کولیگ مسز عباسی انہوں نے پائے مانگے تھے اس مرتبہ...... مگر بھابی نے تو پہلے سے سوچ رکھا

تھا کہ گوشت کو کہاں کہاں بانٹنا ہے اور کتنا...... انہوں نے مجھ سے پوچھے بغیر پہلے ہی اپنی بہن سے پایوں کا وعدہ کر رکھا تھا اور کلیجی بھی انہوں نے اسی وقت بھون کر بچوں کو کھلا دی۔ میں تمہیں لینے آنے لگا تو امی نے منع کر دیا کہ وہ آ کر کیا کرے گی' سارا کام تو حلیمہ کرتی ہے...... جو بھی ہے تم میری بیوی ہو...... مجھے بڑا عجیب سا لگا کہ سب ہیں وہاں بس تم ہی نہیں ہو اور کسی نے تمہاری کمی محسوس بھی نہیں کی۔'' وہ لحہ بھر کو رکا۔

''جب سب گوشت کے حصے کر کے فارغ ہوئے تو یہ شاپر جو بمشکل ایک یا ڈیڑھ کلو کا ہے مجھے دے دیا...... اب خود بتاؤ میں اس گوشت میں سے گھر پہ کیا رکھوں' تمہارے گھر کیا بھجواؤں...... آفس والوں کو کیا منہ دکھاؤں...... وہاں تھے اور بات تھی...... اب ان سب کے رویے سے میرا وہاں جانے کو بھی جی نہیں چاہ رہا...... یہاں گھر پر رہیں گے محلے بھر سے گوشت آئے گا' ہم کچھ نہیں بھجوائیں گے تو کتنی شرمندگی ہوگی...... تم صحیح کہتی تھی سامعہ......'' وہ سارا غبار نکال چکا تو سامعہ نے اس کے ہاتھ تھام لیے۔

''مسز عباسی کے گھر پائے بھی جائیں گے' آپ بھنی ہوئی کلیجی بھی کھائیں گے...... محلے میں گوشت بھی تقسیم ہوگا اور جہاں جہاں آپ کو گوشت تقسیم کرنا ہے' آرام سے کریں کوئی مسئلہ نہیں...... بس میری ساری بات سننے سے پہلے مجھے معاف کر دیں۔'' اس نے کان پکڑے' صارم کے چہرے پر غصے کی جگہ امید اور اطمینان کے رنگ ابھرے تھے۔

''معاف کیا...... اب بتاؤ کیا قصہ ہے یہ؟''

''قصہ کچھ یوں ہے کہ ہر بار میری سہیلیوں' بہنوں اور باقی میکے کے رشتہ داروں کے لیے گوشت نہیں بچتا تھا...... میری طرف سب گوشت بھیجتے تھے' ایسے میں مجھے بہت شرمندگی ہوتی تھی' اپنے میاں کی کمائی سے کی گئی قربانی پر میرا یا عبدالمعید کا اتنا بھی حق نہیں تھا کہ گوشت تو دور کی بات' ہم اس جانور کے نخرے اٹھا سکیں' اس کی کوئی خدمت کر سکیں...... پھر جب ہم لوگ ادھر شفٹ ہوئے تو میں

نے سوچا شاید اب آپ قربانی یہاں کریں...... اب اس محلے کے لوگوں کا حصہ بھی بنتا تھا مگر آپ کی وہی پرانی سوچ تھی کہ آپ کے گھر میں میرا' تیرا نہیں ہوتا...... اور یہ کہ قربانی وہیں ہوگی تو میں نے اپنے تئیں قربانی کے لیے پیسوں کا بندوبست کرنا شروع کردیا...... اپنی اور عبدالمعید کی گلک کھولی...... عظمٰی کے پاس جو کمیٹی ڈالی تھی اس کی منت کرکے وہ کمیٹی دو ماہ پہلے ہی لے لی...... آپ کو پتہ ہے؟ بکرا بھی عظمٰی اور آفتاب بھائی لے کر آئے...... ان کے گھر ان کے بکرے کے ساتھ ہی رہا...... دو تین دن پہلے عظمٰی عبدالمعید کو لے گئی تھی۔ عبدالمعید نے بکرے کو مہندی لگائی...... مجھے بھی آپ کے بغیر کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا مگر کیا کرتی' اپنے گھر استطاعت رکھنے کے باوجود ہم نے قربانی دوسروں کا بھرم رکھنے کے لیے ان کے ہاں کی...... مجھے ڈر تھا کہ آپ غصہ کریں گے اس لیے آپ کے جاتے ہی عظمٰی اور آفتاب بھائی بکرا اور قصائی لے آئے...... عظمٰی نے میرے ساتھ مل کر ساری صاف ستھرائی کروائی...... گوشت کی تھیلیاں بنوائیں...... میں آپ کی ڈانٹ کھانے کے لیے خود کو تیار کررہی تھی...... وہ ساری بات کرکے خاموش ہوئی تو صارم نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھرلیا۔

''آج پہلی بار مجھے تمہاری اس بات پر غصہ نہیں آیا بلکہ میں تمہارا مشکور ہوں تم نے بہت بڑی شرمندگی سے بچالیا...... تم نے میرا بھرم رکھ لیا سامعہ......'' وہ بے حد محبت سے بولا۔

''آپ نہا دھو کر کپڑے تبدیل کرلیں...... وہاں کام کاج میں یہ تو گندے ہوگئے...... میں محلے میں گوشت تقسیم کرکے آتی ہوں پھر آپ اپنے سب کولیگ اور دوستوں کے ہاں گوشت بانٹ آئیں' میں نے حصے بنا دیئے ہیں...... میں مسز عباسی کے لیے پائے بھی پیک کردیتی ہوں...... آپ آؤ گے میں کلیجی بھون دوں گی پھر آرام سے بیٹھ کر کھانا۔'' وہ مسکراتے ہوئے اٹھ گئی۔

''جو حکم جناب کا۔'' خوشی اور اطمینان اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

''شام میں امی کی طرف چلیں گے' میں نے امی اور نائمہ آپی کے حصے بھی بنا دیئے ہیں...... عظمٰی اور آفتاب بھائی کو صبح ہی دے کر بھیجا تھا۔''

''مگر میں ان کا شکریہ ادا کرنے ضرور جاؤں گا۔''

''ٹھیک ہے' رات کو چلیں گے...... اور ہاں وہاں بھی چلیں گے' امی' قاسم بھائی اور حلیمہ بھابی کے میکے کے پیکٹ بھی بنا کے فریج میں رکھ دیئے ہیں۔''

''مگر وہاں وضاحت دینی پڑے گی کہ یہ قربانی تم نے کی۔''

''ہوں...... خیر میں نے مستحق لوگوں کا بھی حصہ الگ کردیا' بس اب میں جارہی ہوں محلے میں گوشت تقسیم کرنے...... آپ فریش ہوجاؤ' پھر گوشت تقسیم بھی تو کرنا ہے۔'' وہ سر پر دوپٹہ درست کرتی کچن کی طرف بڑھی جہاں محلے والوں کا حصہ رکھا تھا۔

''آج پہلی مرتبہ یہ احساس اور خوشی ہورہی ہے کہ میں نے بھی قربانی کی ہے۔'' صارم اس کے پیچھے ہی آلپکا۔

''حالانکہ قربانی تو میری پیاری بیوی کی طرف سے ہے۔''

''میاں بیوی الگ تو نہیں ہوتے' ایک دوسرے سے...... اور ہاں یہ دیکھیں۔'' اس نے موبائل صارم کے آگے کیا۔ عبدالمعید کی تصویریں دیکھ کر وہ مسکرا دیا۔

''چلو جلدی کرو...... آکر مجھے کلیجی بھی تو پکا کر کھلانی ہے تم نے۔'' وہ اتاؤلا ہوا' وہ مسکراتے ہوئے باہر کی طرف بڑھ گئی۔

''کل دن میں امی اور قاسم بھائی کی دعوت بھی رکھ لوں گی۔'' وہ جاتے جاتے خوشی سے بولی اور صارم کو پہلی مرتبہ محسوس ہوا تھا کہ اب کے برس کی عید اس کے گھر کی قربانی قبول ہوگئی۔

تیری زلف کے سر ہونے تک
اقرا صغیر احمد

یا حسنِ رفاقت ہو، یا ترکِ رفاقت ہو
یا آپ بدل جائیں یا مجھ کو بدلنے دیں
غم وہ کہ لہو کردیں اندر سے ہمارا دل
ہم وہ کہ پگھل کر بھی آنسو نہ نکلنے دیں

گزشتہ قسط کا خلاصہ

نوفل جہاں آرا کے کہنے پر انہیں پیپہ تھما کران کا منہ بند کردیتا ہے لیکن انشراح کا کردار اس کے نزدیک مشکوک ہوجاتا ہے۔ جس نے اپنی ذات کی ایک بھرپور قیمت وصول کی تھی' بابر کو تمام بات بتا کر وہ اس کے سامنے انشراح کا اصل روپ پیش کرتا ہے جس پر بابر بھی ششدر رہ جاتا ہے جبکہ انشراح ان تمام معاملات سے بے خبر ہوتی ہے۔ لاریب جہاں آرا سے تعلقات بڑھانے کے لیے سرگرم عمل رہتا ہے اسی دوران وہ سامنے سے آتی انشراح کو سنبھال کر اسے گرنے سے بچاتا ہے لیکن انشراح لاریب کی اس حرکت پر اسے تھپڑ دے مارتی ہے۔ جس پر لاریب اور جہاں آرا خفت کا شکار نظر آتے ہیں۔ یونیورسٹی میں عاکفہ کی سرد مہری انشراح کو بے چین کردیتی ہے وہ اس ناراضگی کا سبب جاننا چاہتی ہے لیکن عاکفہ خاموش ہی رہتی ہے' بابر کی بتائی بات پر اسے خود بھی یقین نہیں ہوتا لیکن جہاں آرا کے مشکوک رویہ اسے انشراح کے متعلق غلط رائے قائم کرنے پر آمادہ کرلیتے ہیں جب ہی وہ اس سے خائف رہتی ہے' انشراح اس کی وجہ نوفل کو قرار دیتی ہے کہ اس کی بدولت یہ دوستی ختم ہوئی ہے۔ سودہ زید کو بڑے ماموں سمجھ کر تمام بات بتادی ہے لیکن زید کو وہاں دیکھ کر اسے بے حد خفت محسوس ہوتی ہے۔ پیارے میاں رشتے کی خاطر بالخصوص سودہ سے ملنے آتے ہیں جب ہی ان کی زید سے بھی ملاقات ہوتی ہے' زید اس معاملے پر عجیب الجھن کا شکار ہوتا ہے وہ کسی سے بھی کچھ کہہ نہیں پاتا۔ جنید کے لیے مائدہ کا التفات کسی پریشانی سے کم نہیں ہوتا اسے زید کے ساتھ اپنی دوستی بھی خطرے میں گھری نظر آتی ہے' دوسری طرف مائدہ اس یک طرفہ محبت سے دستبردار ہونے پر آمادہ نہیں ہوتی اور اسے خودکشی کرنے کی دھمکی دیتی ہے لیکن جنید ان دھمکیوں کی پروا نہیں کرتا۔ عروہ اپنے طور مائدہ کی ناکام محبت کا ذکر کرتے اسے جنید کو بھولنے اور کسی اور پر محنت کرنے کا کہتی ہے' ساتھ ہی اسے کسی حتمی فیصلے پر اکساتی ہے ایسے میں مائدہ بھی ناامید ہوکر عمرانہ بیگم کی نیند کی گولیاں کھا کر ہوش وخرد سے بیگانہ ہوجاتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

❁......❁......❁

"ممی...... میں شادی نہیں کروں گی' آپ پھوپو کو سختی سے انکار کردیجیے۔" کئی دنوں سے ہمت وحوصلہ کو مجتمع کرتی سودہ نے صوفیہ بیگم سے کہا' صوفیہ نے میگزین سے نگاہیں ہٹا کر اس کی طرف دیکھا۔

ریڈ پرنٹڈ سوٹ وہائٹ ٹراؤزر اور وائٹ پر ریڈ بارڈر والے دوپٹے میں سادی سی چوٹی میں اس کی شفاف رنگت موتیا کے پھولوں کی مانند چمک رہی تھی۔ کلیوں جیسا ہی نکھار اُمڈ رہا تھا' چہرے سے وہ خاصی مضطرب وبدحواس لگ رہی تھی اس کی وجہ وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ وہ ماں سے یہ سوال کرنے کی ہمت بمشکل کرپائی تھی گھبراہٹ وبوکھلاہٹ کی بڑی وجہ

یہی تھی دراصل انہوں نے اپنے اور اس کے درمیان ایک حد قائم کر رکھی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھیں سودہ جو بن باپ کی یتیم بچی تھی کسی طور بھی اخلاقی گراوٹ و ذہنی پسماندگی کا شکار ہو کر بگڑ جائے سو انہوں نے ہمیشہ سخت و تکلف زدہ رویہ اپنایا تھا اور ان کی یہ دانش مندی کامیاب رہی تھی۔ آج سودہ اپنی ہم عمر لڑکیوں میں ممتاز و منفرد دکھائی دیتی تھی۔

''شادی نہیں کروگی؟ انکار کردوں' کس سے کروگی پھر شادی؟'' وہ اپنے مخصوص انداز میں گویا ہوئیں' وہ چپ کھڑی رہی۔

''ہاں بولو پھر کس سے کرنا چاہتی ہو شادی؟ کون ہے تمہارے دل میں' کسی کو پسند کر بیٹھی ہو؟ انکار کی کوئی وجہ ہوگی ناں؟'' چند لمحے وہ کھڑے ہونٹ کاٹتی رہی پھر تیزی سے کارپٹ پر بیٹھ کر ان کے گھٹنوں پر چہرہ رکھ کر رونے لگی' بے حد دلسوزی تھی آنسوؤں میں۔

''ارے سودہ...... روکیوں رہی ہو رونے کی کیا بات ہے؟'' صوفیہ کو اندازہ ہوا وہ کچھ زیادہ ہی سخت لہجہ اختیار کرگئی ہیں تو نرمی سے اس کا چہرہ اوپر کرکے آنسو صاف کرتی ہوئی بولیں تھیں۔

''ممی...... میں کسی سے بھی شادی نہیں کروں گی' میں شادی کرنا ہی نہیں چاہتی۔ میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی' مجھے آپ کے ساتھ رہنا ہے ہمیشہ مرتے دم تک' موت ہی آپ سے جدا کرسکتی ہے مجھے۔'' وہ محبت سے ان کے ہاتھ تھام کر روتی رہی۔

''میری بچی...... اللہ تمہیں صحت و سلامتی عطا کرے ایمان کے ساتھ' ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے مرنے کی عمر تو میری ہے۔''

''ممی...... پلیز ایسا مت کہیں۔'' وہ اور زیادہ رونے لگی۔

''بے فکر رہو سودہ' میں اس رشتے پر راضی نہیں ہوں' اچھی کی لالچی فطرت سے پوری طرح آگاہ ہوں میں' وہ ایسی ظالم و بے رحم عورت ہے جس نے اس وقت مجھے دھکے دے کر گھر سے نکالا جب میرے خاوند کو دنیا سے گئے دوسرا دن تھا فقط ایک شال کے علاوہ کوئی دوسری چیز اس نے میرے گھر سے مجھے اٹھانے نہیں دی تھی' میرے گھر کا دروازہ مجھ پر اور میری بچی پر بند کردیا گیا تھا۔ میں کیسے بھول سکتی ہوں' وہ سیاہ دن و رات کی کٹھنائیاں اور درد...... بھائی اور بھابی ان کی چکنی چپڑی باتوں میں بہل گئے ہیں مگر میں تم کو اس جہنم میں نہیں جھونکوں گی۔'' ایک عرصے بعد وہ اسے ممتا بھرے لہجے میں سمجھا رہی تھیں۔

''آپ ماموں اور ممانی کو صاف صاف بتادیں۔''

''میں نے کہا نہ تم فکر مت کرو' اچھی آپا کو یہ سوچ کر خوش ہونے دو کہ بیٹی کے معاملے میں بھی وہ اپنی من مانی کرکے مجھے شکست دے چکی ہیں۔ بھائی و بھابی لاکھ ان کی اداکاری سے مرعوب ہوتے رہیں لیکن فیصلہ آخر میں وہ ہی ہوگا جو میں چاہوں گی۔'' سودہ مطمئن ہوکر سونے کے لیے روم میں چلی آئی دروازہ کھولتے ہی اندھیرے نے اس کا استقبال کیا تھا۔

اس نے لائٹ روشن کی تو مائدہ کا بیڈ خالی تھا' اس کو حیرت ہوئی تھی کیونکہ وہ خواہ کتنی رات تک جاگتی رہے مگر بیڈ سے جدا ہونا اس کو گوارا نہ تھا اور اب بارہ بج رہے تھے اور وہ غائب تھی۔ پہلے اس نے سوچا کہ دیکھے کہ وہ کہاں ہے لیکن پھر خیال آیا کہ کچھ عرصے سے اس کے تیور بگڑے ہوئے ہیں' اس کا دل کرتا تو اس سے اچھے موڈ میں بات کرتی ورنہ اکثر تو وہ اس سے دور دور ہی رہا کرتی تھی اگر اب بھی اس کے جانے سے وہ خفا ہوجاتی اور خفگی اس کو کسی کی برداشت نہیں تھی۔ وہ بیڈ شیٹ درست کرنے لگی معاً دودھ کے گلاس ٹرے میں رکھے بوا اندر داخل ہوئیں اور مائدہ کو وہاں نہ پاکر گویا ہوئیں۔

''ارے یہ کیا انہونی ہوگئی ہے کہ مائدہ بیٹی بستر پر نہیں ہیں آج ورنہ دنیا ادھر کی اُدھر ہوجائے مائدہ بی بی کا آرام نہیں چھٹتا۔''

”شاید ممانی کے پاس ہوگی۔“ وہ ٹرے ٹیبل پر رکھتی ہوئی بولی۔

”ممانی کی بھی خوب کہی بیٹا' وہ تو دوائی کھا کر کب کی خوابوں کی دنیا میں پہنچ گئی ہوں گی' اپنے آگے ان کو کہاں بیٹا و بیٹی کی خبر رہتی ہے۔“

”پھر مائدہ کہاں ہے؟“ اس کے انداز میں تفکر تھا۔

”ارے ہوگی کہاں وہیں عمرانہ بہو کے پورشن میں ماں تو دنیا و مافیہا سے بے خبر سو رہی ہوگی اور مائدہ کی مرضی جو دل میں سمائے وہ کرے۔ آپس کی بات ہے بیٹا' مائدہ بیٹی کے لچھن مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے ہیں۔“ وہ بہت دھیمے و متفکر انداز میں بولیں۔

”وہ بدل گئی ہیں ہر وقت غصہ ان کی ناک پہ رہنے لگا ہے اب تو ہمارا بھی لحاظ نہیں کرتی' جو دل کرتا ہے بول دیتی ہیں۔ پہلے ایسی نہیں تھیں بہت ادب و آداب والی بچی تھی یہ جب سے خالہ کے ہاں آنا جانا شروع کیا ہے تب سے ہی بالکل بدل کر رہ گئی ہیں۔“

بوا کی بات بالکل درست تھی یہ تبدیلی وہ بھی نوٹ کر رہی تھی لیکن بوا کو اس نے کوئی جواب نہیں دیا' بوا کی ہاں میں ہاں ملانے کا مطلب تھا کہ اور بھی شدت سے وہ مائدہ کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھتی اور پھر سب کے ہی گوش گزار یہ باتیں ہونے لگتیں جو غیر مناسب بات تھی۔ بوا کے جانے کے بعد دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ مائدہ کی تلاش میں اوپر پورشن میں آئی اور مائدہ روم میں بے حس و حرکت پڑی تھی اس نے وہیں سے چیخنا شروع کر دیا تھا۔

❁......❁......❁

مائدہ کی متواتر آتی کالز نے جنید کو جھنجلاہٹ' اکتاہٹ اور آخر کار غصے و جنون میں مبتلا کر دیا تھا۔ شروع میں وہ زید سے چھپ رہا تھا' جان بوجھ کر اس سے سامنا نہیں کرنا چاہ رہا تھا کہ کہیں وہ سمجھ جائے اس کو خبر نہ ہو جائے اور ایسا ہوا تو ان کی دوستی ٹوٹ جائے گی' وہ اس پر لعنت بھیجتا ہمیشہ کے لیے اس سے دور ہو جائے گا اور یہی خوف اس کو آج اپنی سب سے بڑی بے وقوفی لگ رہی تھی۔ وہ عقل مندی کا مظاہرہ کرتا ہوا پہلی کال پر ہی اس کو اعتماد میں لے کر سب بتا دیتا تو بات اتنی آگے نہیں بڑھتی وہ کئی دفعہ اس کو ملنے کی آفر کر چکی تھی' انکار پر خودکشی کی دھمکی دینے لگی جو وقت گزرنے کے ساتھ شدید سے شدید تر ہوتی جا رہی تھی۔

آج اس کا حوصلہ و ہمت جواب دے گیا تھا' آج وہ تہیہ کر کے گھر سے نکلا تھا زید کو سب سچ سچ بتانے کا خواہ وہ یقین کرے نہ کرے۔ دوستی کو ختم کرنا اعتماد کے قتل سے زیادہ بہتر تھا پھر دادی کہتی تھیں سچائی و صداقت خود کو منواتی ہے چاہے دیر سے ہی سہی وقت از خود گواہی دیتا ہے۔ یہ فیصلہ کر کے وہ زید کے پاس چلا آیا تھا' پہلے وہ کسی ضروری فائل میں مصروف رہا پھر وہ ڈنر کرنے دو دریا چلے گئے تھے۔ کھانے کے دوران اِدھر اُدھر کی باتوں کا سلسلہ چلتا رہا تھا' جنید کھانے کے بعد بات کرنے کا سوچ چکا تھا کہ پہلے بات ہو جاتی تو اس کو علم تھا وہ کھانا ہرگز نہ کھاتا اور اب کھانے کے بعد کافی کا دور اختتام پر تھا معاً اس نے سنجیدگی سے کہا۔

”زید......“ اس نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ابتداء کی۔

”ارے کیا ہوا تم اس قدر سنجیدہ کیوں ہو؟“ کافی کا سپ لیتے ہوئے اس نے چونک کر کہا۔

”ایک بات کرنا چاہتا ہوں میں تم سے۔“

”شیور......وائے ناٹ؟“ اس ہی لمحے موبائل گنگنا اٹھا۔

”سوری یار' میں پہلے تائی کی بات سن لوں پھر تمہاری بات سنتا ہوں۔“ اس نے اسکرین پر نام دیکھ کر سیل کان سے لگا

لیا اور دوسرے لمحے وہ گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ہاتھ میں پکڑا مگ بھی چھوٹ گیا تھا۔

''میں آرہا ہوں۔'' اس نے عجلت میں کہا جیب سے والٹ نکالا اور ایک بڑا نوٹ نکال کر ایش ٹرے کے نیچے دبا دیا تھا۔

''واٹس اپ...... کچھ مجھے بتاؤ گے؟'' وہ تیزی سے اس کے ساتھ چلتا ہوا بولا۔

''کس کی کال تھی' کیا ہوا ہے؟'' وہ دوڑنے کے انداز میں چل رہے تھے۔

''تائی کی کال تھی' کہہ رہی تھیں مائدہ کو کچھ ہوگیا ہے۔'' اس کی آواز میں سخت پریشانی واضطراب تھا۔

''کک...... کیا ہوگیا ہے؟'' بدحواسی وخوف نے ایک دم ہی اس پر حملہ کیا تھا' خطرے کی گھنٹی ہر سو بجتی سنائی دینے لگی تھی' اس کو محسوس ہونے لگا کوئی انہونی ہوئی ہے مائدہ نے اپنی دھمکیوں کو عملی جامہ پہنا دیا ہے۔

''تائی نے ہسپتال آنے کو کہا ہے وہ بے حد ڈسٹرب لگ رہی تھیں۔'' زید اس حد تک پریشان تھا کہ اس نے جنید کی غیر معمولی پریشانی وخوف کو محسوس ذرا بھی نہیں کیا تھا' وہ ہوٹل سے نکل کر پارکنگ کی طرف بڑھ رہے تھے۔

''اگر تم مائنڈ نہ کرو تو میں تمہارے ساتھ ہسپتال چلوں؟ تم بے حد پریشان لگ رہے ہو ایسے میں تمہارا ڈرائیو کرنا مناسب نہیں۔'' وہ اندر ہی اندر دگر گوں ہوتی حالت کو سنبھالنے کی سعی کرتا اس سے مخاطب ہوا تھا۔ زید نے کہا کچھ نہیں اثبات میں سر ہلا دیا تھا' مائدہ انتہائی نگہداشت یونٹ میں تھی۔

ڈاکٹرز کی زبانی یہ جان کر اس کے ساتھ ساتھ جنید کے بھی قدموں سے زمین نکل گئی تھی کہ مائدہ نے نیند آور ٹیبلٹس کھا کر خودکشی کی کوشش کی ہے' اس کا معدہ ابھی بھی واش کیا جارہا تھا۔ موت کے سائے ابھی بھی اس پر دراز تھے' ڈاکٹرز اس کی زندگی بچانے کی جدوجہد میں مصروف تھے۔

''اس نے ایسا کیوں کیا تایا جان' کس کے لیے اپنی زندگی داؤ پر لگا دی؟'' وہ دلگرفتہ بیٹھے تایا جان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر رنجیدگی سے بولا۔

''اس وقت صرف رب سے اس کی زندگی کی خیر مانگنے کا وقت ہے بیٹا' ان نازک لمحوں کو ایسی الجھنوں سے ابھی آزاد کردو۔'' وہ اس کو سمجھاتے ہوئے باری تعالیٰ کے ذکر میں مستغرق ہوگئے تھے۔

❀......✿......❀
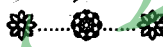
دل تو کیا روح بھی لرزتی ہے
اس قدر مایوس رہتا ہوں
تم کہاں تک کرو گے دلجوئی
میں تو اکثر اداس رہتا ہوں

یوسف صاحب اور زرقا بیگم کو عمرہ کی ادائیگی کے لیے روانہ ہوئے ایک ہفتہ ہی گزرا تھا' ان سے اسکائپ پر بات ہوتی رہتی تھی' زرقا کی غیر موجودگی نے اس کو احساس دلایا تھا کہ وہ ان کی ممتا کا کس قدر عادی ہو چکا ہے۔ وہ اس کے لیے شجر سایہ دار تھیں وہ جب بھی ان کے پاس آتا تمام دکھ ورنج' وحشتیں ومحرومیاں بھول جایا کرتا تھا۔ دوسرے یوسف صاحب کا وجود اس کے لیے ڈھارس واعتماد کا باعث تھا ان دونوں کی غیر موجودگی اس کو مضطرب وتنہائی سے دوچار کرتی' گھر اس کو کھانے کو دوڑتا تھا۔ سامعہ آنٹی کی سوشل ایکٹیوٹیز اتنی زیادہ تھیں کہ ان کی عدم توجہی کی وجہ سے لاریب اخلاقی طور پر تباہ ہو کر رہ گیا تھا' اب بھی ان کی ویسی ہی مصروفیات تھیں' انکل بزنس کے چکروں میں رات گئے ہی گھر آتے ہیں۔ لاریب کی اپنی مصروفیت تھی اس کے شب وروز عموماً باہر ہی گزرتے تھے' اس محل نما گھر پر ملازمین کا راج تھا۔

"بڑی بیگم صاحبہ کے جانے کے بعد ہر طرف ویرانی و اداسی چھاگئی ہے ابھی ان کو گئے ایک ہفتہ ہوا ہے نوفل تین ہفتوں میں اداسی اور بڑھ جائے گی۔" امینہ نے چائے کا مگ اس کے آگے ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔

"آپ بھی وہ ہی سوچ رہی ہیں امینہ بی جو میں سوچ رہا ہوں۔" وہ فون سیل رکھتا ہوا بولا۔

"بڑی بیگم صاحبہ کی خوش اخلاقی و دریا دلی کے قصیدے دور دور تک پڑھے جاتے ہیں ان کی طبیعت میں انکساری و عاجزی بے مثل ہے بیٹا جو ایک دفعہ مل لے پھر بار بار ملنے کی تمنا رکھتا ہے۔"

"آپ کی بات بالکل درست ہے ماما کو دیکھ کر صرف ایک ہی خیال آتا ہے وہ ماں ہیں صرف ماں...... ان کے وجود سے ممتا کی خوشبوئیں پھیلتی ہیں رنگ و نور کی ممتا بھری کہکشاں چمکتی ہے۔" وہ چائے کے سپ لیتا ہوا عقیدت بھرے لہجے میں گویا ہوا اور خاصی دیر تک وہ بیٹھا امینہ سے ماما کی باتیں کرتا رہا تھا۔

امینہ کی وہ بہت عزت کرتا تھا ساٹھ سالہ امینہ بی یہاں کی سب سے سینئر ملازمہ تھی باوفا مخلص اور اچھے رکھ رکھاؤ والی عورت تھی۔

"جی ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ بیٹا وہ محبت و پیار کی مٹی سے بنی ہیں ایسی ہی طبیعت کے عکرمہ بیٹے تھے خلوص و مروت ایثار و انکساری خوش گفتاری ان کی طبیعت کا حصہ تھی۔ عجیب درویش صفت پائی تھی عکرمہ بیٹے نے ان کو عیش و عشرت اور ٹھاٹ باٹ سے کوئی سروکار ہی نہیں تھا متقی و باحیا ایسے کہ ملازماؤں سے بھی نگاہیں جھکا کر بات کیا کرتے تھے۔" امینہ کے لہجے میں عقیدت و احترام تھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح باپ کے بارے میں اچھی باتیں و اعلیٰ جذبات سن کر وقتی طور پر اداسی و بے زاری بھول گیا تھا اور دلچسپی سے سن رہا تھا۔

امینہ کی گود میں اس کا بچپن گزرا تھا وہ اس کے مزاج کے ہر رنگ سے واقف تھی اس نے از خود عکرمہ کا ذکر چھیڑا تھا جانتی تھی وہ بے شمار دفعہ کی سنی ہوئی باتیں اسی شوق و ذوق سے سنے گا گویا پہلی بار سن رہا ہو یہ باپ سے کی جانے والی محبت کی گواہی تھی۔

❁......❁......❁

پورے اڑتالیس گھنٹوں بعد اس نے آنکھیں کھولی تھیں۔ ڈاکٹرز کی سخت جدوجہد کے ساتھ ساتھ ان کی دعائیں بھی مستجاب ہوئی تھیں سب کے ستے ہوئے چہروں پر زندگی و طمانیت کے رنگ پھیل گئے تھے عمرانہ اس کے پاس سے ہٹنے کو تیار نہیں تھیں۔

"زید بہن یہ کوئی سخت بات نہیں کرنا وہ موت سے لڑ کر زندگی کی طرف لوٹی ہے۔" عمرانہ زید کے اندر بڑھتی وحشت غصے کو جانچ رہی تھیں جب سب لوگ گھر چلے گئے تو وہ تنہائی ملتے ہی لجاجت بھرے لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔

"کس نے کہا تھا اسے موت سے لڑنے کے لیے؟"

"کول ڈاؤن...... ریلیکس میں نے کہا نہ اس کی حالت ایسی نہیں ہے کہ اس انداز و لہجے میں گفتگو کی جائے وہ بہت ویک ہوگئی ہے۔" انہوں نے ایک نظر سوئی مائدہ کو دیکھا پھر لپک کر اس کے قریب آ کر گویا ہوئیں جو طیش بھرے انداز میں تھا۔

"ممی کیا خطا ہوگئی ہے مجھ سے؟ کس جرم کی سزا میں مائدہ مجھے ذہنی اذیت دینے لگی ہے۔ ابھی میں اس شاپنگ سینٹر والے فریب کو ہینڈل نہیں کر پایا تھا کہ اس نے ایک نئی اذیت میں مبتلا کردیا اس کو کس چیز کی کمی ہے؟ کون سا خلاء اس کی زندگی میں پیدا ہوا ہے جس کو پُر کرنے کے لیے اس کو خودکشی جیسا رسوا کن حرام فعل سرانجام دینے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس نے ایسا کرتے وقت یہ بھی سوچنے کی زحمت نہیں کی کہ خود تو مر جائے گی اور ساتھ میں ہمیں بھی زندہ درگور

کردے گی۔‘‘ اس کا اشتعال جنون میں بدل رہا تھا۔
’’آپ سے پہلے میں نے معلوم کیا ہے مائدہ سے کہ اس نے ایسا کیوں کیا تھا‘ وہ کہہ رہی تھی اس نے خودکشی کرنے کے لیے نہیں کھائی تھیں ٹیبلٹس بلکہ نیند نہ آنے کی وجہ سے کھائی تھیں۔‘‘ انہوں نے محبت سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بھولپن سے کہا۔ ماں کے چہرے پر نگاہ پڑتے ہی اس کے اندر کھولتا غصے و جنون کا لاوا سرد پڑنے لگا تھا‘ اڑتالیس گھنٹوں تک تنے رہنے والے اعصاب ڈھیلے پڑنے لگے تھے لیکن ایک سوال ہتھوڑے کی مانند دل و دماغ پر ضربیں لگا رہا تھا کہ مائدہ نے خودکشی کیوں کی‘ اس کے پیچھے کیا وجہ ہے؟
’’مائدہ کی طرف سے بدگمان نہیں ہو‘ آپ کے علاوہ کون ہے اس کا۔‘‘ وہ اس کی پشت تھپتھپاتے ہوئے آہستگی سے بولیں۔
’’اس نے ایسا کیوں کیا مما؟‘‘ وہ ان کا ہاتھ تھام کر رنجیدگی بھرے لہجے میں گویا ہوا‘ اس کی نگاہیں بے سدھ پڑی مائدہ کے چہرے پر تھیں جہاں موت کی زردی ابھی بھی موجود تھی۔
’’میں نے بتایا نہ نیند نہ آنے کی وجہ سے اس نے ٹیبلٹس کھائی تھیں اور......‘‘
’’مما...... اس نے ایک دو نہیں بلکہ پوری بوتل خالی کردی تھی۔‘‘
’’ہاں‘ اس کو کیا معلوم کتنی مقدار میں کھائی جاتی ہیں‘ مائدہ بے وقوف بھی تو بہت ہے خیر میری بچی کو نئی زندگی ملی ہے اس خوشی میں اس کی غلطی معاف کردیں۔ بھائی بہنوں سے ناراض نہیں ہوا کرتے۔‘‘ وہ اس کی الجھنوں و تفکرات سے بے نیاز مائدہ کو اس کے غیض و غضب سے بچانے کی سعی میں مگن تھیں۔
’’آپ کو میری قسم ہے زید‘ آپ مائدہ سے نہیں پوچھیں گے ابھی تو اس نے خودکشی نہیں کی پھر کہیں خوف سے خودکشی نہ کرلے۔‘‘
’’ٹھیک ہے جو آپ کا حکم۔‘‘ وہ گہری سانس لے کر رہ گیا۔ رضوانہ اپنی دونوں بیٹیوں کے ہمراہ چلی آئی تھیں وہ کچھ دیر وہاں ٹھہر کر آفس چلا گیا تھا۔

❁......❁......❁

عاکفہ کی کال پر وہ فوراً ہی چلی آئی تھی وہ اس کو دیکھتے ہی گلے لگ کر رونے لگی تھی‘ انشراح پریشان ہوگئی تھی۔
’’پلیز عاکفہ‘ کچھ بتاؤ گی بھی یا روئے جاؤ گی؟ ہوا کیا ہے آخر؟‘‘ وہ اسے خود سے علیحدہ کرتے ہوئے نرمی سے گویا ہوئی۔
’’تمہیں معلوم ہے بابر نے کیا کیا میرے ساتھ؟‘‘ وہ اس کے ساتھ بیڈ پر بیٹھ گئی۔
’’بابر نے...... کیا‘ کیا؟‘‘
’’اس نے پرپوز کیا ہے مجھے۔‘‘
’’کیا......!‘‘ وہ حیرت سے چیخی تھی۔
’’تمہیں بھی جھٹکا لگا نہ...... میں بھی ایسے شاکڈ رہ گئی تھی۔‘‘
’’مجھے شاک پرپوزل پر نہیں تمہارے رونے پر لگا ہے۔‘‘
’’پرپوزل پر نہیں میرے رونے پر لگا ہے...... کیا مطلب ہے تمہارا؟‘‘
’’تم رو کیوں رہی ہو؟‘‘ وہ کشن گود میں رکھ کر ایزی ہو کر بیٹھی۔
’’بابر نے پرپوزل کیوں بھیجا ہے اس کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔‘‘ وہ ملازمہ کو چائے کا کہہ کر اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"وہ تم سے شادی کرنا چاہتا ہے اس سے زیادہ ڈیسنٹ ایٹی ٹیوڈ کیا ہوگا کہ تم سے فضول محبت کی پینگیں بڑھانے سے بہتر اس نے شرافت سے تمہارا رشتہ بھیج دیا اس میں غلط کیا ہے؟" اس نے مسکرا کر کہا۔

"وہ مجھے کم از کم اشارہ تو دیتا۔"

"اشارہ تو دیتا...... یہ کیسی الجھی ہوئی باتیں کررہی ہو کیا تم کہیں انٹرسٹڈ ہو؟" وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھتی ہوئی گویا ہوئی۔

"ایسا تو کچھ نہیں ہے میں نے کبھی کسی کے بارے میں ایسا سوچا ہی نہیں۔"

"پھر بابر کے بارے میں سوچ لو وہ خاصا معقول و کیئرفل بندہ ہے ایک سڑیل بدمزاج و بدماغ مغرور شخص کا کلوز فرینڈز ہونے کے باوجود بہت نائس ہے اس کا ظاہر و باطن یکساں ہے تمہیں پسند کرنے کے باوجود بھی اس نے کوئی اوچھی حرکت نہیں کی اور اس کے برعکس گرلز ہینٹس کا پرچار کرنے والا نوفل کس بے حیائی سے موقع سے فائدہ اٹھاتا ہے۔" نوفل کے لیے اس کے لہجے میں سخت نفرت و تحقیر تھی حالانکہ بابر کے لیے بات کرتے وقت اس کے لہجے میں عزت و توقیر تھی۔

"پلیز آنٹی نوفل بھائی کے متعلق غلط فہمی دل سے نکال دو وہ ایسے نہیں ہیں تم نے بہت بڑی بدگمانی ان کے لیے پیدا کرلی ہے وہ ہرگز ایسے نہیں ہیں۔" اس نے گردن ہلاتے ہوئے ایسے لہجے میں کہا گویا اس کو اس ذکر سے بے حد تکلیف ہورہی ہو اور یہ صحیح بات بھی تھی کہ جب سے نوفل نے اس کو ساری سچوئیشن حرف بہ حرف سچ بتائی تھی وہ انشراح کے اس طرح بولنے پر مضطرب ہوجاتی تھی اگر نوفل سے اس کو نہ بتانے کا وعدہ نہ لیا ہوتا تو وہ تمام صورت حال اس کو بتا چکی ہوتی۔

"تم اسی طرح اس کی سائیڈ لوگی آفٹر آل وہ تمہارا نام نہاد بھائی بنا ہوا ہے۔" وہ کہہ کر استہزائیہ انداز میں ہنسی تھی۔

"اس میں کوئی شک نہیں میرے بھائی ہیں اور بہت اچھے بھائی ہیں تم ان کو معاف کرنے پر راضی نہیں ہو یہ تمہاری مرضی ہے۔"

"ہاں میری مرضی ہے میں کبھی بھی اس کو معاف نہیں کروں گی۔"

"مگر میں تم کو یہ بتادوں کہ تمہاری اس غلط فہمی و بدگمانی کی تمہاری نانی نے کتنی بڑی قیمت وصول کی ہے پھر تم تو شاید جی نہیں پاؤ گی۔" وہ دکھ سے سوچ کر رہ گئی انشراح نے بھی اس کے چہرے پر کچھ محسوس کرلیا تھا جب ہی موضوع بابر کی ذات بن گئی تھی۔

✿......✿......✿

جنید کو بے قراری و بے بسی نے نڈھال کردیا تھا اس کو سو فیصد یقین تھا مائدہ نے اس کو دی گئی دھمکی پر عمل درآمد کر دکھایا ہے اس کے ہوش میں نہ آنے تک وہ دہرے عذاب میں مبتلا رہا تھا اگر وہ مرگئی تو اس کی موت کی ذمہ داری اس پر آتی مزید یہ کہ اگر بے ہوشی کے دوران اس کے منہ سے اس کا نام نکل گیا تو وہ کس طرح اپنی بے گناہی ثابت کرسکے گا؟ بہت عرصے بعد اس کی زندگی اور اپنے بچاؤ کی خاطر وہ اللہ کے آگے سجدہ ریز ہوا تھا دعا کے لیے اس کے ہاتھ اٹھے تھے۔

"اللہ جو وحدہ لاشریک ہے۔" اس نے اس کی پکار کی لاج رکھی تھی کیونکہ لاج رکھنے والوں میں سب سے بڑا لاج رکھنے والا وہ رب العالمین ہی ہے بندہ کتنا رب سے غافل ہوجائے وہ پاک پروردگار ایک لمحہ بندے سے غافل نہیں رہتا۔ مائدہ کے ہوش میں آنے کی خبر مل گئی تھی وہ خطرے سے باہر ہے یہ بھی پتا چل گیا تھا اور اب وہ کیسی تھی اس کے ارادے کیا تھے وہ ابھی بھی اپنی ضد سے باز آئی تھی یا نہیں؟ سوالات کی گونج تھی جو اس کے ذہن میں گونجے جارہی تھی وہ اس سے ملنے کی کوشش میں تھا لیکن سمجھ نہیں آرہا تھا۔

زید کی نیچر سے وہ واقف تھا کہ اگر اس کو بھنک بھی پڑ گئی اس معاملے کی تو وہ باحمیت و غیور انسان ان دونوں کے ساتھ جو سلوک کرے گا سو کرے گا' مارے غیرت و صدمے کے وہ اپنا بھی حشر کرلے گا۔ ادھر وہ مائدہ کی طرف سے پریشان تھا کہ جو لڑکی اپنی بات منوانے کے لیے جان سے کھیل سکتی ہے اس سے ہر حرکت کی توقع بے جا نہ تھی وہ اس سے مل کر ایک بار پھر اس کو سمجھانا چاہتا تھا۔ اسی سوچ میں مستغرق بیٹھا تھا کہ فون کی گھنٹی بجنے پر بے دلی سے اس نے کال ریسیو کی اور دوسری طرف سے آتی آواز سن کر حیرت سے اچھل کر رہ گیا تھا۔ ایک بار تعجب سے اس نے اسکرین پر اجنبی نمبر کو دیکھا تھا۔

"ڈر گئے میری آواز سن کر مری نہیں زندہ ہوں میں ابھی۔" مائدہ کی کمزور آواز میں تکلیف کا عنصر نمایاں تھا۔

"یہ اسٹوپڈ حرکت کیوں کی تم نے؟ اگر تمہاری جان چلی جاتی پھر......"

"آپ کو یقین آجاتا کوئی آپ پر کس طرح دل و جان سے فدا ہے۔"

"پھر وہ ہی فضول بات کی تم نے؟"

"بس تم ملنے آجاؤ' کل میں تمہارا انتظار کروں گی۔"

❀......❀......❀

"آج کل موسم بہت خوش گوار ہو رہا ہے کوئی پکنک کا پروگرام بناتے ہیں۔" لاریب نے اوپر دیکھتے ہوئے جہاں آرا سے کہا جہاں آسمان سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا' دھیمی دھیمی چلتی خوشبو بھری ہواؤں کے ساتھ ننھی ننھی بوندیں کرسٹل کے چمک دار موتیوں کی مانند گر رہی تھیں۔ وہ اس وقت لان میں بیٹھے ہوئے پکوڑوں' سموسوں اور چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے' بالی اور انشراح مارٹ تک گئی تھیں۔

"ارے آپ نے میرے دل کی بات کہہ دی' مجھے بھی ایسے بھیگے بھیگے موسم میں ساحل سمندر پر جانا بے حد پسند ہے کتنا اچھا فیل ہوتا ہے نہ جب قدموں میں پانی ہوتا ہے اور آسمان سے بھی پانی گرتا ہو۔" جہاں آرا نوجوان دوشیزہ کی طرح اٹھلا کر گویا ہوئیں۔

"جی چلیں پھر ابھی چلتے ہیں۔" وہ ادھر اُدھر دیکھتا ہوا گویا ہوا۔

"میں چینج کر کے آتی ہوں فٹافٹ پھر چلتے ہیں۔" وہ ساڑی سنبھالتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھیں' لاریب نے ان کو کھڑا ہوتے دیکھ کر تیزی سے کہا۔

"آنٹی' ساحل سمندر پر تنہا جانے کا مزہ نہیں ہے وہاں تو فیملی کے ساتھ ہی انجوائے منٹ ہوتی ہے ہم دو کس طرح انجوائے کریں گے آپ انشی اور بالی کو بھی لے لیں وہ بھی موسم انجوائے کرلیں گی ہمارے ساتھ۔"

"انشی کو کچھ شاپنگ کرنی تھی وہ بالی کے ہمراہ مارٹ تک گئی ہے انشی کو سیر و تفریح کا بالکل بھی شوق نہیں ہے اور وہ نہیں جائے گی تو بالی بھی جانے سے انکار کردے گی' ان کا انتظار کرنا فضول ہی ہے۔" ان کو بخوبی علم تھا انشراح لاریب کے ساتھ ہرگز نہیں جائے گی کہ وہ اس کی ناپسندیدگی سے اچھی طرح واقف تھیں لیکن لاریب کو صاف منع کرنا بھی ان کو خسارہ محسوس ہوتا تھا' وہ بات بنا کر گویا ہوئیں۔

"ویری امیزنگ......کوئی گرل انجوائے منٹ کے بنا کس طرح رہ سکتی ہے۔"

"وہ ایسی ہی سرپھری لڑکی ہے دنیا سے انوکھی و نرالی حرکتیں ہیں اس کی۔"

"یہ آپ کی بات بالکل درست ہے وہ کامن گرل نہیں ہے کوئی خاص بات ہے اس میں ایک ایسی اٹریکشن جو بندے کے سیدھے دل پر جا کر لگتی ہے اور دل سنبھالے نہیں سنبھلتا ہے۔" وہ دل پر ہاتھ رکھ کر آہ بھرتے ہوئے بولا۔

"لگتا ہے شاعری کرنی بھی آ گئی ہے آپ کو؟" جہاں آرا مسکراتے ہوئے گویا ہوئیں۔

میں شاعر تو نہیں
مگر وہ حسین......
جب سے دیکھا میں نے اس کو
مجھ کو شاعری آ گئی
میں عاشق تو نہیں
مگر وہ حسین......
جب سے دیکھا میں نے اس کو
مجھ کو عاشقی آ گئی......

وہ آنکھیں بند کر کے اس کے تصور میں گم ہو کر گنگنانے لگا تھا۔

"واہ......واہ......بہت خوب۔" وہ خاصی متاثر ہوئیں۔

"آپ نے دیکھا میرا کیا حال ہو گیا ہے انشراح کی محبت میں......میں اس کو انشراح نہیں اپسرا کہوں گا جس نے میرا سکھ وچین لوٹ کر مجھے پاگل کر دیا ہے۔ مجھ پر سحر کر دیا ہے دن و رات میں صرف اور صرف اس کے بارے میں ہی سوچتا رہتا ہوں۔" اس کے لہجے میں بے کلی و بے چینی تھی۔

"میں آپ کے جذبات سے اچھی طرح واقف ہوں لاریب۔"

"پھر آپ اس کو سمجھاتی کیوں نہیں؟" وہ جز بز ہوا۔

"میں اس کو کس طرح سمجھا سکتی ہوں بیٹا؟"

"یہ آپ کے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے آنٹی۔" وہ متحیر ہوا۔

"محبت اس تالی کا نام ہے جو دونوں ہاتھوں سے بجائی جاتی ہے اور انشی کے ہاتھ پکڑ کر یہ تالی بجوائی نہیں جا سکتی۔ ابھی آپ نے ہی کچھ دیر قبل کہا تھا کہ انشی کوئی عام لڑکی نہیں وہ محض صورت و کردار میں ہی نہیں بد دماغی و بدلحاظی میں بھی عام لڑکیوں سے مختلف ہے۔ یہ روپ بھی آپ اس کا دیکھ چکے ہیں کس طرح اس نے میرے سامنے آپ کے تھپڑ مارا تھا وہ ایسی ہی لڑکی ہے۔" انہوں نے ایک ایسے ناپسندیدہ لمحے کی یاد دلائی تھی کہ وہ ہونٹ کاٹ کر رہ گیا پھر توقف کے بعد گویا ہوا۔

"میں جس بے بسی سے اس کا تھپڑ برداشت کر گیا تھا' وہ میری بے عزتی نہیں بلکہ میری محبت کا ثبوت تھا۔ اس محبت کا جو بے تحاشہ میں اس سے کرتا ہوں۔"

❁......❁......❁

زید مائدہ کی اس جان لیوا حرکت سے بری طرح ڈسٹرب ہو کر رہ گیا تھا' اس نے ایسا کیوں کیا؟ کس پریشانی میں مبتلا ہے وہ جس سے پیچھا چھڑانے کے لیے اس کو موت کو گلے لگانا آسان محسوس ہوا۔ وہ اسی غور و فکر میں مبتلا بھوک و پیاس سے بے گانہ تھا تین دن بعد بھی اس کو نہ نیند کی حاجت تھی نہ آرام کی طلب ذہن ان کانٹوں کی طرح چبھتے سوالوں سے لہولہان ہو رہا تھا۔ زمرد اور منور اس کو آرام کرنے کی تلقین کر کے اپنے کمرے میں چلے گئے تھے' صوفیہ اور بوا کچن صاف کرنے میں مصروف تھیں۔ وہ بوا سے چائے کا کہہ کر اوپر چلا آیا تھا عمرانہ کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور ان کی آواز آ رہی تھی۔

"میں نے کہا نہ تم سے جاؤ یہاں سے بھوک نہیں ہے مجھے جب لگے گی کھالوں گی تم کو میرے سر پر سوار ہونے کی ضرورت نہیں ہے جاؤ تم۔" گو کہ آواز میں وہ طنطنہ و گھن گرج نہیں تھی جو ان کے مزاج کا خاصہ تھی' دبی دبی کمزور آواز میں نفرت و بےزاری جوں کی توں موجود تھی۔

"میں چلی جاؤں گی' پہلے آپ کھانا کھائیں ان دو تین دنوں میں آپ نے ڈھنگ سے کھانا نہیں کھایا' بہت کمزور ہوگئی ہیں آپ۔" سودہ کی آواز محبت و خلوص سے لبریز تھی وہ باہر رک گیا۔

"تم کون ہوتی ہو میرا خیال کرنے والی؟ میرا خیال صرف میری بیٹی ہی رکھ سکتی ہے تم اس کی جگہ کبھی نہیں لے سکو گی۔"

"ممانی جان' میں مائدہ کی جگہ لینا بھی نہیں چاہتی' میں صرف یہ چاہتی ہوں آپ کھانا کھائیں پھر آپ کو میڈیسن بھی لینی ہے کھانے کے بعد یہ فروٹ ضرور کھایئے گا۔" وہ اعتماد و احترام بھرے لہجے میں گویا تھی۔

"تم جاؤ یہاں سے مجھے تمہاری شکل نہیں دیکھنی' مجھے میری بیٹی یاد آرہی ہے میری مائدہ...... میری جان اگر اس کو کچھ ہوجاتا تو میں بھی مرجاتی۔" وہ ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے رونے لگیں۔

سودہ ان کو روتے دیکھ کر آگے بڑھی تاکہ چپ کرواسکے معاً زید اندر داخل ہوا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے اس کو جانے کا کہا اور خود ان کے قریب بیٹھ کر دائیں بازو کے حصار میں لیتے ہوئے بولا۔

"مما' مائدہ بالکل ٹھیک ہے ڈاکٹرز نے اوکے کی رپورٹ دے دی ہے کل یا پرسوں ڈسچارج ہوکر وہ گھر آجائے گی آپ اس کی فکر مت کریں وہ ٹھیک ہے۔"

"زید' اس نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے تو کچھ نہیں کہا تھا اسے؟" وہ اس سے دور ہوتی ہوئیں چونک کر گویا ہوئیں۔

"کیا مطلب ہے آپ کا مما؟" اس نے تعجب سے ان کی طرف دیکھا۔

"وہ مجھ سے کئی مرتبہ کہہ چکی ہے کہ آپ کو اس کا خالہ کے گھر جانا اور عفرا اور عروہ کے ساتھ رہنا ناگوار گزرتا ہے' جس رات اس نے ٹیبلٹس کھائی ہیں' وہ رضوانہ بجیا کے گھر سے ہی آپ کے ہمراہ آئی تھی۔" ماں کی بات پر اس کو یاد آیا وہ سچ کہہ رہی تھیں کیونکہ اس رات رضوانہ خالہ کے گھر سے واپسی پر اس نے بڑی بےباکی سے عروہ کی محبت کا ذکر کیا تھا اور وہ جو رشتوں و ناطوں کی نزاکت اور پاکیزگی کا جنون کی حد تک پاس رکھنے کا عادی تھا' برداشت نہ کرپایا تھا اور بہت ہی سخت لہجے میں سرزنش کی تھی تاکہ آئندہ وہ محتاط رہے۔

"اگر کوئی بڑا کسی غلط بات پر سرزنش کرے تو خودکشی کرلینی چاہیے؟"

"اس کا مطلب ہے یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا؟ آپ نے ایسا کیا کہہ دیا تھا زید' یقیناً کچھ ایسا ہی کہا ہوگا جو وہ ضبط نہ کرسکی اور موت کو گلے لگانا اس نے بہتر سمجھا آپ نے ایسا کیا کہا مائدہ کو؟" وہ جیسے کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹیں۔

"آپ اتنا ہرٹ کیوں ہورہی ہیں میں نے اس کی بہتری کے لیے ہی اس کو سمجھایا تھا اور جو کہا وہ بالکل صحیح و مناسب طرز تکلم تھا۔" ان کو ساری بات سمجھاتے ہوئے وہ سپاٹ انداز میں گویا ہوا۔

"واہ بھئی واہ' آپ کو نامعلوم کیا ہوگیا ہے' بہنوں سے بھی کوئی اس طرح سے بات کی جاتی ہے بھلا...... جتنا اس کو پلکوں پر بٹھا کر رکھا تھا ایک دم ہی پلکوں سے ہی کیا نظروں سے بھی گرادیا۔"

"چھوڑیں مما...... آپ ڈنر کریں' شاید میں اس بار زیادتی کر بیٹھا ہوں مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں اتنا روڈلی بی ہیو کروں گا۔" مائدہ سے کی گئی تمام گفتگو لفظ بہ لفظ اس کو یاد آنے لگی کہ غصے میں وہ اس کو بہت کچھ کہتا چلا گیا تھا' یہ شاید ماں کے آنسوؤں کا اثر تھا۔

"زید' میری ساری توقعات' تمام خواب و آرزوئیں فقط آپ کی ذات سے وابستہ ہیں۔ مدثر کی بےوفائی مجھے زندگی کی

خوشیوں سے بے نیاز کر چکی ہے اگر آپ بھی ہم سے مس بی ہیو کریں گے پھر ہم ماں بیٹی اسی طرح زندہ رہنے سے زیادہ موت کو ترجیح دیں گے۔"

"ایسا نہیں ہوسکتا مما......" وہ ان سے لپٹ کر گویا ہوا۔

❀......❀......❀

"گڈ......وری گڈ یہی بیسٹ اور اونیسٹ طریقہ کار ہے کسی کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کا ورنہ آج کل جو محبت کے نام پر ہوس و بے حیائی کے کھیل کھیلے جارہے ہیں ان سب سے مجھے نفرت ہی نہیں کراہت بھی محسوس ہوتی ہے۔" بابر نے اس کو رشتہ بھیجنے سے آگاہ کیا تو اس نے خوشی کا اظہار کیا۔

"عاکفہ بہت سلجھی ہوئی باکردار و باحیا لڑکی ہے تمہارے لیے بہترین لائف پارٹنر ثابت ہوگی' اس ماحول میں ایسی لڑکیاں انمول ہوچکی ہیں۔"

"وہ انمول مجھے ہی بے مول کیے دے رہی ہے۔" وہ منہ بنا کر گویا ہوا۔

"کیا کہہ رہے ہو' کیا مقصد ہے اس بات کا؟" وہ چونک کر پوچھ بیٹھا۔

"کال کی تھی اس نے مجھے اور بے حد بگڑ رہی تھی کہ اس کی پرمیشن کے بنا رشتہ کیوں بھیجا وہ سخت ناراض ہے۔"

"وہ کہیں انوالوڈ تو نہیں؟"

"نہیں......اس نے صاف انکار کردیا ہے۔"

"پھر انکار کا کوئی ریزن بھی تو ہوگا؟"

"پتا نہیں میرا تو انکار سنتے ہی دماغ آؤٹ ہوگیا تھا پھر میں نے رابطہ نہیں کیا۔ ٹھکرائے جانا کتنا پین فل ہوتا ہے اس اذیت کو میں رات سے جھیل رہا ہوں اور کسی پل سکون نہیں مل رہا۔" دل کی بات جب لبوں پر آئی تو درد بھی چہرے پر پھیل گیا تھا۔

"تم پریشان مت ہو' میں خود عاکفہ سے بات کروں گا مجھے فیل ہورہا ہے' کوئی وجہ یا الجھن ضرور ہے جو اس نے انکار کیا ہے۔" بابر کے بجھتے چہرے میں اس کو اپنے باپ کا چہرہ دکھائی دینے لگا تھا وہ بھی محبت کے جواب میں مما کی بے رخی و بے اعتنائی دیکھ کر اسی طرح پژمردہ دکھائی دینے لگتے تھے اداس و افسردہ۔

"تم بات کروگے عاکفہ سے' تم بات کروگے؟" اس کے انداز میں استعجاب و تحیر مچل اٹھا تھا۔

"ہاں' تم اتنا حیران کیوں ہورہے ہو' میں بات نہیں کرسکتا؟"

"مجھے یقین نہیں آرہا میں......میں تم کو جذبات و احساسات سے بے نیاز کوئی پتھر دل رکھنے والا بندہ سمجھتا تھا۔" شدید حیرانی کے باعث وہ بولا۔ خلاف معمول نوفل نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا کر کہا۔

"عشق میں سنا تھا لوگ ہوش و حواس سے عاری ہوجاتے ہیں' آج اس بات کا پریکٹیکل بھی ہوگیا ہے ابھی تم ہنس رہے تھے اور اب رو رہے ہو۔"

"نوفل......!" وہ اٹھا اور اس کے گلے لگ گیا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو تم' میں پاگل ہوگیا ہوں جب سے عاکفہ نے انکار کیا ہے میرا دل مجھ سے ہی بد دل ہوگیا ہے۔ میرے اندر گویا خزاؤں نے ڈیرے ڈال دیئے ہیں' کل تک یہ دنیا میرے لیے جنت تھی۔" وہ اس کے گلے لگے رندھے لہجے میں بول رہا تھا۔

"مجھے یقین نہیں ہے اس پر' محبت اس طرح بھی ہوتی ہے؟ ایک عرصے سے عاکفہ کے لیے تمہارے انداز میں ایک

سوفٹ کارنر فیل کررہا تھا بائی گاڈ.....! مجھے یہ معلوم نہ تھا تم اس راہ پر بہت دور تک جاچکے ہو اتنی مسافت طے کرلی ہے کہ اب واپسی ممکن نہیں۔'' وہ اس کا شانہ تھپتھپاتا ہوا بے حد سنجیدگی سے بولا۔

''محبت پہلے دبی دبی راکھ میں چنگاریوں کی صورت جنم لیتی ہے اور پھر پتا ہی نہیں چلتا ہے کب الاؤ کی صورت اختیار کرلیتی ہے اور انسان اس آگ میں جلتا ہی چلا جاتا ہے۔'' اس کے انداز میں بے چینی تھی۔

''محبت و عشق کی باتیں اور جذبات کی صداقتیں صرف کتابوں میں الفاظ کی صورت مقید ہوکر رہ گئی ہیں اس دنیا میں محبت بے وفائی بن کر رہ گئی ہے جس کو تم محبت کہہ رہے ہو وہ وقتی اٹریکشن ثابت نہ ہو۔''

''یہ کیا کہہ رہے ہو؟ ابھی تو تم عاکفہ کو قائل و راضی کرنے کی بات کررہے تھے اور اب آناً فاناً میری محبت پر شک کرنے لگے ہو..... تم عجیب بات کررہے ہو یار۔'' وہ اس کا بدلتا موڈ دیکھ کر حیران ہوا نوفل نے خاموش رہنا بہتر سمجھا ایک ہستی ماضی کی دھند میں لپٹی دکھائی دینے لگی تھی۔

''پاپا نے بھی اس عورت سے محبت کی تھی نہ صرف محبت بلکہ اس کو عزت بنا کر گھر لے آئے تھے محبت و چاہت کے خزانے اس پر لٹا دیئے تھے۔ دنیا کا عیش و آرام مال و دولت اس کے قدموں میں ڈھیر کردی تھی لیکن پھر بھی وہ عورت بے وفا رہی۔''

''ارے کس سوچ میں گم ہو پلیز تم عاکفہ کو راضی کرو قسم لے لو مجھ سے تم کو کوئی شکایت نہیں ملے گی۔'' وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

❋.....❋.....❋

رضوانہ بیگم عروہ اور عفرا کے ہمراہ مائدہ کی عیادت کے لیے آئی تھیں عروہ کو اپنے قریب آتے دیکھ کر زید سرعت سے روم سے باہر نکل گیا تھا کہ اس کو کسی خوش فہمی میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کو خود پر وارفتہ دیکھ کر اس کے ارادے وہ جان گیا تھا اور اس کے شک پر صداقت کی مہر یہ بتا کر لگادی تھی کہ عروہ اس کو بہت پسند کرتی ہے کسی کو چاہنا بے اختیاری عمل ہوتا ہے وہ اس بے اختیاری عمل سے بہت پہلے گزر چکا تھا۔ ایک دل میں دو محبتوں کے گلاب کبھی نمو نہیں پاسکتے یہ کسی کو سمجھانا سہل نہ تھا یہ بات دل میں دبائے وہ ہسپتال سے نکل گیا تھا۔

''کہاں تک بھاگتے رہو گے میں بھی دیکھتی ہوں تم کو تم جس راہ پر جاؤ گے مجھے وہیں پاؤ گے میرے بھولے پیا۔'' عروہ نے دور تک اس کی پشت کو گھورتے ہوئے دل ہی دل میں سوچا تھا۔

''سمرانہ مائدہ سے پوچھا تم نے کہ اس نے ایسی جان لیوا حرکت کیوں کی؟'' رضوانہ زید کے جاتے ہی پُرتجسس انداز میں ان سے مخاطب ہوئیں۔

''کوئی خاص بات نہیں تھی بجیا..... زید نے اونچی آواز میں ڈانٹ دیا تھا۔ بھائی کی ڈانٹ برداشت نہیں کرپائی اور غصے میں نیند کی گولیاں کھالی تھیں آپ کو معلوم ہی ہے زید کی تیز نظر برداشت نہیں ہوتی مائدہ کو پھر اس کی ڈانٹ برداشت کرنا ممکن ہی نہ تھا۔'' مائدہ کی بہتر ہوتی طبیعت نے ان پر اچھا اثر ڈالا تھا وہ پُرسکون تھیں۔

''ویٹس گڈ تم کہہ رہی ہو تو پھر یہی بات ہوگی ورنہ سچی بات یہ ہے جوان لڑکی کی ایسی حرکت معاشرے میں رسوائی کا سبب بنتی ہے ہر ایک کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ کوئی ناجائز تعلقات کا ہی معاملہ ہوگا جو لڑکی نے ایسا انتہائی قدم اٹھایا۔'' رضوانہ کے لہجے میں عام عورتوں کی جیسی کھد بد وطنز ان کو ذرا پسند نہیں آئی فوراً ہی وہ جارحانہ انداز میں بولیں۔

''بجیا..... سنا تھا اپنے مارتے بھی ہیں تو چھاؤں میں ڈالتے ہیں آپ اپنی ہو کر اس قسم کی باتیں کررہی ہیں حد ہوگئی آپ کی جگہ کسی اور نے ایسی بات کہی ہوتی تو میں اس کا منہ توڑ دیتی اسی وقت۔''

''ارے میں تو ایک جنرل بات کر رہی ہوں تم برا کیوں مان رہی ہو میری جان' تم کیا سمجھتی ہو مائدہ صرف تمہاری بیٹی ہے؟ میرا کوئی تعلق نہیں ہے اس سے۔ میں اس کو بھی عروہ و عفرا کی مانند اپنی بیٹی سمجھتی ہوں' کوئی اس کی طرف انگلی تو اٹھا کر دیکھے میں پورا ہاتھ کاٹ ڈالوں گی' تم نے تو ایک لمحے میں مجھے پرایا کر دیا عمرانہ۔'' انہوں نے بہت خوب صورتی سے پینترا بدلا تھا۔

''زمرد بھابی' صوفیہ بوا کسی نے بھی ایسی بات اشارتاً بھی نہیں کہی۔'' عمرانہ کا موڈ بگڑا ہی رہا تھا وہ بہن و بھانجیوں پر واری صدقے جاتی تھیں لیکن جو محبت ان کو اپنے بچوں سے تھی وہ خود غرضی کی انتہاؤں پر تھی جس کے آگے نہ ان کو بہن عزیز تھی نہ کوئی اور رشتہ۔

''تمہارے سامنے کیوں کہیں گی وہ؟ ایسی باتیں دوسروں سے کی جاتی ہیں گھر کے بھیدی ہی لنکا ڈھاتے ہیں اور تم بہن سے بدل ہو رہی ہو۔''

''سوری..... آپ تو جانتی ہیں ابھی حواسوں میں کہاں ہوں میں۔'' وہ ان کا ہاتھ تھام کر لجاجت سے گویا ہوئیں۔

''اٹس او کے' تم مجھ سے ناراض ہو جاؤ لیکن میں تم سے ناراض نہیں ہوں گی۔ اکلوتی و بے حد لاڈلی بہن ہو میری۔'' وہ انہیں گلے لگاتی گویا ہوئیں۔

''او ہو بہت محبت کے مظاہرے ہو رہے ہیں۔'' عروہ ان کے قریب آتے ہوئے مسکرا کر گویا ہوئی جبکہ عفرا نے اپنا فون بیگ میں رکھتے ہوئے لیٹی ہوئی مائدہ سے معنی خیزی سے کہا۔

''کچی ڈوری سے کھنچے آئیں گے آپ کے وہ..... یا ان کو بلانے کے لیے تم کو کوئی دوسری ایموشنل بلیک میلنگ کرنا پڑے گا؟'' مائدہ نے ایک نگاہ اس کو دیکھا تھا بولنا بھی کچھ چاہا تھا پھر کچھ سوچ کر آنکھیں موند لی تھیں۔

آج ہوش میں تھی پھر بھی دواؤں کے زیر اثر غنودگی میں مبتلا ہو جاتی تھی' اب بھی ایسا ہی ہوا تھا ویسے بھی وہ ذہنی طور پر پرسکون تھی' ہوش میں آنے کے بعد تایا اور تائی کی باتوں سے اس کو معلوم ہو گیا تھا کہ جنید زید کے ساتھ کل رات تک یہاں موجود تھا اور خالہ اور مما کو باتوں میں مشغول دیکھ کر اس نے عفرا کے فون سے جنید کو کال کر کے اسپتال آنے کا کہا تھا۔

❁.....❁.....❁

''بہت بڑا جادوگر ہے وہ شخص نامعلوم کیا سحر پھونکا ہے عاکفہ پر جو وہ نہ نہ کرتے ہوئے بھی ہاں کر گئی تھی' بظاہر تو لڑکیوں کی پرچھائیوں سے بھی گریزاں رہتا ہے' بہت ڈھنڈورا پیٹتا ہے پارسائی بے اعتنائی کا۔''

''نوفل نے دوستی کا حق ادا کر دیا ہے' عاکفہ کو بابر کے رشتے سے انکار تھا یا اس کے والدین اس رشتے پر راضی نہ تھے؟'' بالی اس کے بالوں میں مساج کرتی ہوئی پوچھ رہی تھی۔

''عاکفہ کے والدین بہت اوپن مائنڈ ہیں انہوں نے اس رشتے پر ہاں' نا کا اختیار عاکفہ کو سونپ دیا تھا وہ کہتے ہیں شریعت لڑکیوں سے بھی ان کی مرضی معلوم کرنے کا حق دیتی ہے۔''

''رئیلی.....! اس کے پاپا کی لمبی داڑھی اور ممی کا پردہ دیکھ کر تو لگتا ہے وہ لوگ اپنی مرضی سے اس کا رشتہ طے کر دیں گے اس کی رائے بھی نہیں لیں گے۔''

''وہ لوگ بہت اچھے بے حد پولائٹ ہیں' لبرل ازم کی لاج رکھنے والوں سے بالکل مختلف و بہترین پاپا ہے میں نے ان کو خلوص و مروت کی مہک سے ان کے وجود بھیگے رہتے ہیں جب سے ان کو معلوم ہوا ہے میری ممی ڈیڈی نہیں ہیں وہ مجھے عاکفہ جیسی محبت و پیار دیتے ہیں۔''

''اخلاقی پاسداری اور مذہبی رواداری خال خال ہی باقی رہ گئی ہے ورنہ ہمارا معاشرہ' ہماری اقدار پاتال کی طرف رواں

دواں ہیں۔"

"عاکفہ کی منگنی میں چلنا ہے تمہیں اس نے بے حد اصرار کیا ہے۔" بالی مساج سے فارغ ہوکر اس کے لمبے گھنے گولڈن سلکی بالوں میں برش کررہی تھی اس کے انداز میں بہت نرمی و محبت تھی۔

"شیور میں تمہارے ساتھ جاؤں گی۔"

"نانو نے پہلے ہی انکار کردیا ہے ان کو اپنے چمچے کی فرمائشوں سے فرصت ملے تو ہمارا بھی خیال آئے' بس ہر وقت لاریب لاریب ہی پکارتی رہتی ہیں' یہ لوگ خاندانی جادوگر ہیں۔" وہ منہ بنا کر بولی تو بالی بے ساختہ ہنس دی۔

"تم بھی جس سے دشمنی کرلو پھر اس کا اللہ ہی حافظ ہوتا ہے۔"

"کیا مقصد ہوا اس بکواس سے تمہارا' میں جھوٹ کہہ رہی ہوں؟" وہ بالوں کا سادہ سا جوڑا بناتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھی معاً جہاں آرا اچھے موڈ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔

"میں آج گولڈن بیچ گئی تھی لاریب کے ہمراہ' اُف بہت خوب صورت جزیرہ ہے صاف و شفاف پانی ماحولیاتی آلودگی سے پاک' لگتا ہی نہیں وہ پاکستان کا حصہ ہے' کراچی کا ساحل سمندر ہے۔ تمام راستہ بے حد حسین و دلکش ہے رنگ برنگے پہاڑ' سبزہ اور اونچا نیچا راستہ......"

"نانو...... آپ اس بندے کا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتی؟" انشراح کا موڈ بری طرح آف ہوگیا تھا لاریب کے ذکر پر۔

"تمہاری طرح میرا دماغ خراب نہیں ہوا ہے بالکل پاگل لڑکی ہو تم' لمحے بھر میں موڈ خراب کردیتی ہو۔ وہ اتنا نائس لڑکا ہے تم ہی بلاوجہ اس سے دشمنی کرکے بیٹھ گئی ہو حالانکہ وہ تو تمہیں اور بالی کو ساتھ لے جانے کا کہہ رہا تھا میں نے ہی بہانوں سے ٹال دیا تھا۔" ان کے ابرو تن گئے تھے۔

"ہونہہ...... مرکر بھی اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہوگی کمینہ کہیں کا۔" اس کی زبان سے نکلنے والا ہر لفظ نفرت و حقارت سے بھرا ہوا تھا۔

"ماسی' آئیں میں آپ کا سوٹ نکال دیتی ہوں آپ باتھ لے لیں' اتنے میں ملازمہ چائے تیار کرکے لے آئے گی۔" بالی نے ان کے اور انشراح کے بگڑتے تیور دیکھ کرآگے بڑھ کر جہاں آرا کا ہاتھ پکڑا اور کمرے سے نکل گئی تھی۔

"بالی...... تم ہی سمجھاؤ اس سرپھری لڑکی کو' کیوں اپنے نصیب کو ٹھوکر مار رہی ہے۔ لاریب کروڑوں کی جائیداد کا تنہا وارث ہے اور سب سے پائیدار بات یہ ہے کہ وہ انشی پر دل و جان سے فدا ہے۔ وہ یہاں آتا ہی انشی کی خاطر ہے' اب تم خود دیکھو صرف اس کی خاطر کار اور ڈرائیور اس نے رکھا ہے' بنا کہے ہر چیز کا خیال رکھتا ہے باتوں باتوں میں کئی بار وہ کہہ چکا ہے' انشراح اس کی بن گئی تو ساری جائیداد وہ اس کے نام کردے گا۔" انہوں نے اندر آتے ہی دروازہ لاکڈ کیا اور بالی کا ہاتھ پکڑ کر بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بڑے پیار بھرے لہجے میں بولیں۔

"وہ مجھ سے زیادہ تمہاری بات مانتی ہے' تمہارے کہے پر عمل کرتی ہے تم اس کو سمجھاؤ' کسی بھی طرح لاریب کی محبت اس کے دل میں جگانے کی کوشش کرو اس میں ہم دونوں کا بھی بہت فائدہ ہے۔" ایک دم ہی ان کی آنکھوں سے جھر جھر آنسو بہنے لگے تھے۔

"نہ تمہارا کوئی ہے اور نہ میرا ہی کوئی سگا کفالت کرنے کے لیے موجود ہے اب انشی ہی سونے کی چڑیا ثابت ہوسکتی ہے ہمارے لیے۔"

❀......❀......❀

"ممانی جان! بڑے ماموں نے مدثر ماموں کو بتایا مائدہ کے بارے میں؟ وہ کافی عرصے سے یہاں نہیں آرہے۔" سودہ نے زمرد بیگم کو میڈیسن دیتی ہوئی استفسار کیا۔

"منور نے کال کی تھی معلوم ہوا مدثر کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے پھر ان کو بتانا مناسب نہیں لگا۔ مدثر پہلے ہی ہارٹ پیشنٹ ہے ایسی خبر اس کے دل پر بجلی بن کر گرتی اور مسئلہ خراب ہوجاتا' شاہ زیب مری گیا ہوا ہے وگرنہ وہ بڑے طریقے سے مدثر کو سمجھا کر ہسپتال لے آتا۔"

"جی اب آرام کرلیں آپ' میں دودھ گرم کرکے لارہی ہوں۔"

"سودہ...... بیٹی' تم کو اس بات کا معلوم ہے مائدہ نے ایسا کیوں کیا' کوئی پریشانی یا دباؤ ہے اس پر؟" وہ اس کے ملکوتی چہرے کو دیکھتی ہوئی متفکر انداز میں گویا ہوئیں۔

"وہ نہ کسی دباؤ میں تھی اور نہ ہی کسی پریشانی کا ذکر کیا تھا۔"

"پھر ایسا کیوں کیا اس نے؟ نہ اپنی زندگی کا خیال کیا نہ ہماری عزت کا۔ وہ تو اللہ کا شکر ہے جو نئی زندگی بخش دی ورنہ ہم لوگوں کو کیا بتاتے؟ کس طرح لوگوں کے سامنے اپنی ناموس کو اجلا رکھ پاتے؟" ان سوالوں نے ان سب لوگوں کو ہی نڈھال کررکھا تھا بظاہر ایک دوسرے کی ہمت بندھاتے تھے لیکن دل ہی دل میں سب ہی خائف تھے۔

"اللہ ایسے لوگوں کو کسی کے سامنے کس طرح ذلیل و رسوا کرسکتا ہے ممانی جو دوسروں کے عیبوں پر پردہ ڈالتے آئے ہوں' آپ نے کبھی کسی کے لیے برا نہیں کیا' ماموں جان خاموشی سے ضرورت مندوں کی مدد کرتے ہیں اور زید بھائی آدھی رات کو دوسروں کے کام آتے ہیں' اللہ اپنے اچھے بندوں کو کبھی بھی تنہا نہیں چھوڑتا' سو اس نے پردہ پوشی کی۔" اس کے مستحکم لہجے میں اللہ پر مکمل یقین و ایمان کی مضبوطی تھی۔

"سچ کہہ رہی ہو بیٹی' نامعلوم کہاں کہاں اور کس کس مقام پر اللہ ہمیں گرنے سے بچاتا ہے' ناگہانی آفت و بلاؤں سے محفوظ رکھتا ہے۔ ہم جان ہی نہیں پاتے ہمارا رب کتنا رحمٰن و رحیم ہے' اس کی عنایتوں و نوازشوں کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے۔ میں اس کا شکر ادا کرنے ساری زندگی سجدے میں گر جاؤں اور اس کا شکر ادا کروں پھر بھی اس کا شکر ادا نہیں کرپاؤں گی۔" مارے محبت و تشکر انے کے ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے' سودہ بھی اپنے آنسوؤں پر ضبط نہ کرسکی تھی اور دونوں مل کر رونے لگی تھیں۔

سودہ کا دل ویسے ہی بھرا ہوا تھا مائدہ کی اس حرکت نے اس کو بھی سہا کر رکھ دیا تھا جب سے وہ ہسپتال میں تھی اسے کسی پل چین نہیں تھا وہ بوا کے ساتھ گھر پر بھی دعائیں مانگ مانگ کر وقت گزار رہا تھا' مائدہ کچھ عرصے سے اس سے دور ہوگئی تھی مگر وہ اسے اب بھی اسی طرح عزیز تھی' محبت و چاہت میں ذرا کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔

"السلام علیکم!" دروازہ ناک کرتا زید اندر داخل ہوا' ان کو روتا دیکھ کر حیران و پریشان ہو کر آگے بڑھتا ہوا گویا ہوا۔

"خیریت تو ہے نہ تائی جان؟"

"ہاں...... ہاں سب خیریت ہے بیٹا' ہم شکر ادا کررہے تھے مائدہ کو ملنے والی نئی زندگی کا اللہ نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔"

"تائی جان' مائدہ کے پاس رات کسی کا ٹھہرنا ضروری ہے اگر میں رک گیا تو وہ ریلیکس نہیں رہ پائے گی وہ ابھی بھی میری موجودگی میں گھبرائی ہوئی رہتی ہے شاید وہ سمجھ رہی ہے میں اس سے اس حرکت پر خفا ہوں گا۔" تائی نے بیڈ پر اس کے لیے قریب ہی جگہ بنائی تھی وہ بیٹھ گیا تھا جبکہ سودہ گردن جھکا کر ان کے بائیں طرف بیٹھی تھی۔

"میرا ارادہ اس سے سخت ترین باز پرس کرنے کا تھا' کڑی سزا دینے کا تھا' پھر سوچا کہیں نہ کہیں مجھ سے بھی غلطی ہوئی

ہے میں بزنس میں اس حد تک بزی ہوگیا تھا کہ اس کو ٹائم نہیں دے پارہا تھا وہ روز مجھ سے باہر جانے پر اصرار کرتی تھی اور میں ٹائم نہ ہونے کے سبب اس کو بہلاتا رہا' ٹالتا رہا اور میری اس ٹال مٹول نے اس کو خالہ کے گھر کا راستہ دکھایا اور پھر اس نے مجھ سے کہنا ہی چھوڑ دیا اور میں سمجھا وہ اب مجھ سے گھومنے پھرنے کی توقع ہی بھول بیٹھی ہے یہی حق تلفی نہیں ہوئی مجھ سے بلکہ اب تو میں معمولی معمولی باتوں پر اس کو ڈانٹنے بھی لگا تھا۔'' اس کا وجیہہ چہرہ پچھتاوؤں کی آگ میں تپ رہا تھا۔

''جو ہونا تھا وہ ہوگیا' اب اس کا پہلے سے بھی زیادہ خیال رکھنا لڑکیوں کے دل بڑے نازک و کمزور ہوتے ہیں خصوصاً اپنوں کی گرم نگاہ بھی ان کو پریشان کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔''

''آپ کی بھی طبیعت ٹھیک نہیں اور مما بھی کئی راتوں سے ڈسٹرب ہیں' مائدہ کے پاس بوا کو چھوڑ دیتا ہوں۔'' وہ ایسے گفتگو کررہا تھا گویا وہاں سودہ کی موجودگی سے بے خبر ہو۔

''بوا اور صوفیہ سے بالکل جاگا نہیں جاتا ابھی بھی وہ کھانا کھا کر نماز بمشکل پڑھ کر سوئی ہیں' وہ تیمارداری کے لیے بالکل بھی موزوں نہیں ہیں۔'' وہ انکار میں گردن ہلاتی ہوئی بولیں۔

''پھر...... میں ہی مائدہ کے پاس ٹھہر جاتا ہوں۔''

''نہیں' تم سے وہ پہلے ہی خوف زدہ ہے کہیں اور لینے کے دینے نہ پڑجائیں' سودہ تم مائدہ کے پاس چلی جاؤ۔'' وہ اس سے بات کرتے ہوئے سودہ سے مخاطب ہوئیں۔

''میں چلی جاؤں؟'' اس نے آہستگی سے استفسار کیا۔

''ہاں' تم چلی جاؤ صبح صوفیہ اور میں آجائیں گے' تم بہت اچھی طرح مائدہ کا خیال رکھ سکتی ہو پھر وہ تم سے خوش بھی ہوگی۔'' زید نے پہلی بار اس کی طرف نظریں اٹھائی تھیں۔

گرے کاٹن کے ایمبرائیڈری سوٹ میں گرے اور ریڈ فلاورز پرنٹ دوپٹے میں اس کی موتیائی رنگت کھلی پڑرہی تھی۔ ستواں ناک سرخی مائل تھی' سیاہ لمبی پلکوں پر آنسوؤں کے موتی ابھی لرزاں تھے' اس نے نگاہیں چرالی تھیں وہ ایسی ہی تھی ہر کسی کے دکھ پرونے والی' کسی کی بھی تکلیف پر تڑپ اٹھنے والی۔

''جاؤ بیٹی' میں صوفیہ کو بتادوں گی تمہارے جانے کا۔'' زمرد زید کے کھڑے ہونے کے بعد لیٹتی ہوئی بولیں۔ سودہ دوپٹہ درست کرتی ان سے اجازت لیتی ہوئی اس کے پیچھے باہر نکل آئی تھی' وہ اس کی طرف دیکھے بنا گویا ہوا۔

''تم جا کر کار میں بیٹھو' میں چینج کرکے آتا ہوں۔''

''جی اچھا۔'' وہ کہہ کر آگے بڑھی اور پھر رک کر بولی۔ ''ایک بات کرنی ہے آپ سے۔'' وہ منمنائی۔

''ہوں...... کرو کیا بات کرنی ہے؟'' وہ گھوم کر بولا۔

''آپ جب تک چینج کرکے آرہے ہیں میں اتنے میں ممانی کو دودھ گرم کرکے دے آؤں؟ دراصل میڈیسن پر ان کو دودھ لینا ضروری ہے اب بوا سوگئی ہیں تو مجھے فکر رہے گی۔''

''ہوں۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا تو تیزی سے کچن کی طرف بڑھ گئی اور وہ عجیب سے احساسات کے زیر اثر بے خود سا اس کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا نظروں سے اوجھل ہونے تک۔ وہ ممانی کو دودھ کا گلاس دے کر آئی تو وہ خوشبوؤں میں بسا ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان تھا اس کو آتے دیکھ کر فرنٹ ڈور وا کیا' وہ آئی اور دروازہ بند کرتی سمٹ کر بیٹھ گئی۔ ہاتھ میں پکڑا پرس اس نے درمیان میں رکھا۔

اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے اپنے اور اس کے درمیان حائل سلور و بلیک پرس کو دلچسپی سے دیکھا...... اس کی یہ محتاط روش اس کے دل کو بہت بھائی تھی دل کی گہرائیوں تک کوئی احساس ضم ہوتا چلا گیا تھا اور کہیں درد کی لہر بھی دور تک اٹھی

تھی۔ سڑکوں پر اژدھام تھا' وہ سلو ڈرائیو کررہا تھا۔ رات اپنا آنچل دراز کرچکی تھی وہ بنا کچھ کہے کار پارکنگ میں روک چکا تھا' وہاں وہ ہی گہما گہمی وافراتفری پھیلی ہوئی تھی جو ہسپتال میں ہوا کرتی ہے۔ زید کار روک کر اترا نہیں بلکہ شرٹ کی پاکٹ سے والٹ نکال کر کئی بڑے نوٹ نکال کر سودہ کی طرف بڑھاتے ہوئے نرمی سے کہا۔

''یہ اپنے پاس رکھ لو ہوسکتا ہے ان کی ضرورت پڑ جائے۔'' نوٹ دیکھ کر اس کو شدید اہانت کا احساس ہوا تھا نہ اس نے ہاتھ بڑھایا نہ منہ سے ہی کوئی لفظ نکل سکا۔

''کم آن' کیا ہوا تم اس قدر شاکڈ کیوں ہوگئی ہو؟ یہ نوٹ ہیں جو میں تمہیں اس لیے دے رہا ہوں کہ کبھی بھی کوئی ایمر جنسی ہوجائے تو تم ان کا استعمال کرسکتی ہو۔''

''لیکن میں...... یہ کیسے لے سکتی ہوں؟''

''ہاتھ سے لو اور کیسے لوگی؟''

''آئی سن' میرے پاس پیسے ہیں مجھے ان پیسوں کی ضرورت نہیں۔'' وہ بولی۔

''یہ پیسے بھی رکھ لو کام آئیں گے۔''

''نہیں' میں یہ پیسے نہیں لوں گی' میرے پاس ہیں۔''

''شٹ اپ' اب تم مجھ سے بحث کروگی۔'' اس نے غصے سے کہتے ہوئے پرس کھول کر وہ رقم رکھ دی اور کار سے نکل گیا۔

❋......❋......❋

''وہ سالی بڑھیا بڑی ڈفر ہے یار...... بڑی مکاری سے وہ میرے ایموشنز سے کھیل رہی ہے' ہر بار بہلاوئں کا ایک نیا لولی پاپ میرے ہاتھ میں تھما کر اپنی فرمائشوں کی لسٹ مجھے تھمادیتی ہے۔'' لاریب ڈرنک کرتا ہوا اپنے دوست فیصل سے فون پر بات کررہا تھا۔

''امیزنگ سوئٹ ہارٹ' کل تک تو جال میں مچھلیاں پکڑا کرتا تھا اور آج خود کسی مچھلی کا شکار بن گیا۔'' دوسری طرف سے استہزائیہ قہقہہ لگایا گیا تھا ادھر اس کے تیور بگڑنے لگے وہ اچھل کر بیٹھتے ہوئے سرد لہجے میں گویا ہوا۔

''ابھی تُو نے اسے دیکھا کہاں ہے دیکھے گا تو مر مٹے گا۔''

''کسی دن مجھے بھی دیدار کرا ہی دے اس پری کا۔''

''وہ صرف میری ہے...... میری۔''

''جیسے ترس رہا ہے اس کے لیے حد ہوگئی ہے یار وہ بھی عام لڑکیوں کی طرح لڑکی ہے بس ذرا خوب صورت زیادہ ہوگی۔''

''خوب صورت نہیں' بہت خوب صورت۔ جس طرح لاکھوں پھولوں میں گلاب کی شان ہی الگ ہوتی ہے بالکل اسی طرح اتنی ساری لڑکیوں میں سب سے الگ' سب سے جدا ہے۔'' وہ شراب کے نشے میں انشراح کے تصور میں گم ہوگیا تھا۔

''اوکے...... اوکے بہر حال وہ ایک لڑکی ہی ہے اور لڑکیاں کتنی خوب صورت ہی کیوں نہ ہوں' ان کے ساتھ ساری زندگی نہیں گزاری جاسکتی...... خوامخواہ اس لڑکی سے امپریس ہوگیا ہے تو۔'' وہ اس کے دیوانے پن پر غصہ ہوا تھا۔

''پھر کیا کروں...... پھر کیا کروں؟ وہ ہاتھ بھی تو نہیں آتی' وہ جتنی دور بھاگتی ہے میں اتنا ہی بے چین ہوجاتا ہوں۔'' اس کے لہجے میں بے قراری حد سے سوا تھی گلاس کارپٹ پر دے مارا تھا۔

''ایک ہی طریقہ ہے اس کو حاصل کرنے کا۔''

''کون سا طریقہ..... جلدی بتا؟''

''کڈنیپ کرلیتے ہیں۔''

''شٹ اپ..... اغواء ہی کرنا ہوتا تو پھر اس طرح خوار ہونے کی کیا ضرورت تھی۔''

''اغواء کرنا بھی نہیں چاہتے' اس کے قرب کے لیے مچل بھی رہے ہو شرافت سے وہ تمہارے قابو آنے والی شے بھی نہیں پھر کیا کرو گے؟'' دوسری طرف یقیناً اس نے اپنا سر پیٹ لیا تھا اور لائن کاٹ دی تھی۔

''لاریب کس سے بات کررہے تھے موڈ کیوں آف ہے؟'' سامعہ مسکراتی ہوئی وہاں آئیں۔

''فیصل تھا..... آپ کہیں جارہی ہیں مما؟'' اس نے موبائل رکھا' سامعہ کی تیاری زبردست تھی۔

''ہاں' روحیلہ کی طرف جارہی ہوں' وہاں کٹی پارٹی ہے شوفر ازیان کے ہمراہ حیدرآباد گیا ہوا ہے اور میرا شوفر پہلے سے ہی چھٹیوں پر ہے۔''

''او کے یہ سب مجھے کیوں بتارہی ہیں آپ؟'' وہ ڈرنک کے بعد ایک لمبی نیند لینے کا ارادہ رکھتا تھا ایسے میں ان کی آمد بری لگ رہی تھی۔

''اس لیے بتارہی ہوں کہ آپ کو میرے ساتھ چلنا ہے۔''

''سوری مما..... میں اس ٹائم کہیں بھی جانے کے موڈ میں نہیں ہوں اور ان کٹی پٹی پارٹی میں میرا کیا کام۔'' وہ منہ بنا کر گویا ہوا۔

''آپ پارٹی میں نہ جائیں صرف مجھے ڈراپ کرکے آجائیں اور ویسے بھی مجھے آپ کو روحیلہ کی بیٹی سے ملوانا ہے' اس کی بیٹی لاج بہت کیوٹ ہے۔''

''مجھے کسی سے نہیں ملنا آپ نوفل کو کہہ دیں وہ ڈراپ کردے گا..... پلیز ڈونٹ ڈسٹرب می۔'' وہ کہہ کر لیٹا تھا۔

❁.....❁.....❁

عاکفہ کے والد نے منگنی کی حامی نہیں بھری تھی وہ سراسر منگنی کے ہی خلاف تھے کہ منگنی لڑکا اور لڑکی کے والدین کے مابین رشتے کی رضامندی کا نام ہے جو قائم رہ بھی سکتا ہے اور کسی بناء پر ٹوٹ بھی سکتا ہے۔ نکاح شرعی وحلال رشتہ ہے جس میں لڑکا لڑکی ایک مضبوط بندھن میں بندھ جاتے ہیں اور شیطان کی شرپسندیوں سے بھی اللہ کی پناہ میں رہتے ہیں۔ بابر کے والدین کو نکاح پر کوئی اعتراض نہ تھا بخوشی دونوں خاندانوں کے مابین تمام مراحل طے پاگئے تھے رخصتی دو سال بعد رکھی گئی تھی۔

جامعہ میں چھٹیاں تھیں انشرح کا زیادہ وقت عاکفہ کے گھر ہی گزر رہا تھا' اس کی مما نے نانی سے خصوصی طور پر اس کے اور بالی کے اپنے گھر ٹھہرنے کے لیے اجازت لی تھی مگر بالی کو اجازت نہ ملی تھی۔ عاکفہ کی رخصتی نہیں تھی مگر عاکفہ کی مما حور بانو اور ایوب صاحب عاکفہ اور بابر..... بابر کے گھر والوں کو تحفے میں دینے کے لیے ملبوسات وغیرہ کی تیاریاں بڑے زور وشور سے کررہے تھے۔ حور بانو نے انشراح کو ہر کام میں پیش پیش رکھا تھا۔ ایوب صاحب بھی بے حد شفقت سے اس سے ہمکلام ہوتے تھے۔ کئی دن ہوگئے تھے اس کو یہاں آتے ہوئے اور یہاں سے اس کو بہت کچھ سیکھنے کا موقع مل رہا تھا' گھرداری' گھر کا ماحول' ملازماؤں کے ہوتے ہوئے بھی حور بانو زیادہ تر کام اپنے ہاتھوں سے کرنے کی عادی تھیں۔ یہی عادت عاکفہ میں بھی تھی۔ ان چند دنوں میں اس کو محسوس ہوا تھا گھر اور گھر والوں کی محبت کیسا اعتماد وسکون دل میں پیدا کردیتی ہے کہ علیحدہ علیحدہ وجود ہوتے ہوئے بھی سب ایک ہی وجود بن جاتے ہیں۔ وہ جب بھی یہاں آتی تھی

عجیب سا سکون ملتا تھا ایوب صاحب سے عجیب کشش ولگاؤ محسوس ہوتا تھا۔
وہ بھی اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر شفقت سے کوئی نہ کوئی دعا دیا کرتے تھے دل کے کسی کونے میں ہمکتی، سسکتی، تڑپتی کوئی خواہش نمو پانے لگتی تھی۔ مسلسل آتے ہوئے اس نے محسوس کیا تھا عاکفہ کے گھر میں جس چیز نے سکون ومحبت کی روشنی پھیلا رکھی ہے وہ نماز ہے۔ عاکفہ کے جیسا بنگلہ اس کا بھی تھا' عیش وآرام کی ہر چیز وہاں بھی میسر تھی مگر وہاں نماز نہ تھی' پردے کی پاسداری نہ تھی۔ عاکفہ اور حور بانو کے سروں سے کبھی دوپٹے ہٹتے نہ تھے' وہ سوتے میں بھی سر ڈھانپ کر رکھتی تھیں۔
''آنٹی...... آپ کا دم نہیں گھٹتا ہر وقت آپ سر ڈھانپ کر رکھتی ہیں؟'' ایک دن اس نے پوچھ ہی لیا تو وہ مسکرا کر گویا ہوئیں۔
''نہیں بیٹا...... کبھی کسی سبب آنچل سر سے ہٹ جائے تو میرا دم نکلنے لگتا ہے اور جب سر پر آنچل ہوتا ہے ایک خوب صورت تحفظ کا احساس رہتا ہے۔'' تب ان کی بات پر دل میں وہ بے حد ہنسی تھی کہ اس کے ہاں تو دوپٹہ اوڑھنے کا تصور نہ تھا' نماز پڑھنے کا شعور نہ تھا۔ اب اس کو لگنے لگا تھا زندگی کا مزہ ان احکامات کو ادا کرنے میں ہی ہیں۔
شروع میں ان کے نماز پڑھنے کے دوران وہ موبائل میں فیس بک پر مگن رہتی تھی' ٹوئٹر پر وقت گزارا کرتی تھی۔ عاکفہ اور حور بانو نے نماز کی دعوت دی تھی' جو ہواؤں میں اڑا دی تھی لیکن کچھ دنوں سے اس کے اندر عجیب سی بے چینی پیدا ہونے لگی تھی۔ ان کی نمازوں کے دوران موبائل میں بھی دل نہ لگتا تھا' وہ دوسرے روم میں چلی جاتی کسی کام میں مصروف ہونے کی کوشش کرتی لیکن کچھ بھی اچھا نہیں لگتا' بس کوئی انجانہ ساجذبہ' کوئی دھیمی سی مہک اس کے روم روم سے پھوٹا کرتی تھی۔ کل بھی اس کی یہی حالت تھی جس سے گھبرا کر وہ گھر چلی آئی تھی پھر گھر آ کر دل عجیب سی وحشت کا شکار ہو گیا تھا جیسے تیسے وقت گزار کر واپس چلی آئی تھی۔ حور بانو تلاوت قرآن پاک کر رہی تھیں میٹھی پُر سوز دھیمی آواز نے اس کے دل کو کچھ اس طرح قابو کیا کہ پہلے وہ گم صم کھڑی سنتی رہی پھر نا معلوم کس احساس کے تحت ان سے لپٹ گئی اور آنسو بہتے چلے گئے تھے۔
''آنٹی...... میں آپ کی طرح بننا چاہتی ہوں' مجھے اپنے جیسا بنا دیں۔'' حور بانو نے قرآن پاک جزدان میں لپیٹ کر عاکفہ کو دیا اور اس کو محبت سے خود سے لپٹا لیا' بڑا ممتا بھرا احساس تھا۔
''اللہ نے مجھے آپ کے گھر پیدا کیوں نہیں کیا؟ آپ کو میری ماں کیوں نہیں بنایا' کیا اللہ کو مجھ سے محبت نہیں؟''
''اللہ کو آپ سے محبت ہے تبھی تو اس نے آپ کو پیدا کیا۔''
''آپ کی کوکھ سے پیدا کیوں نہیں کیا؟ آپ کو میری مما کیوں نہیں بنایا؟'' وہ روتی ہوئی ان ہی لفظوں کی گردان کر رہی تھی۔

❁......❁......❁
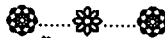
صبح ناشتا کرنے کے بعد اس کی نگاہیں گیٹ کی طرف اٹھ رہی تھیں کیونکہ کھڑکی سے ہسپتال کی پارکنگ صاف دکھائی دے رہی تھی اور وہ واک کے بہانے گاہے بگاہے نیچے نظر ضرور ڈال لیتی تھی۔ رات سے سودہ اس کے پاس ٹھہری ہوئی تھی اور رات کو ہی ڈاکٹر نے آج دوپہر تک اس کو ڈسچارج کرنے کی نوید دی تھی' سوزید نے گھر سے سب کو آنے سے منع کر دیا تھا کہ وہ آفس سے آتا ہوا ان دونوں کو لے آئے گا۔ سودہ ناشتے کے بعد اس کا سامان بیگ میں رکھ رہی تھی' وہ اس سے نگاہیں بچا کر جنید کی کار کا انتظار کر رہی تھی اور پھر اس کی دل کی کلی کھل اٹھی تھی' جنید تیزی سے کار سے نکل کر آ رہا تھا۔
''سودہ...... کافی بنا کر لاؤ میرا دل چاہ رہا ہے اور سنو خوب پندرہ بیس منٹ تک بوائل کر کے لانا اچھی طرح سے جاؤ

جلدی جاؤ۔" وہ پلٹ کر اس سے مخاطب ہوئی تھی اس کے حکیمہ انداز میں محسوس کی جانے والی عجلت و بے چینی تھی پھر اس نے خود ہی کیتلی و دیگر سامان نکال کر اسے پکڑایا اور دروازہ تک اس کے پیچھے آئی تھی۔

سودہ کو اس کی جلد بازی و گھبراہٹ بہت عجیب سی لگی تھی پھر سودہ کے جانے کے چند سیکنڈز بعد جنید وہاں آیا تھا۔

"یہ کیا بے وقوفی کی حرکت کی تم نے؟" اس نے آتے ہی کہا۔

"اُفوہ...... پھر وہ ہی ڈانٹ و غصہ‘ جانتے ہیں موت کے منہ سے نکل کر آئی ہوں‘ طبیعت پوچھنے کی بجائے شروع ہو گئے۔"

"ٹائم نہیں ہے زیادہ‘ زید کے پاس سے آرہا ہوں وہ آفس سے نکلنے والا ہی ہے یہاں آنے کے لیے تاکہ گھر لے جا سکے۔" وہ اضطراب بھرے انداز میں اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا بولا۔

"کون ہے تمہارے پاس اور کہاں ہے؟"

"ارے آپ ڈریں مت سودہ ہے میرے پاس‘ آپ کو آتے دیکھ کر کافی کے بہانے یہاں سے بھیجا ہے وہ ابھی نہیں آئے گی۔"

"کافی بنانے میں کیا ٹائم لگتا ہے آرہی ہوگی وہ‘ میں جارہا ہوں مگر وعدہ کرو اگلی دفعہ ایسی حرکت نہیں کرو گی۔"

"آپ بھی وعدہ کریں اب مجھے اوائیڈ نہیں کریں گے؟"

"تم میری پرابلم کو سمجھنے کی سعی کرو‘ زید کے اعتماد......"

"میں ہوں نا آپ کے ساتھ بھائی کو معلوم نہیں ہوگا۔" وہ وعدہ لے کر ہی پیچھے ہٹی تھی‘ دور سے آتی سودہ نے تعجب سے روم سے نکلتے جنید کو دیکھا تھا۔

❁......❁......❁

بابر کے کسی قریبی عزیز کی اچانک ہو جانے والی ڈیتھ کی وجہ سے نکاح کا پروگرام ملتوی کر دیا گیا تھا۔ انشراح نے حور بانو سے دین کی تعلیم لینی شروع کر دی تھی‘ جہاں آرا نے مذہبی اقدار و احکامات سے اس کو بے بہرہ رکھا تھا اور اب نئے سرے سے وہ قرآن پاک کی تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ وضو و غسل کے فرائض‘ نماز کی ادائیگی کا طریقہ ایک کے بعد ایک وہ اس کو سمجھا رہی تھیں‘ سمجھاتے وقت ان کا انداز و بیان اتنا ہلکا پھلکا و دوستانہ انداز لیے ہوتا تھا کہ وہ جو شروع میں یہ بتاتے ہوئے گھبرا رہی تھی کہ وہ ان سب معلومات سے نابلد ہے کہ نتیجے میں لعن طعن سننی پڑے گی کہ مسلمان ہو کر ان ضروری معلومات سے بھی بے خبر ہے۔ عموماً ہمارے یہاں ایسی ہی فضول باتوں کے خوف سے اصلاح نہیں کروا پاتے۔ حور بانو عام عورتوں سے مختلف فطرتاً نیک و درگزر کرنے والی تھیں انشراح کی طرف انہوں نے ہاتھ بڑھایا تھا وہ پوری ان کی آغوش میں آگئی تھی بہت تیزی سے وہ مذہبی امور سیکھ رہی تھیں۔ جو وہ سیکھتی تھی وہ بالی کو بھی سکھاتی تھی یہ سب جہاں آرا سے مخفی تھا‘ نانی گھر میں نہیں تھیں معاً بالی فق چہرہ لیے اس کے پاس آئی۔

"انشی...... ماسی نے تمہارا سودا کر دیا ہے اور جانتی ہو کس کے ساتھ؟" انشی نماز ادا کر کے اٹھ ہی تھی‘ بالی کی طرف دیکھتی رہ گئی۔

"کیا بکواس کر رہی ہو؟ میرا سودا کر دیا ہے‘ کیا بکواس ہے۔"

"مجھے بھی یقین نہیں آیا تھا لیکن میں نے خود سراج ماما اور ماسی کو فون پر بات کرتے سنا ہے۔ وہ دوسرا پلان بنا رہے ہیں پھر سے نوفل کو بلیک میل کر کے رقم لوٹنے کا۔"

"نوفل؟" وہ گرنے کے انداز میں بیڈ پر بیٹھی تھی‘ بالی اس کو وہ تمام گفتگو سنا رہی تھی جو اس نے سنی تھی۔

"یہ...... یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ نانی ایسا کس طرح کرسکتی ہیں اس دور میں بھی انسان بکتا ہے کیا؟ میں اتنی ہی ارزاں ہوں کہ کسی بھیڑ بکری کی مانند فروخت کردی جاؤں؟ نہیں...... نہیں میں یہ کس طرح مان لوں کہ نانی ایسی چیپ حرکت کرسکتی ہیں؟" یکلخت اس کے پیروں سے زمین نکلی تھی اس کو لگا ہر سو آگ بھڑک اٹھی ہو کارپٹ پردے فرنیچر پورا کمرہ آگ کی لپیٹ میں آ گیا ہو۔

دل نے اس حقیقت کو ماننے سے انکار کردیا تھا لیکن سچائی کا ثبوت صرف نوفل سے ہی مل سکتا تھا وہ اس کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔ نوفل مقررہ جگہ پر پہنچا تو وہ بالی کے ساتھ بیٹھی تھی بالی اس کو دیکھ کر خاموشی سے باہر چلی گئی۔

"نانی نے آپ سے کتنی رقم لی ہے؟" اس کی نگاہیں نہ اٹھ سکیں گلے سے پھنسی پھنسی آواز نکلی تھی اس لمحے وہ بے حد مضطرب تھی۔

"اور رقم کی ضرورت پڑ گئی ہے تم نانی نواسی کو؟" لہجہ تھا یا بم؟ تصدیق ہوگئی تھی رقم لی گئی تھی۔

"تمہارا چہرہ دیکھتے ہی مجھے اندر سے نفرت ہونے لگی تھی میں سوچتا تھا ایسا کیوں ہے؟ ایک اجنبی لڑکی سے بلاوجہ نفرت کرنا عقل مندی نہیں پھر رفتہ رفتہ تم نے اپنی کینچلی اتارنی شروع کی آہستہ آہستہ اپنی اصلیت دکھانی شروع کی......" وہ گویا پتھر کی بن گئی تھی اس کے سامنے بیٹھا وہ خوشبوؤں میں بسا خوبرو چہرے والا شخص تاک تاک کر نشانے مار رہا تھا۔

"اس دن کار میں جو تم نے تماشہ کیا تھا میرے دل میں تمہارے لیے ایک پوزیٹو خیال آیا تھا کہ تم باہر سے بے ہودہ و آزاد خیال بے شک ہو مگر اندر سے مضبوط کردار کی باحیا لڑکی ہو کیونکہ تم لوز کریکٹر ہوتی تو اس طرح کا بی ہیو ہر گز نہیں کرتیں لیکن جلد ہی مجھے اپنی اس سوچ پر ہنسنا پڑا تھا۔ تیسرے دن ہی تمہاری طرف سے ڈیمانڈ آ گئی تھی کہ پچاس لاکھ ڈالر فوری ادا کیے جائیں وغیرہ وغیرہ۔ بہت سستی قیمت لگائی تم نے اپنی مجھے بالکل بے وقعت کردیا مجھ سے ایسے ہی کہہ دیتیں اس سے دگنی تگنی اماؤنٹ میں ماما پاپا کا صدقہ سمجھ کر تمہارے اس غلیظ و بدصورت چہرے پر ماردیتا۔" وہ ساکت بیٹھی تھی پتھر مارے جارہے تھے ہر سمت سے وہ لہولہان ہوگئی تھی اس کا وجود تیزی سے پتھروں میں دبتا جارہا تھا۔

"میں نوفل عکرمہ احمد جو گرلز کو نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی اپنی توہین سمجھتا ہے جس کی ایک نگاہ کی خیرات کے لیے گرلز تڑپتی ہوں وہ نوفل عکرمہ تم جیسی لڑکی کا ریپ کرے گا؟ ہاہاہا۔ میں تم جیسی لڑکیوں پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتا......" وہ جتنی نفرت اور ناپسندیدگی کا اظہار کرسکتا تھا کر گیا اور آگے بڑھا ہی تھا کہ پیچھے سے دھماکے کی آواز سنائی دی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

تمہارے ساتھ ہی موسم بھی رخ بدلنے لگے
ہوا تھمی ہے تو بارش کے تیر چلنے لگے
رہِ حیات میں یوں تم نے میرا ساتھ دیا
کہ جیسے چاند مسافر کے ساتھ چلنے لگے

"بس بس بھیا..... یہیں گلی کے نکڑ پر روکو" صابرہ بیگم نے بہتے گٹر اور کچرے کے ڈھیر کے ساتھ ہی شروع ہونے والی گلی کے کونے پر پہنچ کر رکشے والے کو رکنے کا سگنل دیا تو رکشہ ڈرائیور نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے سائیڈ پر رکشہ روکا اور اس بیچارے کا نہایت تکلیف دہ سفر بھی اختتام کو پہنچا تھا۔ سارا راستہ وہ خاتون رکشہ ڈرائیور کا دماغ پکاتی آئیں تھیں۔ حکومت کی نااہلی سے لے کر انٹرنیٹ تک اور ماحولیاتی آلودگی، مہنگائی، لوڈشیڈنگ کے ساتھ ساتھ چکن گونیا نامی بیماری پر اپنے نادر خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ڈرائیور کا دماغ کھاتی رہیں اور مزے کی بات یہ کہ ہر جملے کی ادائیگی کے بعد اس کی تائید بھی چاہی اور بیچارہ بہ مشکل گردن ٹیڑھی کر کے اثبات میں سر ہلا کر ان کی باتوں کی تائید کرتا رہا تھا، مکمل پلٹنے کی اجازت منحنی اور ناتواں بکرے نے نہیں دی تھی کیونکہ وہ مستقل ڈرائیور کے کانوں میں کھسر پسر کرتا تو کبھی چھینک مار کر بوندا باندی کا احساس دلاتا اور شاید زندگی کا سب سے طویل تھکا دینے والا سفر آج اس نے ان محترمہ پلس ان کے بکرے کے ساتھ طے کیا تھا۔ رکشے سے اتر کر صابرہ بیگم نے کالے چمڑے کے چھوٹے سے بٹوے سے پیسے نکال کر رکشے والے کے ہاتھ پر رکھے ساتھ ہی منحنی سا بکرا بھی رکشے سے کود کر باہر آ گیا تھا۔ بکرے کی میلی رسی کو تھامے صابرہ بیگم تفاخر سے سر اٹھائے اپنے گھر کی سمت بڑھیں، ان کی چال کا فاتحانہ انداز تھا۔ گلی میں کھیلتے ہوئے سلیم الدین نے صابرہ بیگم کو بکرے کی رسی تھامے آتے دیکھا تو بجلی کی سی پھرتی کے ساتھ گھر کی جانب بھاگا۔

"اماں...... اماں پھپھو بکرا لے آئی ہیں...... ابھی ابھی میں نے ان کو رکشے سے اترتے اور بکرا لے کر گھر کی طرف جاتے دیکھا ہے۔" پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان مواصلاتی ادارے کا کام انجام دیا۔

"کیا کہہ رہا ہے، ایسا کیسے کر سکتی ہیں؟" رضیہ نے آٹا گوندھتے ہوئے چونک کر بیٹے کی بات کو غلط قرار دیا۔

"اماں...... یہ تو پاگل ہے...... پتہ نہیں کس کو دیکھ لیا ہوگا۔" برتن دھوتے ہوئے ثمرہ نے بھی سلیم الدین کو پاگل قرار دیا۔

"آپا...... تم کو یقین نہیں آ رہا تو خود جا کر دیکھ لو...... ایسے اکڑ اکڑ کر چل رہی تھیں جیسے بکرا نہیں بلکہ اونٹ لے کر آ رہی ہوں۔" سلیم الدین نے منہ بنا کر مذاق اڑایا۔

"اچھا دیکھتی ہوں ابھی۔" ثمرہ نے جلدی سے پانی سے ہاتھ کھنگالے اور دوپٹہ سر پر جما کر دروازے میں آ گئی۔

"ہائے سچ اماں...... ایک کیکڑے جیسا بکرا ان کے دروازے پر کھڑا تو ہے۔" ثمرہ واپس آئی تو بکرے کی جسامت کو مزاحیہ انداز میں بیان کیا ساتھ ساتھ حیرت زدہ بھی تھی۔

"یہ کیا ہو گیا صابرہ آپا کو......؟ گزشتہ تین سال سے ہم سب مل کر بچھڑا لاتے تھے وہ جانتی بھی ہیں کہ ایک حصے کے لیے ہمیں کتنی تگ و دو کرنی پڑتی ہے۔" رضیہ نے آٹا گوندھ کر پرات سرکاتے ہوئے کہا۔

"اماں...... ویسے بھی پھوپو کے انداز ہی بدل گئے ہیں۔ کچھ پہلے سے ہی نک چڑھی تھیں اور اب تو جب سے کاظم باہر گیا ہے وہ بہت بدل ہی گئی ہیں۔" ثمرہ نے تاسف سے کہا تو رضیہ سر ہلا کر رہ گئی۔ بیٹی کے احساسات اور جذبات سے وہ ناواقف نہیں تھیں۔

یہ متوسط آبادی پر مشتمل محلہ تھا جہاں پر رہنے والے لوگ عید اور بقر عید پورے جوش و خروش اور اہتمام سے مناتے تھے۔ سارا سال پیسہ جوڑ کر بقر عید پر قربانی کے لیے پیسہ اکٹھا کرتے' یوں پانچ چھ افراد مل کر ایک بچھڑا یا بچھیا لانے کے قابل ہوتے۔ اس محلے میں قاسم الدین بھی اپنی بیوی رضیہ' بیٹی ثمرہ اور بیٹے سلیم الدین کے ساتھ رہتے تھے۔ قاسم الدین کی ایک بیوہ بڑی بہن صابرہ خاتون بھی اسی گلی میں اپنے دو عدد بیٹوں بلال اور کاظم اور ایک عدد بہو سلوئی کے ساتھ رہائش پذیر تھیں۔ صابرہ خاتون تیز طرار عورت تھیں جبکہ بیٹے اور بہو انتہائی سلجھے اور سیدھے سادھے تھے۔ صابرہ خاتون کی تیزی اور طراری اس وقت گھمنڈ میں تبدیل ہونے لگی جب دو سال پہلے کاظم نے ہاتھ پیر مار کر اور کوششوں کے بعد بیرون ملک جاب کے لیے اپلائی کیا اور وہ دبئی چلا گیا تھا۔

جب صابرہ خاتون کے والدین کا انتقال ہوا تو قاسم الدین پڑھ رہے تھے۔ صابرہ خاتون نے قاسم الدین کو بہت پیار سے رکھا والد نے ترکے میں دو کمروں کا اسی گز کا مکان چھوڑا تھا' جب کہ والدہ نے صابرہ خاتون کے لیے جہیز کے نام پر اکھٹی کی ہوئی تھوڑی بہت چیزیں چھوڑی تھیں۔ شہباز احمد بھی اسی محلے میں رہنے والے سیدھے سادے انسان تھے۔ وہ قاسم الدین کو چھوٹے بھائی کی طرح سمجھتے تھے۔ انہوں نے صابرہ خاتون سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا' صابرہ خاتون ویسے بھی قاسم الدین سے دور ہونا نہیں چاہتی تھیں یہ رشتہ مناسب تھا اس طرح صابرہ بیگم بیاہ کر بھی محلے میں ہی رہیں۔ صابرہ بیگم فطرتاً تیز تھیں پھر اکیلی اور بڑی ہونے کی وجہ سے ان کو خودسری اور من مانی کی بھی عادت ہو گئی تھی۔ ان کے ہاں اوپر تلے دو بیٹے بلال اور کاظم پیدا ہوئے' کاظم کے پیدا ہونے کے کچھ عرصے بعد ہی صابرہ بیگم نے اپنے سسرالی رشتہ داروں سے رضیہ بیگم کو قاسم الدین کے لیے پسند کر لیا اور رضیہ قاسم الدین کی دلہن بن کر آ گئیں۔ رضیہ بیگم سیدھی سادھی اور سگھڑ خاتون تھیں انہوں نے بہت اچھے سے قاسم الدین کا گھر سنبھالا تھا۔ ان کی زندگی میں ثمرہ اور پھر کافی وقفے کے بعد سلیم الدین آ گیا۔ قاسم الدین معمولی سی جاب کرتے تھے۔ حرام حلال کی تمیز بھی تھی۔ تب ہی زندگی کسمپرسی میں گزر رہی تھی۔ بلال تو ثمرہ کو چھوٹی بہن سمجھتا تھا جبکہ بچپن سے ہی ثمرہ کاظم ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے۔ باتوں باتوں میں ان کے بچپن میں ہی یہ بات طے ہو گئی تھی' صابرہ بیگم ثمرہ کو اپنی بہو بنائیں گی۔ صابرہ نہ صرف نام کی بلکہ گنوں سے بھی روایتی پھوپو کے کردار پر سو فیصد پوری اترتی تھیں۔ محلے کی ٹوہ لینا اور پھر بڑھا چڑھا کر بیان کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ ان کی بہو سلوئی بیچاری دن بھر کاموں میں لگی رہتی اور صابرہ بیگم گھر بار سے بے فکر لیکن ہٹلر مزاجی کے ساتھ زندگی گزار رہی تھیں۔

سلیم الدین بڑا ہوا تو اسے محلے میں آنے والے قربانی

کے جانوروں کو دیکھ کر مزا آتا اور وہ چاہتا کہ ہمارے گھر بھی قربانی کا گوشت آئے' صحن میں ڈھیر سارا گوشت بکھرا ہو اور اماں اور ثمرہ بیٹھ کر حصے بنا کر اسٹیل کی ٹرے میں رکھ کر سلیم الدین کے ہاتھ میں دیں اور سلیم الدین محلے بھر میں قربانی کا گوشت بانٹتا پھرے۔ آس پاس کے لوگ بھی کھینچ تان کر مل کر قربانی کے جانور لانے لگے تھے' تب قاسم الدین اور رضیہ نے بھی حصہ ملانے کا فیصلہ کرلیا اور گزشتہ دو' تین سالوں سے اب وہ لوگ بھی قربانی کرنے لگے تھے۔ صابرہ بیگم بھی یہیں حصہ ملاتی تھیں لیکن اس بار...... بنا بتائے' خاموشی سے جا کر وہ اکیلے اکیلے بکرا بھی لے آئیں جبکہ قاسم الدین کی حیثیت نہ تھی کہ وہ دو حصے ملاتے' سب لوگ یہ سوچ کر پریشان تھے کہ آخر اب وہ ایک حصہ کون ڈالے گا۔ اکٹھا اتنی رقم نکالنا کسی کے لیے بھی ممکن نہ تھا۔

''ویسے بھی جب سے کاظم بھائی دوبئی گئے ہیں پھوپو کے انداز ہی بدل گئے ہیں اماں' ہر بات میں غرور اور دوسروں کی ہتک کرنا ان کا مشغلہ بن گیا ہے۔'' دوپہر کے لیے دسترخوان لگاتے ہوئے ثمرہ بڑبڑا رہی تھی۔ وہ لوگ کھانا کھانے بیٹھے ہی تھے کہ صابرہ خاتون آگئیں...... دروازے پر ہونے والی مخصوص دھاڑتی آواز ان کی طوفانی آمد کی اطلاع دے رہی تھی۔

''آپا آجائیں کھانا کھالیں۔'' رضیہ بیگم نے سلام کرکے دعوت دی۔ صابرہ خاتون نے دسترخوان پر اچٹتی نظر ڈالی۔ ماش کی دال' ہری مرچ کی چٹنی' سلاد' دہی' اچار اور پاپڑ کے ساتھ گرم گرم روٹیاں دیکھ کر وہ دسترخوان پر آبیٹھیں۔

''بھوک تو نہیں مگر تم ضد کررہی ہو تو دو لقمے کھا لیتی ہوں۔''

''ضد...... ہائے آپا' یہ ضد کس نے کی پھوپو سے؟'' سلیم الدین نے شرارت سے ثمرہ کو دیکھ کر کان میں چپکے سے کہا تو ثمرہ نے آنکھیں نکال کر اسے چپ کرایا۔

''پھوپو ابا کہہ رہے تھے شام تک حصے کے پیسے دے دیں۔'' سلیم الدین نے نوالہ منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔

''نہ بھیا...... اس بار گائے وائے میں حصہ نہیں لینا...... اس بار تو ہم بکرا کاٹیں گے بکرا......'' پلیٹ میں دال نکالتے ہوئے قدرے تفاخر سے مڑ کر سلیم الدین کو دیکھ کر کہا۔ ''تم نے دیکھا نہیں؟''

''اچھا...... اچھا...... وہ کالا کالا' دبلا پتلا' لاغر سا بکرا آپ کا ہی ہے جو دروازے کے پاس کھڑا ہے۔'' سلیم الدین نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔ ثمرہ کو پانی پیتے ہوئے اچھو لگا۔ صابرہ خاتون کے چہرے کا رنگ یکلخت بدلا۔ آنکھیں ٹیڑھی کرکے ناک چڑھا کر سلیم الدین کو دیکھا۔

''ارے تم نے دور سے دیکھا ہوگا ناں' اس لیے ایسا لگا...... ارے پورے بارہ ہزار کا لے کر آئی ہوں۔'' سینے پر ہاتھ مار کر خالص مردانہ انداز میں کہا۔

''ارے پھوپو بھلا بارہ ہزار آج کل کیا ہیں بارہ ہزار میں تو اچھی نسل کا مرغ بھی نہیں ملتا۔'' سلیم الدین بدستور اسی انداز میں بولا۔

''چپ کرو سلیم الدین۔'' رضیہ نے پلٹ کر سلیم الدین کو گھر کا اور پھر صابرہ خاتون سے مخاطب ہوئیں۔

''آپا' تمہارا ایسا ارادہ تھا تو پہلے ہی سلیم کے ابا سے کہہ دیتیں ناں...... وہ تو اس انتظار میں ہیں کہ ایک حصہ آپ کا ہوگا۔''

''ارے بھئی...... آٹھ نو ہزار ایسی کون سی بھاری رقم ہے' کوئی نہ کوئی مل جائے گا' ویسے بھی اس بار کاظم نے خاص طور پر زیادہ پیسے بھیجے ہیں' بس پیسے آنے والے ہوں گے اب تو میرا بچہ ماشاء اللہ اچھا کمانے لگا ہے۔ ایک پائی بھی نہیں رکھتا اپنے پاس سب کے سب بھیج دیتا ہے اور خاص طور پر اس بار یہ بھی کہا کہ اماں بکرا لے کر ابا کے نام کی قربانی کرنا۔''

''ہائیں......'' رضیہ ان کی بات پر چونکی۔

''اچھا میں چلوں سکینہ نے ایک لڑکی کے بارے میں بات کی تھی اپنے کاظم کے لیے بہت اچھے اور پیسے والے

لوگ ہیں۔لڑکی کے ابا دس سال سے باہر ہیں......شام کو وہاں چکر لگانے کا سوچ رہی ہوں۔" دستر خوان سمیٹتے ہوئے ثمرہ نے چونک کر پھوپو کے نارمل انداز اور مغرور چہرے کی جانب دیکھا۔باتوں باتوں میں انہوں نے کتنی خوب صورتی سے دل کی بات کہہ دی تھی۔

رضیہ بھی چونکی۔یہ صابرہ خاتون کیا کہہ کر چلی گئی تھیں گو کہ عرصہ دراز سے ثمرہ اور کاظم کے رشتے کے حوالے سے کوئی بات نہ ہوئی تھی لیکن......آج تو گویا صاف لفظوں میں وہ اپنے ارادے اور پروگرام کو گوش گزار کر کے چادر سر پر جماتی کمرے سے باہر نکل گئیں تھیں۔

ان کی سرد مہری اور بگڑے تیور سے اس بات کا اندازہ تو پہلے سے ہی تھا کہ کاظم کے باہر جاتے ہی ان کے انداز میں واضح فرق آ گیا تھا۔

"ارے اماں......پھوپو کیا شوشہ چھوڑ کر گئی ہیں......؟" سلیم الدین نے پہلے ثمرہ کے چہرے کو دیکھا پھر اماں کی طرف پلٹا۔

"بہت اونچے خیالات ہو گئے ہیں ان کے' کوئی مرا نہیں جا رہا۔" ثمرہ کے الفاظ اس کے جذبات کی عکاسی کرنے میں ناکام تھے۔رضیہ گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

☆......☆......☆......☆

"عجیب منطق ہے تمہاری بہن کی قاسم الدین...... بتاؤ ذرا زندہ لوگوں کو چھوڑ کر مرے ہوؤں کے نام کی قربانی کرنے چلی ہیں اور......"

"وہ بھی خرگوش جیسے بکرے کی۔" سلیم الدین نے حسب عادت لقمہ دیا۔قاسم الدین رات کا کھانا کھا رہے تھے کہ رضیہ نے بات چھیڑی۔

"ایک تو چھپ چھپاتے بکرا لے آئیں اور دوسرے کاظم کے لیے لڑکیوں کی تلاش کا کام بھی شروع کر دیا ہے۔" رضیہ نے پلیٹ میں سالن نکالتے ہوئے کہا۔

"ہائیں......بیا آپا کو کیا ہو گیا ہے......میں جا کر بات کروں گا ان سے۔" رشتے کی بات پر قاسم الدین کو بھی دھچکا لگا تھا۔وہ جانتے تھے کہ کاظم اور ثمرہ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔

"ارے رہنے دو قاسم الدین......کوئی ضرورت نہیں اس موضوع پر بات کرنے کی' ہماری بیٹی ہم پر بوجھ نہیں' ویسے بھی ہم ذہنی طور پر تیار تو تھے ناں۔" رضیہ کی بات پر قاسم الدین سوچ میں پڑ گئے۔تب ہی صابرہ خاتون اسی آندھی اور طوفان کی مانند گھر میں داخل ہوئیں۔سلام دعا کے بعد بھائی کے سامنے بیٹھ گئیں۔

"آپا......تم بکرا لے آئیں اور خبر بھی نہیں دی پتہ ہے ناں کہ تمہارا حصہ بھی ضروری ہوتا ہے۔" قاسم الدین نے کہا۔

"ارے بھئی......تم لوگوں نے تو بیچارے بکرے کو لے کر فتنہ ہی کھڑا کر لیا ہے ایسی کون سی بات ہے...... تمہاری گائے میں بھی حصہ ڈال دوں گی......آٹھ' نو ہزار کی کیا بات ہے......بھیج دے گا میرا بچہ۔" انتہائی حقارت سے کہتے ہوئے بھائی اور بھاوج کو دیکھا۔"جب اللہ پاک نے دیا ہے تو کیوں نہ خرچ کریں......گائے کا گوشت تو کھاتے رہتے ہیں......اس بہانے بکرے کا بھی کھانے کو مل جائے گا' ویسے بھی ساری گلی میں ایک میرے گھر میں ہی تو بکرا آیا ہے۔" ان کے لہجے میں تفاخر نمایاں تھا۔وہ اس بات سے قطعی بے خبر تھیں کہ اس منحنی سے بکرے کو لے کر لوگ کیسے کیسے نام رکھ رہے ہیں۔سر جھکائے' مسکین اور لاغر سا بکرا جسے دیکھ کر ہمدردی کا احساس ہو رہا تھا۔کچھ دیر بیٹھ کر پیسوں کے حوالے سے تسلی دے کر صابرہ خاتون چلی گئیں۔ان کو بکرا لانے کی اتنی جلدی تھی کہ وہ کمیٹی والی نفیسہ خالہ سے ادھار پیسے لے کر بکرا لے آئی تھیں کہ کاظم کے پیسے آتے ہی لوٹا دیں گی۔دکھاوے کے چکر میں صابرہ خاتون زیادہ ہی آگے بڑھ گئی تھیں۔

☆......☆......☆......☆

دوسرے دن چھٹی تھی قاسم الدین اور محلے کے دو تین عمر رسیدہ لوگ مناسب اور صحت مند جانور خرید لائے...... شام کے وقت بلال اور سلویٰ بھی آ گئے تھے۔سلویٰ اور ثمرہ

میں اچھی خاصی دوستی تھی۔ رضیہ عیدالضحیٰ کے حوالے سے تیاریاں کررہی تھیں۔ ثمرہ نے اپنا نیا جوڑا لاکر سلویٰ کو دکھایا۔ وہ دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگیں۔ ثمرہ چائے بنا کرلے آئی۔

''کاظم کب تک آئیں گے؟'' ثمرہ نے باتوں کے درمیان سوال کیا۔

''دیکھو بہت جلد آنے والا ہے۔''

''ہاں پھوپو کہہ رہی تھیں کوئی لڑکی دیکھی ہے ان کے لیے۔'' ثمرہ کا لہجہ بجھا بجھا سا تھا۔

''ہنہ......'' سلویٰ نے نظر بھر کے ثمرہ کو دیکھا سے یہ معصوم سی لڑکی بہت اچھی لگتی تھی۔

''ثمری......'' سلویٰ کی آواز پر ثمرہ نے جھکا ہوا سر اٹھایا۔ اس کی آنکھوں میں اداسی نمایاں تھی۔

''سوری ثمرہ گڑیا' ہم نے حتی الامکان کوشش کی کہ رشتہ برقرار رکھا جائے مگر...... اماں کے تو اطوار ہی بدل گئے نہ جانے کیا کیا باتیں سوچنے لگی ہیں وہ...... پچھلے ہفتے تو بلال اور اماں کی اچھی خاصی منہ ماری بھی ہوگئی تھی۔ ادھر کاظم بھی ٹینشن میں ہے۔ بیچارہ ابھی تو اتنی محنت کررہا ہے اور اماں سمجھ رہی ہیں کہ پیسہ درختوں سے توڑ کر بھیج رہا ہے...... اب دیکھو اپنی مرضی سے بنا بلال سے مشورہ لیے وہ بکرا لے آئیں وہ بھی لاغر اور نحیف...... اور مزے کی بات ہے پیسے بھی کمیٹی والی آنٹی سے ادھار لیے...... مگر یہ باتیں ان کو کون سمجھائے......'' سلویٰ تو اچھی خاصی بھری بیٹھی تھی۔

''چھوڑیں بھابی...... آپ کیوں غصہ کرتی ہیں۔'' ثمرہ نے غور سے سلویٰ کو دیکھتے ہوئے دھیرے سے کہا۔

''ارے یار...... افسوس ہوتا ہے کوئی بچی تو نہیں ہیں وہ۔'' سلویٰ بدستور جھنجلائی ہوئی تھی۔

''سلویٰ چلو یار تمہیں رات کا کھانا بھی پکانا ہے دیر ہوگئی تو اماں کا نہ ختم ہونے والا لیکچر شروع ہوجائے گا۔'' بلال کی آواز پر سلویٰ چونک کر جلدی سے اٹھ گئی۔

''ہاں بھئی چلتی ہوں' تم چکر لگاؤ۔''

''جی بھابی آؤں گی۔'' ثمرہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور سلویٰ اٹھ کر باہر کی طرف چل دی۔

بقرعید میں دو دن باقی تھے۔ گلی محلوں اور سڑکوں پر خوب گہما گہمی تھی' ہر جانب جانور ہی جانور نظر آرہے تھے بچے خوشی خوشی اپنے اپنے جانوروں کی رسیاں تھامے ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ موسم بھی خاصا خوشگوار ہوگیا تھا۔ ناشتے سے فارغ ہوکر صابرہ بیگم بینک جانے کو تیار ہورہی تھیں کہ کمیٹی والی خاتون کا بیٹا آ گیا۔

''پھپھو اماں ادھاری کے پیسے منگوارہی ہیں' جلدی سے دے دو۔''

''ارے بھئی...... ایسی کیا جلدی ہے' تمہاری اماں کو ہم بھاگے تو نہیں جارہے دے دیں گے' کل سے چار چکر لگالیے تم نے...... جارہی ہوں بینک ابھی لاکر دے دوں گی۔'' بچے کے تیسرے چکر پر صابرہ خاتون بری طرح جھنجلائیں۔

''یہ کیا بات ہوئی دو دن ہوگئے ادھار لے کر جانور لانا ضروری تھا کیا......؟'' بچے کے ساتھ آنے والے اس کے بڑے بھائی کی آواز سن کر صابرہ بیگم چلبلا کر باہر نکلیں لیکن وہ جاچکا تھا۔

''لو بھلا دم ہی نکل رہا ہے کمبختوں کا بارہ ہزار نہ ہوئے لاکھ روپیہ ہوگیا۔'' بڑبڑاتی ہوئی واپس گھر میں آئیں۔

''اماں کہاں جارہی ہو......'' بلال سو کر اٹھا تو ان کے پاس آ کر سوال کیا۔

''بینک جارہی ہوں کاظم نے پیسے بھیج دیئے ہیں۔'' صابرہ خاتون نے چادر کو سر پر ڈالا اور چمڑے کا بٹوہ اٹھالیا۔

''اماں...... تھوڑا صبر کرو' میں چلتا ہوں ساتھ۔''

''اے لو...... یہ کیا بات کہی تم نے؟ میں کوئی ننھی بچی ہوں کہ باڈی گارڈ لے کر چلوں۔ تم سے زیادہ خیال رکھتی ہوں...... اچھی طرح سے سنبھال سکتی ہوں۔'' بیٹے کی بات ان کو بالکل بھی اچھی نہیں لگی۔ بلال اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ صابرہ خاتون گردن جھٹک کر گھر سے نکل گئیں۔

بینک میں خاصا رش تھا...... رقم بھی زیادہ نکلوانی تھی' عید کے اخراجات کے اکٹھے پیسے بھیج دیئے تھے کاظم نے

اور قربانی کے بھی کل ملا کر چالیس ہزار روپے تھے اپنے بٹوے میں گن کر پیسے رکھے اور بینک سے نکل کر رکشہ اسٹینڈ کی جانب بڑھ گئیں تب ہی دو نوجوان بائیک پر آئے اور آ کر سلام کیا۔

"السلام علیکم آنٹی۔"

"وعلیکم السلام۔" صابرہ خاتون نے چشمے کو اوپر کر کے غور سے ان کو دیکھا کہ کاظم یا بلال کے دوست ہوں گے مگر دوسرے ہی لمحے ایک نوجوان نے ان کی کمر پر گن رکھ دی۔

"چپ چاپ بٹوہ ہمیں دے دو اور ایک آواز نکالے بنا خاموشی سے سیدھی نکل جانا۔" الفاظ دھماکے کی مانند سماعتوں سے ٹکرائے۔

"ہائے اور با.....!" معاملے کی نزاکت اور اس وقت تک کی جمع پونجی لٹ جانے کے احساس سے سر سے پیر تک لرز گئیں۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا گیا' مشینی انداز میں بٹوہ ان کے ہاتھوں میں دے کر الٹے قدموں پلٹیں دماغ سن ہو چکا تھا..... دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ وہ لٹ چکی تھیں..... یہ کیا ہو گیا تھا؟ بڑے مان اور بھروسے سے وہ گھر سے نکلی تھیں لیکن..... لیکن دکھ شرمندگی کی عجیب سی کیفیت سے دوچار وہ تقریباً دوڑتی ہوئی ویسے ہی گھر کی جانب نکل پڑیں اور نجانے کیوں قدم قاسم الدین کے دروازے پر جار کے۔

"ہائے..... ہائے قاسم الدین میں لٹ گئی..... کمبختوں نے دن دھاڑے مجھ سے سب کچھ چھین لیا۔" صابرہ خاتون کے چلانے پر سب لوگ صحن کی جانب بھاگے۔ ثمرہ سلائی چھوڑ اٹھ کر بھاگی آئی۔ صابرہ خاتون روتے ہوئے چارپائی پر گر گئیں۔

"کیا ہو گیا آپا.....؟ خیریت تو ہے.....؟" قاسم الدین اور رضیہ گھبرا کر ان کے قریب آئے ثمرہ پانی کا گلاس لے کر دوڑی..... سلیم الدین بھی کمرے سے باہر آ گیا۔

"بینک سے پیسے لے کر نکلی تو لٹیروں نے مجھ سے میرے سارے پیسے چھین لیے..... میرے بچے نے بھیجے تھے قرضہ بھی دینا تھا۔ عید اور مہینے کا خرچہ بھی تھا..... ہائے ہائے کیا کروں میں.....؟ پہلے ہی کمیٹی والی نے دو دن میں زندگی عذاب کر ڈالی ہے..... میری تو عزت داؤ پر لگی..... کہاں سے لاؤں تیس پینتیس ہزار....."

"ہائے اللہ.....!" وہ ایک لمحے کو رکیں ثمرہ نے پانی کا گلاس صابرہ خاتون کے ہاتھ میں تھمایا۔

"پھوپو پہلے پانی پی لیں۔" سلیم الدین دوڑ کر بلال کو بلا لایا..... مسئلہ واقعی گمبھیر تھا فی الفور اتنا پیسہ دینے کے قابل تو کوئی بھی نہیں تھا۔

"اماں چھوٹا منہ اور بڑی بات' مجھے آپ سے یہ سب کہنا تو نہیں چاہیے مگر معاف کیجیے' آپ نے خوامخواہ ہی صرف اپنی مرضی کرنے کے چکر میں اتنا سب کچھ کیا۔ کیا ضرورت تھی کہ بکرے کی قربانی کی جاتی وہ بھی ادھار پیسے لے کر' ہمیشہ کی طرح مل کر حصہ ڈال لیتے..... ہمارا مقصد تو قربانی کرنے کا ہے نہ کہ دکھاوا اور گائے اور بکرے کی قربانی کر کے اونچ نیچ کا فرق ظاہر کرنا ہے' کیا بکرے کی قربانی کا ثواب زیادہ ہے.....؟ اللہ پاک حیثیت اور گوشت کے مہنگے اور سستے ہونے کو نہیں بلکہ ہماری نیتوں کو دیکھتا ہے ثواب بڑے طاقتور اور قیمتی سے قیمتی جانور کی قربانی سے نہیں ملتا بلکہ سنت ابراہیمی کے مطابق بے عیب اور بغیر نقص والے سنتوں پر پورا اترنے والے جانور کی قربانی سے ملتا ہے۔ ادھر کمیٹی والی کا بیٹا دماغ کھا رہا ہے اور اب آپ بتائیں کہ ہم کیا کریں.....؟" بلال اس وقت بہت پریشان تھا تب ہی اتنی لمبی چوڑی بات کر دی۔ ثمرہ خاموشی سے اٹھ کر اندر کمرے میں گئی۔ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی کپڑے کی تھیلی تھی۔ کل عید تھی اور آج اتنا بڑا نقصان ہو گیا تھا۔ صابرہ خاتون کا سر آج زندگی میں پہلی بار جھکا تھا اور چہرے پر ندامت تھی۔ ثمرہ نے وہ کپڑے کی تھیلی پھوپو کی گود میں ڈال دی' قاسم الدین' رضیہ اور بلال سب حیرت سے ثمرہ کو دیکھنے لگے۔ صابرہ خاتون نے سر اٹھا کر ثمرہ کی طرف دیکھا۔

"پھوپو یہ وہ پیسے ہیں جو اماں نے خرچے سے بچا کر میرے زیور کے لیے کمیٹی ڈال کر جمع کر کے رکھے تھے۔

پورے پچاس ہزار ہیں...... یہ آپ لے لیں اور ابھی تو اپنا کام چلائیں یوں ہلکان مت ہوں۔'' ثمرہ کی بات پر صابرہ خاتون ندامت سے زمین میں گڑ گئیں۔

''نہیں...... نہیں میں یہ نہیں لے سکتی' یہ تمہاری امانت ہے اور میں امانت میں خیانت نہیں کرسکتی۔''

''پھوپو یہ میری شادی کے لیے رکھے ہیں ابھی کون سی میری شادی ہو رہی ہے' آپ مجھے واپس کردینا جب آپ کے پاس پیسے آجائیں' پہلے اپنا قرضہ تو اتاریں' بار بار کوئی گھر پر آئے...... یہ اچھی بات نہیں ہوتی۔'' ثمرہ کی بات پر بلال نے محبت سے اسے دیکھا۔

صابرہ خاتون کے چہرے پر شرمندگی اور ندامت نمایاں تھی۔ انہوں نے نم آنکھوں سے سامنے کھڑی معصوم چھوٹی سی فیروزی اور سفید عام سے سوٹ میں کھڑی لڑکی کو غور سے دیکھا۔ وہ لڑکی جس کو وہ خاطر میں نہ لاتی تھیں' اپنی انا اور ضد کے چکر میں پرانے رشتے تک بھول چکی تھیں' آج...... آج اسی چھوٹی سی لڑکی نے ان کے منہ پر کیسا طمانچہ مارا تھا۔

رضیہ نے آگے بڑھ کر تھیلی اٹھا کر صابرہ خاتون کے ہاتھوں میں تھمادی۔

''آپا...... کیا سوچ رہی ہو؟ ثمری بھی تو آپ کی ہی بچی ہے...... آپ کی پریشانی ہماری پریشانی ہے۔ آپ کی عزت ہماری عزت ہے اور ہم ہرگز یہ گوارا نہیں کرسکتے کہ اپنوں کے ہوتے ہوئے کوئی غیر آپ کو باتیں سنائے۔ آپ ہماری بڑی آپا' ہمارا اثاثہ ہو...... ہماری اپنی ہو' ہم آپ کے اپنے ہیں' یوں انکار کرکے ہمیں شرمندہ نہ کریں۔'' قاسم الدین بھی بہن کا ہاتھ تھام کر جذب سے بولے۔

صابرہ خاتون کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو بہہ نکلے۔

''ثمرہ میری بچی...... مجھے معاف کردے' تیری پھوپو کو تو نے آج خرید لیا۔'' وہ بہ مشکل اتنا ہی کہہ سکیں۔ اسی لمحے دروازے سے کاظم داخل ہوا......

''السلام علیکم!'' سب لوگ حیرت اور خوشی سے کاظم کو دیکھ رہے تھے' یوں بغیر اطلاع کے وہ اچانک چلا آیا تھا۔ کاظم باری باری سب سے ملا۔

''اماں...... خیر تو ہے آپ ٹھیک ہیں ناں......؟'' کاظم نے بغور صابرہ خاتون کی آنکھوں کو دیکھا۔

''ہاں...... ہاں بالکل ٹھیک ہوں...... میں تو ایک ضروری بات کرنے آئی تھی قاسم الدین اور رضیہ سے۔'' اچانک ہی صابرہ خاتون کا لہجہ بدلا تھا۔

''کیا......؟'' سب نے حیرت سے صابرہ خاتون کو دیکھا۔

''ارے بھئی...... میں تو آئی تھی تمہاری اور ثمرہ کے رشتے کی بات پکی کرنے لیکن...... اب تم آگئے ہو تو...... سوچ رہی ہوں' ثمرہ اور تمہارا نکاح ہی کردیا جائے۔'' صابرہ خاتون کی بات پر سب لوگ یوں اچھلے جیسے کرنٹ لگ گیا ہو اور صابرہ خاتون کی دماغی حالت مشکوک ہوگئی ہو۔ ثمرہ نے آنکھیں پھاڑ کر صابرہ بیگم کو ایسے دیکھا جیسے وہ پاگل ہوگئی ہوں۔ سب کے اس ردعمل پر صابرہ خاتون خجل سی ہوگئیں۔

''ارے بھئی...... سب لوگ مجھے اس طرح سے کیوں دیکھ رہے ہو' کیا میں نے غلط فیصلہ کیا؟'' صابرہ خاتون نے باری باری سب کو دیکھا اور پھر نظریں بھائی پر جا کر ٹھہر گئیں۔

''قاسم الدین' رضیہ بانو کیا تم لوگوں کو کوئی اعتراض ہے اس رشتے پر......؟''

''نہیں...... نہیں آپا...... مگر اس اچانک سے فیصلے نے ہمیں حیران ضرور کردیا ہے۔'' رضیہ بانو نے بھاوج ہونے کا معمولی سا حق ادا کرتے ہوئے ہلکی سی چوٹ کی۔ بھلا کس کو اس بات پر اعتراض تھا۔ بلال سلویٰ سمیت سب لوگ دل سے یہی چاہتے تھے۔ کاظم اور ثمرہ تو بچپن سے ایک دوسرے کے قریب تھے' لیکن صابرہ خاتون کی سرد مہری کی وجہ سے چپ ہو کر رہ گئے تھے۔

''ارے بھئی...... جب سب لوگ راضی ہیں تو یوں

چپ چاپ کیوں کھڑے ہو...... مجھے مزید شرمندہ تو نہ کرو..... آج مجھے احساس ہوگیا کہ اپنے آخر اپنے ہوتے ہیں۔ اچھے برے وقت میں کام آنے والے اللہ تعالیٰ کی جانب سے بنائے گئے رشتوں میں ہی اصل طاقت اور پائیداری ہوتی ہے۔ رشتے تو آسمانوں پر بنتے ہیں زمین پر رہنے والے ان رشتوں کو استوار کرنے اور رشتوں کو مضبوط بنانے کے وسیلہ بنتے ہیں۔ سلویٰ جاؤ جلدی سے کچھ میٹھا لے کر آؤ اور سب کا منہ میٹھا کراؤ۔" صابرہ خاتون نے پہلے سنجیدگی اور پھر بشاش لہجے میں آخری جملہ ادا کیا۔ ثمرہ اور کاظم خواب کی سی کیفیت میں تھے۔ اسے قطعی امید نہ تھی کہ یوں اچانک سے اتنی بڑی خوش خبری مل جائے گی۔ کاظم کو بھی آتے ہی خوشی ملی تھی وہ تو اچانک سے آ کر سب کو سرپرائز دینا چاہتا تھا' مگر اماں نے آج سب کو سرپرائز دے دیا تھا۔

فیروزی اور سفید کاٹن کے سوٹ میں سیدھی سادی اور حیران سی چہرے پر قوس وقزاح جیسی شگفتگی و شرمگیں مسکراہٹ لیے ثمرہ سیدھی کاظم کے دل میں اترتی جارہی تھی۔ ثمرہ نے بلوجینز اور بلیک ٹی شرٹ میں ملبوس کاظم کو نظر بھر کر دیکھا۔ کاظم کو وارفتگی سے دیکھتا پا کر ثمرہ پزل ہوگئی۔

"تو یہ ہے بھئی...... بے شرم لڑکی کل نکاح ہے اور آج یوں گھور گھور کر مشرقی لڑکے کو تکے جارہی ہے سچ' بہت شرم آرہی ہے۔" کاظم شرارت سے شرمانے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے ثمرہ کے پاس آ کر بولا تو ثمرہ بری طرح جھینپ گئی۔

سلویٰ باورچی خانے سے سوجی کا حلوہ لے کر آئی اور سب کا منہ میٹھا کرانے لگی۔ سب لوگ ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے اور ثمرہ موقع کی نزاکت دیکھتے ہوئے اندر کمرے کی جانب بھاگی' اچانک ہی زندگی کی کایا پلٹ گئی تھی۔ باہر نکاح کے حوالے سے تیاریوں کی باتیں ہورہی تھیں اور کمرے میں ثمرہ سوچ رہی تھی' گوکہ اتنا سارا روپیہ اپنی جمع پونجی دیتے وقت وہ تھوڑا سا گھبرائی ضرور تھی مگر پھر قربانی کا جذبہ امڈ آیا تھا۔ 'عید قربان' صحیح معنوں میں 'عید قرباں' بن کر اس کی زندگی میں آئی تھی اور قربانی کی اس عید پر اس نے قربانی کا نیا باب رقم کیا تھا۔ جس سے اس کی زندگی میں بہاریں اور خوشیاں آ گئی تھیں۔ وہ اب مسکرا رہی تھی۔

"آہم...... آہم......" دروازے پر کاظم کو دیکھ کر گھبرائی۔ وہ والہانہ انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔ ثمرہ نگاہیں جھکائے کھڑی تھی۔

"اے لڑکی...... یہ شرمانا ورمانا چھوڑو جلدی سے تیار ہوجاؤ' ابھی میں' تم اور سلویٰ بھابی مارکیٹ جارہے ہیں نکاح کا جوڑا لینے اور......" وہ قریب آ کر ایک لمحے کو رکا۔

"اور کیا؟" ثمرہ جو سر جھکائے کھڑی تھی۔ اس کے ادھورے جملے پر چونکی اور بے ساختہ سوال کر ڈالا۔

"اور......اور......اور یہ بے خبر لڑکی کہ میں نے اماں اور ماموں سے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ...... میں نے صرف نکاح نہیں کرنا بلکہ رخصتی بھی کروالینی ہے...... کیا پتہ ہماری اماں صاحبہ کل کو مکر جائیں تو...... ٹھیک کیا ناں......؟" کچھ مزاحیہ اور کچھ والہانہ انداز لیے وہ اس کی جانب جھکا۔

"ہاں...... ہاں بالکل ٹھیک کیا......" بے دھیانی اور بے ساختگی میں کہے گئے جملے پر وہ خود ہی بری طرح جھینپ گئی کیونکہ اس بار کاظم کے قہقہے میں سلویٰ کا قہقہہ بھی شامل تھا۔

پاک سوسائٹی
ڈاٹ کام
رنگ حنا کی بات نہ چھیڑ
فریدہ فرید

کوئی حرفِ وفا نہ حرفِ سادہ
میں خاموشی کو سننا چاہتی ہوں
میں بچپن کے کسی لمحے میں رک کر
کوئی جگنو پکڑنا چاہتی ہوں

اے بادِ صبا گر تیرا گزر ہوان فضاؤں سے جہاں میرے چارہ گر کا قیام ہے انہیں خبر دینا کہ لوٹ آئیں چاہنے والوں کے شہر میں آپ کی بستی میں شب بھی ہوتی ہے سحر اب بھی ہوتی ہے آنگن میں دھوپ بھی اترتی ہے، موسم کئی رنگ بھی بدلتے ہیں مگر دروازے پر دستک نہیں ہوتی۔ آپ کے آشیانے میں ہر صبح ایک ہی مژدہ لاتی ہے، آپ کے کوچے میں نسیم خاک اڑتی ہے، فرش پر کاغذ بکھرے رہتے ہیں اور ہر شے پر گرد جمی رہتی ہے آپ بھی کہیں گے یہ سلیقگی کب سے قابل تذکرہ ٹھہری، کیا کیجیے جناب من دست دعا سے خالی ہو تو کسی اور کام کو انجام دیں، دل کو التجاؤں اور مناجات سے ہی فرصت کہاں؟ نگاہیں آج بھی فرشِ راہ ہیں۔

اماں ابا ہیں تو ان کی لطیف زیست سے محروم آنکھیں ان کہکشاؤں کے صدقے جاتی ہیں، جس کے آپ مسافر بن گئے ہیں، کوئی سندیسہ بھی تو نہیں آتا اور وہ آپ کا جانشین عرشان چاند میں آپ کو تلاش کرتا ہے اس کی حسرتیں تو پنچھیوں کے ساتھ محو پرواز رہتی ہیں اور آپ کی چندہ جیتی ہے آپ کے پیاروں کے لیے۔

میرے ہاتھ آج بھی رنگ حنا سے سجے ہیں۔ میری آنکھوں میں آپ کی یاد کا کاجل چمکتا ہے، میرے شانوں پر آپ کے غم کی شال سایہ فگن ہے، دل میں طوفان اشک لیے آج بھی اسی لمحہ وصال میں زندہ ہوں جو ہوتا میرے اختیار میں تو اُڑ کے پہنچ جاتی آسمانوں کی وسعتوں میں جن فضاؤں میں آپ گم ہوگئے ہیں۔ کاش میں دیکھ پاتی، ان چشم حیران کو جو اس طرز...... پر چمک اٹھی ہوں گی، آپ کے لب مسکرائے ہوں گے اگر نظر سے یہ ورق گزریں جو آپ کی یاد میں رقم کیے ہیں تو تسکین اضطراب کا سبب ضرور کیجیے گا کیونکہ دل کی دنیا اب ضبط کے قابل نہیں رہی۔

آپ کی خیرہ کن...... خیرہ ابدی نے نالہ غم و ہجر تراش کے ای میل سینڈ کردی تھی ایک ایسے نمبر پر جو چھ سال سے بلاک تھا وہ خط لکھ کر پوسٹ کرتی تھی ایسے پتے پر جس کے مکین کی مدت ہوئی کوئی خیر خبر نہ آئی تھی۔

☆

"چیٹنگ کی بھی کوئی حد ہوتی ہے میرے ڈیزائن میرے منہ پر ریجیکٹ کرکے آپ انہی ڈیزائن کو اپنے نام سے کیسے استعمال کرسکتے ہیں کوئی اصول نام کی چیز بھی ہوتی ہے کہ نہیں۔" اموز کی برق رفتاری گارڈز کے پہلے ہی چھکے چھڑا چکی تھی اب باس نامی افتاں وحیران قسم کی شخصیت بھی روبوٹ کی مانند اسے تک رہی تھی، کب کسی کو اتنی جرأت ہوئی تھی کہ اس کے سامنے آئے اور آکے چلائے بھی اور باہر ان کا ڈریس شو انتہائی کامیابی سے رواں تھا اتنی پذیرائی نما ماحول میں یہ آفت ان کے سامنے تن کر کھڑی تھی۔ چند لمحوں تک تو وہ صورت حال سمجھنے کی سعی کرتا رہا اس غیر متوقع حملے نے اس اچھے خاصے پُراعتماد بندے کو ٹھیک ٹھاک بوکھلا دیا تھا اوپر سے اموز کی زہر افشانی اور سرخ چہرے پر پھولتے نتھنے دیکھ کر تو اسے بغیر اطلاعی حملے کی اصطلاح زیادہ مناسب معلوم ہو رہی تھی۔

"ہیلو میم ہمیں رولز سکھانے سے قبل آپ خود کچھ مینرز تو سیکھ لیں بات کرنے کا یہ کون سا طریقہ ہے؟" دلشاد احمد نے قدرے بوکھلائے اور تیکھے چتونوں کے ساتھ اس قہر برساتی ہستی کو سرتا پیر دیکھا۔

"ایکسکیوزمی...... میں بات نہیں کررہی کمپلین کررہی ہوں۔" ابھی دلشاد احمد نے تفصیلی معائنہ کیا بھی نہیں تھا کہ ایک بار پھر قہر برسا۔

"کمپلین ہے یا جو بھی واٹ ایور بٹ یہ بات کرنے کا کوئی طریقہ نہیں، آپ باہر جایئے اور ناک کرکے آیئے۔" دلشاد احمد نے کچھ دیر قبل بھولے ہوئے اکڑ انداز سے کام لیا اور اس دھان پان سی بچی کو انگلی کے اشارے سے باہر جانے کا اشارہ کیا شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار آگے بڑھ کر اسے دھکیلنے کی سعی کرنے لگے تھے جن کے مستعد دھکوں سے زیادہ مستعدی سے اموز کی زبان چل رہی تھی۔

"جناب چیئرمین ایک ماہ سے آپ کے آفس کے باہر انٹرویوز دینے والوں کی لائن میں لگی ہوں اور نت نئے ڈیزائنر کے اسکیچز بنا کر لاتی ہوں اور ڈیلی میرے ڈیزائنز کو یہ کہہ کر رد کردیا جاتا ہے کہ یہ روایتی ملبوسات آپ اپنے محلے کے ٹیلر کو بیچ دیں ہمارے کسٹمرز کی ڈیمانڈ کچھ اور ہے اور آج آپ کی ماڈلز میرے ہی ریجیکٹڈ ڈیزائن روایتی ملبوسات زیب تن کیے داد تحسین پارہی ہیں اور آپ یہاں بیٹھے کریڈٹ وصول کررہے ہیں اور بات کرتے ہیں مینرز اور رولز کی...... ہوں۔" اموز جاتے جاتے ساری حکایت بیان کرگئی تھی وہ متعجب ہوا ایک کامیاب فیشن ویک کے اینڈ پر ایسی شکایت اس کی توقع کے خلاف تھی تو کیا سچ میں اس کے آفس میں اسی کی ناک کے نیچے اس طرح سے دہرا کھیل کھیلا جاتا تھا۔ جاب کا آسرا دے کر ڈیزائننگ پروجیکٹ دیئے جاتے تھے اور بعد میں انہی ڈیزائن کو مختلف اسپلائرز اپنے نام کے ساتھ پیش کرکے اس کی ڈیزائننگ مارکیٹنگ کو نمبر ون بناتے تھے۔ اس نے چند لمحے کی سوچ بچار کے بعد اموز کے متعلق ڈیٹیلو طلب کی تھیں، اس کے کوائف سے اس نے جانا تھا کہ اموز سمپل فریش بی اے پاس تھی کچھ گھریلو مصائب کی وجہ سے جاب کی آرزومند تھی اس نے فیشن ڈریس ڈیزائننگ کا کوئی ڈپلومہ نہیں کیا تھا ہاں اپنے انٹرسٹ کے بل بوتے پر وہ بہت پُراعتماد تھی اور جاب حاصل کرنے کے لیے اس نے ہر قسم کے ڈیزائننگ ڈیموز دیئے تھے جنہیں رد کردیا گیا تھا مگر آج مسلسل چلنے والے کامیاب فیشن ویکلی شو میں اپنے ہی ڈیزائنز کو ماڈلز پر سجا دیکھ کر وہ آگ بگولہ ہوگئی تھی اور ڈائریکٹ اس تک آپہنچی تھی دلشاد احمد کو باور کرانے کہ اس کی کمپنی کن حیلوں سے ٹاپ کلاس کی پوزیشن حاصل کیے ہوئے تھی وہ سوچ بچار میں مصروف نظر آنے لگا تھا۔

☾......☆......☾

عرشان تیز بخار میں پھنک رہا تھا اماں جی کی کال آتے ہی وہ ہر کام چھوڑ کر گھر چلی آئی تھی وہ جانتی تھی بخار کس نوعیت کا تھا' ڈاکٹر نے وائرل کہہ کر آسان سی تشخیص کردی تھی اور دواؤں کے بنڈل لکھ دیئے تھے وہ نسخہ ہاتھ میں لیے درد سے بلکتے عرشان کو کاندھے سے لگائے تھپک رہی تھی۔

"کیا دیکھ رہی ہو بیٹا دوائیں منگواؤ۔" اماں نے اس کی پتھرائی آنکھوں اور نڈھال چہرے کو دکھی دل سے تکتے ہوئے کہا۔

"دیکھ رہی ہوں اماں کہ اس ہجر کے وائرل کے لیے کوئی شربت تسکین نہیں لکھا ڈاکٹر نے یہ بے اثر ادویات میرے بچے کے درد کا مداوا نہیں ہیں۔" وہ خود پر ضبط کا کڑا پہرا لگائے رکھتی تھی تاکہ اپنے متعلقین کی دادرسی کرسکے مگر درد اشک بن کر بہنے کا راستہ ڈھونڈ ہی نکالتے تھے۔ تھکن روم روم میں اتر گئی تھی' وجود کے ہر ذرے سے پژمردگی جھلکتی تھی۔ اس کے سر کے بال اوائل عمر نے نہیں دردِ ہجر نے سفید کردیئے تھے۔ اس کے چہرے کی دمکتی سرخ وسپید رنگت کملا گئی تھی وہ سامنے کھڑی اموز اور دیوار پر لگی اموز کی اس نوخیز رنگت اور کھلکھلاہٹ کا موازنہ دن میں کتنی ہی بار کیا کرتی تھیں وہ سمجھ نہیں پاتی تھیں کہ ماتم کس کا کریں اُس کا جو جانے کہاں تھا یا اس کا جو انتظار کی سولی پر ہر روز قربان ہوتی تھی۔

اباجی کی تکلیف دہ کھانسی نے دونوں کو بیدار کردیا تھا جانے چند ہی لمحوں میں کہاں سے ہوآئی تھیں' اباجی کی تکلیف ایک الگ فسانہ تھا وہ جھکی کمر' تفکرات کے بوجھ تلے جھکے ہوئے کندھوں اور شدید دم دار کھانسی کے ساتھ سارا دن گھر اور باہر کمان کی طرح تنے رہتے تھے جواں

مردی عمر کو کہتے ہیں یا حوصلے کو وہ اس فلسفے کی مکمل اور خاموش تفسیر پیش کرتے تھے۔ اموز انہی کے نقش قدم پر چل کر خود کو حوصلے کی چٹان پاتی تھی۔

"بیٹا عرشان کو کل اسپیشلسٹ کو دکھانا ہے' میں نے وقت لے لیا ہے تم اس کی بیماری کی تفصیلات ایک صفحے پر لکھ کر دے دو کل ڈاکٹر کو سمجھا دوں گا۔" اباجی نے بمشکل کھانستے ہوئے بات مکمل کی' اموز نے آگے بڑھ کر انہیں صوفے پر بٹھایا اور پانی کا گلاس ان کے ہاتھ میں تھما دیا۔ عرشان ہنوز اس کے سینے سے چمٹا ہوا تھا' وہ تین سال کا تھا مگر عام بچوں کی نسبت بے حد کمزور تھا چلنا آتا تھا مگر ہمت کرنے سے کتراتا تھا۔ ماں کی غیر موجودگی میں آنکھیں موندے بستر پر لیٹا رہتا اور ماں کے آتے ہی اس کی گود میں گھسا رہتا۔ اسے باتیں کرنے کا گریز تھا مگر اس کی باتیں ایک ہی لے اور ایک ہی تان سے منسلک ہوتیں جو ان تینوں نفوس کے لیے اذیت کا باعث بن جاتی تھیں۔

"نہیں اباجی میں خود لے جاؤں گی اسے' آپ پلیز اپنی دوائیں باقاعدگی سے لیا کریں۔" اموز نے اباجی کی دواؤں کا باکس کھنگالتے ہوئے قطعیت سے کہا۔ ہاتھوں کی مصروف حرکت کے بعد وہ سوالیہ نظروں سے ماں جی کو تکنے لگی۔

"اماں اباجی کی دوائیں کہاں ہیں' نہ تو بی پی کی ٹیبلٹ ہے نہ ہی کھانسی کی کہیں اور رکھی ہیں کیا؟" اس نے باری باری اباجی اور اماں کو دیکھ کر استفسار کیا' اباجی کا دورہ کھانسی حد سے سوا تھا وہ جواب دینے کی پوزیشن میں بالکل بھی نہیں تھے اور اماں کا نگاہیں چرانا اسے کھٹک رہا تھا۔

"اماں بتائیں ناں دوائیں کہاں ہیں؟ اباجی کو فوراً دوا دوں ان کی حالت اچھی نہیں ہے۔" اس نے عرشان کو دوسرے کندھے پر شفٹ کرتے ہوئے آگے بڑھ کر اماں کو ہاتھ ہلا کر متوجہ کیا اور پھر اباجی کے پاس جا کر ان کی کمر سہلانے لگی' وہ سخت نڈھال نظر آرہے تھے اور اسی تکلیف دہ حالت میں بھی وہ اماں کو اشارے کیے جا رہے تھے جنہیں اموز جان رہی تھی وہ یقیناً اماں کو کچھ بتانے سے روک رہے تھے اور وہ جانتی تھی کہ اماں اور اباجی اسے حتی الامکان مصائب و مسائل سے لاتعلق رکھنے کی سعی کرتے رہتے تھے گھر کے بہتیرے معاملات وہ اندر ہی اندر نمٹا لیتے اور اسے ہوا بھی نہیں لگنے دیتے تھے جب تک کہ بات ان کے بس سے باہر نہ ہو جائے اور ایسا اب ہو چکا تھا۔

"بیٹا ان کی دوائیں تو اس مہینے آئی ہی نہیں وہ موا بگڑ گیا ہے ہاتھ ہی نہیں آرہا' سارا دن اس کے پاس چکر لگاتے ہیں یا تو ملتا نہیں یا مل کے بھی ان سنی کر کے گزر جاتا ہے کرایہ نہیں آیا تو دوا بھی نہیں آسکی۔"

اماں ایک نئی آزمائش سے اسے آگاہ کر رہی تھیں پچھلے کئی سالوں سے رینٹ پر اٹھائے مکان نے انہیں سرد و گرم سے کافی حد تک بے نیاز رکھا تھا' اماں ابا کی دوائیں گھر کے بل وغیرہ وہ اس کرائے سے پورے کر لیتے تھے' ادائیگی کے معاملات اباجی خود ہی سے کر لیتے تھے اسی لیے اسے علم نہ ہو سکا کہ کرائے دار بھی ان کے نصیبوں کی طرح بگڑ گیا تھا اور قبضہ گیری کی لت کا شکار ہو رہا تھا' وہ خود ایک ٹیلیفون آپریٹر کی معمولی سی جاب کرتی تھی جس سے عرشان کی ضروریات اور اپنی تعلیم کے اخراجات پورے کر لیتی تھی' ان کے چارہ گر نے بینک میں ایک معقول رقم ڈپازٹ کی تھی جس سے بھی ماہانہ ان کم آجایا کرتی تھی مگر یہ وسیلہ بھی رستہ بدلنے والا تھا' ایک اور آزمائش آنے والے وقتوں میں انہیں درپیش ہونے والی تھی جانے تقدیر اس گھرانے کے صابر افراد کو کیا کچھ دکھانے والی تھی۔

☆

"آیئے آپ کو اس چیٹر کمپنی کے رولز اور آپ کی ذاتی لغت کے تحت اصولز کی کچھ تفصیلات بہم پہنچا دیں۔" دلشاد احمد نے بظاہر سنجیدہ چہرے مگر الفاظ کا تبسم بکھیرتے ہوئے اسے حیرت در حیرت میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ کمپنی اونر کو انٹرویو دینے آئی تھی مگر باس کسی ٹیچر کی مانند اس کے بیٹھتے ہی تھیوری پڑھانے لگ گئے تھے۔ وہ اس جاب کے لیے کئی ماہ سے کوششوں میں تھی اور اب جبکہ ناامید ہو گئی تھی تو اچانک اسے انٹرویو کے لیے کال لیٹر موصول ہوا تھا اور آج جب وہ انٹرویو دینے آئی تو بنا کسی انتظار کے اسے اندر بھیج دیا

گیا تھا جہاں وہی باس حضرت جن کی طبیعت وہ پچھلے ہفتے صاف کرچکی تھی موجود تھے اور کافی خوش طبعی کا مظاہرہ کررہے تھے۔

"سر اگر آپ کی کمپنی کے رولز یہ ہیں کہ کسی اور کے ڈیزائننگ اسکیچز کو اپنے نام کے ساتھ انٹروڈیوس کروائیں جائیں تو سر رہنے دیں مجھے یہ چیٹنگ نہ سکھائیں۔" یہ جاب اس کے لیے انتہائی ضروری تھی گھر کے بڑھتے ہوئے مصائب اژدھے اسے اس تلخ گوئی کی اجازت نہیں دیتے تھے مگر وہ اپنی صاف گوئی کی عادت کو زیادہ دیر روک بھی نہیں پاتی تھی اسے پورا یقین تھا کہ کچھ ہی دیر میں وہ اس آفس سے ایک بار پھر دھکیل دی جانے والی تھی۔

"ڈلنس چینج دی سسٹم ہم آپ کو اپنے چیٹنگ رولز نہیں سکھاتے آپ ہمیں اپنے اصلاحی نکات سکھانا پسند کریں گی۔" دلشاد احمد کی آفر اس کی توقع سے یک دم خلاف تھی اس کا اعتماد متزلزل ہوا۔ وہ ذرا سراسیمہ ہوئی مگر سائن آن کرنے میں اسے زیادہ تامل نہ تھا عرشمان کی اسکولنگ اسٹارٹ کرنے میں یہ جاب کتنی فائدہ مند ثابت ہوسکتی تھی اس کے پیش نظر صرف یہی سوچ تھی جبکہ دلشاد احمد اس کے پُرتفکر چہرے پر کیا تراش رہا تھا وہ ناواقف تھی وہ ایک سال کا کنٹریکٹ سائن کرچکی تھی جس کے تحت اسے اپنی بہترین کارکردگی سے کامیاب ڈیزائننگ شو ارینج کرنا تھے۔ وہ ایک محنت طلب کام اپنے سر پر لادھ رہی تھی جس کے انجام ہی کی نہ تو کوئی ٹائمنگ تھیں نہ ہی مقرر کردہ تنخواہ کمیشن سسٹم تھا جس کی ایجاد ملازمین کا خون نچوڑنے کے لیے کی گئی ہے بہرحال وہ ان حالات میں ایسے مقام پر تھی جہاں اسے بہر طور مشقت کی نیا میں سوار ہوکر مصائب کا دریا پار کرنا ہی تھا۔

☆

ہاجرہ وہ واحد ہستی جس کے کندھے اس کی اشک باری کا بوجھ اٹھا لیتے تھے ورنہ اس کے سینے سے نکلی درد فراق کی آہیں سہنا کسی کے بس کی بات نہیں تھی۔

"کیا انہیں ہمارے الم کی کچھ بھی خبر نہیں، ہمارا گریبان تک کیوں نہیں پہنچتا وہ مڑ کے کیوں نہیں دیکھتے۔" اموز کی تڑپ ہاجرہ کے لیے اذیت ناک ہورہی تھی مگر اس کے پاس سوائے سامع ہونے کے اور کوئی چارہ نہ تھا وہ اسے خود سے لگاتی، اس کے ساتھ آنسو بہاتی تھی مگر تسلی و دلاسے کے دو بول نہیں کہہ پاتی تھی۔

"اموز پلیز جمود سفر سے نکل آ...... قدم آگے تو بڑھا تقدیر نے تیرے لیے کچھ نیا لکھا ہوگا اس کی طرف نگاہ تو کر۔" ہاجرہ نے ہمیشہ کی طرح اسے وہی نصیحت کی جسے سنتے ہی اس کی گریہ سامانی تھم جاتی اور وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھی۔

"ہاجرہ تو جب یہ سب کہتی ہے تب تجھے میرا یہ رنگِ حنا دکھائی نہیں دیتا یہ رنگ صرف میری ہتھیلی پر نہیں میرے تمام وجود پر چڑھا ہے میں آج تک اپنی ہتھیلیاں اس رنگ سے خالی نہیں کرسکی تو اپنے وجود کو ان کی خوشبو سے جدا کیسے کروں؟"

دل میں ہوتا تو کسی طور نکل بھی جاتا
اب تو وہ شخص بہت دور تلک ہے مجھ میں

اموز جوگنیا کا روپ دھار چکی تھی وہ ہجر کا زہر پی رہی تھی جو اس کے لیے تریاق بن گیا تھا۔ وہ اپنے ادھورے پن کا چرچا نہیں کرتی تھی تمام شب ہجر کی شبنم اس کی نحیف ہستی کو نہلاتی، اس کی یاد اسے رات بھر جگاتی، اس کے سوکھے وجود سے صبح وصال کی مہک آتی تھی۔ دیکھنے والے سراپا سوال تھے کہ زندگی اسے کیا خواب دکھلاتی تھی کہ وہ گر کے سنبھل جاتی۔ ایک نئی تازگی کے ساتھ وہ کارِ دنیا کی جھیل میں اتر جاتی، انہیں بھول جانے کی بات وہ قدموں تلے مسل جاتی تھی۔

☆

اس کے ڈیزائنز کو زیادہ پذیرائی نہیں میسر آئی تھی دلشاد احمد نے بھی کافی ناک چڑھا کے اس کے اسکیچز کو تنقید کا نشانہ بنایا تھا اموز کو اندازہ تھا کہ اسے سخت محنت اور توجہ کی ضرورت ہے اس فیلڈ میں نام بنانے کے لیے مگر وہ توجہ ہی تو تھی جو وہ دے نہیں پارہی تھی اباجی کی حالت خراب تر ہوتی جارہی تھی چند دن ہاسپٹل میں ایڈمٹ رہنا پڑا تھا اماں پیرالائز تھیں وہ گھر پر عرشمان کو دیکھ لیا کرتی تھیں اور وہ خود ہاسپٹل، گھر اور آفس میں گھن چکر بنی رہتی تھی۔ ایسے ہی وقت میں انس کی آمد اس کے لیے خدائی مدد ثابت ہوئی تھی۔

انس خلاؤں میں گم ہوجانے والوں سے تعلق رکھتا تھا‘ جب سب قرابت دار متعلقین نگاہیں پھیر چکے تھے وہاں انس جانے کون سی انسانیت کوزندہ رکھے ہوئے تھا اس نے عرشمان کی اسکول ایڈمیشن میں بہت مدد کی تھی‘ وہ خود تو تب ہی ہمت ہار گئی تھی جب ایڈمیشن فارم پر فادر کے خانے کو پُر کرنے کا مرحلہ آیا تھا‘ ایسا نہیں تھا کہ اس کے پاس جواب دینے کو کچھ نہ تھا مگر ایسا ضرور تھا کہ آس وداس کی کشمکش نے اسے کچھ کہنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔ انس کی وجہ سے عرشمان کی ست الوجودی میں کافی کمی آئی تھی اور اباجی کو بھی قدرے آرام ملا تھا۔

”انس بھائی ہیڈ کوارٹرز سے کچھ خاص معلومات ہوئیں کیا؟“ وہ یہ سوال دن میں کئی بار کبھی آمنے سامنے تو کبھی فون پر انس سے دریافت کرتی جبکہ وہ خود ہیڈ کوارٹرز سے مسلسل رابطے میں تھی وہاں اسے تفصیلی معلومات مہیا کی جاتی تھیں مگر دل شوریدہ سر جانے کیا سننا چاہتا تھا۔

”بھابی میری تقریباً روز ہی بات ہوتی ہے ان کا کہنا یہی ہے کہ کوئی خیر خبر نہیں جتنے بھی سولجر ٹروپس وہاں بھجوائے گئے ہیں وہ ناکام لوٹتے ہیں ان سنگلاخ چٹانوں اور پہاڑوں سے کوئی امید کی کرن نہیں چمکتی۔“ انس یہ سب بتاتے ہوئے انتہائی آبدیدہ تھا اور وہ خود جانے کیسے خود کو اپنے قدموں پر کھڑا رکھتی تھی‘ اس نے تو چوڑے سینے میں خود کو چھپا کر قطعیت سے کہا تھا۔

”آپ کو دیکھے جانا زندگی ہے خود کے بنا جیے جانے کی بددعا نہ دیں۔“ اور وہ یہ بددعا جھیل رہی تھی جیے جارہی تھی فراق کی اوڑھنی میں خود کو چھپائے زمانے کے سرد وگرم سے نبرد آزما تھی اس نے کتنے وثوق سے انتظار کی بابت کیے گئے سوال پر کہا تھا۔

”میں انتظار کو غم کا روپ دے کر نہیں جشن کی صورت گزاروں گی۔“ مگر وہ کیسے بتاتی کہ اس انتظار نے اسے کتنا توڑا ہر رات اس کی خواہشات کی کرچیاں ہوتیں اور ہر صبح وہ ان کرچیوں سے ایک نئی اموز کا ڈھانچہ تیار کرتی تھی جسے جینا تھا شان سے۔

☾......☆......☾

”مس اموز یہ وہ ڈیزائنز ہیں جن کی کاپی ہونے پر آپ ہمیں لیکچر دینے لگی تھیں۔ ان سب میں نیا کیا ہے؟ آل موسٹ ہر ڈیزائنر اسی ٹائپ کے ڈریسز کے ساتھ مارکیٹ میں ہے سرچ کریں مس‘ فیشن کی دنیا کا وزٹ کریں۔“ دلشاد احمد اب تک اس کی ابتدائی ملاقات کی تلخ کلامی بھول نہیں پایا تھا اور اس کے اصول کہنے پر تو اسے اس لفظ سے چڑ پیدا کردی تھی وہ بات بے بات جتلانا نہیں بھولتا تھا۔

☾......☆......☾

”سر میرے ڈیزائنز کی انفرادیت ہی یہی ہے کہ یہ مارکیٹ لیول کے نہیں‘ مجھے فیشن ورلڈ کا وزٹ نہیں کرنا فیشن کی دنیا میرے فیشن کو فالو کرے گی یہ میرا مقصد ہے۔“ اموز باوجود پے درپے ناکامیوں کے پُراعتماد تھی اگرچہ دو ماہ گزر چکے تھے اور اس کا ایک بھی ڈیزائن انتظامیہ کی ناک سے نیچے نہیں اترا تھا مگر وہ اپنے مخصوص انداز سے ہٹنے کو تیار نہیں تھی‘ ڈیزائن سلیکٹ نہ ہونے کی وجہ سے اسے دو ماہ سے کوئی پے منٹ بھی نہیں کی گئی تھی جو اس کے تفکرات کو کئی گنا زیادہ بڑھا چکی تھی مگر وہ اپنے اصول سے ہٹ کر بے ہنگم فیشن کا ساتھ دینے کو رضامند نہ تھی۔

”او آئی سی فیشن کی دنیا آپ کے پیچھے آئے گی کیا بات ہے؟ مجھے تو لگتا ہے عنقریب دنیا چلانے کا ٹھکا بھی آپ ہی کو دے دیا جائے گا۔“ دلشاد احمد نے میز پر قلم کی نوک بجاتے ہوئے استہزائیہ انداز میں کہا۔

”استغفار پڑھیے سر‘ ایسی باتیں سوچا بھی نہ کریں۔“ وہ یک دم کانوں کو ہاتھ لگاتی سرخ ہوگئی تھی دلشاد احمد نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا‘ جانے کیوں اس آؤٹ آف فیشن چہرے میں اس کی دلچسپی بڑھتی جارہی تھی۔

”میرا مطلب فیشن کی دنیا سے تھا باقی رہی بات استغفار کی تو وہ آپ ہمارے لیے پڑھ لیجیے کیونکہ فیشن ڈیزائننگ تو آپ کے بس کی بات ہے نہیں۔“ دلشاد احمد اس سے بات بڑھائے جانے کے لیے پرتول رہا تھا کہاں اس سے دومنٹ کی ملاقات کے لیے بھی وقت لینا پڑتا تھا وہ اپنے ایمپلائز کو

بھی شاذونادر ہی دکھائی دیتا تھا۔اس کے مزاج کی تمکنت اسے اپنے معیار سے نیچے نہیں آنے دیتی تھی مل اونر باپ کی اکلوتی اولاد ہونے کے ناتے اس نے اپنے آس پاس ہمیشہ اعلیٰ اسٹیٹس کے لوگ دیکھے تھے اسے آنکھ اٹھا کر دیکھنے اور ناک چڑھا کر بولنے کی عادت تھی۔ وہ اسٹیٹس کانشس لوگوں میں سے تھا ابروڈ سے فیشن ڈیزائن کی ڈگری لے کر اس نے اپنی مارکیٹنگ کمپنی شروع کی تھی جو ابتدا ہی سے دوڑ میں شامل ہوگئی تھی' وہ ملازمین سے براہ راست معاملات طے نہیں کرتا تھا نا ہی انہیں ان کی خامیوں اور خوبیوں سے آگاہ کرتا تھا مگر اموز سے پہلی ملاقات کی سحر کاری تھی یا اس کے سادہ پُراعتماد انداز کا اثر کچھ بھی تھا وہ اموز سے بات کرنے سے خود کو روک نہیں پاتا تھا۔

''سر میرے ٹیلنٹ کو انڈر اسٹیمیٹ مت کیجیے ابھی تو میں نے اپنے جوہر کو مکمل طور پر آشکار ہی نہیں کیا مجھے چانس دیجیے سر میں آپ کو مایوس نہیں کروں گی۔'' اموز اس جاب کو برقرار رکھنے کے لیے یقین دہانی کرا رہی تھی لیکن دلشاد احمد کو اس کی آخری بات نے جانے کیا سپنے دکھائے تھے کہ اس کی معنی خیز مسکراہٹ اموز کو عجیب لگی تھی' دلشاد احمد کے دل سے صدائے خاموش بلند ہوئی کہ وہ اموز کو مکمل چانس دینے کو تیار تھا اور اموز کی مایوس نہ کرنے کی یقین دہانی اس نے دل میں قید کرلی تھی۔

☆

''اب میرا پیام کہنا تو صبا مودبانہ
کہ گزر گیا ہے پیارے تجھے دیکھے اک زمانہ

جناب من لوٹ آیئے اس جہد مسلسل سے گزرنا اب آساں نہیں رہا' ہر گام پر ایک حوصلہ شکنی کا مرحلہ آتا ہے گرچہ انتظار نے نشاطِ آہ کی صورت اختیار کرلی ہے مگر شانہ دل شکست ہوجاتا ہے۔

کس کس کا فسانہ سناؤں اباجی کا کہ وہ ضعف سے نہیں خوف سے نڈھال ہیں جانے کس کو کس کا شانہ میسر آئے' خاموش مورت بنے دن بھر کسی نہ کسی کام میں خود کو مصروف رکھتے ہیں نہ تو اپنے ضعیف دوستوں میں بیٹھ کر حالات حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہیں نہ نمک مرچ زیادہ ہونے پر ہنگامہ کرتے ہیں ویسے تو دکھتے ہی نہیں جیسا میں نے انہیں پہلی بار پایا تھا۔

اماں ہیں تو بس کھڑکی دروازوں کو تکتے دن بتا رہی ہیں' ملنے جلنے آنے جانے سے عاری ہوگئی ہیں' کہاں سے وہ کندھا لائیں جو انہیں اٹھائے' ہر خوشی' غم میں شریک رکھے وہ آپ کا شہزادہ عرشان اپنی عمر سے بڑی باتیں کرتا ہے' پہلے تو ہر سال برتھ ڈے پر سوالات کی بھرمار کر دیتا تھا' کہتا تھا اس کی چھری والے ہاتھ کو تھامنے والا ہاتھ ایک کیوں ہے؟ اب اسکول جانے لگا ہے تو ہر وقت کی تکرار کو وطیرہ بنالیا ہے۔ اسے پیرنٹس لفظ سے خار ہے' ٹیچرز پیرنٹس ورڈ کیوں استعمال کرتی ہیں جبکہ حیات محض ماں کے دم سے ہے۔ کہنے کو کم عمر ہے مگر کتاب فراق نے امتحانِ دانائی پاس کرادیا ہے۔ آپ کی بستی میں کہنے کو چار نفوس ہیں مگر جو حکایت میں نے قرطاس پر اتاری ہے اس حقیقت سے ہم آنکھ چراتے ہیں' ایک دوسرے کو اذیت سے بچانے کے لیے غم کی اندر ہی اندر آبیاری کرتے ہیں' انتظار کو جنون کا درجہ دیتے ہیں گر آپ کو نہ سناؤں تو کہاں جاؤں' ایک اور ہستی ماہی بے آب کی مانند تڑپتی ہے' آپ کی خیرہ مدت سے کوئی خواب نہیں دیکھا آ کے میری آنکھوں پہ ہاتھ رکھیں کہ مجھے نیند آجائے تاکجا ضبط محبت تاکجا دردِ فراق شکل ہمت احباب ہے محسوس ہوتا ہے کہ ہر تازہ تغیر ہمارے لیے بے تاب ہے۔ یہ سطریں نالہ بے اثر نہیں آپ تک پہنچے گی محرم راز کو واپس لائیں گی جانتی ہوں لمبی ہے غم کی شام مگر شام ہی تو ہے صبح یقیناً ہماری ہوگی۔

بات جس کی ہے اسی آفت جاں تک پہنچے
آپ کی خیرہ کن۔''

آج پھر درد حد سے سوا تھا یوں تو وہ روز ہی ہواؤں کے ہاتھ سندیسے بھیجتی تھی مگر کبھی کبھی اضطراب کی شدت مجنوں کا کلام بن جاتی تھی' وہ لفظوں میں ہجر اتارتی' عشق ہی اس کا درد بھی تھا اور عشق ہی درماں بھی تھا' عجب سرفروشانہ زندگی تھی اس کی امید کا سورج تھا کہ ڈھلتا نہیں تھا' اسے کامل

یقین تھا کہ اس کی بھیجی جانے والی ای میل کا کسی دن جواب ضرور آئے گا یہ امید اس کا حوصلہ بڑھاتی تھی اس کا انتظار جنوں اس کی قیادت کرتا تھا وہ غم کو پورے خلوص سے سینے سے لگائے ہوئے تھی۔

☆......☆......☆

تمام رات گریہ میں گزر گئی تھی جانے کس پہر اس کی آنکھ لگی تھی صبح وہ ذرا دیر سے بیدار ہوئی تھی اور آج سنڈے تھا آفس بھی نہیں جانا تھا۔ عرشمان تو رہتا ہی اماں کے پاس تھا سو باعث خلل کچھ نہ ہونے کی وجہ سے وہ آج کچھ زیادہ سو گئی تھی مگر جاگتے ہی اس کی فکر دو چند ہوگئی تھی۔ ابا جی آج قدرے طیش میں کرائے دار سے دو دو ہاتھ کرنے نکل گئے تھے اماں نے فکر مندی سے اسے مطلع کیا وہ سال بھر سے کرایہ نہ دینے اور مکان بھی نہ چھوڑنے والے شخص سے کسی بھی سلوک کی توقع رکھتے تھے وہ عرشمان کو آدھا پونا ناشتہ کرا کے ابا جی کے پیچھے چل دی تھی انس کو بھی اس نے حفظ ماتقدم کے طور پر فون کر دیا تھا۔ کرائے کے مکان اور ان کی ذاتی رہائش میں صرف ایک گلی کا فاصلہ تھا۔ ان کے چارہ گر نے انہیں مالی مسائل سے دور رکھنے کے لیے اپنی دانست میں سر چھپانے کی جگہ بھی مہیا کی تھی اور ذرائع آمدن بھی رواں تھے مگر کون جانے کب نسیمِ بہار کو کشتہ خزاں ڈھانپ لے۔

وہی ہوا جس کا ڈر تھا وہ شخص ایک تو چوری اوپر سے سینہ زوری کی خوب مثال پیش کر رہا تھا۔ ضعیف ابا جی اور ان کا کپکپاتا وجود کچھ بھی تو اس پر اثر انداز نہ ہوا تھا وہ دیدہ دلیری سے جھوٹ بول رہا تھا کہ وہ ہر ماہ کا کرایہ باقاعدگی سے ادا کرتا ہے ابا جی مسلسل اس کے جھوٹ کو رد کر رہے تھے۔ تمام محلہ اکٹھا ہو گیا تھا جو ابا جی کو عرصے سے جانتے تھے وہ ان کی پشت پناہی بھی کر رہے تھے مگر ڈھیٹ پن کی کوئی حد تھی وہ شخص چلا چلا کر سچ کو دبانے کی کوشش کر رہا تھا امروز کو مزید برداشت نہ ہوا اور وہ بھیڑ میں آگے بڑھ آئی۔

"دیکھیے مسٹر یہ کوئی ٹی وی شو نہیں ہے جس میں آواز بلند کرنے کو آپ شوخی سمجھ رہے ہیں، تمیز سے بات کیجیے اور اپنے جھوٹ کو ثابت کیجیے۔" امروز کی مداخلت ابا جی کو گراں گزری تھی وہ اسے واپس لوٹنے کے لیے ڈپٹنے لگے کب وہ یہ منظر دیکھنا چاہتے تھے کہ ان کے گھر کی عورتیں یوں مردوں میں آ کر تماشہ بنیں اسی بات سے بچنے کے لیے وہ امروز کو ان معاملات سے دور رکھتے تھے۔

"یہ لیجیے اب بہوئیں مہندی لگا کر ہم سے ثبوت مانگیں گی۔" بدزبان شخص کی بات اسے تیر کی طرح لگی وہ ہک دک رہ گئی تھی۔ بیچ چوراہے میں کیا فسانہ چھیڑا تھا اس کے رنگ حنا کو طعنہ بنایا گیا تھا اس کے انتظار کو گالی دی گئی تھی وہ مجمع کے سامنے خود کو بے اماں سمجھنے لگی تھی۔

"منہ سنبھال کر بات کرو ورنہ تیری بیوی بیوہ کہلانے لگے گی۔" یہ للکارتی آواز انس کی تھی وہ کرائے دار کا گریبان تھامے چلایا تھا جوان مضبوط آواز کی گونج کیا ہوتی ہے نظر آنے لگی وہ شخص آپے میں لوٹا اور ادھر ادھر کی ہانکتا کھسک گیا تھا۔ ابا جی نے بات کو آر پار کرنے کا موقع نہیں دیا امروز اور انس کو زبردستی لے کر واپس لوٹ آئے۔ گھر آ کر وہ خلافِ مزاج بہت رنجیدہ خاطر دکھائی دے رہے تھے امروز ان کی دل گرفتگی کا سبب جانتی تھی کمزور نگاہوں سے راہ تکتے باپ کے لیے ایسا سننا کتنا اذیت ناک تھا سمجھنا مشکل تھا سب صورت حال جان کر اماں بھی منہ سر ڈھانپے کمرے کی ہو گئی تھیں۔ اس گھر کے مکینوں کا غم منانے کا اپنا ہی انداز تھا۔ ایک دوسرے سے نگاہ چراتے ایک دوسرے کے درد کو سمجھنے کے باوجود ایک دوسرے کے سامنے خود کو عیاں نہیں کرتے تھے یہ مناظر انس کے لیے بھی افسردہ کرنے والے تھے اس نے امروز کو آئندہ ایسے معاملات سے دور رہنے کی تلقین کی اور چلا گیا تھا۔ امروز عرشمان کو بہلانے کے لیے ٹیرس پر لے آئی تھی بچہ تو کھلونوں سے بہل گیا تھا مگر وہ اپنے دل کا کیا کرتی؟ جو نوحہ کناں تھا۔ اس کے ہاتھوں کا رنگِ حنا عہد تھا جو اس نے کسی سے کیا تھا۔

"جو رنگ آپ میرے ہاتھوں پر چھوڑ کر جا رہے ہیں واپسی آ کر بھی ایسا ہی پائیں گے یہ رنگِ حنا نہیں رنگِ وفا ہے جیسے سونف کی سکائی حنا کے رنگ کو گہرا کرتی ہے ویسے ہی آپ کا تحفہ انتظار میرے رنگِ وفا کو نکھارے گا۔"

وقت گواہ تھا کہ وہ اپنے عہد کو نبھا رہی تھی تفکرات سے بوجھل دن گزار رہی تھی جذبات سے عاری بے کیف راتیں بتا رہی تھی پھر کس پاداش میں اسے ایسا ناروا سلوک سہنا پڑا تھا دنیا کی کیا حیثیت تھی جو اس کے وقار زیست پر طعن کرتی مگر دنیا کی ریت تو یہی ہے چوڑے مضبوط شانوں کا بادبان ہی ہے جو دنیا کی بدنگاہی کو روک سکتا ہے مگر جہاد زندگی نے اسے بے بادبان کر دیا تھا۔ وہ اس نازک مقام پر تھی کہ اسے اپنے پندار عزت نفس کو محفوظ رکھنا تھا دست ونگاہ وزبان کے شر سے ہر نئی آفت اسے گرم دم جستجو کرتی تھی وہ ایک نئے عزم سے تقابل حالات کے لیے میدان میں اتر جاتی تھی۔

☾.....☆.....☾

"کس قسم کی جاب ہے یہ ایک سال کا کنٹریکٹ سائن کیا ہے تین ماہ گزر چکے ہیں سیلری نام کی چڑیا کا تو ٹھکانہ ہی معلوم نہیں ڈیزائن اسکیچز ان کو بھاتے نہیں اف میرے دماغ کی تو دہی بن گئی ہے۔" ان خیالات کا اظہار اموز نے آفس کولیگ کے سامنے کیا اور کنکشن کا عالم یہ تھا کہ ہو بہو ان الفاظ کو دلشاد احمد دہرا رہا تھا اسے ویسے بھی کسی نہ کسی بات کو لے اسے آفس طلب کر لینے کی عادت تھی کبھی نرمی تو کبھی سختی کی آڑ لیے وہ اسے تکتا رہتا تھا جو ہمہ وقت اسی الجھن میں تھی کہ کیا جادو کی چھڑی گھمائے کہ اس کا ٹیلنٹ باس پر ظاہر ہو جائے۔

"مس اموز ہم ایک آدھ بوتیک نہیں چلاتے کہ اچھا برا کچھ بھی لگا دو بک ہی جائے گا ہم مارکیٹنگ اسٹریٹجی بناتے ہیں گروپس آف بوتیکس کو آرڈرز سپلائی کرتے ہیں ہم محض ڈیمانڈز پوری نہیں کرتے ہم کسٹمرز کو ڈیمانڈ کرنے کا سینس دیتے ہیں ہم بتاتے ہیں کہ ڈیمانڈ ہوتی کیا چیز ہے؟ آپ اس فیلڈ میں یہ جانے بنا آئی ہیں کہ آپ جا کہاں رہی ہیں اور آپ کو کرنا کیا ہے؟ اسی لیے آپ ابھی تک فلاپ ہیں۔" دلشاد احمد نے روز روز کی کمپلین کو نمٹانے کے لیے آج اسے تفصیلی طور پر اپنے بزنس سے آگاہ کیا تھا اس نے محض دل کی خواہش پر اسے اپائنٹ کیا تھا اس کی ناقص تعلیم اور تجربے کی کمی کو نظر انداز کرتے ہوئے مگر اس کی مسلسل ناکامیوں کے بعد اسے بورڈ آف منیجمنٹ کو مطمئن کرنا ناگزیر ہو گیا تھا۔

"سر مجھے سمجھ نہیں آتی میرے ڈیموز اسکیچز تو آپ کی کمپنی بڑے شان کے ساتھ ماڈلز کو پہنا کے کیٹ واک کرائی تھی اور جب میں پراپرلی کام کر رہی ہوں تو آپ کو فلاپ نظر آتی ہوں اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی اصل پرابلم پے منٹ ہے۔" اموز اسے آئینہ دکھائے بغیر رہتی نہیں تھی۔ دلشاد احمد کو اس کی بات کڑوی نہیں لگتی تھی وجہ کیا تھی؟ وہ رفتہ رفتہ اس کی سمجھ میں آنے لگی تھی۔

"ایکسکیوزمی مس پے منٹ ہماری نہیں آپ کی پرابلم ہو سکتی ہے ویسے میں رولز اور آپ کی زبان میں اصول کو چیلنج کر کے آپ کو ایڈوانس دے سکتا ہوں۔" دلشاد احمد نے خلوص کے ساتھ مزاح کے پیرائے میں بات کی تھی مگر اموز کو ناگواری محسوس ہوئی تھی۔

"آف کورس سر پے منٹ میری پرابلم ہے میں نے یہ جاب ٹائم پاس کے لیے نہیں کی مگر مجھے آپ کے نام نہاد اصولوں سے ہٹ کر ایڈوانس نما خیرات نہیں چاہیے مجھے اپنی محنت کا صلہ چاہیے۔" اموز کی تلخ گوئی حدود کراس کر گئی تھی دلشاد احمد کے چہرے پر سنجیدگی طاری ہو گئی تھی وہ اموز کے غصے کا سبب جاننے سے قاصر تھا وہ اپنے مزاج کے خول سے نکلنے کو تیار نہ تھی۔

"یہ خیرات کی عجب ہی آپ نے کیا کمپنی لونز نہیں دیتی کیا جاب سے ایڈوانس نہیں لیا جاتا ہر بات کو غلط نظریے سے دیکھنا آپ نے وطیرہ بنا لیا ہے۔" دلشاد احمد کے یک دم سرد رویے نے اموز کو کچھ غلط ہونے کا احساس دلایا تو وہ نظریں چرانے لگی تھی۔

"آپ کے پاس تجربے کی کمی ہے میں تو صرف یہ چاہتا تھا کہ آپ کو گائیڈ کروں میں نے کچھ ٹاپ ڈیزائنرز کے ساتھ آپ کو ایڈجسٹ کر دیا ہے ان کے ساتھ رہ کر آپ کو سیکھنے اور بہتر کام کرنے میں رہنمائی ملے گی اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ جلد ہی کچھ بن کر دکھائیں گی۔" دلشاد احمد نے دو لفظوں میں بات سمیٹ کر اس کے چہرے پر گڑھی

نگاہیں فائلز کی طرف موڑ دی تھیں یہی وہ بات تھی جسے کہنے کے لیے اس نے اموز کو بلایا تھا اور پھر بلاوجہ بات کو طول دیتا گیا تھا مگر اموز کی گل پاشی نے اس کی طبیعت بوجھل کر دی تھی وہ اپنے مخصوص انداز میں لوٹ آیا تھا۔ آج اسے شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ رہ گزر سہل نہیں تھی، کٹھنائیاں بے حد ہی نہیں کٹھور بھی تھیں۔

☾.....☆.....☽

عرشمان آج اسکول سے نیا سبق رٹ کے آیا تھا۔ دن بھر اس نے گائیڈنس کی اصطلاح کو استعمال کیا تھا اماں کو اس کے مطمع نظر کی رتی بھر سمجھ نہیں آئی تھی۔ ابا جی نے اسے گائیڈنس کے متعلق خاطر خواہ معلومات فراہم کی تھیں مگر اس کی سوئی ایک ہی بات پر اٹک گئی تھی۔ اموز کا آفس میں ویسے بھی دن زیادہ خوشگوار نہیں رہا تھا اس کا موڈ نازک موڑ پر تھا اوپر سے عرشمان کی بیکار کی ضد نے اسے طیش دلا دیا تھا۔

"ماما ٹیچر کہتے ہیں ہر شخص کو گائیڈنس کی ضرورت ہوتی ہے۔" عرشمان نے ننھے سے منہ سے موٹے الفاظ نکالے اور کمال مدبرانہ انداز میں ایک ہاتھ کی انگلی کو دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر مار کر بات میں وزن پیدا کیا تھا مگر اموز کے خراب موڈ کی وجہ سے اسے یہ حرکت ادا معلوم نہیں ہوئی تھی۔

"آف کورس گائیڈنس امپورٹنٹ چیز ہے لیکن اس بات کا اتنا چرچا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" وہ عرشمان کے منہ پر لگے چاکلیٹس، لالی پاپ کے جمے نشان وائپس سے رگڑتی ہوئے بولی۔

"ماما ٹیچر کہتے ہیں ہمیں فکر کرنی چاہیے اور توجہ بھی دینی چاہیے۔" عرشمان جینئس بچوں میں شمار ہوتا تھا اسے ٹیچر کی بات من وعن یاد تھیں اور وہ دہرا بھی رہا تھا۔

"ناں ٹیچر سے پوچھو پریپ کے بچے کو یہ سب پڑھانے کی ضرورت کیا ہے؟"

اماں دن بھر کی تکرار سے نالاں تھیں بلاآخر تپ کے بول اٹھیں۔ عرشمان کی عادت تھی کہ وہ بولنے پر آتا تھا تو چپ ہونے کا نام نہیں لیتا تھا۔ ماں، دادا اور دادی اس کی باتوں سے بور نہیں ہوتے تھے مگر ایک ٹاپک ایسا ضرور تھا جس کے آس پاس بھی بات جانے لگتی تو وہ بوکھلا جاتے تھے۔

"پتہ نہیں اماں کل جاؤں گی اس کے اسکول اور ٹیچر کی اپنی گائیڈنس کے بارے میں پوچھوں گی...... جانے انہوں نے کیا پڑھایا ہے اور اس نے کیا سمجھا ہے؟ دماغ رکا دیا ہے اس نے میرا۔" اموز کا تو دماغ آج کل ویسے ہی الجھنوں کا شکار تھا۔ عرشمان اپنی بات سمجھا نہ پانے کے باعث الگ منہ بسور رہا تھا۔ شاید اس کا مطمع نظر کچھ اور تھا جو وہ سمجھا نہیں پایا تھا اور سچ یہ ہے کہ آج کسی نے سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

"ماما میں کٹی ہوں آپ سے آپ میری بات نہیں سن رہی ناں۔" عرشمان نے اس کے اپنے منہ میں نوالے ڈالتے ہاتھ کو خود سے پرے کیا اور ڈائننگ ٹیبل سے اٹھ کر صوفے پر جا بیٹھا منہ پھلائے چھوٹی انگلی سے ناراضگی کا بھرپور اشارہ دیا تھا۔

"کھانا کھاؤ ورنہ مار کھانی پڑے گی۔" اموز آج لاڈ اٹھانے کے موڈ میں بالکل نہیں تھی۔ کھانا لیے اس کے سر پر سوار ہوئی اور ڈپٹ کر کہا۔

"میرا بچہ آپ کو اتنی اچھی گائیڈنس ملتی تو ہے آپ کے دادا آپ کو نماز پڑھنا، وضو کرنا سکھاتے ہیں، آپ چار سال چار ماہ کے ہو جاؤ گے تو سنت طریقے سے تمہاری قرآن پاک کی بسمہ اللہ کرائیں گے، تمہاری ماما تمہیں اچھے کام کرنے اور برے کاموں سے روکنے کا سبق پڑھاتی ہیں یہی گائیڈنس تو ہوتی ہے۔ جس کی آپ کو ضرورت ہے اور ہم آپ کی رہنمائی کرتے ہیں۔" اماں نے فوری مداخلت کر کے اسے پچکارتے ہوئے سینے سے لگایا تھا اور تفصیلاً آگاہ بھی کیا تھا۔

"باقی سب بچوں نے اپنے بابا کا نام لیا تھا وہ کہہ رہے تھے کہ ان کے بابا خوش ہوں تو انہیں کھلونے لے کر دیتے ہیں اور ناراض ہوں تو ڈانٹتے ہیں۔" عرشمان کیا کہنا چاہتا تھا؟ اب واضح ہوا تھا اموز اور اماں اسے دیکھتی رہ گئی تھیں وہ شاید گارجین کے متعلق تذبذب کا شکار تھا کیونکہ اس کی ہر سلپ پر مدر کے سائن ہوتے تھے اور یہی بات اس کے شارپ دماغ نے کیچ کر لی تھی ایسا پہلی بار نہیں تھا اسے روز

اسکول سے پک اینڈ ڈراپ کے وقت بھی سوال کرنے کی عادت تھی کہ اس کے دوستوں کو لینے ان کے ابوآتے ہیں تو اسے لینے صرف ماما کیوں؟ وہ دنیا میں اپنی نوعیت کا پہلا بچہ نہیں تھا پیرنٹس لفظ کے ادھورے پن کا شکار کئی بچے ہیں' فرق صرف یہ تھا کہ اس کی ماما کے پاس اسے مطمئن کرنے کے لیے کوئی ٹھوس وجہ نہیں تھی سوائے بھیگی رہتی آنکھوں اور خاموش لبوں کے جو وہ ہوش سنبھالنے کے بعد سے ہمیشہ ہر سوال پر دیکھتا آیا تھا۔ ایسا ہی اب بھی ہوا تھا کھانا ٹیبل پر دھرا رہ گیا تھا اور تمام نفوس ایک بار پھر اپنے اپنے خول میں سمٹ گئے تھے۔

☆

تجربے کار لوگوں کے ساتھ کام کرنے کے بعد اسے کافی فائدہ ہوا تھا وہ اپنے فن کے نقائص سے آگاہ ہوئی تھی اور ڈیمانڈ نامی بلا سے بھی واقفیت حاصل کرلی تھی' موسم کی مناسبت سے ملبوسات کی الگ ہی کہانی تھی ذرا سی ہوا کا رخ بدلتا تو مارکیٹ میں ڈیزائن کی ایک نئی کھیپ ڈال دی جاتی بوتیکس فل ہوجاتیں فیشن کی دلدادہ خواتین کو چند دن پہلے خریدے ڈریسز آؤٹ آف فیشن لگنے لگتے اور ایک بار پھر کسٹمرز کی دوڑ شروع ہوجاتی یوں وہ پورا سال مارکیٹ کو سپلائی کرتے رہتے اور اپنا بزنس چمکاتے تھے اور ڈیزائنرز کے فن کی تو کیا ہی بات تھی اموز تین دن تک لکیریں کھینچتی تھی گلے سے لے کر دامن تک لمبائی' چوڑائی' کندھے' بازو ہر ایک کی کٹنگ اور اسٹائل پر جان مارتی تھی جب ڈیزائن کا اسکیچ بن جاتا تو پھر اسے فائنل ٹچ دینے میں بھی اسے دو دن لگ جاتے مگر یہاں تو یہ عالم تھا کہ اگر ہوا میں خشکی ہے تو سادہ قمیص کے کندھے پر دو کٹ لگا کر ڈیزائن بن جاتا' ہوا گرم ہوتی تو اسی ڈیزائن پر ہاف...... اپر ڈال کر بھی نیٹ کا تو کبھی کسی اور اسٹف کا ایک اور ڈیزائن بن جاتا' بس جی صرف فیشن نام لکھنے کی دیر ہوتی اور کھڑے کھڑے کاٹتے پیٹتے اسکیچ کی دھوم مچ جاتی اور فیشن ویکس میں چرچا کرا کے بوتیکس کو خرافات فروخت کرکے خوب پیسہ اور نام کمایا جاتا۔ اموز نے کٹنگ فٹنگ کے باقاعدہ کورس نہیں کیے تھے مگر اسے کئی عرصے تک اسی طرح محلے بھر کے کپڑے سلائی کرنے کی پریکٹس تھی اسی بل بوتے پر وہ اس فیلڈ میں آئی تھی۔ منشا صرف یہی تھا کہ وہ سمپل ایف اے تھی پرائیویٹ بی اے کررہی تھی اس کے پاس نہ تو اعلیٰ ڈگری تھی نہ ڈپلومہ چھوٹی موٹی ریسپشنسٹ آپریٹر ٹائپ کی جابز وہ پچھلے دو سال سے کررہی تھی مگر عدم تحفظ اور بدفطرت لوگوں نے اسے سوائے خوف کے کچھ نہ دیا تھا۔ اس فیلڈ میں آنے کا مشورہ ہاجرہ نے ہی دیا تھا وہ خود ایک فیشن ڈیزائنر تھی اسی کے توسط سے وہ اس میجر کمپنی کا حصہ بنی تھی اور دلشاد احمد کے نوازشات کا تو ایک الگ چیپٹر تھا۔

''گڈ میرا فیصلہ اچھا ثابت ہوا' آپ نے کچھ بہتر ڈیزائنز پرووائیڈ کیے ہیں اگر آپ اسی رفتار سے کام کرتی رہیں تو ایک اچھا اضافہ ثابت ہوں گی۔'' وہ میز پر قمیص کا کپڑا بچھائے اسے ناپ کے کاٹ رہی تھی کہ دلشاد احمد کی آواز سنائی دی۔ وہ جانے کب اس کے ٹیبل کے پاس کھڑا ہوگیا تھا' اسے خبر ہی نہ ہوئی اموز نے یک دم شانے سے ڈھلک جانے والے دوپٹے کو سر پر اوڑھا' وہ نقاب نہیں لیتی تھی مگر بڑے سے دوپٹے کو سر سے جدا نہیں ہونے دیتی تھی۔

''آف کورس سر جس کام کو آپ سراہ رہے ہیں اسے کرنا واقعی مشکل نہیں' میں جہاں تین دن میں ایک ڈیزائن بناتی تھی وہاں تین گھنٹوں میں تین ڈیزائن بنا لیتی ہوں سر کٹنگ کی ٹینشن تو رہی ہی نہیں جہاں مرضی سیزر چلا دو ڈیزائن بن جاتا ہے۔'' اموز کی سب سے بڑی اٹریکشن اس کا پُراعتماد انداز تھا دلشاد احمد کو اب اندازہ ہورہا تھا کہ وہ اموز کی جانب اتنا مائل کیوں ہورہا تھا' فیشن ڈیزائنر ہونے کے باوجود سادہ ترین کاٹن کے سوٹ میں اس کا سراپا ڈھونڈنے سے بھی واضح نہیں ہوتا تھا' دلشاد احمد کی بے باک نگاہیں ناکام لوٹ آتی تھیں۔ اس کے پاؤں میں سادہ چپل ہوتی تھی اور جیولری میں صرف ایک ''A'' الفابیٹ نگینوں میں سجا لاکٹ اس کے گلے کی زینت تھا' ہاں ایک چیز ضرور دلشاد احمد کی توجہ کا مرکز رہتی تھی وہ اموز کے ہاتھ کا رنگِ حنا تھا جو ہر وقت تازہ اور نکھرا رہتا تھا اس وقت بھی قینچی چلاتے اس کے

مہندی لگے ہاتھ دلشاد احمد کو مکمل گرفت میں لیے ہوئے تھے اس سے پہلے کہ وہ جذبات میں آ کر اس کے ہاتھ کو تھام لیتا کہ اس کی آواز کانوں میں پڑی۔

"سر آپ بھی مینجمنٹ چھوڑ کے ڈیزائننگ شروع کردیں آپ کا انٹرسٹ تو کافی لگتا ہے۔" اموز اس کے مسلسل خود کی طرف متوجہ وجود کو دیکھ کر استہزائیہ بولی تھی ایسی نگاہیں اس کے لیے نئی نہیں تھیں۔ وہ جب سے گھر کی دہلیز سے باہر آئی تھی ایسے ہی حالات سے نبرد آزما تھی فرق صرف یہ تھا کہ دلشاد احمد ابھی تہذیب کے جامے میں تھا دیگر چھوڑی ہوئی جابز کے باس کی طرح بدتمیزی پر نہیں اترا تھا مگر اموز کو دلشاد احمد کے رویے سے یقین ہونے لگا تھا کہ اب یہ جاب بھی رخصت ہونے کے قریب تھی۔

☆

"آذر بھائی آپ یہاں۔" عرشمان کے اسکول ٹیچر کے طور پر آذر نعیم کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئی تھی وہ اس کے بارے میں اس سے زیادہ نہیں جانتی تھی کہ وہ اپنے والدین کے لیے قابل فخر نہیں تھا' ابا جی کے کزن کا بیٹا ہونے کے باعث وہ ایک دوبار اسے فیملی فنکشن میں نظر آیا تھا مگر اسے ابا جی زیادہ پسند نہیں کرتے تھے' اس لیے گھر میں اس کا تذکرہ اچھے لفظوں میں نہیں سنا تھا' وہ کوئی قابل تعلیم یافتہ بھی نہیں تھا بس کوٹہ سسٹم میں جگہ نا کر ٹیچر جیسے عہدے پر پہنچ گیا تھا۔

"ہاں اموز عرشمان کو دیکھتے ہی پہچان گیا تھا کہ وہ تمہارا بیٹا ہے ہو بہو تمہاری تصویر ہے۔" آذر کی غلط بیانی صاف عیاں تھی عرشمان بالکل بھی اموز سے مشابہت نہیں رکھتا تھا وہ جس کا پر تو تھا اس کی مسرت سے بھرپور حیرانی دیکھنے کی تو اسے تمنا تھی اس نے پورے وثوق سے وعدہ کیا تھا کہ ان کا جانشین ظاہراً باطناً ان کا عکس ہوگا قدرت نے اس کے دعوے کی لاج رکھی تھی یا اس کی چاہت کی شدت قدرتی امر بن گئی تھی کچھ بھی تھا عرشمان اس کی دیوانگی کا ثبوت تھا۔

"آذر بھائی آپ کی پہچان کو داد دوں یا سر پیٹوں فیصلہ آپ ہی کردیں۔" وہ ازلی صاف گوئی سے اسے ٹوک گئی تھی' آذر بغیر شرمندہ ہوئے ہنس دیا تھا' صاف ظاہر تھا کہ وہ کیسے انڈر اسٹیمیٹ کر رہا تھا اور کیسے مائنس کرنے پر تلا تھا۔

"اموز بہت بدل گئی ہو پُراعتماد ہونا اچھی بات ہے مگر بلاوجہ کے انتظار میں خود کو مٹا دینا عقل مندی نہیں۔" آذر کی بات اور اس کے قریب آ کر سمجھانے کی حرکت اسے ذرا نہیں بھائی تھی وہ مزید اخلاقیات کو بھاڑ میں ڈالے عرشمان کا ہاتھ پکڑے آگے بڑھ گئی تھی گھر آ کر اس نے ابا جی اور اماں کو آذر کے متعلق آگاہ کیا تھا۔

"میرا بیٹا اسے یونہی ناپسند نہیں کرتا تھا آوارہ جان بوجھ کر ہمارے زخموں پر نمک چھڑک رہا ہے آئندہ اسے مخاطب مت کرنا بلکہ میں تو کہتی ہوں عرشمان کا اسکول ہی بدل دو یہ بچہ جو روز روز نت نئے مسئلے اٹھاتا ہے اس کا سبق بھی وہی پڑھاتا ہوگا۔" اماں کی بات سے تینوں نفوس سو فیصد متفق تھے مگر اموز کے لیے اسکول بدلنا اتنا آسان نہیں تھا وہ پہلے ہی بہت مشکل سے یہ کام انجام دے پائی تھی مگر وہ اس بارے میں سوچ ضرور رہی تھی کیونکہ عرشمان کو آذر خود سے قریب کر رہا تھا اور اس کے دماغ میں جانے کیا کیا خناس بھی بھر رہا تھا اموز کے لیے ایک اور فکر کا دروازہ کھل گیا تھا۔

☆

"ہر وقت کے تغافل کی وجہ جان سکتا ہوں۔" دلشاد احمد نے دھیمے لہجے میں دریافت کیا' ایک کامیاب فیشن شو کے اختتام پر ڈنر کا سلسلہ جاری تھا جب پلیٹ میں فش ڈالتی اموز کو اس نے یک دم گھیرا تھا۔ استفہام کا مدعا یہ تھا کہ گزری رات میں دلشاد احمد نے اس کے سیل فون پر پہلی بار کال کی تھی اور تمہید کے بغیر واضح لفظوں میں اسے فیشن شو کے بعد ڈنر فنکشن کی آفر کی تھی جس میں آل موسٹ سب ہی ملازمین اور ورکرز شریک تھے مگر اموز اسے ذاتی پیرائے میں لے گئی تھی اور اس نے شریک ہونے سے انکار کردیا تھا اور فون بھی بند کردیا تھا مگر ہاجرہ کی اطلاع پر کہ وہ بھی ڈنر میں مدعو ہے اسے جانے میں زیادہ عار نہیں ہوا تھا اور وہ اس وقت وہاں موجود تھی۔ اسی بات کو لے کر دلشاد احمد نے استفسار کیا تھا۔

"سر ایسا کچھ نہیں ہے بس ویسے بھی فنکشنز کو اوائیڈ کرتی ہوں بٹ مجھے اپنے ڈیزائنز پر فیڈ بیک لینا اچھا لگتا ہے سو

میں آ گئی ڈیٹس اٹ۔" اموز نے قدرے ٹھہر کے اپنی بات مکمل کی سچ یہ تھا کہ وہ ہاجرہ کی ایما پر آئی تھی محض دلشاد احمد کی بات ہوتی تو شاید کبھی بھی نہ آتی نہ ہی وضاحت دیتی۔

"اور ریئلی آپ کے ڈیزائنز کو تو کافی اپریشیٹ کیا گیا ہے رہ گئی بات فیڈ بیک کی تو وہ آپ کی خواہش میں، میں با آسانی پورا کر سکتا ہوں آپ کے تیار کردہ ملبوسات میں آپ ہی کی طرح ایک خاصیت ہے۔" دلشاد احمد ہاتھ میں ٹن لیے اس کے سامنے تھا بات کرنے کے دوران اس نے اموز کو پلیٹ میں کھانا لینے کا اشارہ کیا وہ ٹیبل کے ساتھ چل رہی تھی اور دلشاد احمد اس کے ساتھ اس نے ادھوری بات کہہ کر اموز کا ردعمل جاننے کی کوشش کی تھی جو تجسس کی بنا پر یہ جاننے وہ کیا کہنے والا تھا اس کی طرف مکمل طور پر متوجہ تھی بلکہ اس نے بھنویں اچکا کر سوال بھی کیا تھا۔

"آپ کے ڈریسز بھی آپ کی طرح سادہ پُر وقار اور تقدس کی علامت ہیں۔" دلشاد احمد نے رائے دی جو اس کے لبوں پر ہلکے سے تبسم کی طرح سجی تھی، اموز کا ایسا سرخی لیے ردعمل دلشاد احمد کو بری طرح بھایا تھا اسے لگا کہ اس تبسم کی جھلک نے اسے سرتاپا گھائل کر دیا ہو اس کی ہمتیں کچھ اور بڑھی اس نے ذرا ذرا سا کھانا نکالتی اموز کی پلیٹ میں ڈش سے اٹھا کے لیگ پیس ڈالا تو اموز چونکی تھی بے ساختہ اللہ آنے والے اپنے تبسم کو دل ہی دل میں کوسا تھا۔

"اموز تمہارے ان رنگین ہاتھوں میں کوئی سحر ہے تم کچھ بھی بناؤ اور کسی بھی وجود کو پہناؤ وہ آنکھ اور دل کو سرشار کرتا ہے اور......"

"سر میرے خیال میں مجھے اب چلنا چاہیے۔" اموز دلشاد احمد کے مسلسل تعریفی کلمات پر بوکھلا گئی تھی، اس نے بات کاٹ کر اپنی پلیٹ واپس رکھی اور مڑنے لگی تھی مگر دلشاد احمد اس کی پلیٹ اٹھائے اس کے پلٹتے وجود کے سامنے آ گیا تھا۔

"اموز تمہارے حصے کا کھانا ابھی باقی ہے اور میری بات بھی مکمل نہیں ہوئی۔" دلشاد احمد نے اس کے پلیٹ میں کھانا چھوڑ دینے کی بداخلاقی کی آڑ لی تھی۔ وہ اموز سے بات کرنے کا یہ موقع ہاتھ سے جانے بھی نہیں دینا چاہتا تھا۔

"تمہارے ہاتھوں سے تمہارا فن ہی نہیں میرا ذوق اور میرا شوق دونوں نکھر گئے ہیں۔" دلشاد احمد نے اس کے ہاتھ کو تھامنے کی جرأت کی تھی وہ یک دم سٹپٹائی قریب تھا کہ وہ ہاتھ کھینچتی دلشاد احمد نے اس کی پلیٹ اس کے ہاتھوں میں تھما کر ہاتھ ہٹا لیے تھے۔ اموز کے اعتماد کی تو آج بینڈ ہی بج گئی تھی دلشاد احمد کو بولنے کا بخار چڑھا تھا اور وہ مسلسل ملتی فیڈ بیک سے ہراساں ہو چکی تھی۔

"سر آپ کچھ زیادہ ہی کہہ گئے ہیں یہ وہی ڈریسز تھے جو آپ کی نظر میں میرے فن کو مشکوک کر رہے تھے اور آج مدح سرائی مبالغے کی دہلیز پار کر گئی ہے۔" اموز نے اس کی مدح سرائی کو ہرزہ سرائی کا درجہ دے دیا تھا دلشاد احمد نے قطعی برا نہ مناتے ہوئے بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ اس کے طنز کا خیر مقدم کیا تھا۔

"اور یقیناً آپ کو یاد ہوگا کہ آپ کو بنا کسی ڈپلومہ اور تجربے کے اپائنٹ کرنے والا بھی میں ہی تھا قدر شناسی مبالغہ آرائی نہیں ہوتی اور میں نے ابھی کہا کہ آپ کو دلوں کو جیتنے کا فن آتا ہے۔" دلشاد احمد اس کی راہ ڈھونڈتی نگاہوں کے سامنے بت بن کر ایستادہ تھا وہ مصلحت کے دائرے سے نکلنے کو تھا اور اموز کے لیے مروت کی چڑیا کو قید کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔

"اور جانے سے پہلے یہ ضرور بتا دیں آپ کے ہاتھوں کی رنگت میں کیا راز پوشیدہ ہے جو آپ......" دلشاد احمد نے اس کے دھان پان سراپے کو دیکھتے ہوئے رنگ حنا پر نگاہ ٹکائی تھی جو پہلے دن سے ہی اس کی توجہ کا مرکز تھی۔ عجب سنگھار تھا اس کا سادگی کی مورت تھی مگر ہاتھوں کی دمک مرکز نگاہ رہتی تھی۔

"سر پلیز اس رنگِ حنا کی بات مت کیجیے۔" اموز اس کی بات کو دوٹوک انداز میں کاٹتی اپنی پلیٹ کو خالی کیے بغیر آندھی کی طرح لوٹ گئی تھی۔ دلشاد احمد اب کی بار اسے روکنے کی بابت سوچتا ہی رہ گیا رنگِ حنا میں کیا راز مخفی تھا؟ وہ گہری سوچ میں پڑ گیا تھا۔

☾......☆......☾

"عرشان آپ اپنی فورتھ برتھ ڈے بھی صرف ماما کے ساتھ منا رہے ہو۔" آذر نعیم نے عین اس وقت شوشا چھوڑا جب عرشان کے ننھے ہاتھ کو تھامے وہ کیک پر چھری چلانے والی تھی۔ عرشان کے ہاتھ میں جنبش نہ ہی تھی تو اموز کے جسم میں جان نہیں رہی تھی کیسی تلخ حقیقت کو کریدا تھا جس کی اذیت سے بچانے کے لیے وہ دن بھر عرشان کو مختلف کھیلوں میں الجھائے رہی تھی یہ سوال نہیں تھا یہ تو وہ حسرت تھی جو عرشان کے ساتھ پرورش پا رہی تھی۔

"آذر تم سے یہ کہنا بے معنی ہے کہ بچے کے جذبات کو ٹھیس مت پہنچاؤ کیونکہ تم خود وہ اولاد ہو جس کے ہونے پر اس کے والدین شرمندہ ہیں اس لیے تمہارے منہ سے کوئی بھی گھٹیا بات عجیب نہیں لگتی۔" اباجی نے اسے مہمانوں کے سامنے ٹھیک ٹھاک لتاڑا تھا ویسے بھی وہ اس چھوٹے سے فنکشن میں بن بلائے ہی آ گیا تھا۔ عرشان کی چھوٹی سے چھوٹی خوشی منانے میں بھی اموز کسر نہیں چھوڑتی تھی سالگرہ کا فنکشن تو ہر سال وہ پوری برادری اور دوست احباب کے ساتھ سلیبریٹ کرتے تھے۔

آذر عین تقریب کے وقت خود آ گیا تھا اور اس نے بناء کسی کے استفسار کے کہا تھا کہ اسے عرشان نے بذات خود انوائٹ کیا ہے جبکہ اموز جانتی تھی کہ عرشان کی سمر ویکیشن (Summer vacation) چل رہی تھیں اور چار سال کا بچہ کال کر کے انوائٹ کرنے سے تو رہا۔ بہر حال آذر کے ساتھ فیملی تعلقات تو تھے ہی وہ دیدہ دلیری سے چلا آیا تھا اور عرشان کو ڈائریکٹ ہٹ بھی کیا تھا۔ اباجی کے سخت الفاظ نے اسے خاموش کرا دیا تھا۔

"اموز کوئی خیر خبر بھی مل رہی ہے یا یونہی امیدیں لگائے بیٹھے ہو۔" آذر نے کیک سے بھرپور انصاف کرتے ہوئے میزبانی کا فرض نبھاتی اموز کو گھیرا جو اس سے بات کرنا ویسے ہی پسند نہیں کرتی تھی اور پھر ایسی بات سننا تو اسے گوارہ ہی نہیں تھا۔

"آذر بھائی آپ کیوں ٹینشن لیتے ہیں ہم نے انہیں اپنے رب کے سپرد کیا ہے اور ہمارا اللہ ہی ہمیں امید بھی دیتا ہے۔" اموز کو حالات نے بہت پُراعتماد بنا دیا تھا وہ صاف و مستقیم زندگی جینے اور دوٹوک بات کہنے کی عادی ہو گئی تھی۔

"اموز پھر تم لوگ آپس میں رابطہ بھی فرشتوں کے ذریعے کرتے ہو گے ناں۔" آذر نعیم نے جاہلوں کی طرح جگت بازی کی اور اپنی بات پر لطف اٹھاتے ہوئے فلک شگاف قہقہہ بھی لگایا تھا جس نے مہمانوں کو ان کی طرف متوجہ کر دیا تھا۔ اباجی ان کی طرف چلے آئے۔

"آذر تم اس بارے میں سوچنا چھوڑ دو اور اموز کو بھابی کہہ کر بلایا کرو۔" اباجی نے بڑے پن سے اسے ڈپٹتے ہوئے کہا۔

"بھابی کیسے کہوں جبکہ بھائی تو رہا ہی نہیں۔" آذر نعیم کی بات تھی کہ تیر بے رحم جو ان سب کے سینے میں پیوست ہو گیا تھا کیا بد فال نکالی تھی اس زہر اگلتے منہ نے مہمانوں میں سے جو بہت قریبی تھے کچھ اس کے ہمنوا تھے اور کچھ مخالف۔ اماں کے بھائی نے آذر کو خدانخواستہ نہ کہنے پر ڈانٹا تو کسی اور رشتے دار نے ان لوگوں کو اس حقیقت کو تسلیم کر لینے کی صلاح دی تھی۔

"میرا بیٹا نہ ہو کر بھی ہم میں ہے مگر افسوس تم میں سے کوئی چشم بینا نہیں ہے۔" اباجی نے اتنے وثوق سے سینے پر ہاتھ مار کر کہا کہ کئی لمحوں کے لیے حاضرین بھی ان کی امید کے ہمنوا بن گئے تھے یوں لگتا تھا جیسے کچھ پھونکا گیا ہو ہر طرف طلوع سحر کا سا سماں ہو گیا ہو۔

"چاچا جی آپ کا تو بیٹا تھا...... آپ تو ایسی بہکی باتیں کریں گے ہی پر اسے کیوں انتظار کی ڈولی میں بٹھایا ہوا ہے جذبات کے خار کب تک بوجھ اٹھائیں گے۔" آذر نعیم کی گراوٹ کا کوئی پیمانہ ہی نہیں تھا۔ بھری محفل میں بزرگوں کے سامنے اس نے اموز کی طرف اشارہ کر کے واہیات گوئی کی حد کر دی تھی اباجی اس کے کہے تھا پر ہی ڈھل گئے تھے مزید بکواس نے انہیں چراغ پا کر دیا تھا۔ ان کے بوڑھے ہاتھوں میں جانے کہاں سے اتنی طاقت آ سمائی تھی کہ آذر نعیم کو گھر سے دھکے دے کر نکال لینے میں انہیں زیادہ

وقت نہیں لگا مہمانوں کا دل بھی تماشے سے بھر گیا تھا سب نے اپنی اپنی راہ لی تھی انس جو اس واقعے میں پس پردہ رہا تھا جانتا تھا کہ اس کے سامنے آنے پر آذر کی گندی زبان کچھ اور خرافات بھی اگل سکتی تھی اسی لیے وہ ان لوگوں کی دادرسی بعیداً اپنائے ہوئے تھا گھر میں آمد و رفت انتہائی ضرورت کے تحت ہوتی تھی بہرحال اس نے اباجی کو سنبھال کر صوفے پر بٹھایا اور پانی لا کر انہیں نارمل کرنے کی کوشش کی تھی۔ عرشان کو لے کر ہاجرہ اس حادثے سے پہلے ہی کمرے میں چلی گئی تھی۔ اماں اور اموز بت بنی وہاں موجود ہو کر بھی جانے کہاں تھیں انس کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ امید کے محل میں خود کو مورچہ بند کیے اس خاندان کو وہ کن لفظوں میں سہارا دے جن کی دیواروں کو ڈھانے ہر کس و ناکس چلا آتا تھا۔

''میں اپنے حصے کی ذمہ داریاں تو ادا کر چکا تھا میرے بچے تم نے اپنے حصے کے بوجھ میرے ناتواں کندھوں پہ ڈال دیئے یہ بوڑھا تیری امانتوں کی ان بوڑھی ہڈیوں کے ساتھ حفاظت کر سکتا ہے مگر تیرے لیے 'تھا' کا لفظ نہیں سن سکتا۔'' اباجی کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو چھوئے بنا ان کی تپش کا اندازہ ہو رہا تھا۔

☾......☆......☾

''آپ اتنے دنوں سے آ نہیں رہی تھیں مجھے فکر تھی اس لیے میں نے کال کی۔'' دلشاد احمد نے اس کے فون نمبر پر کال کی تھی اور فوراً ہی ریزن بھی دے دیا تھا تاکہ وہ اپنے مخصوص ہٹیلے لہجے سے کچھ ارشاد نہ فرمادے۔

''سوری سر میں انفارم کرنا چاہتی تھی بٹ میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی میں روز سوچتی تھی پھر بھول جاتی تھی۔'' اموز عرشان کی سالگرہ والے دن کی بدمزگی کے بعد شدید ڈیپریشن کا شکار تھی' عرشان کی چھٹیاں ختم ہونے والی تھیں اور وہ اس کے اسکول بدلنے پر بھی سنجیدگی سے مائل تھی مگر طبیعت کی پژمردگی اسے کچھ کرنے ہی نہیں دے رہی تھی۔

''اٹس او کے اموز اپنا خیال رکھا کرو۔'' دلشاد احمد کے دھیمے لہجے میں کچھ خاص تھا اموز چونکی' یہ التفات اس کے لیے قابل قبول نہیں تھا اس کی ترجیحات کچھ اور تھیں۔

''تمہاری فیملی میں سب کیسے ہیں؟ آئی مین تم نے کبھی اپنے بارے میں کچھ بتایا نہیں۔'' دلشاد احمد آپ سے تم پر ہی نہیں آفس سے گھر تک بھی آ گیا تھا اس کی خواہشات رستہ نکال رہی تھیں اور اموز فکر کے دریا میں غوطہ لگا رہی تھی یہ جاب اس کے مالی مسائل کا حل تھی مگر دلشاد احمد کی بدلتی روش کیسے تمام معاملات کو جاری رکھنے دے گی وہ گہری سوچ میں مگن تھی اور اس کی خاموشی دلشاد احمد کو مزید حوصلہ دے رہی تھی۔

''اموز اگر تم کو ناگوار نہ ہو تو میں تمہاری عیادت کے لیے تمہارے گھر......''

''نہیں سر پلیز میں بالکل ٹھیک ہوں آپ یہ مہربانی نہ فرمائیں۔'' اموز نے یک دم اس کی بات کاٹ کر صاف انکار کر دیا تھا وہ پہلے ہی طوفان کی زد میں تھی یہ نئی آفت اپنے سر لینا نہیں چاہتی تھی مگر اس کا انکار دلشاد احمد کے پیش قدمی کرتے دل پر تازیانے کی طرح لگا تھا۔

''کیوں اموز اتنی روڈلی بی ہیو کیوں کرتی ہو' ہم اجنبی نہیں ہیں نہ ہی میں کوئی سڑک چھاپ لوفر ہوں تمہارے گریز میں سفاکیت ہے پتھر لہجے میں بات کرتی ہو اور ہمیشہ برہمی کا اظہار کرتی ہو۔'' دلشاد احمد شدید ہرٹ ہوا تھا اس نے صاف لفظوں میں اموز کو جتایا تھا کہ وہ بداخلاقی کے دائرے میں داخل ہو گئی تھی' اس کے لہجے میں دل گرفتگی صاف محسوس کی جا سکتی تھی مگر اموز کے لیے اب یہ محسوسات زیادہ معنی نہیں رکھتے تھے' اسے اپنے انداز میں جینا تھا ہر حال میں۔

''سر آپ میرے اخلاق پر سرچ مت کریں' میرے بجائے میرے بنائے ہوئے ڈیزائنز پر فیڈ بیک دیں آپ باس ہیں میں امپلائی ہماری کمٹ منٹ میں کہیں یہ طے نہیں ہوا تھا کہ مجھے آپ سے کس انداز میں بات کرنی ہے' کام کی حد تک بات ہو تو جی سر باس از آلویز رائٹ بٹ آپ پرسنل ہوں گے تو مجھے اپنے تحفظات کے اظہار کا حق ہے۔'' اموز دلشاد احمد سے شاید اتنی نالاں نہ ہوتی مگر آذر کی فضول گوئی نے اسے معاشرے کے سارے مردوں سے الرجک کر دیا تھا وہ پچھلی تمام جاب ز باس کی اضافی توجیحات سے عاجز آ کر ہی

چھوڑ چکی تھی گھر سے نکلنا اس کی مجبوری تھی مگر ہر ایرے غیرے کی جائز ناجائز ماننا اس کے لیے قطعاً لازم نہیں تھا۔

"میں تو ایز اے باس تمہاری طبیعت دریافت کرنا چاہتا تھا تھنک ایلس۔" دلشاد احمد کے انداز میں بھی رکھائی در آئی تھی عجب عورت سے واسطہ پڑا تھا۔

"لیکن سر آپ اپنے ہر ملازم کے گھر جانے کو تو تیار نہیں ہوتے ہوں گے۔" اموز کی کھری بات نے اسے یک دم چپ کرادیا تھا بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی کے مصداق وہ یقیناً اموز سے ایمپلائر سے بڑھ کر سلوک کررہا تھا اور اس کے پاس اس کی ٹھوس وجہ تھی اس کی نگاہ التفات جو اموز سے منسلک ہوگئی تھی وہ اس کے بارے میں پہروں سوچنے لگا تھا اس کی بااعتماد ہستی اعتماد سے اٹھتی اور حیا سے جھکتی نگاہیں صاف ذہن سے اخذ کیے مطالب اور صاف گوئی سے بات کرتی زبان......سب کچھ ہی تو منفرد تھا کچھ بھی تو ویسا نہیں تھا جیسا وہ اب تک اپنے اردگرد دیکھتا آیا تھا اس کی سوسائٹی میں عورت کی ایسی مثال نہیں ملتی تھی بلکہ اس کی سوسائٹی تو ایسی عورت کے لیے "بہن جی" کی استہزائیہ اصطلاح استعمال کرتی تھی مگر ایسی بہن جی ٹائپ عورت سے بات کرنا اور اپنا مطمع نظر واضح کرنا کتنا جان جوکھوں کا کام ہوتا ہے اس نے اب جانا تھا۔

☆

انجیل دفا کو امتحان کے لیے چن لیا گیا تھا اباجی نے سوالیہ پرچہ ترتیب دے دیا تھا اس کی چاہت جواں مرگ کی دہلیز پہ آ کھڑی ہوئی تھی۔ اباجی کے ضعف وخوف سے کپکپاتے ہاتھ اس کے سر پر دھرے تھے اور کھانسی سے بے دم سانسوں کے ساتھ انہوں نے آمد مژدہ سنایا تھا۔

"اموز بیٹا تمہاری عفت پر دو رائے ہے ناں تمہاری رفعت پر کوئی شک ہے ایک باپ کا فریضہ ہے جو مجھے نبھانا ہے اپنے بارے میں سوچو اموز سایہ زندگی نہیں ہوتا امید کا کوئی نقش نہیں ہوتا خواہشات کو پابند سلاسل نہیں کیا جاسکتا ادوار عمر اپنے تقاضوں کے ساتھ پروان چڑھتی ہیں ایک باپ کے لیے بہت مشکل ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو یہ سمجھائے کہ اسے اپنے بارے میں صرف دل سے نہیں ہر ایک پہلو اور تقاضے کو سامنے رکھ کر سوچنا چاہیے۔" اباجی اور اس کے درمیان جھجک کی لکیر ہمیشہ سے تھی وہ ضرورت کے سوا بات نہیں کرتے تھے پہلی بار جب وہ جاب کرنے کے ارادے سے گھر سے نکلی تھی اباجی کے خیالات اماں کے ذریعے اس تک پہنچے تھے کہ وہ اس بات پر راضی نہیں تھے کہ اسے گھر سے قدم باہر رکھنے چاہئیں انہوں نے ایک بار بھی اموز کو ڈائریکٹلی منع نہیں کیا تھا رفتہ رفتہ ان کی گرتی طبیعت اور ذرائع آمدنی میں رکاوٹوں نے انہیں باور کرادیا کہ اموز کا یہ فیصلہ غلط نہیں تھا۔ یکساں دکھ کا بوجھ اٹھانے کے باوجود انہوں نے کبھی ایک دوسرے پر حال دل عیاں نہیں کیا تھا گرچہ امید واس ایک ہی تھی آج آذر نعیم کے چھوڑے تیروں کا اثر تھا یا حقیقت کا نگاہ بینی سے تجزیہ اباجی اس کے پاس چلے آئے تھے اور اسے سرد وگرم سے آگاہ کررہے تھے۔

"اباجی آپ کچھ نہ بھی کہیں تو میں بھی سمجھتی ہوں کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں پلیز میرے بناء کہے وہ جان لیجیے جو آپ کے سامنے کبھی کہہ ہی نہیں پاؤں گی۔" اموز کی نگاہوں سے اشک رواں تھے اور زبان میں کہنے کی سکت نہ تھی وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپائے رو پڑی تھی اباجی کی حالت بھی کچھ مختلف نہ تھی مگر وہ خود کو کمزور ثابت نہیں کرنا چاہتے تھے۔

"میرا بچہ حقیقت کا آئینہ ہمارے حسب منشا صورت نہیں دکھاتا جب آئینے کے سامنے کھڑے ہو جاؤ تو چاہتے نہ چاہتے جو کچھ سامنے ہو اسے دیکھنا پڑتا ہے وہ اب ہمارے دلوں میں ہے آنکھوں کے سامنے نہیں نظر صرف وہی آتا ہے جو آنکھوں کے سامنے جو دل میں ہوتا ہے اس کا صرف درد محسوس ہوتا ہے دل اور دنیا کی تو لڑائی ازلی ہے تم اپنے ٹھوس وجود کو نظر انداز نہیں کرسکتی تم انتظار کرسکتی ہو لیکن دنیا نہیں مگر انتظار کس بات کا میرا بچہ؟" اباجی کو اپنے الفاظ خود ہی زخمی کررہے تھے وہ کسی پرائے کی نہیں اپنے لخت جگر کی بات کررہے تھے ایک باپ کے لیے اپنے ہی بیٹے کی گرہستی کو بکھیرنا آسان نہ تھا مگر وہ خود کو اس امر کے لیے تیار کر چکے تھے۔

"کیا جی میری وفا کو دنیا والوں کی نظر اور زبان پر نہ تولیں میرے جینے کے لیے ان کا انتظار اور ان کے بچے کا ساتھ ہی کافی ہے۔" اموز نے دوٹوک حتمی انداز میں اباجی کو اپنا فیصلہ سنایا تھا گویا اب تک ان کی کہی باتوں کا اس نے کوئی اثر نہیں لیا تھا' اباجی اس کی رفعتوں کے پہلے ہی قائل تھے اب اس کی قوت فیصلہ کا بھی نظارہ ہو گیا تھا۔

☆

جشن بہاراں فیسٹیول کا آغاز ہو گیا تھا' فیشن ویک تو اب ہر ایونٹ کی ضرورت بن گیا تھا اور ان کی کمپنی مارکیٹنگ میں خاص شہرت رکھتی تھی اموز اچھی خاصی رخصت گزار کے آئی تھی دلشاد احمد سے ہونے والی آخری گفتگو کے بعد وہ ایک ہفتہ مزید آفس سے غیر حاضر رہی تھی اسے قوی امید تھی کہ اسے جاب سے رخصتی کا پروانہ مل جائے گا مگر ایسا کچھ نہ ہوا تو وہ اپنے ہاتھوں روزی کا ذریعہ گنوانے کا ارادہ ترک کر کے آفس چلی آئی تھی۔ دلشاد احمد کے ریزرو رویے نے اسے مطمئن کر دیا تھا۔

گرمیوں کے ملبوسات نے اس کے پسینے چھڑا دیئے تھے درجن کے حساب سے ڈریسز ہر دن ڈیزائن کیے جا رہے تھے۔ تیز دھار قینچی بے ارادہ اور بے متعین رستوں پر دھڑا دھڑ دوڑ لگا رہی تھی' وہ اس بے ہنگم پن کا ساتھ دیتے دیتے اوب گئی تھی' فیشن شو میں ماڈل کو نیم برہنہ دیکھ کر اس کے حواس گم ہو گئے تھے۔ گرمی کی آڑ لے کر فیشن کی ماریوں کو عجب راہ دکھائی جا رہی تھی کہ لباس کو جتنا کم رکھا جائے گا اتنی ہی گرمی کی شدت سے نجات ملے گی۔ اموز گرمی کی مناسبت سے کپڑا چنتی تھی پھر اس کے ہلکے پھلکے ڈیزائن کے ساتھ اس طرح ترتیب دیتی تھی کہ وہ جاذب نظر بھی دکھائی دے اور موسم کی ضروریات کو بھی پورا کرے..... مگر اپنے ہی ڈیزائن کیے اسٹف کو ماڈل پر بے حیائی کی حد تک پہنا دیکھ کر وہ آگ بگولہ ہو گئی تھی۔

"میرے ڈیزائن پر اتنے سارے کٹ کس نے لگائے' میں نے تو اسے کافی سلیقے سے ڈیزائن کیا تھا۔" اموز نے سپروائزر سے شکایت کی تھی۔ یہ اسٹف اس کی ذاتی چوائس تھی جسے گروپ نے زیادہ پسند نہیں کیا تھا اور ریڈی ہونے تک وہ ہر لحاظ سے موزوں حالت میں تھا مگر اب ماڈل کے پہناوے میں جگہ جگہ سوراخ دیکھ کر وہ حیران رہ گئی تھی گویا اس کے ڈیزائن پر ہی نہیں اس کی سوچ پر بھی قینچی چلائی گئی تھی۔

"محترمہ یہ گرمی کے لباس ہیں' انہیں ایزی ہونا چاہیے ویسے بھی آپ سیکھنے کے مراحل میں ہیں' ہمیں جہاں آپ کے ڈیزائنز میں کمی لگے گی تو ہم اسے خود سے دور کر لیں گے اور آپ اپنے ڈیزائنز کو لے کر اتنی کانشس بھی نہ ہوا کریں' اس کمپنی میں انڈیوژویلی (indivesuely) کسی کا نام نہیں چلتا سب کچھ کمپنی کے نام سے ہی آن ہوتا ہے۔" سپروائزر میم نے اسے سیر حاصل جواب دے کر مزید کمپلین کرنے سے منع کر دیا تھا ویسے بھی وہ آفس میں مس کمپلین کے نام سے مشہور تھی کیونکہ اسے ہر غلط بات پر واویلا کرنے کی عادت تھی۔

"گرمی سے آپ کی کیا مراد ہے؟ کیا لباس ہی نہ پہنا جائے' اخلاقیات اور ثقافت کو بھی موسم کے ساتھ ساتھ مدنظر رکھنا چاہیے میں نے جو ڈیزائن کیا تھا مڈل کلاس میں بہت پسند کیا جاتا تھا مگر آپ نے تو میرے ڈیزائن کو برگر فیملیز میں ہٹ کرانے کے لیے اس کا برگر ہی بنا دیا۔" اموز کی آواز بلند تر ہوتی جا رہی تھی ہاجرہ اسے بلاوجہ بحث کرنے سے روک رہی تھی سنیئرز سخت برہم دکھائی دے رہے تھے۔ دلشاد احمد تک بات جانا تو لازم ہو گیا تھا۔

"سر ہم جوائنٹ ورک کرتے ہیں مل کر ڈیزائنز بناتے ہیں اور ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرتے ہیں اسی لیے ہم فیشن ورلڈ میں ہٹ ہیں اور آپ کی کمپنی ٹاپ کلاس...... بٹ سر یہ بہت زیادہ آرگومنٹ کرتی ہیں۔" سپروائزر بول رہی تھی اور باقی تمام عملہ اس کا حامی تھا حتیٰ کہ ہاجرہ بھی انہی کی سائیڈ پر دکھائی دی تھی' اموز تنہا منہ پھلائے کھڑی تھی' اپنی بات سے ہٹنا اس نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ ضدی پن تو اس کی نیچر کا ہمیشہ سے حصہ تھی' اسے حالات کا تقاضا قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔

"مس اموز آپ کے ڈیزائن کو تو بہت سراہا گیا ہے' ہمیں

کافی آرڈرز ملے ہیں آپ کو تو خوش ہونا چاہیے انفیکٹ آپ کا کمیشن بھی اچھا ہوگا پھر بحث کس بات کی ہے؟" دلشاد احمد نے اسے آسان پیرائے میں سمجھانے کی کوشش کی جو کہ ویسے بھی سب میں منفرد نظر آتی تھی اور آج تو سب سے الگ مطمع نظر لیے تنہا کھڑی اور بھی نمایاں ہو رہی تھی وہ جانتا تھا کہ اموز کی فیلڈ اس کے مزاج و سوچ سے میل نہیں کھاتی مگر ضرورت کی ثقافت ہر رنگ میں ڈھل جاتی ہے۔

"لیکن وہ ڈیزائن تو میرا تھا ہی نہیں بلکہ ہر ایسا ڈریس جو بے ہودگی کے زمرے میں آتا ہو میرا اس سے کوئی تعلق نہیں، مجھے دنیا کی گرمی سے زیادہ دوزخ کی گرمی کی فکر ہے میں دنیاوی گرمی سے نجات کے لیے ایسا کوئی فضول لباس نہیں بناؤں گی کہ جسے پہننے والے گرمی سے بچ جائیں اور میں اپنے لیے ازلی گرمی کا سامان کرلوں۔" اموز کی بات فیشن کی دلدل میں دھنسے ہوؤں نے تمسخرانہ انداز میں سنی تھی، کانوں میں چہ مگوئیاں کیں تھیں استہزائیہ مسکراہٹ اچھالی تھی اس کی وعظ و درس کو اپنے جوکس کا حصہ بنایا تھا سب کچھ تھا مگر دل میں سب نے اس حقیقت کو مانا تھا کہ اس بہن جی ٹائپ عورت سے اپنی بات کو منوانا ناکوں چنے چبانے کے مترادف تھا' ایک عام سی دکھنے والی عورت کو عام سی بات سمجھائی نہیں جاسکتی تھی۔ دلشاد احمد کا رسپانس بھی سب سے الگ نہیں تھا مگر اتنا ضرور تھا کہ اس کی اموز میں اٹریکشن مزید بڑھ گئی تھی کیسی مورت تھی وہ کیچڑ میں کنول کی طرح نکھری کھڑی تھی۔

☆

عرشمان کا رزلٹ کارڈ لینے آنا اس کی مجبوری تھی' اس کے بچے نے پریپ کلاس میں دوسری پوزیشن لی تھی۔ عرشمان کا شمار الٹرا جینئس بچوں میں ہوتا تھا نصابی و غیر نصابی سرگرمیوں میں وہ ہمیشہ سرفہرست رہتا تھا' چودہ اگست کی پرچم کشائی کی تقریب میں اس نے قومی ترانہ پڑھنے میں بھی حصہ لیا تھا اور "وطن کی سالمیت سے بڑھ کر کچھ نہیں" کے ٹاپک پر تقریر بھی تیار کی تھی اگرچہ چار سال کے بچے کو اتنی اہم ذمہ داری دینے پر اسکول انتظامیہ تیار نہ تھی مگر اموز نے براہ راست عسکری انتظامیہ سے اجازت لے کر اسے خوب ریہرسل کروائی تھی۔ عرشمان کے نام کے ساتھ ایک نہ دیکھی جانے والی ہستی کا تعارف اتنا مضبوط تھا کہ اسے ایک بڑے ایونٹ پر بڑی کارکردگی دکھانے کا موقع ملا تھا۔ انہی معاملات کی وجہ سے اموز نے عرشمان کے فی الوقت دوسرے اسکول میں ٹرانسفر کا فیصلہ مؤخر کردیا تھا مگر آذر نعیم کی عرشمان کی برین واشنگ کے اثرات دن بدن بڑھتے جارہے تھے اس کے مسلسل حملے عرشمان کو ذہنی طور پر پراگندہ رکھتے تھے' اسی لیے وہ پہلی پوزیشن بھی نہیں لاسکا تھا آج بھی رزلٹ لینے کے بعد اس نے اموز سے خفگی کا اظہار کیا تھا۔

"ماما میرے سب فرینڈز اچھے رزلٹ کے بعد اپنے پاپا کے ساتھ بہت فن کرنے والے ہیں اور میں اس سال بھی اپنے پاپا کو نہیں دیکھ پاؤں گا آخر وہ کب واپس آئیں گے؟" عرشمان کو مطمئن تو وہ تب کرتی جب خود ہو پاتی اس کے پاس جن سوالوں کا کوئی جواب نہیں تھا ان سے دامن کیسے بچاتی یوں تو اس کی ہر رات سسکتے گزرتی تھی مگر عرشمان کے شکوے اسے رات بھر تڑپاتے تھے' کسی کے دنیا چھوڑ جانے کی اذیت جان لیوا ہوتی ہے تو دنیا میں ہو کر بھی چھوڑ جانے کا دکھ جانکسل ہوتا ہے مگر جس کے بارے میں یہ خبر ہی نہ ہو کہ وہ دنیا میں ہے یا نہیں' زندگی نے وفا نہ کی یا خود چھوڑ جانے والے نے' وہ کس سے پوچھے کہ اسے جیتے جی پل صراط سے کیوں گزارا جارہا ہے۔

"آپ اسی طرح سے اچھے طریقے سے آگے بڑھو گے ناں تو آپ کے پاپا خوش ہو کر لوٹ آئیں گے۔" اموز نے عرشمان کو کھلونوں کی شاپ پر لے جاکر اس کی من پسند ہر چیز خرید کردی تھی مگر اس کے چہرے پر خوشی کی رمق دکھائی نہ دی تھی۔

"تو کیا پاپا اب مجھ سے خوش نہیں ہیں اسی لیے دور بیٹھے ہیں اگر میں پاپا کو سوری بولوں تو وہ لوٹ آئیں گے ناں۔" عرشمان کی کیسٹ پلیئر میں الجھ گئی تھی۔ وہ سمجھ نہیں پارہی تھی کہ اسے کیسے بہلائے؟

گھر آکر اباجی اور ماں کے پُرجوش استقبال اور

ڈھیروں تحائف میں الجھ کر چند لمحوں کے لیے وہ سوالات کی پٹری سے اتر تھا مگر رات سوتے وقت جبکہ وہ بالکنی میں تار سے کپڑے اتار رہی تھی وہ پھر سے آلپٹا تھا۔

"ماما یہ جو اسٹارز ہیں' میری ٹیچر کہتی ہیں ساری دنیا میں نظر آتے ہیں تو کیا پاپا بھی اس وقت ان اسٹارز کو دیکھ رہے ہوں گے' آپ مجھے اونچا کریں ناں اگر پاپا نے اسٹارز سے ذرا نظر نیچی کر کے دیکھا تو میں انہیں نظر آجاؤں گا ہیں ناں ماما۔" عرشمان اچھل اچھل کر اس کے اوپر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ وہ اسے بلند کرے' اموز نے اس کا دل رکھنے کے لیے اسے کندھے تک اٹھایا وہ اسٹارز کو ہاتھ ہلاتا اور پیغام بھجواتا رہا تھا' کئی لمحوں کے کھیل کے بعد وہ تھک ہار کر اس کے کندھے پہ سر ٹکا کر سو گیا تو اموز کو جاگتے رہنے کی سزا دے کر وہ جلتی آنکھوں اور سلگتی سوچوں کے ساتھ ستاروں کو تک رہی تھی۔

اس گھر کی کھلی چھت پہ چمکتے ہوئے تاروں
کہتے ہو کبھی بات وہاں جا کے یہاں کی.....!

وہ دھیرے سے گنگناتی اسی کھیل کا حصہ بن گئی تھی جو ننھے عرشمان نے شروع کیا تھا۔

☆
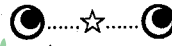
دلشاد احمد ایک بار پھر اس کے لیے ڈھال بن گیا تھا باوجود اس کے کہ مینجمنٹ میں اموز کے خلاف بہت غصہ پایا جاتا تھا اس کی دن بدن بڑھتی مخالفت کے باوجود اسے جاب سے نکالنا اتنا آسان نہ تھا۔ دلشاد احمد کے سائن کے بغیر کسی امپلائر کو نوکری بدر نہیں کیا جاسکتا تھا اور دلشاد احمد کے ہاتھوں سے یہ کام انجام پائے کیسے؟ جبکہ ہر وقت دو حنائی ہاتھ اس کے ذہن' دل پر تسلط جمائے رکھتے تھے۔ اموز کی بے رخی جوں کی توں تھی تو دلشاد احمد کی نظر التفات بھی اپنی جگہ چھوڑنے کو تیار نہ تھی۔ وہ اب بھی اس سے بات کرنے کے لیے سرگرداں رہتا تھا' بہانے بہانے سے اس کا کمیشن بڑھا دینا' بونس دے دینا' تہواروں پر اضافی مہربانیاں کرنا اس کا وطیرہ بن گیا تھا' اموز کبھی انکار کی راہ اپنائی تو کبھی خاموشی سے نظر انداز کر دیتی مالی مجبوریوں اور سب سے بڑھ کر دلشاد احمد کی طرف سے کسی غیر اخلاقی حرکت کے سرزد نہ ہونے جیسے عوامل نے اموز کو اب تک اس نوکری سے جوڑا ہوا تھا اس کی اخلاقیات کا اب بھی عامیانہ پن سے اختلاف رہتا تھا' جس کی بنا پر اسے زیادہ پذیرائی نہیں ملتی تھی مگر اس کی شخصیت کی مضبوطی و پختگی زبان زد عام ضرور رہتی تھی اس کے کولیگ اس سے بات کرنے سے پہلے ہزار بار سوچتے تھے خود دلشاد احمد کو بھی کم وقت پیش نہیں آتی تھی مگر اس کا ضبط کمال کا تھا یا چاہت میں کشش اتنی تھی کہ وہ یہ گستاخی اکثر و بیشتر کرتا رہتا مگر اموز کے دل کی حکایت کی خبر تو وہ کیا ہی پاتا آج تک یہ نہیں جان پایا تھا کہ اس کے سادہ وجود پر غضب ڈھاتے مہکتے حنائی ہاتھوں کا راز کیا تھا؟

☆

"پڑھو بسمہ اللہ الرحمٰن الرحیم" قاری صاحب نے عرشمان کی انگلی اپنے ہاتھ سے تھام کر قرآن پاک پر پھیری تھی آج وہ چار سال چار ماہ کا ہو گیا تھا اس کی بسمہ اللہ کی رسم پورے وقار کے ساتھ اموز نے منعقد کی تھی۔ زیادہ تر بچوں کو مدعو کیا تھا۔ قرآن پاک اور درود پاک کا ختم کرایا تھا' بعد ازاں طعام کا بندوبست کیا تھا۔ عرشمان اور اس کے ہم عمر بچوں کی خواہش کے مطابق اس نے نوڈلز' نگٹس' چپس' بسکٹ اور جوسز کی الگ سے ٹیبل سجائی تھی۔ بچے خوب مستیوں کے ساتھ کھانا تناول کر رہے تھے۔ ماؤں کو زبردستی مصالحے دار بریانی بچوں کو کھلانے کے جتن سے چھٹکارا مل گیا تھا۔ یوں تو اموز نے دن بھر انتہائی مشقت میں گزارا تھا مگر اس کے اندر چلتے پھرتے بھی ایک الاؤ دہکتا رہا تھا' انتظار کی طوالت اور امید کی نقاہت نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔ آج کے دن کا تو وعدہ تھا اس نے کہا تھا کہ لوٹ آؤں گا دیر ہو گئی تب بھی دروازہ کھلا رکھنا جب ہمارے آنگن میں گلاب کھلے گا تب نہیں تو جب وہ پہلی بہار پائے گا تب اگر تب بھی نہ آیا تو جب وہ قرأت کا اعزاز پائے گا تب تو میں ضرور سب کے ساتھ ہوں گا مگر پھول کھلا بھی اس کے بنا تھا اور چمن میں مہکا بھی تنہا تھا' کان کی پہلی اذان سے لے کر زبان کی پہلی پکار تک سب رفتہ رفتہ گزرتا جا رہا تھا مگر در[illegible]ے پر دستک

نہیں ہوئی تھی۔

اموز بار بار عرشان کو خود میں سموتی تھی اس کا ماتھا چومتی اور اپنے بہنے والے آنسوؤں کو سب سے چھپا کر اپنے لخت جگر کے بالوں میں چھپا دیتی تھی۔ اماں خود کو زبردستی ہر بات میں شریک رکھتی وگرنہ ان کی بے جان ٹانگوں میں بیٹھنے تک کی سکت نہ رہی تھی اباجی نے البتہ قاری صاحب کے ساتھ مل کر عرشان کو بہت سلیقے سے بسم اللہ کرائی تھی۔ اپنے ہاتھوں سے مٹھائی بانٹی تھی انس ملک سے باہر تھا اس لیے شریک نہیں ہو پایا تھا۔ ہاجرہ البتہ موجود تھی اور اموز کی خوب مدد بھی کروا رہی تھی۔ ہاجرہ وہ واحد ہستی تھی جو اس گھرانے کے ہر غم و خوشی میں انہی کے مانند محسوسات رکھتی تھی مگر اس برکت والی تقریب کا اختتام خلاف توقع ہوا تھا۔ عرشان دوستوں میں غل غپاڑا کرتے ہوئے میز سے گرا اور اس کا ہونٹ پھٹ کر خون بہہ نکلا تھا اموز کی جان پر بن آئی تھی' اموز کو کس نے روکا کون اس کے پیچھے آیا اسے کچھ خبر نہ تھی' ہوش تب آیا جب وہ ہاسپٹل میں تھی۔ عرشان کا خون رک گیا تھا' ضروری ٹریٹ منٹ کے بعد وہ بہتر تھا جب وہ اسے اٹھائے ٹیکسی تک آئی تھی تبھی اسے آذر نعیم ٹکرایا تھا۔

"ارے اموز کیا ہوا...... عرشان ٹھیک تو ہے؟" وہ خود ماتھے پر پٹی باندھے ہوئے تھا۔ اموز نے دریافت نہیں کیا کیونکہ وہ آئے دن دنگل فساد جیسے عوامل میں ملوث پایا جاتا تھا' یقیناً ایسی ہی کوئی وجہ تھی اموز نے توجہ دینا ضروری نہیں سمجھا اور آگے بڑھ جانا چاہتی تھی کہ وہ پھر سامنے آ گیا تھا۔

"اموز تم اس کا بوجھ اکیلے کب تک اٹھاؤ گی لاؤ میں اٹھا لیتا ہوں' کافی صحت مند بچہ ہے اور تم دھان پان سی چڑیا۔"

"ماشاء اللہ کہیے آذر بھائی اور پلیز فضول گوئی سے پرہیز کریں۔" اموز تھکاوٹ کے سوا نیزے پر تھی دن بھر دعا کرتی رہی تھی کہ سالگرہ کے دن کی طرح آج اس بدگو شخص کی آمد نہ ہو تقریب کی حد تک تو دعا قبول ہوئی مگر بعد ازاں مصیبت گلے پڑ گئی تھی۔

"پلیز بھائی آپ دور رہیے۔" آذر نے زبردستی عرشان کو اس کے کندھے سے اتارنا چاہا تھا تو اموز نے اسے جھڑک دیا تھا۔ آذر فضول بولتا ہی نہیں تھا آنکھوں سے تکتا بھی عامیانہ انداز سے تھا اور اب بار بار اس کے پاس آ کر عرشان کو پکڑنے کی کوشش اموز کے لیے ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی۔

"ارے غصہ کیوں کرتی ہو؟ رات کا وقت ہے تنہا ہو ڈرائیور کا کیا اعتبار میں تمہیں گھر چھوڑ آتا ہوں۔" بات غلط تھی نا آفر مگر آذر کا اس کا ہاتھ تھامنا اسے چراغ پا کر گیا تھا اس نے جھٹکے سے خود کو چھڑایا جس کے نتیجے میں وہ ڈگمگائی اور گرتے گرتے بچی تھی۔ عرشان اس کے کندھے سے ڈھلکا جسے اس نے مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔

"خدمت کروا موز انتظار کی بھٹی میں اپنے جذبات کی اینٹیں مت بناؤ تمہیں سہارا چاہیے۔"

"میرا سہارا میرا بیٹا ہے۔" اموز نے جان بوجھ کر چلا کر جواب دیا تاکہ آس پاس کے لوگ جان لیں کہ ان کے درمیان کوئی خوشگوار بات نہیں ہو رہی۔ نتیجہ اس کی منشا کے مطابق تھا چند لوگوں نے آ کر آذر کو گھورنا شروع کر دیا تھا وہ قدرے سٹپٹایا مگر بدمعاش ٹائپ لوگوں میں شمار ہوتا تھا اس لیے اسے ڈرانے کا فارمولا درست ثابت نہ ہوا۔

"جس سہارے کو اٹھا کر چند لمحے کھڑی نہیں ہو سکتی اپنے دفاع کے لیے راہ چلتوں کی منتظر ہو وہاں زندگی گزارنے کا سوچ کر خودکشی کر رہی ہو اور کچھ نہیں۔" آذر ایلفی کی طرح چپک گیا تھا وہ اندر ہی اندر ہراساں ہونے لگی تھی۔

"یہ سب میرے مسائل ہیں آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں اپنے گھر جائیے اپنی زندگی جئیں میری جان چھوڑ دیں۔" اموز نے اپنی آواز کو جاندار بنانے کے لیے پوری جان ماری تھی ایسے ڈھیٹوں سے اس کا پہلی بار واسطہ نہیں پڑا تھا مگر بیچ سڑک پر بے امانی کا یہ نظارہ بھی اسے تقدیر نے دکھا دیا تھا۔

"کیسے چھوڑ دوں تمہیں تنہا کون تمہیں اچھا برا سمجھائے تمہارے ماں باپ تو ہیں نہیں' تمہارا اپنا کون ہے جو تمہیں سمجھائے کہ تم خود کو مٹی میں رول رہی ہو وہ اس کے ماں باپ ہیں جو ہر قیمت پر صرف اپنے بیٹے کے بارے میں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

سوچیں گے اپنے مردہ بیٹے کی آمد کے سپنے دیکھیں گے اور تمہیں زندہ کفن پہنا کر دفنا دیں گے۔ وہ تو چاہتے ہی یہی ہیں کہ تم انتظار کا گولڈ میڈل پہنے سہاگن کی سو کالڈ حنا ہاتھوں پر سجائے ان کے دروازے پر بیٹھی بوڑھی ہو جاؤ‘ انہیں تمہاری فکر نہیں۔“ آذر نعیم خنجر چلا رہا تھا اس کے الفاظ کس طرح اسے چیرتے تھے اسے ذرا بھی احساس نہ تھا۔

”اور میری فکر آپ کو ہے؟ آپ مجھے سکھائیں گے کہ میرے لیے اچھا کیا ہے؟ بائی فٹ اگر میرا دنیا میں کوئی بھی نہ ہو تو میرا بیٹا ضرور ہے اسے میرے کندھے پر دیکھ کر غلط فہمی کا شکار نہ ہونا مجھے جب ضرورت ہوگی یہ دنیا میں سب سے زیادہ طاقت ور ہوگا۔“ یہ سب کہتے ہوئے اموز کے یقین کو اجنبی داد طلب نظروں سے تک رہے تھے اس نے انہیں مدد کے لیے بلایا تھا لیکن وہاں لوگ تماشا بین بن کر آگئے تھے بے حسی کی تو جیسے بارش برسنے لگی تھی۔

”اوہو کیا بات ہے‘ کبھی مردوں سے ڈراتی ہو تو کبھی بچوں سے تمہارے نصیب میں مرد نہیں ہے۔“ آذر نعیم نے استہزائیہ قہقہے لگاتے ہوئے اس کی طرف قدم بڑھائے تھے اور اس کے بازو پر انگلیاں گاڑھ کر دھیرے سے بولا تھا۔

”ماں بننے اور بیوہ بننے سے قبل رانی بنو کسی کے دل کی۔“ اموز کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں آذر نعیم اصل مدعا پر آ گیا تھا جس کے لیے وہ ہلکان ہوا جا رہا تھا‘ آنسوؤں کی چادر آنکھوں پر تنی تھی تو گولہ حلق میں اٹک گیا تھا۔ وہ کچھ کہہ نہ پائی تھی۔

”مجھے اپنا سمجھو اموز میں نہ بچہ ہوں نہ مردہ میں تمہیں رانی بناؤں گا‘ تمہیں جینا سکھاؤں گا‘ جھوٹی مہندی سے سچے جذبات کی تکمیل نہیں ہوتی‘ اس کے لیے چاہنے والا چاہیے میری چاہت کو آزما کے دیکھو۔“ آذر نعیم کی سرگوشی اس کی خاموشی پر دیدہ دلیری سے بلند ہوئی تھی‘ آذر اسے کمزور پا کر مزید قریب ہوا تھا‘ اس کے جذبات کی سچائی چوراہے پر کریدی جا رہی تھی وہ بت بنی کھڑی تھی۔

”کہو ناں اموز میری رانی بنوگی جواب دو۔“ آذر نعیم نے اسے نرمی سے ہلایا اور اپنا چہرہ اس کے پاس لے آیا تھا‘ اموز نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا تھا وہ کمزور دکھائی دے رہی تھی جانے آذر کی باتیں اس کے من کو درست لگی تھیں یا اپنی کمزور پوزیشن نے اسے سہا دیا تھا مگر وہ پُراعتماد قطعاً نہیں لگ رہی تھی۔

”اموز میرے ساتھ......“

”چٹاخ......“ آذر نعیم مزید آفر کرنے والا تھا کہ یک دم اموز کے اٹھے ہاتھ نے اسے اچھا خاصا ہلا کر رکھ دیا تھا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ زبان سے کچھ نہ کہہ پانے والی ہاتھ اٹھائے گی۔

”اس جھوٹی حنا کی طاقت دیکھ لی ناں میں رانی بھی ہوں اور ماں بھی مرد وہ ہیں جنہیں تم مردہ اور بچہ کہہ رہے ہو افسوس کرو اپنی ماں پر جس نے کوئی مرد نہیں جنا۔“ آذر کو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر وہ ٹیکسی میں سوار ہو گئی تھی‘ وہ ناگ کی مانند بل کھا رہا تھا۔

......☆......

عرشمان کو بیڈ پر لٹا کر وہ ڈھے گئی‘ جسم و روح نقاہت سے چور تھے‘ عجب ارزاں ہستی ہو گئی تھی اس کی وہ اپنے انداز میں جینا چاہتی تھی مگر دنیا اسے اپنی مرضی کی ڈگر پر چلانا چاہتی تھی‘ زندگی اس کی تھی اور مسافت کا تعین دوسرے کرنا چاہتے تھے‘ وفا کی راہیں کانٹوں بھری تھیں برہنہ پا چل وہ رہی تھی اور کانٹے کسی اور کو چبھ رہے تھے۔ عرشمان دواؤں کے زیر اثر غنودگی میں تھا‘ کروٹ لیتے وقت دھیمے سے ماما کی صدا لگاتا اور خاموش ہو جاتا‘ یہ ننھی پکار اموز کے لیے وجہ حیات تھی‘ وہ بیڈ کے ساتھ سر ٹکائے اشک بہا رہی تھی۔ اس کے ہر آنسو میں ایک ہی سوال تھا۔ وفا کے راستے پر چلنے والوں کی قسمتوں میں غبار کیوں؟ وصل کے موسم میں ہجر بھی حصہ دار کیوں ہے محبتوں میں گزرنے والی راتیں ناپائیدار کیوں ہیں؟ فون کی بیل اسے بمشکل حواس میں واپس لا سکی تھی اس وقت دل کی دنیا انتہائی زیر آب تھی وہ اندھیروں میں ڈوبا رہنا چاہتی تھی لیکن اسے اپنی مرضی کرنے کہاں دی جاتی تھی؟

”ہیلو......“ اموز نے فون اٹھا کر آنسوؤں کو نگلتے ہوئے کہا تھا اس کے باوجود اس کی آواز میں نمی محسوس کی جا چکی تھی۔

"مس اموز آپ ٹھیک ہیں؟" دلشاد احمد کی فکر میں ڈوبی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی اور اس نے بناء دیکھے کال اٹینڈ کی تھی عجب کنکشن تھا دلشاد احمد نے بے ارادہ اس کا نمبر ڈائل کیا تھا' کوئی ٹھوس وجہ نہ تھی کہنے کے لیے کچھ نہ تھا وضاحت دینے والی کوئی بات نہ تھی اس نے عین اس وقت اسے کال کی تھی جب وہ شدید افسردہ تھی۔

"میں ٹھیک ہوں سر' آپ نے کیوں فون کیا؟" اموز نے خود کو سنبھال کر استفسار کیا تھا۔

"میں نہیں جانتا فون کیوں کیا؟ کیا تم سے بات کرنے کے لیے ہر بار وجہ ہونا ضروری ہے؟" دلشاد احمد کے لہجے میں نیا پن تو وہ کئی بار محسوس کر چکی تھی مگر آج تو انداز میں دیوانگی جھلک رہی تھی۔

"سر مجھے آپ ہی رہنے دیجیے' آپ سفر مخاطب کی تھکان مت اٹھایئے۔" اموز کی فطرت میں یہ بات تھی کہ وہ صاف بات کہنے کی عادی تھی اور یہ عادت اب سے نہیں ہمیشہ سے تھی۔

"سفر مخاطب تو بہت ابتدائی چیز ہے' اموز میں تو بہت آگے تک مسافت طے کر چکا ہوں۔" دلشاد احمد نے بھی اسی کے پیرائے میں جواب دیا' شاید وہ اظہار کے میدان میں اترنے کے لیے تیار ہو چکا تھا مگر اس کی بدقسمتی تھی کہ اموز کچھ دیر قبل تمنا کے اظہار کا بدترین روپ دیکھ چکی تھی سو اس کے لہجے کی پختگی اور لگاوٹ کچھ خاص اثر انداز نہیں ہوئی۔

"کس کی اجازت سے طے کی ہے آپ نے یہ مسافت؟ آپ لوگ جو چاہیں جیسے چاہیں وہ کر سکتے ہیں اور مجھے اپنی مرضی سے وفا کا راستہ اختیار کرنے کا بھی حق نہیں' میرے انتظار پر سوال' میرے رنگ حنا پر اعتراض کیوں؟" اموز شدت غم سے بے قابو ہوگئی تو وہ بے تکان بولتی چلی گئی' دلشاد احمد اس کی زندگی کے پیچ وخم سے ناواقف تھا وہ اس کی بات سمجھ نہیں پایا مگر اس کے بھرائے لہجے اور تڑپتی شکایت نے اسے متاثر ضرور کیا تھا۔

"کیا ہوا اموز؟ تم اپنے بارے میں کچھ بتاتی نہیں' تم تفکرات میں ڈھلی نظر آتی ہو لیکن تمہارے اردگرد اتنی اونچی فصیل ہے کہ تمہارے درد کا درماں بننے کی خواہش حسرت بنتی جا رہی ہے۔" دلشاد احمد نے اس کے دل کے دروازے وا کرنے کی اپنی سی کوشش کی تھی وہ اس کے آس پاس کے اندھیروں میں ٹٹول کر اس تک پہنچنا چاہتا تھا۔

"بات کرو اموز بات کرنے سے تمہیں اچھا احساس ہوگا' تم جس اذیت میں ہو میں اس سے لاعلم سہی مگر اس سے کنارہ کش نہیں ہو سکتا میرے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے۔" دلشاد احمد کی دستک بڑھتی جا رہی تھی وہ شانہ دل پیش کرنے کے لیے حاضر تھا۔

"میرا درد' میرا عشق ہے اور میرا عشق ہی میرے درد کا درماں ہے' میری خواہشات درماندہ نہیں میری وفا کو کسی آسرے کی ضرورت نہیں۔" اموز نے دروازہ تو کیا ہی کھولنا تھا اسے دستک کے حق سے بھی محروم کر دیا تھا۔ وہ ان لفظوں پر ساکت رہ گیا تھا ایسا کچھ تو اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا تو کیا اموز کی زندگی میں پہلے سے کچھ تھا۔

"اموز کیا تم کسی کے ساتھ کمٹ منٹ میں ہو میرا مطلب ہے کہ......"

"جی سر آپ کا مطلب ٹھیک ہے میں عہد انتظار نبھا رہی ہوں' میرے دل تک آنے والے سبھی رستے بند ہو چکے ہیں' سر بلاوجہ کی مشقت مت اٹھایئے۔" اموز نے آج آر پار والی بات کی تھی' دلشاد احمد نے ابتدائے کلام سے ہی حکایت دل بیان کر دی تھی' اسی لیے وہ اتنی دیر تک متکلم رہی تھی ورنہ اس وقت اس کے اندر باہر گریہ کی صورت حال تھی وہ بحر غم کی گہرائیوں میں پھر سے ڈوب گئی تھی۔

☾......☆......☾

ہر نئی صبح اس کے لیے نئی آزمائش لے کر آتی تھی' ہاجرہ نے اسے بتایا تھا کہ اباجی آج نہایت آزردہ خاطر تھے اموز نے آذر نعیم کی حرکت کے متعلق شدت کرب میں مبتلا ہو کر ہاجرہ کے سامنے اظہار کر دیا تھا۔ اباجی اور اماں کو وہ اس بات سے لاعلم رکھنا چاہتی تھی مگر ہاجرہ نے اس کے کہے کا پاس نہیں کیا اور ہر بات اباجی کے گوش گزار کر دی تھی۔ اباجی غصے ودکھ کی کیفیت میں خاندان کے سب بڑے بزرگ

افراد کے پاس گئے تھے، جن میں آذر نعیم کے والدین بھی شامل تھے اور ان سے آذر کی بدطینت کا تذکرہ کیا تھا مگر وہاں سب کا ردعمل توقع کے خلاف تھا سب نے آذر کو دو ایک گالیاں دینے کے بعد تمام تر ملبہ اموز پر ڈال دیا تھا۔ سب کی رائے یہی تھی کہ اصل فتنہ اموز کی جوان تنہائی ہے اسے اس حال میں تنہا زندگی گزارنی کی بجائے کوئی درست راہ اپنا لینی چاہیے...... سب نے اباجی کو اس بات پر فورس کیا تھا کہ وہ اموز کے بابت کوئی مناسب فیصلہ کردیں آذر نعیم کوئی ایک امتحان نہیں تھا ایسے کئی امتحانات باقی تھے اور مسافت طویل اور لاحاصل تھی اس رنگِ حنا اور عہدِ انتظار کو منطقی انجام تک پہنچانا ناگزیر تھا۔ اباجی کچھ متفق اور کچھ اختلافِ رائے کے ساتھ لوٹ آئے تھے اور بھی سے رنجیدہ تھے وہ دل سے نہیں تو دماغ سے یہی چاہتے تھے اور اموز کو اپنی زندگی نئے انداز سے جینے کی تلقین کئی بار کرچکے تھے مگر وہ اس معاملے میں برف کی سل کی مانند تھی جس پر کوئی نصیحت اثرانداز نہیں ہوتی تھی۔

اموز یہ سب جان کر ایک بار پھر نیم جان سی ہوگئی تھی اسے دنیا کی پروانہ تھی مگر اپنے رنگِ حنا کو وہ نشانہ بنتا نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اگر یہ طوق بھی تھا تو وہ اپنی وفا کا یہ طوق تمام عمر اپنے گلے میں ڈال کر جی سکتی تھی آفس آکر ایک نئی خبر اس کی منتظر تھی دلشاد احمد کا ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا۔ حالت سنجیدہ نوعیت کی نہیں تھی مگر وہ ہاسپٹلائز ضرور تھا تمام عملہ اس کی عیادت کے لیے جاچکا تھا امو زکو بھی انسانیت کے ناتے اور ملازمتی رواداری نبھاتے ہوئے جانا ضروری تھا مگر جانے کیا سوچ کر وہ پہلے گھر آئی اور اماں کے ساتھ اٹھکیلیاں کرتے عرشمان کو اٹھائے اپنے ساتھ ہاسپٹل لے آئی تھی۔ عرشمان کے رستے بھر کیوں کیا کیسے کا جواب دینا ایک الگ مشقت تھی۔ وزیٹنگ آور میں وہ دلشاد احمد کے روم میں عرشمان کے ساتھ داخل ہوئی تھی۔ وہ بہتر حالت میں ہوش وحواس میں تھا امو زپر نگاہ پڑتے ہی اس کے چہرے پر زندگی رقصاں ہوگئی تھی مگر اس کی گود میں موجود بچے کو دیکھ کر وہ متعجب ہوا تھا۔

''امو زمجھے امید نہیں تھی کہ تم میری عیادت کے لیے آؤ گی۔'' دلشاد احمد نے کھلے لہجے میں مسرت سے کلام کیا تھا جو سچائی پر مبنی تھا کچھ دن قبل کی ٹیلیفونک ٹاک کے بعد تو امو زاسے افق کے پار دکھائی دینے لگی تھی جہاں تک رسائی ناممکن لگتی تھی۔

''سر میں انسانیت اور مروت کے ناموں سے ناواقف نہیں ہوں بس میرے دل کے چمن کو بہارِ نو کی طلب نہیں۔'' امو زاسے مکمل طور پر مایوس کردینا چاہتی تھی تاکہ وہ بے سبب مسافت اختیار نہ کرے اس میں شک نہیں کہ اسے دلشاد احمد کی عرضِ تمنا میں سچائی کا عنصر واضح طور پر محسوس ہوا تھا۔

''کیا اس چمن میں پہلے بہار گزر چکی ہے؟'' دلشاد احمد نے قدرے خوف کے زیر اثر دریافت کیا اسے شدت سے چاہ تھی کہ امو زکا جواب نفی میں ہو مگر جواب تو وہ گود میں اٹھائے ہوئے تھی جسے وہ امو زکا چھوٹا بھائی سمجھنے پر بضد تھا۔

''بہار گزری نہیں ہے سر ٹھہر گئی ہے عرشمان سے ملیے میرا بیٹا۔'' امو زنے یک دم ہی عرشمان کے ننھے ہاتھ کو اس کے بینڈیج لگے ہاتھ کی طرف بڑھایا دلشاد احمد ساکت رہ گیا تھا اس حد تک تو اس کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ وہ ایک بچے کی ماں بھی ہوسکتی ہے۔

''انکل آپ بچوں سے ہاتھ نہیں ملاتے؟'' عرشمان اپنی ننھے ہاتھ کی بے قدری پر شکوہ کناں ہوا۔ دلشاد احمد نے اسے نظر بھر کے دیکھا وہ امو زسے قطعاً مشابہت نہیں رکھتا تھا سنہری گھنے بال اور ہلکی سرمئی آنکھوں کی رنگت وہ کس کا عکس تھا جو امو زکے چمنِ دل پر پھول کھلانے میں بازی لے گیا تھا وہ گہری سوچ میں گم تھا امو زاس کے سوالات کی نوعیت جانتی تھی اس لیے عرشمان کو باہر ہی کھڑی ہاجرہ کی سپرد کرآئی تھی۔

''میں جانتی ہوں سر آپ کے ذہن میں کتنے ابہام ہیں میری شادی کو کافی وقت بیت گیا ہے عرشمان کسی کے اٹوٹ پیار کی نشانی ہے یہ صرف ایک بچہ نہیں ہے یہ کسی سے کیا گیا عہد ہے یہ ہو بہو ان سے مماثلت رکھتا ہے جسے اس نے

آج تک دیکھا نہیں۔" اموز مفصل گوئی کے موڈ میں تھی اور دلشاد احمد بے یقینی کے سمندر میں غرق ہو رہا تھا اس کی کہانی کو انجام تو کیا ہی ملتا ابتدا ہی میں مات لکھ دی گئی تھی۔

"کیا مطلب؟ عرشمان کے فادر....." دلشاد احمد نے اس کے بارے میں جاننا چاہا جو اس کے رقیب کے درجے پر فائز تھا۔

"نہیں معلوم کہاں ہیں؟ وہ ایس ایس جی کمانڈوز میں سے تھے، آپریشن ضرب عضب میں ایک سیکرٹ مشن کی کمانڈ کرتے ہوئے شمالی وزیرستان کی پہاڑیوں میں گم ہو گئے، آج تک ان کے بارے میں کوئی خیر خبر نہیں ملی۔" اموز نے ایک عرصے بعد اپنی زبان سے یہ تذکرہ کیا تھا وہ سخت کرب میں مبتلا تھی۔

"اموز پاسبلٹی نہیں ہے کہ وہ اس مشن میں شہید......"

"نہیں سر۔" اموز نے دلشاد احمد کی بات سختی سے رد کر دی تھی یہ وہ بات تھی جسے وہ تسلیم کرنے کو قطعاً تیار نہ تھی۔

"آرمی ہیڈ کوارٹر نے اب تک اس بات کو کنفرم نہیں کیا اور جہاں تک میرے دل کا تعلق ہے تو وہ ایک فیصد بھی امید سے خالی نہیں، دیکھیں میرے ہاتھوں کی حنا یہ ہمیشہ سے تازہ ہے اس پر انہوں نے اپنے ہاتھ سے نقش بنائے تھے میں نے آج تک مٹنے نہیں دیا۔" اموز یقین کے اعلیٰ درجے پر تھی، اس کا انتظار اس کی امید جنون کی شکل اختیار کر چکے تھے، اس کی مہندی میں "A" کا نشان واضح دکھائی دیتا تھا اور اس کے گلے میں "A" کا لاکٹ بھی تھا دلشاد احمد اس پر نگاہ ٹکائے ہوئے تھا اس کے پاس کہنے کے لیے بہت کچھ تھا مگر اس وقت اموز کی سننا زیادہ ضروری تھا جو مزید گویا تھی بہت کچھ واضح کرنے والی تھی۔

اس "A" سے مراد اموز نہیں "ابدی" ہے "ضامن ابدی"

☆

انتہائی چنگھاڑتی چلچلاتی چیخوں نے ضامن ابدی کے دماغ کو جھنجنا دیا تھا۔ ایک تو دوپہر کا جھلستا وقت تھا سورج سوا نیزے پر تھا گرمی کی حدت برداشت تو کیا بیان سے بھی باہر تھی۔ وہ صبح نو بجے سے اس گنجان علاقے میں بھٹک رہا تھا اپنے ایریا سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت کے بعد وہ ہنوز ہاتھ میں پکڑے ایڈریس کو ڈھونڈنے میں ناکام رہا تھا۔ دوپہر کا وقت تھا مگر آدھی رات جیسی خاموشی طاری تھی، مکین علاقہ دروازے کھڑکیاں بند کیے گرمی سے خود کو بچانے میں مصروف تھے۔ ڈور بیل دینے پر دروازہ نہیں کھلا تھا تو آواز دینے پر جواب نہیں آیا تھا۔ دکانیں کافی تھیں مگر آدھے شٹر گرائے دکاندار جانے کتنی گہری نیند میں تھے کہ قیلولہ اور نیند کا فرق بھی فراموش کر گئے تھے۔ وہ شدید جھنجلاہٹ کا شکار تھا ایسے میں خطرناک چیخوں نے اسے اچھا خاصا ہلا دیا تھا۔

بہر حال وہ سوچنے کا کام جاری رکھتے ہوئے آواز کی سمت بڑھا، گلی کے اختتام پر قدرے وسیع میدان تھا، کارنر کے دو گھر تھے اور پھر سے نئی گلی شروع ہو جاتی تھی۔ اس میدان کے ایک درخت سے کوئی ہستی الٹا لٹک رہی تھی اگر چیخیں بلند نہ ہوتیں تو آسانی سے لاش قرار دی جا سکتی تھی کیونکہ تمام جسم بالکل ساکت تھا صرف زبان کا کرارا پن سماع خراشی کر رہا تھا۔

ضامن ابدی قدرے سست قدموں سے اس لٹکتی ہستی کے قریب آیا۔ دید کے قابل تھی پندرہ سولہ سالہ انتہائی دبلی پتلی لڑکی تھی، اس کی ایک ٹانگ درخت کی ٹہنی سے اٹکی تھی باقی دھڑ ہوا میں معلق تھا اسے دیکھتے ہی صاف سمجھ آ رہا تھا کہ وہ درخت پر چڑھی تھی گرتے وقت اس کی ٹانگ ٹہنی میں الجھ گئی تھی جس نے اسے گرنے سے بچا لیا تھا مگر اگلے عذاب میں الجھا دیا تھا لگتا تھا محترمہ کے ساتھ ایسی واردات پہلے بھی ہو چکی تھی تبھی تو کمر پر دوپٹہ کس کے بندھا ہوا تھا جس نے لباس کو بے ترتیب ہونے سے بچا لیا تھا۔

"سورہ یٰسین پڑھ رہے ہو میری آخیر آسان کرنے کے لیے یا کچھ کرنے کا بھی ارادہ ہے؟" ضامن ابدی جو اس کے لٹکنے کے محرکات پر غور کر رہا تھا حلق پھاڑ آواز پر بوکھلایا، لٹکتی ہستی نے اس کے کچھ نہ کرنے والے وجود کو للکارا تھا، ضامن نہ چاہتے ہوئے بھی سوچ میں پڑ گیا کہ جہاں الٹی زبان اتنی کڑک تھی تو سیدھے ہونے پر کیا عالم ہوگا؟

ضامن ابدی نے درخت پر چڑھ کر اس کی الجھی ٹانگ کو

اب ہر دن خوبصورت
مکمل تحفظ
مکمل تازگی
NEW!
Butterfly
ULTRA THIN
SANITARY NAPKINS
Dry Mesh Topsheet
7 EXTRA LARGE
NEW!
Butterfly
ULTRA THIN
8 LARGE
GIRL TALK
facebook.com/GirlTalk by Butterfly

پکڑا وزن میں انتہائی ہلکی ہستی کو اس نے کھینچ کر سیدھا کرکے ٹہنی کے اوپر ہی بٹھا دیا تھا خود وہ درخت کے جوڑ والے تنے پر ٹک گیا تھا۔ انتہائی سرخ وسپید چہرے والی نازک ہستی سامنے تھی۔ الٹا لٹکنے سے اس کا چہرے انتہائی سرخ ہوگیا تھا۔ اس کی سانسیں پھولی ہوئی تھیں ضامن ابدی کو گرم دوپہر میں حسین منظر نے انتہائی ٹھنڈک کا احساس دیا تھا وہ مسکرانے کے معاملے میں انتہائی کنجوس تھا مگر جانے کیوں اس وقت اس کی مسکراہٹ کنٹرول سے باہر تھی۔

''اے مسٹر! آم سمجھ کر دیکھنے کی غلطی مت کرنا کریلے سے کم نہیں ہوں۔'' وہ تیز، تلخ تند کو بھی کچھ ہی لمحوں میں حساب بے باک کردیتی تھی۔ آم کی مثال اس نے اسی لیے دی تھی کہ اس وقت وہ دونوں آم کے پیڑ پر ہی بیٹھے تھے صاف ظاہر تھا وہ آم لینے کے ارادہ سے آئی تھی مگر ناکام رہی تھی۔

''درخت پر لٹکی چیز کو تو آم ہی سمجھا جاسکتا ہے کریلے تو درخت پر لگتے نہیں۔'' ضامن ابدی نے شرارت سے لب بھینچ کر جواب دیا' یوں تو اس کے حلقہ احباب میں ہر مزاج کی خواتین تھیں مگر براہ راست کڑکتی بجلی کو دیکھنے کا تجربہ پہلی بار ہوا تھا۔

''آم میں سے کریلے کا ذائقہ کیسے آتا ہے؟ آج معلوم ہوجائے گا اگر مجھ سے فالتو بات کی تو۔'' وہ دھوپ کی حدت سے ہی سرخ نہیں تھی غصے کے الاؤ کے اثرات بھی کچھ کم نہ تھے ضامن ابدی حیران تھا کہ اس کی تہذیب' تمیز سے عاری لہجے کی تو کیا، ہی شکایت کرنے ناراضگی کی وجہ اور دھمکیوں کا سبب معلوم نہیں ہو رہا تھا۔

''مجھے نہیں معلوم آپ اتنے غصے میں کیوں ہیں؟ لیکن اگر آپ کی میموری ویک نہ ہو تو چند لمحوں پہلے میں نے آپ کی مدد کی تھی۔'' ضامن ابدی نے اپنے مخصوص دھیمے' سبک لہجے میں اسے جتایا کہ اسے کم سے کم احسان کا ذرا سا احساس تو ہو۔

''ہاں تو آپ کو مدد کے لیے بلایا کس نے تھا؟ تو کون میں خوامخواہ......'' محترمہ تو کریلے سے بھی آگے کی چیز تھی ضامن ابدی ہکا بکا رہ گیا تھا سر پھرے پن کی کوئی حد تھی۔

''آپ چلا اسی لیے رہی تھیں کہ آپ کی مدد کی جائے وگرنہ گرنے سے آپ شدید زخمی ہوسکتی تھیں۔'' ضامن ابدی کا ضبط کمال تھا ورنہ جھنجلاہٹ کے سبھی سامان میسر تھے۔

''ہاں تو میری چیخوں میں سے آپ کا نام آرہا تھا۔'' ضامن ابدی کو دن میں تارے نظر آنا شروع ہوگئے تھے اس نے تنے سے کھسکنا شروع کردیا تھا ایسے بدمغز سے بحث کرنے سے فرار بہتر تھا یہی سوچ کر وہ بھاگنے کے درپے تھا۔

''غلطی ہوگئی محترمہ آئندہ آپ گر بھی گئیں تب بھی مدد نہیں کروں گا۔''

''ایسے ہی گروں گی میری سکھی ہے ناں میرے ساتھ وہ تو اپنا من پسند ٹی وی سوپ دیکھنے گھر چلی گئی پندرہ منٹ میں آنے ہی والی تھی تب تک تو میں ویٹ کر ہی سکتی تھی۔'' کریلا صفت محترمہ کی بات اس نے چلتے چلتے سنی تھی وہ پیڑ پر بیٹھی کڑوی دوشیزہ سے قدرے دور آگیا تھا کہ تیز رفتاری سے سامنے والے گھر سے نکلتی ایک اور آفت سے ٹکرا گیا تھا یہ بھی کم عمر لڑکی تھی مگر قدرے فربہ اور رنگت میں بھی سابقہ محترمہ سے ذرا کم۔

ضامن ابدی پہلے ہی کافی عزت افزائی کراچکا تھا' سو معاف کیجیے یا معذرت کے تکلفات میں پڑنے کے بجائے محترمہ کو بنا سہارا دیئے آگے بڑھ گیا تھا۔

''سوری میں ذرا جلدی میں تھی اصل میں میری دوست درخت پر میرا انتظار کر رہی ہے۔'' صبوحی نرم گو لہجے میں کترا کے گزرتے ضامن ابدی سے گویا ہوئی وہ مزاجاً اپنی سکھی سے مختلف تھی اور جس دوست کا ذکر کر رہی تھی اس سے ضامن ابدی کی خوشگوار یادیں وابستہ نہ تھیں' اس لیے اس نے صبوحی کی بات کا جواب دینا بھی ضروری نہیں سمجھا مگر صبوحی کا اگلے ہی لمحے حیرت سے وارد ہوا سوال اسے متوجہ کرگیا تھا۔

''آپ اموزہ کا ایڈریس ہاتھ میں لیے کیوں گھوم رہے ہیں۔'' صبوحی کے ہاتھ میں وہی کاغذ تھا جس پر لکھے ایڈریس کو ڈھونڈنے میں وہ دن بھر خوار ہوتا رہا تھا۔ وہ اموزہ نامی بلا سے واقف نہیں تھا مگر اس کے لیے یہی غنیمت تھا

کہ اس کی کھوج کی کوئی خیر خبر تو ملی تھی۔ اس نے جلد ہی اپنے اخلاق سے صبوحی کو متاثر کرلیا تھا صبوحی اپنی سکھی کی نسبت اخلاق میں بہتر تھی۔

ضامن ابدی کو یہ جان کر حیرت ہوئی تھی کہ وہ جو گھر تلاش کررہا تھا وہ کارنر کے ان دو مکانوں میں سے ایک تھا' صبوحی اسے گیٹ پر لے آئی تھی۔ خستہ مکان در و دیوار کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ دیواروں پر چونا بھی کیا گیا ہوگیا جو جگہ جگہ سے اکھڑا ہوا تھا دروازے کے زنگ کا عالم یہ تھا کہ دستک دینے والے اس کے ہاتھ سرخ پڑ گئے تھے اور دروازہ کھولنے والی ہستی کو دیکھ کر تو جانے کتنے رنگ اس کے چہرے پر آ جا رہے تھے۔

"تو آپ اپنی مدد دے کر یہاں تک آ پہنچے فلاحی سینٹر اٹھائے پھر رہے ہیں آپ۔"

"دیکھیے محترمہ میں......" ضامن ابدی نے پیڑ والی آفت کو سامنے پاتے ہی خود کی بنتی درگت کا قبل از وقت اندازہ کرلیا تھا۔ صبوحی کی سکھی اموزہ کریلے کی تیار فصل تھی۔

"ہاں ہاں اب آپ دیکھنے آئے ہوں گے کہ مجھے کہاں کہاں چوٹ لگی کیونکہ میں نے چیخوں میں آپ سے فرسٹ ایڈ بھی مانگی تھی ناں اور یقیناً میری چیخوں نے آپ کو میرے گھر کا ایڈریس بھی دے دیا ہوگا کیا بات ہے آپ کے ویلفیئر ٹرسٹ کی' اپنے ٹرسٹ کی ایمبولینس بھی ساتھ لائے ہوں گے آپ۔" اموزہ کی چلتی زبان اور گولیاں اگلتی مشین گن میں کیا ہی فرق ہوگا۔

"اف اپنی زبان کو تھوڑا ریسٹ دیں کیا ہی اچھا ہوتا جو اس کا چارج ختم ہوجاتا۔" ضامن ابدی نے آخری الفاظ سرگوشی کے انداز میں کہے تھے وہ صلح جو مزاج کا بندہ تھا اور عورت کے اس انداز سے تو اس کا واسطہ ہی پہلی بار پڑا تھا وہ جان نہیں پارہا تھا کہ اس مصیبت سے جان کیسے چھڑائے؟

"چارج تو میں آپ کا ختم کروں گی مجھے ملکامت لینا۔" اموزہ نے اس کی سرگوشی بھی سن لی تھی۔ گویائی کے ساتھ سماعت بھی اعلیٰ درجے کی تھی۔

"اموزہ اب کس پر چڑھ دوڑی ہے' تیری اس چڑھائی کی وجہ سے تو اب اس گھر میں کوئی آتا بھی نہیں' اب کون نصیبوں کا مارا تیرے ہاتھ لگ گیا؟" نحیف سی مردانہ آواز اموزہ کو گھرکتی ہوئی دھیمی رفتار سے دروازے پر آئی تھی' ماسٹر امیر کو دیکھ کر ضامن ابدی جہاں مطمئن اور باادب ہوا تھا اپنی تلاش کے ٹھکانے لگنے پر وہیں اموزہ کی گھن گرج کو بھی لگام لگ گئی تھی۔

☆

ماسٹر امیر اس کی یادداشت میں اچھی طرح محفوظ تھے اباجی بینک میں ملازم تھے' ماسٹر امیر ان کے کولیگ اور دوست تھے ہر فن مولیٰ قسم کی شخصیت سمجھے جاتے تھے انہیں کسی ایک سبجیکٹ میں ماسٹرز قرار نہیں دیا جاتا تھا' ان کی ڈگری جانچنے کی تو ضرورت ہی نہ تھی ان کی قابلیت تو اظہر من الشمس تھی ضامن ابدی کو میٹرک میں میتھس کی تیاری کرنی تھی تو اباجی نے ماسٹر امیر کی خدمات حاصل کی تھیں' انٹرمیڈیٹ میں ضامن ابدی نے انجینئرنگ کے سبجیکٹ اختیار کیے تھے ماسٹر امیر کی رہنمائی وہاں بھی اسے میسر آئی تھی ایک اچھے وقت تک ان کے ساتھ رہنے کے بعد جب ضامن ابدی آرمی جوائن کرکے ایبٹ آباد چلے گئے تو رابطے منقطع ہوگئے تھے۔ کیپٹن ضامن ابدی کی پوسٹنگ اسلام آباد میں ہوئی تو اباجی کی ایما اور ذاتی ادب کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ ان کو تلاش کرتا بالآخر ان تک آن پہنچا تھا جہاں ماسٹر امیر کی واحد سپوتنی بالفاظ دیگر بھوتنی نے اس کے چودہ طبق روشن کردیئے تھے۔ انتہائی خوش شکل' نازک بانکی سی وہ نک چڑھی حسینہ اگر کڑوی نہ ہوتی تو کوہ قاف سے آئی معلوم ہوتی' اب بھی ضامن ابدی اس کے بارے میں پوشیدہ رائے یہی رکھتا تھا کہ ماسٹر امیر کے در علم کی گرد پانے والے بیتاب ضامن ابدی کو اموزہ نے ایک ہفتے میں ہی ناکوں چنے چبوا دیئے تھے بظاہر وہ اپنے بابا کے سامنے انتہائی مؤدب ہستی نظر آتی مگر ان سے الگ ہوتے ہی وہ ضامن ابدی کو ناک' آنکھ زبان ہر اینگل سے تپانے کا فریضہ بخوبی ادا کرتی تھی' اموزہ کو اجنبیوں سے پرخاش تھی ضامن ابدی تو اپنے تئیں یہی وجہ جان پایا تھا۔

"اموزہ مہمان کو چائے تو پلاؤ۔" ماسٹر امیر کے کئی بار کہنے پر وہ بند منہ مگر گھورتی نگاہوں کے ساتھ چائے کے کپ اس کے سامنے پٹخ کے چلی گئی' چائے کے کپ دیکھ کر تو ضامن ابدی کی نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی نکل گئی تھی۔ بچوں کے کھلونوں کے سائز کے کپ جانے وہ کہاں سے ڈھونڈ کے لائی تھی' جن میں چائے کے ایک دو گھونٹ سے زیادہ کی گنجائش نہ تھی۔ ضامن ابدی کو ڈھابے کی چائے کے کپ ان کے مقابلے میں بڑے معلوم ہوئے تھے۔ چائے کا سپ لیتے ہی ضامن ابدی کی چھوٹے ترین چائے کے کپ کی شکایت ختم ہوگئی تھی بلکہ وہ تشکر بجالایا تھا کہ وہ چائے دو گھونٹ ہی تھی کیونکہ ٹھنڈی ٹھار دودھ شکر سے ناراض بدمزہ چائے پینا اس کے لیے کتنا دشوار ہوتا جبکہ سامنے ماسٹر امیر اسے خلوص بھری نگاہوں سے مزید کی آفر کررہے ہوں' ضامن ابدی اخلاق وبدتمیزی کی عجیب جنگ میں الجھ گیا تھا۔ باپ جتنا ملنسار' بیٹی اتنی ہی آتش فشاں تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اتنی بدسلوکی کے بعد بھی وہ اگلے دن کیوں آجاتا تھا۔

☆

"اموزہ کی پیدائش پر اس کی ماں داغ مفارقت دے گئی تھی' میں کثیر فیملی کی ضروریات پوری کرنے میں الجھا رہا' بوڑھی ماں اور لاپروا بہن بھائیوں میں اموزہ کو سنبھالنے کی سکت نہیں تھی یوں وہ کبھی کسی کے ہاتھ تو کبھی کسی کی ہمدردی کے زیر اثر پلتی رہی' اس کی چھوٹی چھوٹی ضروریات تو مارے باندھے کوئی نہ کوئی پوری کرہی دیتا تھا مگر خواہشات اور لاڈ کے ادھورے پن نے اسے تشنہ کردیا۔ اسے ذرا سی سمجھ بوجھ آئی اور مجھے قدرے ہوش تو وہ مجھے سب سے الگ لے آئی' ماں کے انتقال اور بہن بھائیوں کے زندگی میں سیٹل ہوجانے کے بعد میں نے بھی اس کی ہر بات پر آمنا صدقنا کہا اب ہماری دنیا صرف وہ اور میں ہیں' وہ ہمارے درمیان کسی تیسرے کا وجود برداشت نہیں کرتی۔ اس لیے ذرا سی تلخ گو ہے۔" ماسٹر امیر نے آج اسے اموزہ کے متعلق خاطر خواہ معلومات دی تھیں جنہیں جاننے میں وہ انٹرسٹڈ بھی تھا ماسٹر امیر کے آخری جملے پر کہ وہ ذرا سی تلخ گو ہے ضامن ابدی دل میں بڑبڑایا تھا کسر نفسی کی انتہا تھی وہ مبالغے کی حد تک تلخ گو تھی جیسا کہ ابھی ہوا تھا وہ ماسٹر امیر سے ملاقات کرکے باہر نکلنے لگا تو وہ دروازے پر مانند بت استادہ تھی اس کی سرخ رنگت دیکھ کر ضامن ابدی کے دماغ میں خیال آیا جیسے مچھر بھگانے کے لیے کوئلہ دہکایا گیا ہو وہ اس سوچ پر اپنی مسکراہٹ ضبط کرگیا تھا کیونکہ ہنسنے کا مطلب تھا بھڑ کے چھتے کو ہاتھ لگانا۔

"ہوگئی تفتیش مکمل اب ایسا کرو میرا آئی ڈی کارڈ بنوالو مزید تسلی ہوجائے گی۔" ماسٹر امیر کے ڈر سے آواز قدرے دھیمی تھی مگر دانت چبانے کی آواز ضرور آئی تھی۔ ضامن ابدی نے بے اختیار کہا۔

"خیرہ کن۔"

☆

اموزہ قابل والو کی ذہین بیٹی تھی خزانہ علم کی گود میں پلی تھی ذہانت وفطانت کا نمونہ تھی' وہ ماسٹر امیر کی عدم توجہ کے باعث بہت دیر سے اسکول کی صورت دیکھ پائی تھی مگر اپنی اعلیٰ کارکردگی سے کئی جماعتیں کراس کرکے مقررہ عمر میں میٹرک تک آن پہنچی تھی۔ ٹاپ اسٹوڈنٹس میں سے ایک تھی دوست احباب میں دوست پرور اور جانثار جانی جاتی تھی۔ ماسٹر امیر بڑھاپے اور بیماری کی وجہ سے صرف گھر تک محدود ہوگئے تھے اموزہ پڑھائی کے ساتھ ساتھ گھر کے تمام تر امور تنہا سنبھالے ہوئے تھی دو کمروں کا انتہائی چھوٹا' خستہ حال گھر اس کے سگھڑاپے کا شاہکار تھا' چند ایک چیزوں کو بھی انتہائی نفاست سے سجایا ہوا تھا۔ ضامن ابدی نے اسے صنف نازک کی مانند جھاڑو پونچا کرتے دیکھا تھا تو صنف کرخت بن کر چھت کی ٹنکی دھوتی خراب چیزوں کو اوزاروں سے مرمت کرتے بھی دیکھا تھا حسرت تھی تو صرف ایک کہ کبھی اموزہ کو پیار وسلوک سے بات کرتے بھی دیکھے۔

"جتنی چائے اس گھر میں پیتے ہیں اگر ہوٹل سے خرید کر پینی پڑے تو آدھی تنخواہ تو اسی پر لگ جائے۔" حسب معمول اس کے سامنے کھلونا برتن میں برائے نام چائے

رکھتی وہ بڑبڑائی تھی۔ حد تھی وہ چائے پیتا کہاں تھا بس مروت کے مارے زہر مار کرتا تھا یوں لگتا تھا وہ صبح کی چائے بناء گرم کیے شام کو اس کے آگے رکھ دیتی تھی ضامن ابدی کو اس کی بات ناگوار لگتی تھی مگر وہ خود کو وہاں آنے سے روکنے پر بھی قادر نہ تھا۔

"شکر تو آپ نے ڈالنی نہیں ہوتی ذرا سے غصے کو کم کرکے چائے پکالیں تو چائے شیریں ہوجائے گی۔"

چائے کے برتن اٹھائے وہ اس کے اوپن کچن میں چلا آیا تھا جہاں وہ ہری مرچوں کو بے دردی سے سل بٹے پر پیسنے میں مگن تھی، قدرے میلی حالت اور بکھرے بالوں میں بھی اس کی سفید رنگت اور اس میں گھلی سرخیاں نگاہوں کو خیرہ کررہی تھیں۔ ضامن ابدی ایک تو جواب دینے کی جرأت اوپر سے بے باک یک ٹک دیکھنے کی حرکت کرکے اسے خوب آگ بگولہ کرچکا تھا۔

"بن بلائے مہمان کو شیریں چائے کس خوشی میں پلاؤں؟" اموزہ نے یک دم مڑتے کمر پر دونوں ہاتھ رکھے اتنے تنفر سے کہا کہ ضامن ابدی کو لگا وہ ہری مرچیں سل بٹے پر نہیں دانتوں کے بیچ پیس رہی ہو وہ غصے میں پہلے سے بھی زیادہ کرخت ہوگئی تھی مگر پھر بھی ضامن ابدی کے دل نے چپکے سے کہہ دیا تھا "خیرہ کن۔"

"بن بلائے نہیں ہیں ہم ماسٹر امیر کے کچھ بقایاجات تھے ہمارے ذمے بس وہی لوٹانے آجاتے ہیں۔ باقی آپ کی مہمان نوازی پر گر موقوف ہوتو آپ کے گھر کے داخلی دروازے پر زنگ نہ لگا ہوتا۔" ضامن ابدی نے مسکراتے لبوں اور مروت میں لپٹے لفظوں سے اسے باور کرادیا تھا کہ اس کی بداخلاقی کے باعث ان کے گھر میں لوگوں کی آمدورفت بالکل بھی نہ تھی ماسٹر امیر خود کہیں جاتے نہیں تھے اور ان کے پاس کسی کو وہ آنے نہیں دیتی تھی۔ ایسے میں ضامن ابدی کی مستقل مزاجی کو وہ بھی نہایت اہتمام سے رگید اکرتی تھی۔

"اچھا تو وہ بقایاجات ادا کرنے میں کتنا وقت درکار ہے گھر میں بھینس نہیں پالی ہوئی اور بازار سے دودھ نوے روپے کلو آتا ہے۔" اموزہ کو چائے پر حد سے زیادہ اعتراض تھا جس کو دوا کے طور پر ضامن ابدی حلق سے اتارتا تھا۔ عجیب معاملہ چل رہا تھا ماسٹر امیر خود چائے پیتے نہیں تھے اور ضامن ابدی کو اخلاقاً چائے پیے بنا جانے نہیں دیتے تھے اموزہ دو گھونٹ چائے کی خیرات بھی جتا جتا کردیتی تھی اور خود ضامن ابدی اس چائے سے بچنے کے طریقوں پر غور کرتا رہتا تھا کیونکہ وہ چائے کا شوقین کبھی تھا ہی نہیں پھر بھی یہ چائے اس کے لیے طعنہ بن گئی تھی۔

☾......☆......☾

"ابدی آج مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو ماسٹر سے ملے بہت وقت گزر گیا ہے۔" ہر دوسرے دن جب ضامن ابدی دیارِ یار کا قصد کرتا تو اباجی کی یہی خواہش سامنے ہوتی اور وہ ہمیشہ سہولت سے انکار کردیتا تھا کیونکہ اموزہ کی مہمان نوازی کی جھلک وہ اباجی کو دکھانا نہیں چاہتا تھا حالانکہ یہی اصرار ماسٹر امیر کی طرف سے بھی تھا مگر وہ اپنی بیٹی کے متعلق حسن ظن رکھتے تھے۔

"اباجی ان کا مسکن پنڈی کا اینڈ ہے آپ کی صحت اتنے سفر کی متحمل نہیں ہوسکتی میں نے انس کو بلوایا ہے وہ آپ کے پاس رہے گا اور میں ماسٹر جی کے پاس جاؤں گا Skype پر آپ دونوں کی ملاقات کروا دوں گا۔" ضامن ابدی نے دونوں ضعیف دوستوں کو ملوانے کا طریقہ سوچ لیا تھا۔

ماسٹر امیر اور اباجی کی ملاقات اتنی والہانہ تھی کہ یوں لگتا تھا گویا موبائل میں سے بغل گیر ہورہے ہوں ان کی گفتگو کا سلسلہ منٹوں سے گھنٹوں پر محیط ہوگیا تھا، سب سے دلچسپ لمحہ وہ تھا جب اباجی نے اپنے اکلوتے لائق سپوت ضامن ابدی کی قابلیت کا تفکرانہ ذکر کیا تھا تو جواب میں ماسٹر امیر نے بھی اپنی واحد اولاد کے اوصاف وخصائص گنوانے شروع کردیئے تو ضامن ابدی کو اپنے امڈ آنے والے قہقہے کو دبانے کے لیے گھر سے باہر جانا پڑا تھا گر کے سامنے ہی صبوحی سے ٹکراؤ ہوگیا تھا اموزہ کی سکھی اخلاق میں اس سے مختلف تھی اور ضامن ابدی پر انتہائی مہربان بھی وہ جب بھی آتا تو وہ کسی نہ کسی بہانے اس کا راستہ روکنا نہ بھولتی تھی وہ بمشکل اپنی جان

چھڑا کے واپس لوٹا تو سامنے کا منظر حیران کن ہوتا۔

ملکہ تحرہ ماسٹر جی کے ساتھ جڑ کے موبائل ہاتھ میں لیے تھی انتہائی خوشگوار موڈ اور ادب کے ساتھ ابا جی کے ساتھ مشغول گفتگو تھی ابا جی اس کی چٹ چیٹ سے انتہائی متاثر اور لطف اندوز معلوم ہو رہے تھے۔

''ابا جی جم جم آیئے آپ کا اپنا گھر ہے۔'' ابا جی کے شکوے پر کہ ضامن ابدی انہیں ساتھ نہیں لاتا' اموزہ کا اخلاق دیکھنے لائق تھا۔ ضامن ابدی حیرت کی گہرائیوں میں اتر رہا تھا اس کے ''ابا جی'' تخاطب میں کتنی حلاوت تھی وہ حواس کھونے کے قریب تھا۔

''ابا جی میں تو آپ کو سفر کی تھکاوٹ سے بچانا چاہتا تھا۔'' ضامن ابدی کا خوف بے جا ثابت ہوا تھا ابا جی کو نہ لانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ اموزہ کی بدسلوکی ان پر ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا ورنہ اس کے آنے کا رستہ بند ہو جاتا بہرحال ابا جی اپنے اکلوتے بیٹے کی عزت افزائی پر خوش تو کبھی نہ ہوتے۔

''کوئی نہیں ابا جی گاڑی پر تو آنا ہے کون سا پیدل آنا ہے ایک بار آ کر دو دن خوب آرام کیجیے گا سب تھکان رفع ہو جائے گی اور میرے ہاتھ کی چائے پی کر تو......''

''بندہ اپنے حواس میں ہی نہیں رہتا۔'' لہک لہک کر اخلاقیات نبھاتی اموزہ کی بات کو کاٹ کر ضامن ابدی نے شرارت سے جملہ مکمل کیا تھا ابا جی اور ماسٹر جی اس کے طنز کو نہ سمجھتے ہوئے ہنس پڑے تھے اور اموزہ کی گھوری انتہائی جان لیوا تھی ہمیشہ کی طرح دل میں کہنے کی بجائے ضامن ابدی نے ہونٹوں کی شیپ دے کر کہا تھا ''خیرہ کن۔''

اموزہ جو اس وقت کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں تھی محض آنکھوں سے اسے تنبیہ کر رہی تھی مگر چونک اٹھی تھی۔ ضامن ابدی کیا واضح کرنا چاہتا تھا اس کی آنکھیں کیا راگ الاپ رہی تھیں۔

☆

کیپٹن ضامن ابدی نے بہت ہی مستقیم زندگی گزاری تھی آرمی جوائن کرنا اس کا ہمیشہ سے ہی مقصد رہا تھا' یہی وجہ تھی کہ تعلیمی مراحل بحسن خوبی طے کر کے وہ اپنی مستقل مزاجی کو بروئے کار لا کر تمام تر ضروری عوامل طے کیے کیپٹن کا عہدہ حاصل کر چکا تھا' مصروف اوقات کار میں وہ نوجوانی کے شغل میلے سے ہمیشہ دور ہی رہا تھا' انس اور ہاجرہ اس کے کالج فیلوز تھے جن کے ساتھ دوستی وقت کے ساتھ بڑھتی ہی گئی تھی' انس بزنس مین کا بیٹا تھا' اس کا مستقبل طے شدہ تھا' ہاجرہ ڈاکٹر بننا چاہتی تھی مگر والد کے انتقال کے بعد تعلیمی اخراجات پورے نہ کر سکنے کے بعد فیشن ڈیزائنر بن گئی تھی اس کی والدہ اور ضامن ابدی کی اماں آپس میں سہیلیاں تھیں یوں فیملی تعلقات بھی بہت مضبوط تھے۔

ضامن ابدی ابا جی سے اموزہ کی ملاقات سے اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ معاشرتی میل جول میں اتنی بھی اناڑی نہ تھی تلخ زبانی شاید صرف ضامن ابدی کے لیے خاص تھی یہی سوچ کر وہ ہاجرہ پر حکایت دل عیاں کیے آج اسے اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ اموزہ اور صبوحی ہمیشہ کی طرح پیڑ پر چڑھی کیریاں توڑ کے کھا رہی تھیں اور انتہائی ضروری گفتگو میں مگن تھیں' ضامن ابدی نے ہاجرہ کو آگے بڑھایا اور خود پیچھے کھڑا حسین منظر ملاحظہ کر رہا تھا۔ تینوں ہستیوں میں اموزہ دراز قد اور دیکھنے میں بے حد دلکش تھی ضامن ابدی کے خیالات دن بدن اس کے بارے میں بدلتے جا رہے تھے وہ جنون عشق میں مبتلا نہ تھا مگر اس حقیقت سے فرار بھی ممکن نہ رہا تھا کہ کوئی کشش ایسی تھی جو اسے اس نخرہ رانی کی طرف کھینچتی تھی۔

ہاجرہ بہت جلدی ان کے ساتھ گھل مل گئی تھی کچھ لمحوں بعد وہ اموزہ کے گھر کے چھوٹے سے کمرے میں جو کچن بھی تھا' ڈرائنگ روم بھی تھا اور دو کرسی میز لگا کر ڈائننگ روم بھی بنا دیا گیا تھا' تشریف فرما چائے سے شغل فرما رہی تھیں' خلاف توقع اموزہ نے آج ضامن ابدی کو بھی مناسب سائز کے کپ میں گرم چائے پیش کی تھی اور اس کی وجہ وہ جانتا تھا' آج کل وہ آتے ہوئے خالی ہاتھ نہیں آتا تھا بلکہ دودھ بھی لے آتا تھا جسے اموزہ اپنا حق سمجھ کر پوری شان کے ساتھ وصول کرتی تھی۔

"کیا...... یہ فارغ بندہ آرمی میں ہے؟" ہاجرہ کی زبانی ضامن ابدی کے بارے میں جان کر کہ وہ کیپٹن ہے اموزہ نے حیرت سے دریافت کیا تھا۔ وہ تو اسے انتہائی ویلا (فارغ) بندہ سمجھتی تھی جسے ٹائم پاس کے لیے اس کے گھر اور بابا کے سوا کوئی جگہ میسر نہ تھی تبھی تو وہ اس کے ساتھ سلوک بھی یتیموں والا کرتی تھی مگر ضامن ابدی کی فطرت بھی عجب مستقل مزاج اور تحمل پرست تھی وہ اس کی کڑوی باتوں سے بھی حظ اٹھاتا تھا کریلے کو آم سمجھ کر نگلتا تھا۔

"اس نے بہت جلدی ترقی کے مراحل طے کیے ہیں چند ہی ماہ میں اس کا رینک بڑھ جائے گا اب اس کے والدین اس کی شادی کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ فیملی سے اندر اور باہر کئی لڑکیاں نگاہ میں ہیں۔" ہاجرہ ضامن ابدی کے بارے میں انتہائی تفصیل سے بیان کررہی تھی گویا انتہائی ضروری ہو صبوحی انتہائی عقیدت سے اس کی ہر بات سماعت کررہی تھی اس کی حد سے زیادہ دلچسپی اس کے چہرے کے تاثرات سے عیاں تھی اموزہ ناک چڑھاتی منہ کے زاویے بگاڑتی مارے باندھے بیٹھی تھی کچھ تو مروت کا تقاضا نبھارہی تھی اور کچھ ضامن ابدی کے بارے میں نئی ملنے والی اطلاع نے بھی اسے قدرے نرم کردیا تھا اپنی عمر کی ہر لڑکی کی مانند وہ بھی آرمی نوجوانوں سے عقیدت رکھتی تھی۔

"کس کی نگاہ میں ہیں؟ والدین کی یا کیپٹن صاحب کی؟" اموزہ نے لڑکیوں کے بابت ہاجرہ کے کہے پر تنک کے سوال کیا۔

"دونوں کی، ضامن ابدی کے والدین اس کے فیصلوں کی قدر کرتے ہیں بلکہ اس کے اباجی تو واشگاف کہتے ہیں کہ انہیں اپنے بیٹے کی قوت ارادی اور قوت فیصلہ پر فخر ہے۔" ہاجرہ ہر بات سیاق و سباق کے ساتھ بیان کررہی تھی اس کا لایا جانا رائیگاں نہیں گیا تھا اموزہ کے رویے و سوچ میں فرق واضح ہونے لگا تھا۔

☆

"تو کیا خیال ہے؟ میرے بارے میں اتنا کچھ تو آپ جان ہی چکی ہیں کہ آئی ڈی کارڈ بنانے میں آسانی ہوگی۔"

ہاجرہ سے ملاقات کے اگلے دن وہ ایک بار پھر اس کے سامنے تھا اور آتے ہی جرأت گویائی کا ثبوت بھی دے دیا تھا' برتن مانجھتی اموزہ نے بنا ہاتھ دھوئے اس کی طرف رخ کیا تھا' اس کا انداز ایسا تھا کہ ضامن ابدی کو لگا کسی سیاسی توپ کا رخ دشمن کی طرف موڑ کر حملے کے لیے تیار ہو۔

"کیپٹن صاحب محاذ پر جنگ لڑنا آسان ہے مگر میرے ساتھ الجھنے کی غلطی مت کرنا۔" انتہائی تہذیب سے مخاطب کرتی وہ اختتامی پیرائے میں پٹری سے اتر گئی تھی وہ غصے کی شدت سے لال پیلی ہوجاتی تھی اور ضامن ابدی مزید اس پر فریفتہ، جانے اسے کیا ادا بھائی تھی کہ اس کی آتش فشانیت پر بھی وہ قربان ہوتا رہتا تھا۔

"مہم جو نیچر ہے میری ناممکن کٹھنائیاں سر کرنا میرا مشغلہ ہے' ہمیں جنگ لڑنا نہیں جیتنا سکھایا جاتا ہے' ہم ڈراووں سے ڈرتے نہیں ہیں اور بہلاووں سے بہلتے نہیں۔" ضامن ابدی کی ٹون بدلی ہوئی تھی' ایک دن قبل لیفٹیننٹ میجر کے عہدے پر تعینات ہونا اس کے اندر نیا جوش اور جذبہ بھر دیا تھا اموزہ سے چھیڑ چھاڑ ذومعنی الفاظ میں کرنے لگا تھا اموزہ پہلی مرتبہ اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہی تھی جذبہ و جنوں کا عجب امتزاج تھا اس کے چہرے پر قدرت نے اسے شان و مرتبہ عطا کیا تھا پر کیا وجہ تھی کہ وہ اس کے در کی خاک چھاننے آجاتا تھا؟

"یقیناً آپ کو تقریر کرنا بھی سکھایا جاتا ہوگا اور بات کو کہیں سے کہیں لے جانا تو آپ کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہوگا گھروں میں گھس کر سر پر سوار ہوجانے کی عادت شریفہ بھی آپ کا طرہ امتیاز ہوگا ہے ناں۔" وہ اموزہ تھی سیکھی سکھائی پیدا ہوئی تھی اسے مرعوب کرنا اتنا آسان نہ تھا' ضامن ابدی بے ساختہ ہنس دیا تھا' اس کی نگاہیں اموزہ کے حسین نقوش پر نقش ہوگئی تھیں وہ بے اعتنائی کی باڑ پھلانگنے کے لیے مچل اٹھا تھا وہ کہنا چاہتا تھا مگر اموزہ نے یک دم ڈپٹ دیا تھا۔

"وہ فضول لفظ مت بولنا ورنہ گرم سالن انڈیل دوں گی۔" ضامن ابدی "خیرہ کن" کہتے کہتے رک گیا تھا اموزہ

قبل از وقت اس کا ارادہ بھانپ گئی تھی اور دھمکا بھی چکی تھی۔

"انڈیل دو ویسے بھی جو تم پکاتی ہو وہ کھانے لائق تو ہوتا نہیں۔"

کیا کہہ دیا تھا اس نے روانی میں ٔ ضامن ابدی دوڑ لگانے کے لیے الرٹ ہوا تھا کیونکہ وہ جو لاٹھی بنی اس کی طرف بڑھ رہی تھی ماسٹر امیر نے نیند سے بیداری پر عین وقت پر انٹری دے کر اس کی بچت کرادی تھی انس کی کال نے اسے سیریس کردیا تھا۔ وہ کچھ ہی لمحوں بعد رخصت لیے جا چکا تھا یہ دیکھے بنا کہ اموزہ پہلی بار اسے دور جاتا دیکھتی رہی تھی۔

☆

انس کی حالت دگرگوں تھی وہ سخت غم و غصے کی کیفیت میں تھا ضامن ابدی سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اسے پُرسکون کیسے کرے؟

"مجھ جیسا بزدل کوئی ہوگا جو یہ سب دیکھ کر خاموشی سے لوٹ آیا مجھے مار دینا چاہیے تھا یا مر جانا چاہیے تھا۔" انس شدید اشتعال میں مٹھی بھینچے جانے کیسے بول پایا تھا ضامن ابدی نے اسے گلے لگا کر ریلیکس کرنا چاہا تھا۔

"انس خود کو سنبھالو دیکھو اشتعال میں آ کر کوئی غلط قدم مت اٹھانا کسی بدفطرت کے لیے خود کو نقصان مت پہنچانا وہی قدم اٹھانا جس کی اجازت ہماری شریعت دیتی ہے۔" ضامن ابدی دوست کو حتی الامکان پُرسکون کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ انس کی شادی کو دو سال کی قلیل مدت ہوئی تھی۔ ذہنی ہم آہنگی کے تحت اپنی کولیگ سے اس نے وفا کا بندھن باندھا تھا اس کی فیملی بیرون ملک مقیم تھی اہلیہ ہنوز یہیں پر تھیں۔ انس کو بزنس اور فیملی میٹرز کی وجہ سے بیرون ملک آنا جانا پڑتا تھا وہ تین ماہ بعد بنا اطلاع کیے سرپرائز دینے کی غرض سے گھر لوٹا تو نازیبا مناظر نے اسے زمین پر لا پٹخا تھا۔ وہ اہلیہ کی بیوفائی پر چراغ پا تھا اور ضامن ابدی کے لیے امتحان ثابت ہو رہا تھا جانے کتنے جوکھوں سے وہ اسے اس رات سلا پایا تھا۔

"اس صنف کے خمیر میں ہی بیوفائی ہے یہ کبھی کسی ایک کی ہو ہی نہیں سکتی۔" انس اپنی ازدواجی زندگی کی بربادی پر شکوہ کناں تھا اب اس کی گفتگو کا محور صنف نازک کی ہرزہ سرائی ہی ہوتا تھا۔ ضامن ابدی اس کے دکھ میں شریک ضرور تھا مگر اس کی رائے سے متفق نہیں تھا۔

"ایسا نہیں ہے دوست کسی ایک کے طرز عمل کو سب پر لاگو نہیں کرسکتے انسانوں میں ہر کوئی یکساں فطرت کا نہیں ہوتا۔" ضامن ابدی اپنے تئیں انس کے اندر امید جگائے رکھنا چاہتا تھا بہرحال حیات مسافت طویل کا نام ہے کسی ایک لڑی کے ٹوٹ جانے سے سفر منقطع نہیں کیا جاسکتا۔

"ایک دانہ پورے پھل کا ذائقہ بتادیتا ہے۔"

"اور قدرت کے باغ میں صرف ایک پھل نہیں ہے۔" انس کو دوبدو جواب دیتے ضامن ابدی نے بحث جاری رکھی تھی۔

"انس ایک پھل کڑوا سمجھ کر سارے پھلوں سے منہ موڑ لینا عقل مندی نہیں ذہن و نظر کو وسیع کرو تو خود کو سنبھالنا آسان ہوجائے گا۔" ضامن ابدی پچھلے پندرہ دنوں سے انس کو خود سے لگائے ہوئے تھا۔ انس علیحدگی کے پیپرز بھجوا چکا تھا۔ ضامن ابدی اسے اپنے گھر میں زبردستی روکے ہوئے تھا تاکہ اسے کسی انتہائی قدم سے روک سکے ابا جی اور اماں نے بھی اپنے حصے کا فرض ادا کیا تھا ہاجرہ بھی ہر دوسرے لمحے آن موجود ہوتی تھی۔

"تمہارا ابھی تک دورخی صنف سے واسطہ نہیں پڑا اس لیے تم یہ سب کہنے میں حق بجانب ہو ضامن ابدی اپنی شریک حیات کے انتخاب میں بہت احتیاط سے کام لینا تمہاری فیلڈ ایسی ہے کہ دوریوں کا زہر پینا پڑتا ہے اللہ کرے تمہیں کبھی لوٹنے پر بیوفائی کا گھاؤ نہ سہنا پڑے۔" انس دل گرفتگی کے ساتھ اسے بیک وقت خبردار کررہا تھا اور دعاؤں سے بھی نواز رہا تھا۔

"دورخی تو یقیناً نہیں البتہ دو دھاری تلوار سے آج کل واسطہ ہے میرا۔" ضامن ابدی نے بات کو مزاح کے پیرائے میں لے جا کر ختم کرنا چاہا تھا مگر ذکر نے یاد کا غنچہ کھلا دیا تھا کئی دن ہوگئے تھے اس حسین فتنہ کو دیکھے ہوئے دل گھائل مچل اٹھا تھا۔

☾......☆......☾

اموزہ امیر کے گھر کی دہلیز پار کرتے اس کے لبوں پر شریر سی مسکراہٹ تھی وہ آج آتے ہوئے کئی کلو دودھ اپنے ساتھ لایا تھا۔ اموزہ کے متوقع ردعمل کو سوچتے وہ من ہی من میں حظ اٹھا رہا تھا وہ یقیناً چمکتی آنکھوں اور کڑوے بولوں کے ساتھ انتہائی ادا سے یہ حق وصول کرنے والی تھی۔

مگر اس کے تصور کا انجام بھیانک نکلا تھا جب طوفان کی تیزی سے آتی اموزہ اس سے ٹکرائی تھی اور اس کا لایا تحفہ دودھ گر کر فرش پر بکھر گیا تھا اموزہ کا پاؤں دودھ پر سے پھسلا تھا ضامن ابدی نے اسے تھامنے کی کوشش نہیں کی تھی وہ پورے وجود کے ساتھ دودھ پر محو دراز تھی اور غصیلی نگاہوں سے اسے کچا چبانے کے درپے تھی۔

"پکڑ نہیں سکتے تھے خود گرے بھی نہیں اور گرنے سے روکا بھی نہیں۔" اموزہ قہر برسانے لگی ٹکرائے دونوں تھے مگر پھسلی وہ تنہا تھی اسے اس ناانصافی پر شدید اعتراض تھا۔

"تمہاری چیخوں میں سے میرا نام نہیں آیا تھا اس لیے میں نے بے وجہ مدد گیری سے پرہیز مناسب سمجھا۔" ضامن ابدی نے سبک رو انداز میں حساب بے باک کرنے شروع کردیئے تھے۔

"خلق خدا کی اتنی سی مدد تو کر نہیں سکتے بڑے آئے کیپٹن کہیں کے۔" اموزہ کی ٹرین لائن بدل چکی تھی ضامن ابدی کو ایک نئے الزام کا سامنا تھا۔

"میرے خیال میں تمہارا نام اموزہ نہیں اموز ہونا چاہیے اس "ہ" کی وجہ سے تمہاری شخصیت قدرے غیر متوازن سی معلوم ہوتی ہے۔" ضامن ابدی اسے یوں مشورے سے نوازنے لگا گویا وہ طالب تھی اور فوراً عمل کرنے والی فرماں بردار بھی۔

"اور میرے خیال میں آپ کو اپنا رستہ ناپنا چاہیے ورنہ آج ہی شہادت کا رتبہ پالیں گے۔" اموزہ دودھ سے لت پت خود کو سنبھالتی کھڑی ہوئی تھی۔ اس کوشش میں وہ غیر ارادتاً ضامن ابدی کے قریب آگئی تھی ضامن ابدی اس کی دھمکی کا جواب دینا ہی چاہتا تھا مگر حسن اتفاق کے وارد ہونے نے احساسات کو ترنم آگئیں کردیا تھا وہ دور سے دیکھنے میں بھی خیرہ کن تھی تو نزدیک سے بھی نگاہیں چندھیا دینے والی تھی۔

ضامن ابدی کی نگاہیں پیامات سے بھری تھیں اموزہ کی آنکھیں بے نیاز نظر آنے کی لاکھ کوشش کے باوجود بار حیا سے جھک گئی تھیں ضامن ابدی کی سرمئی آنکھوں میں بلا کی کشش تھی جس نے اموزہ کی خود اعتمادی کو تہس نہس کردیا تھا۔ بنائے زباں کو زحمت دیئے محض ایک لمحہ کی سحر کاری نے حسن کے نازک موتی کو عشق کے ہار میں پرو دیا تھا۔

☾......☆......☾

ماسٹر امیر علالت کے باعث اسپتال میں ایڈمٹ تھے رات گئے اس کے نمبر پر پہلی مرتبہ اموزہ نے کال کی تھی اور سیدھے سبھاؤ اسے اطلاع فراہم کی تھی وہ بنا تاخیر کیے چند گھنٹوں میں اموزہ کے سامنے تھا اموزہ کے ساتھ صبوحی اور اس کی والدہ تھیں اور محلے کے دو افراد اور بھی تھے۔ ضامن ابدی کے ماسٹر امیر کے گھر آمدورفت سے ہر کوئی واقف تھا ماسٹر امیر ہر ایک کو اس کا تعارف اپنا بھتیجا کہہ کر کراتے تھے۔ اسے دیکھتے ہی دیگر افراد واپس لوٹ گئے تھے۔ صبوحی اموزہ کے پاس ٹھہر گئی تھی جو کہ ایک غلط فیصلہ تھا رات بھر وہ ڈرپ بن کر ضامن ابدی کے بازو پر چپکی رہی تھی اسے عین اسی وقت اونگھ آتی تھی جب ضامن ابدی ساتھ میں بیٹھا ہوتا وہ ماسٹر امیر کی خیریت دریافت کرنے اندر جاتا تو اسے بھوک پیاس ستانے لگتی اس نے ہاسپٹل کی کیفے کھنگال لیے تھے حتیٰ کہ فرمائش کر ڈالی تھی کہ ضامن ابدی اسے کہیں اور چائے پلانے لے جائے اور یہیں گم صم بیٹھی اموزہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تھا وہ اپنی واحد دنیا کے کھو جانے کے ڈر سے سہمی ہوئی تھی ضامن ابدی کی تمام تر توجہ اس کی جانب مبذول تھی وہ اسے دلاسہ دینا چاہتا تھا ساتھ لگا کے بے امانی کے خوف سے نجات دلانا چاہتا تھا مگر اموزہ کی کڑواہٹ اور صبوحی کی گلے پڑی موجودگی کچھ بھی تو اس کے موافق نہ تھا۔

"کیپٹن صاحب اسے چائے پلا کر گھر چھوڑ آیئے گا ورنہ صبح کے ناشتے کے لیے کوئی نیا کیفے تلاش کرنا پڑے گا۔"

اموزہ نے ضامن ابدی کو مخاطب کر کے قدرے چبا کے کہا تھا جو خود اسی فکر میں مبتلا تھا مگر وہ اموزہ کو تنہا چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔

"تم بھی ساتھ چلو اموز ماسٹر جی اب بہتر ہیں اور ویسے بھی ہم کچھ ہی دیر میں لوٹ آئیں گے۔" اس نے اموزہ کی "ہ" کو خود ہی حذف کر دیا تھا گویا مشورہ سنجیدہ نوعیت کا تھا اور ساتھ چلنے کا عندیہ بھی دوٹوک لفظوں میں تھا۔ اموزہ کے لیے بات ماننا ناگزیر تھا کیونکہ اس کی تمام تر مہم جوئی گھر اور کالج کے درمیان تھی ایک انجانی جگہ پر رات تنہا گزارنے کا خوف ہی تھا جو اس نے ضامن ابدی کو کال کی تھی۔

"صبوحی یہاں سے مت ہلو جب تک کہ وہ آ نہیں جاتے۔" ضامن ابدی نے ہاسپٹل سے قدرے دور مگر ماسٹر امیر کے گھر سے قریب ریسٹورنٹ میں انہیں ڈنر کروایا تھا اور انہیں وہیں ٹیبل پر بیٹھے رہنے کا مشورہ دے کر سیل فون کان سے لگائے باہر چلا گیا تھا۔ ریسٹورنٹ کے ساتھ ہی ایک معروف شاپنگ مال تھا صبوحی کو دکانوں کی چمک دمک اٹریکٹ کر رہی تھی وہ بار بار وہاں جانے کے لیے پر تول رہی تھی اور ہر بار اموزہ اسے جھڑک کے بٹھا دیتی تھی۔

"اموزہ ونڈو شاپنگ ہی تو کرنا ہے چل آ ناں ٹائم پاس کرتے ہیں۔" صبوحی کی طبیعت پارہ صفت تھی وہ شاپنگ کی رسیا تھی اب بھی اسے اموزہ کی دل جوئی سے زیادہ اپنے شوق کی طرف دھیان تھا مگر اموزہ ضامن ابدی کی تختی سے اپنی جگہ سے کہیں نہ جانے کی بات کو ماننے پر بضد تھی نتیجتاً صبوحی اسے وہیں تنہا چھوڑ شاپنگ مال کی طرف بڑھ گئی تھی، ضامن ابدی کو ہاسپٹل سے کال آئی تھی ماسٹر امیر کی کنڈیشن بہتر نہ تھی وہ اموزہ کو لینے واپس لوٹا تھا۔

صبوحی کو شاپنگ مال کی سیڑھیاں چڑھتے دیکھ کر ضامن ابدی نے اسی طرف رخ کیا تھا وہ اموزہ کو بھی اس کے ساتھ گمان کر رہا تھا اور یہی وہ قہر و غضب کا لمحہ تھا جب زوردار بم بلاسٹ سے شاپنگ مال کی دیواریں لرزاں اور شیشے چکنا چور اور نا گہانی کا شکار ابن آدم ٹکڑوں کی صورت ہوا میں بکھر گئے تھے۔ ضامن ابدی کئی فٹ کی دوری پر جا گرا تھا اسے شدید زخم آئے تھے مگر وہ حواس میں تھا اور دیوانہ وار مانند وحشی اس آگ و خون کی طرف دوڑ اٹھا جہاں اس کا متاع دل تھا۔

☾......☆......☾

"اموز......اموز......" ضامن ابدی دیوانہ وار پکار رہا تھا اسے آگے بڑھنے سے روکا جا رہا تھا اس ہجوم میں وہ تنہا نہیں تھا کتنے ہی دیوانے اپنے پیاروں کو تلاشتے پھر رہے تھے جن کی تلاش ادھوری تھی ان کی تڑپ الگ تھی اور جنہیں نشانی کے طور پر کوئی ایک ٹکڑا مل جاتا تھا ان کا تڑپنا بیان سے باہر تھا۔ طبعی موت فرد واحد کو آتی ہے مگر نا گہانی موت ہر فرد پر قیامت ڈھاتی ہے ضامن ابدی اس دلخراش منظر کو سہنا نہیں چاہتا تھا وہ آگے بڑھنا نہیں چاہتا تھا وہ کچھ دیکھنا نہیں چاہتا تھا مگر وحشی دل کو سمجھانا کہاں اس کے بس میں تھا کسی دوسرے کی موت تکلیف دیتی ہے مگر کسی پیارے کی موت سینے میں انی بن کر اتر جاتی ہے۔ جب تک سانسیں چلتی ہیں اس زخم سے ٹیسیں اٹھتی رہتی ہیں۔

کیا ستم تھا؟ کہ کارگاہِ عشق میں قدم دھرے نہ تھے کہ درد نصیب کا رتبہ مل گیا تھا ابھی تو اس نے حال دل آشکار بھی نہ کیا تھا اس خیرہ کن چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں تھاما تک نہ تھا اس شکن آلود جبیں پر آتش عشق کی مہر تک نہ لگائی تھی کہ اسے جوان مرگ محبت کا سوگوار ہونا پڑا تھا۔

"ابدی کہاں ہیں آپ؟" ضامن ابدی کے میلے میں بھٹکتے نیم جاں وجود کو اس پکار نے کیسی زندگی بخشی تھی وہ جوش سے ہوش میں آتے آواز کی سمت دوڑا تھا اموزہ کی آواز پہچاننا اسے دشوار نہ تھا۔

اموزہ کو رب تعالیٰ نے اپنے حفظ و امان میں رکھا تھا۔ ریسٹورنٹ کے شیشے بھی زوردار دھماکے سے ٹوٹے تھے، مگر جانی نقصان نہیں ہوا تھا لیکن وہ ضامن ابدی اور صبوحی کے بابت سوچ کر خوف سے ہراساں ہو گئی تھی۔ اس نے ریسٹورنٹ کے قریب سے ہی اسے پکارا تھا اور کچھ ہی دیر میں آگ کے دھوئیں، متاثرین کی چیخ و پکار، میڈیا ایمبولینس کے ہنگاموں میں سے کوئی بے صبر سودائی، فدائی دوڑتا اس کی

طرف آرہا تھا۔ اموزہ کی درماندہ دھڑکن، تھکن زدہ وجود کو لگا امان کا ابر اس پر سایہ کناں ہو گیا ہو۔

"اموز صد شکر کہ تم میری نگاہوں کے سامنے ہو۔" ضامن ابدی خود پر اختیار کھو چکا تھا ذہنی اذیت رہائی چاہتی تھی وہ بے خود اسے شانوں سے تھامے خود میں سمو گیا تھا اموزہ اس کے سینے سے لگی اس کے رموز قلب کے پیچ وخم محسوس کر رہی تھی۔

"میں بہت ڈر گیا تھا اموز شاید میں زندگی میں اتنا خوف زدہ کبھی نہیں ہوا غم کہتے کسے ہیں بیان چند لمحوں میں جانا' اموز میں نے تمہیں ڈھونڈتے رمز عشق پالی ہے۔" ضامن ابدی لفظوں میں حکایت بیان کر رہا تھا تو اس کی دھڑکنوں کا ترنم اس کے کہے پر سچائی کی مہر ثبت کر رہا تھا اموزہ خود کو اس کے وجود سے الگ کرنا چاہتی تھی مگر اس کا دل اس کی ماننے کو تیار نہ تھا۔

☆
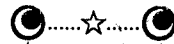
صبوحی کو تقدیر اس کی خواہشات میں الجھا کر کہاں سے کہاں لے آئی تھی' اس نے آج سے قبل اس ریسٹورنٹ اور شاپنگ مال کا نام تک نہیں سنا تھا مگر کاتب تقدیر نے اس کے لیے ایک سفر لکھا تھا جو بہر حال اسے طے کرنا تھا وہ شدید زخمی تھی' سرکاری اسپتال میں دیگر زخمیوں کے ساتھ ایڈمٹ تھی ضامن ابدی اسے پرائیویٹ ہاسپٹل لے گیا تھا اور اس کے اہل خانہ کو بھی لے آیا تھا اس کی نگہداشت بہتر طریقے سے ہو رہی تھی۔

ماسٹر امیر کو سیریس ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ اموزہ کی اذیت دیدنی تھی وہ صبوحی کو بھی ایک نظر دیکھ آئی تھی مگر بابا کی بگڑتی حالت اس کی جان لیے جا رہی تھی۔ ضامن ابدی کے لیے کٹھن دور اہا تعمیر ہو گیا تھا شہر میں پے در پے ہونے والی دہشت گردی اور شدید ترین جانی نقصان کے پیش نظر فوج بھی ہائی الرٹ ہو چکی تھی اس کی ڈیوٹی کے اوقات اور معاملات سخت کر دیئے گئے تھے اس کا دل اموزہ کے ساتھ دھڑک رہا تھا اور وجود اپنی مٹی کا حق ادا کرنے کے لیے چاق وچوبند تھا۔ ابا جی اور انس اموزہ کے پاس چلے آئے تھے۔ ہاجرہ اماں کا خیال رکھنے کے لیے گھر پہ موجود تھی۔

ابا جی نے بالمشافہ اموزہ کو دیکھا تھا وہ موبائل پر نظر آنے والی اموزہ سے بہت مختلف نظر آئی۔ شوخی شرارت' خود اعتمادی پر خوف کی چادر تن گئی تھی دیکھنے والوں کے لیے یہ صرف علیل باپ اور دعا گو بیٹی کا قصہ تھا جانتی تو صرف وہ تھی کہ وہ لاچارگی کے جو ستم پہلے بھی اٹھا چکی تھی بہت کم وقت اس نے باپ کی چھتنار تلے بتایا تھا کہ تقدیر اسے بیاباں کی طرف دھکیل دینا چاہتی تھی۔

انس کے خیالات مختلف تھے اسے اب ہر عورت دغا باز اور دھوکے باز نظر آتی تھی اس نے اموزہ کو کسی بھی حیثیت سے مخاطب نہیں کیا تھا بلکہ فون پر ضامن ابدی سے صاف لفظوں میں کہا تھا۔

"ابدی جہاں بھی جاؤ واپس امیدیں لے کر مت لوٹنا کیونکہ واپسی پر ہمیشہ روزن کھلے اور مسکن لٹے ہوئے ملتے ہیں۔" انس کا حزن وسوگ روگ بن گیا تھا وہ ہر لمحہ ضامن ابدی کو خود پر بیتے ستم کے باعث تنبیہ کرتا رہتا تھا۔ ضامن ابدی اس سے مخالفت کے لیے لفاظی کرنے سے پرہیز کرتا تھا۔ بہر حال انس کے موقف میں اس کا تجربہ بولتا تھا تو ضامن ابدی کے پاس صرف جذبات کی تھیوری تھی۔

میڈیا حسب عادت چلا رہا تھا اور سیاستدان بے پر کی ہانک رہے تھے۔ وہی دعوے وہی وعدے حتیٰ کہ وہی الفاظ عالم تو یہ ہے کہ ٹاک شو میں سیاستدان منہ بند کر کے بیٹھے ہوں تو بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ کیا الفاظ بولنے والے ہیں۔ اعلیٰ انتظامیہ ہمیشہ کی طرح خواب خرگوش کے مزے لیتی ہوئی پائی گئی گر کوئی جاگ رہا تھا تو وہ بہادر ماؤں کے جنے محب وطن سرفروش سپاہی تھے۔

ڈی۔ ایس۔ پی آر نے پریس کانفرنس میں خونی دھماکوں کا پس منظر' سہولت کار اور ماسٹر مائنڈ کے بارے میں قوم کو آگاہ کیا تھا ماسٹر پرویز پاکستان کے ہر دشمن کی گود میں پلا اور ہر اہل ایمان کے خون کا پیاسہ تھا اندرونی اور بیرونی دشمن طاقتوں کی سرپرستی میں انتہائی ٹرینڈ اور مسلح گینگ کا سرغنہ تھا اسے نیست ونابود کرنے کے لیے آرمی کی کئی فورسز' کئی

ٹروپس روانہ کیے گئے تھے مگر خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا تھا۔ نچلی سطح تک تو نقصان پہنچتا تھا مگر وہ خونی درندہ بچ نکلتا تھا۔ اندھیری، گہری گنجلک چٹانوں میں کہیں اس کا ناقابل شکست قرار دیا جانے والا آہنی قلعہ تھا جس کے اندر اسلحہ بارود تیار کرنے کی فیکٹری اور بے گناہوں کا خون بہانے والے جانور تیار کیے جاتے تھے جو خود کو بے شرمی سے انسان کہتے تھے۔ پاک آرمی اس مہم میں اپنے بہت سے نوجوانوں کی شہادت کے نذرانے پیش کرچکی تھی بالآخر ہیڈ کوارٹر نے آخری اور فیصلہ کن ضرب لگانے کا عزم کرلیا تھا۔

☆

ضامن ابدی ایک ہفتے کی دن رات کی متعدد ذمہ داریاں نبھا کر رات گئے گھر لوٹا تھا اماں کے ہاتھ کی گرم روٹی کھا کر وہ انہی کے زانوں پر سر رکھے آنکھیں موندھے ہوئے تھا۔ اماں کو ہمیشہ سے اسے گرم روٹی کھلانے کا شوق تھا وہ اس کے انتظار میں جاگتی رہتی تھیں اور مشقت کو محبت کا روپ دیئے اس کی تھکان اپنے مشفق بازوؤں میں جذب کرلیتی تھیں۔ اباجی سفر سے کتراتے تھے مگر ضامن ابدی جب کہیں ڈیوٹی کی غرض سے دور جاتا تھا تو واپسی پر وہ اسے لینے ایئربیس پر ضرور موجود ہوتے تھے۔ اب بھی وہ لیٹ نائٹ آیا تھا اور اطلاع بھی نہ دی تھی مگر اباجی جہاز سے اترتے اسے سامنے ہی نظر آئے تھے وہ ان سے چھپاتا تھا تو اباجی بھی اس کے علم میں لائے بغیر ہیڈ کوارٹر سے اس کے معمولات کی خبر گیری رکھتے تھے۔

ماسٹر امیر کی علالت ان تینوں نفوس میں زیر بحث تھی کہ یک دم ضامن ابدی کی چند لمحے قبل آن کی گئی سم پر کال آئی تھی گویا ملانے والا کافی دیر سے کوشش میں تھا اس لیے پہلی حاضری اسی کی لگی تھی۔

''ہیلو......'' لینڈ لائن نمبر تھا ضامن ابدی نے مارے باندھے کال اٹینڈ کی تھی وہ تھکاوٹ کے سوا نیزے پر تھا اور اس وقت کچھ کرنا کہیں جانا تو دور کی بات منہ کھولنے تک کا روادار نہ تھا۔

''ابدی جی......'' اموزہ کی جل تھل آواز اسے الرٹ کر گئی تھی انہونی اس کے انداز مخاطب میں بھی تھی اور چھاجوں برستے اس کے لہجے میں بھی، ماسٹر امیر کا نحیف چہرہ آنکھوں میں در آیا تھا۔

''اموز سب ٹھیک تو ہے؟'' ضامن ابدی کو اپنے سوال پر خود بھی بے یقینی تھی جواب جانتا بھی تھا اور چاہتا بھی تھا کہ وہ غلط ہو۔

''اموز تنہا رہ گئی ابدی۔'' اموز کی دنیا لٹ گئی تھی اس کے ماتم کی کیا ہی کوئی حد ہوتی وہ کس کس کو روتی، رونا ایک ہوتا تو قرار بھی آتا، ضامن ابدی کی تھکاوٹ، نڈھال پن جانے کہاں تھا وہ چند گھنٹوں میں اموز کے بے حال ہوئے وجود کو سنبھال رہا تھا۔ کہنے کو دنیا میں الفاظ بہت ہیں، لغات کا خزانہ موجود ہے مگر کوئی ڈکشنری وہ لفظ نہیں بتاتی جس سے کسی پیارے کو کھونے والے کو تسلی دی جاسکے، کسی تنہا رہ جانے والے کو دلاسہ دیا جاسکے۔

ضامن ابدی کے پاس صرف محبت سے سرشار دل تھا اور ڈھال بن جانے والا سینہ تھا جو اس نے اموز کے لیے پیش کردیا تھا۔

☆

دنیا میں موت سے بڑھ کر اذیت ناک کوئی چیز نہیں اور انسان کو موت سے بڑھ کر کسی چیز پر صبر کرنا نہیں پایا گیا وہ بھی رب کے صابر بندوں میں شمار کی گئی تھی اس نے آہ وزاری نہ کی تھی، سینہ کوبی جیسے گناہ کی مرتکب نہ ہوئی تھی اس نے اتنا ہی غم منایا تھا جتنا مخلوق کو خالق کے آگے زیبا دیتا ہے۔ ماسٹر امیر کثیر کنبہ کے باسی تھے جن کی خدمات کرتے وہ اموز کے ننھے وجود سے عرصے تک غافل رہے تھے آج انہی اقربا کے گھر ان کی واحد نشانی کے لیے تنگ تھے اموز بھی آزمائے ہوؤں کو مزید آزمانا نہیں چاہتی تھی اس نے اپنے گھر سے نہ نکلنے اور کسی کی بھی مدد نہ لینے کا دوٹوک فیصلہ کیا تھا۔

اس کے فیصلے پر کسی کو اعتراض نہ تھا سوائے ضامن ابدی کے جس کے پاس وہ دل نہیں تھا جو اموز سے غافل رہتا، ماسٹر امیر کی رہائش ذاتی تھی اچھے وقتوں میں زمین لے

لی تھی باقی گزارہ ان کی پینشن سے ہوتا تھا‘ ضامن ابدی کے لیے اکھڑ اموز کو من پسند فیصلے کے لیے راضی کرنا اتنا آسان نہ تھا سو اس نے انگلیاں ٹیڑھی کرلیں تھیں۔ چالیسویں سے قبل ہی اموز کو بینک سے نوٹس موصول ہوا تھا کہ ان کا گھر گروی رکھا گیا تھا جس کی اقساط کئی ماہ سے ادا نہ کی گئی تھیں لہٰذا اب زمین کی یکمشت ادائیگی یا پھر زمین سے دستبرداری ناگزیر تھی۔

اموز کے پاس فرنیچر کے نام پر دو چار پائیوں‘ دو کرسیوں‘ چند برتنوں اور چند جوڑوں کے سوا کچھ نہ تھا‘ ادائیگی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا تو واحد سائبان کو چھوڑ دینا کہاں آسان تھا؟ اموز انتہائی پژمردہ تھی اس کی شوخی تیزی کہیں کھو گئی تھی مگر خودداری اپنی جگہ سالم تھی عزیز رشتے دار چالیسویں کی بریانی کھا کر اپنے گھروں کو سدھار گئے تھے محلے داروں کی ہمدردی اتنی ہی تھی کہ وہ دن بھر صحن میں بچھی دریوں پر بیٹھ کر ایصال ثواب کردیتے۔

اموز اباجی اور اماں کے اصرار کے آگے اور تقاضائے حالات کے تحت مجبور ہوگئی تھی اور ضامن ابدی کے گھر آگئی تھی۔ ضامن ابدی کی مسرت دیدنی تھی وہ اپنے تاثرات مخفی رکھنے پر قادر نہ تھا اس کے جذبے نہاں کو اموز کے قلب تک رسائی ہوچکی تھی ضامن ابدی نسیم بہار بن کر اموز کے گلشن دل میں بکھر چکا تھا۔

⊙......☆......⊙

اموز نے چند ہی ہفتوں میں تمام تر امور خانہ اپنے ہاتھ میں لے لیے تھے اس کا فن گرہستی دل موہ لینے والا تھا۔ اباجی اور اماں ہر دم اس کے گن گاتے دکھائی دیتے تھے رہ گیا ضامن ابدی تو وہ تھا ہی اس کا مدح خواہ۔ اس کی ہر ادا پر فدا وہ جتنا وقت گھر پر رہتا اپنی متاع الفت اس پر وارا کرتا تھا اموز گرچہ تیغ زنی نہیں کرتی تھی مگر تیکھی نگاہوں اور ابروئے خمیدہ کی تیغ ہر دم تنی رہتی تھی ضامن ابدی محظوظ ہوتا رہتا تھا۔

''اموز بیٹا تم اپنی تعلیم کی طرف سے غفلت مت برتو تمہیں کالج میں ایڈمیشن لینا چاہیے۔'' اماں کے سامنے ضامن ابدی نے اس کا تعارف اموز کہہ کر کرایا تھا اب وہ گھر بھر کے لیے اموز ہی تھی۔ اباجی‘ اماں کی مشترکہ رائے تھی کہ اسے اپنے سابقہ معمولات کی طرف لوٹنا چاہیے مگر اموز کا وصف خودداری ان پر بوجھ بننے کو تیار نہ تھا۔ وہ دو وقت کی روٹی کے عوض دن بھر کی ذمہ داریاں خود پر لاگو کیے ہوئے تھی تعلیمی اخراجات کے لیے ان کا احسان لینا اسے گوارہ نہ تھا۔

''اماں میٹرک کافی ہے گھرداری سنبھالنے کے لیے تو کافی سے بھی کچھ زیادہ وقت چاہیے۔'' یہ صرف اس کی زبان سے نکلے الفاظ تھے دل کا متن کچھ اور ہی تھا اعلیٰ تعلیم اس کا خواب تھا اور جنون بھی۔

''بیٹا گھرداری عورت کا زیور ضرور ہے مگر تعلیم انسان کا ہتھیار ہے تمہارے پاس زیور ہی نہیں ہتھیار بھی ہونا چاہیے کاتب تقدیر نے زندگی میں استقامت لکھا ہے یا مدوجزر کسے خبر ہے؟'' اباجی اسے وہی درس دے رہے تھے جو وہ خود ماسٹر امیر کو دیا کرتی تھی ماسٹر امیر کی اندرونی صحت انہیں ہر وقت خوف زدہ رکھتی تھی وہ شدت سے خواہاں تھے کہ اپنی حیات میں اسے کسی کے گھر و دل کی رانی بنادیں مگر خواہش حسرت ہی رہی تھی خود اس کی بھی جو انہیں بیٹی نہیں بیٹا بن کر دکھانا چاہتی تھی۔

''اباجی آپ کی ہر بات مثل موتی ہے مگر میری ترجیحات میں......''

''یقیناً تمہاری ترجیحات میں مکین و مکان صف اول ہونے چاہیے اباجی اسے گھر میں ہی رہنے دیں‘ چھاؤں میں اس کی صلاحیتیں نکھرتی ہیں دھوپ لگتے ہی ان کا دماغ چولہا بن جاتا ہے اور زبان کریلے کی طرح پکنے لگتی ہے۔'' ضامن ابدی ٹاول سے گیلے بال خشک کرتا یک دم کمرے سے برآمد ہوا تھا اور اموز کی بات کاٹ کر جیالے پن سے مکمل کی تھی اور اس کی طرف دیکھنے سے بھی گریز کیا تھا جانتا تھا کہ بزرگوں کی موجودگی میں وہ بات نہیں کاٹے گی مگر آنکھوں کی جنبش میں سنگین پیغامات ہوں گے۔

''جی اباجی میں کہہ رہی تھی کہ میری ترجیحات میں تعلیم سرفہرست ہے۔'' اموز کی کایا پلٹ کیسے ہوئی تھی سوائے ضامن ابدی کے کوئی نہیں جانتا تھا اگر وہ اماں اباجی کی زبان

بولتا تو اسے راضی کرنا سہل نہ ہوتا سو اس نے ٹون بدلی تھی اور ضدی اموز نے اس کی مخالفت میں اسی کا من چاہا فیصلہ کرلیا تھا ضامن ابدی نے چپکے سے کالج ایڈمیشن کی سلپ اور کورس اس کے کمرے میں رکھ دیا تھا جو اپنی دانست میں صبح یونیفارم پہن کر اور بکس ہاتھ میں لے کر ضامن ابدی کو خوب تپانے والی تھی۔

☾......☆......☾

ضامن ابدی ہر سپاہی کی طرح ملک کے اندرونی و بیرونی ذمہ داریوں میں مکمل طور پر الجھا ہوا تھا۔ کبھی پاکستان آرمی کو صرف سرحدوں کی حفاظت کرنا پڑتی تھی مگر آج ہماری آرمی کا سب سے بڑا چیلنج غداروں سے نمٹنا ہے وہ ایک ذمہ دار پوسٹ پر تھا سے کم و بیش ہی فراغت میسر آتی تھی۔ ضامن ابدی باغ و بہار اور یار بادشاہ تھا اس کا حلقہ احباب وسیع تھا اور اماں ابا جی کے متعلقین میں بھی اپنے برتاؤ کی بنا پر ہر دلعزیز تھا' بلند خواہ تھا جب تک گھر میں رہتا گھر میں رونق کا سماں رہتا تھا بیٹا بن کر ابا جی کا جانشین تھا تو بیٹی بن کر ماں کی خدمت کرتا تھا' یونہی وہ دوستوں کے لیے بھی ہر دم حاضر باش رہتا تھا اسے اپنی ذات کے متعلق آگاہی تب ہوئی تھی جب اموز اس کی زندگی میں آئی تھی وہ جب جب اسے تکتا تھا تہیہ کرتا تھا کہ زندگی اس نے ملک و قوم کے لیے وقف کردی تھی مگر جب تک یہ اس کے پاس تھی وہ اسے محض اموز کے سنگ گزارنا چاہتا تھا۔ اس کا سیل فون بجا تھا جب وہ آن ڈیوٹی تھا۔

''اموز ہوں۔'' انتہائی مختصراً کھڑا اکھریلا تعارف سنائی دیا تھا۔ ضامن ابدی کھل اٹھا تھا کب اس نے اس کے سیل فون کو شرف تخاطب بخشا تھا۔

''جی میں ہمہ تن گوش ہوں۔'' ضامن ابدی نے بھی اسی کے انداز میں مختصراً جواب ارسال کیا تھا۔

''وین نہیں آئی گھر کیسے جاؤں؟'' وہ کالج سے بات کررہی تھی بات کیا کررہی تھی گویا احسان عظیم کررہی تھی۔ ضامن ابدی کے لیے کولیگز کے ساتھ کھڑے ہوکر اسے سماعت کرنا دشوار ہوا تھا وہ نسبتاً تنہا گوشے میں کھسک آیا تھا بہر حال وہ اس کی اداؤں پر جانثار تھا۔

''میں اس وقت دو گھنٹے کی دوری پر نہ ہوتا تو اپنی خدمات بسر و چشم پیش کردیتا مگر میں فی الحال کنوینس ارینج کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔'' ضامن ابدی کی شوخی ہر لفظ سے عیاں تھی اموز کے لبوں پہ روکنے کے باوجود مسکان در آئی تھی۔

''شکریہ ویسے بھی میں آپ کی خدمات حاصل کرنے کی خواہاں نہیں ہوں۔'' اموز اپنے انداز سے ہٹنے کو تیار نہ تھی۔

''وجہ دریافت کرسکتا ہوں یہ فری سروس ہے آپ کی جیب پر بار نہیں پڑے گا۔'' ضامن ابدی کا مقصد صرف اس سر پھری سے بات کو طول دینا تھا ورنہ وہ اس کی عنایات کا عادی تھا اور کچھ بھی اس کے لیے نیا نہیں تھا۔

''یہاں ٹوہ میں رہنے والی چھپکلیوں سے آپ کا تعارف کیا کراؤں گی؟'' اموز نے لڑکیوں کے لیے چھپکلی کا لفظ استعمال کیا تھا گویا تیغ زنی سے کوئی بھی محفوظ نہ تھا۔

''کہہ دینا کہ میرے کزن' پڑوسی' دوست یا چلو بھائی ہی کہہ دینا کیا فرق پڑتا ہے۔'' ضامن ابدی نے بے نیازانہ جواب دیا تھا اس کے لیے زبانی بھائی کہہ دینا زیادہ معنی نہیں رکھتا تھا۔

''بھائی کیسے کہہ دوں؟'' اموز نے تنک کر کہا تھا ضامن ابدی کے دل میں جلترنگ بج اٹھے تھے تو کیا اموز کو فرق پڑتا تھا۔

''وہ سوال نہیں کریں گی کہ بھائی کس پر گیا ہے اور بہن کس پر؟'' اموز نے اس کی خوش فہمی کی بینڈ بجادی تھی ریزن وہ دیا تھا جس نے اسے جلا کر خاک کردیا تھا۔ گویا وہ خود حسینہ عالم تھی اور ضامن ابدی کوئی مانسٹر دونوں ایک دوسرے سے میچ نہیں کھاتے تھے ضامن ابدی اچھا خاصا جھلس گیا تھا اس بار اموز کی لگائی لگ ہی گئی تھی۔

☾......☆......☾

ضامن ابدی رات گئے گھر لوٹا تو اپنی دانست میں اموز سے ٹھیک ٹھاک خفا تھا اور اس کو قوی یقین تھا کہ اموز اس کی خفگی کو خاطر میں بھی نہیں لائے گی مگر فریش ہوکر ڈائننگ

ٹیبل پر آتے ہی گرم روٹی کی خوشبو اور اموز کے مہکتے وجود دونوں نے اسے راحت فراہم کی تھی وہ اموز سے ایسی خاطر داری کی توقع نہیں رکھتا تھا۔

"اموز نے مجھے روک دیا' ایک واحد کام جو میرے کرنے کا رہ گیا تھا آج وہ بھی اس نے نہیں کرنے دیا۔" اماں چاہت بھری خفگی سے اموز کی شکایت کررہی تھیں۔ اپنے گھر اور گھر والوں کے بیچ اس کا مقام ضامن ابدی کو سرشار کردیتا تھا اموز نرم مسکراہٹ سجائے اندر چلی گئی تھی۔

"بہت پیاری بچی ہے جس گھر میں جائے گی ستاروں کی طرح جگمگائے گی۔" اماں اسے دور تک جاتا دیکھنے کے بعد پیار سے بولی تھیں ضامن ابدی کا منہ کی طرف نوالہ لے جاتا ہاتھ وہیں تھم گیا تھا۔

"اماں......" ضامن ابدی نے ابرو تان کر روٹھے پن سے کہا تھا۔

"جانتی ہوں کسی کے گھر کو تو تب جگمگائے گی جب میں اپنے گھر سے جانے دوں گی۔" اماں نے اس کے بال بکھیرتے نرمی سے کہا تو وہ بے اختیار اماں کے کندھے پر سر ٹکا گیا تھا۔

"ماں کو بتانے کی ضرورت کب ہوتی ہے؟ میں نے دیکھا نہیں تھا میرا بچہ اسے لانے کے لیے کتنا بے چین تھا؟ اور یہاں لاکر کتنا خوش ہے؟ وہ میرے بچے کی قسمت کا ستارہ ہے کوئی مول دے کر مانگے تب بھی نہ دوں۔" اماں اس کی پیشانی کو چوم کر بولیں جو عقیدت سے ان سے لپٹا جارہا تھا۔

"اماں کی گود میں سو بھی جاتے اتنے ننھے جو ہیں۔" وہ اماں کو شب بخیر کہے اپنے روم کی طرف بڑھا تھا تو دروازے پر کھڑی اموز نے تیر پھینکا تھا وہ ماں بیٹے کا لاڈ و نیاز ملاحظہ کرچکی تھی۔

"فکر نہیں کرو اماں میرے لیے ستاروں کی گود لانے کے بارے میں سوچ رہی ہیں۔" ضامن ابدی ہمیشہ سے الگ آج بات کرتے کرتے اس کے قریب آگیا تھا وہ چوکھٹ کی ایک سائیڈ پر ٹیک لگائے کھڑی تھی تو ضامن ابدی نے دوسری سائیڈ پر قبضہ جمالیا تھا۔

"اوہو ننھے کیپٹن تو کیا ہم شادیانے بجانا شروع کردیں۔" اموز ادائے دلربائی سے گویا تھی وہ ناواقف نہ تھی ضامن ابدی کی نگاہیں کھلی کتاب کی طرح دل کا سبق رٹوا رہی تھیں۔

"نہیں تم صرف اپنے ہاتھوں پر رنگِ حنا سجالو تمہاری زندگی کو چاہت کے رنگوں سے میں بھردوں گا۔" ضامن ابدی نے والہانہ اس کے ہاتھ تھام کر جذبات کا ترانہ سنایا تھا اموز سن سی ہوگئی تھی وہ پُر اعتماد تھی بقول ضامن ابدی خونخوار بھی مگر وہ جذبات سے گندھی شوخ بہار بھی تھی اس کا تنتنا رفو چکر ہوگیا تھا اسے ضامن ابدی کے اظہار نے نہیں اپنے دل کے ہم خیال یار ہونے نے بے حال کردیا تھا۔ وہ بجلی بن کر چمکی تھی نہ بادل بن کر گرجی تھی بلکہ ہرنی بن کر دوڑ لگا گئی تھی۔

☆

ضامن ابدی اموز کو مزاج بدلاؤ کی خاطر فیملی فنکشن میں لے آیا تھا اس کے تایازاد عادل کی شادی کی تقریب تھی وہ اموز کے لیے بذات خود ڈریس اور جیولری لے کر آیا تھا اورنج اور لیمن کلر کا کنٹراسٹ لانگ شرٹ ود پلازو سوٹ دیکھ کر اموز متعجب ہوئی تھی اسے کسی اور کی شادی میں جانا تھا یا خود دلہن بننا تھا حسب معمول وہ تھے سے اکھڑ گئی تھی۔

"اتنا فضول ڈریس میں کیوں پہنوں؟" اموز اپنے ڈریسز خود سلائی کرتی تھی رنگ ہمیشہ ہلکے پہنتی تھی مگر اسٹائلز نت نئے ہوتے تھے۔ ضامن ابدی اسے سنگھار میں دیکھنا چاہتا تھا مگر اس کی ناک سے کچھ بھی نیچے نہیں اترا تھا' جیولری کو الگ اس نے انتہائی وزنی قرار دے کر سائیڈ پر کردیا تھا مگر اس کی لائی حنا کو وہ ہاتھ میں تھامے تکتی رہی تھی۔

"اموز یہ سب خود پر سجا کر پندرہ منٹ میں باہر آجاؤ میں باہر تمہارا منتظر ہوں۔" ضامن ابدی کے لہجے میں تحکم تھا نہ التجا سپاٹ سے انداز میں اس نے اسے نظر بھر کے دیکھا تھا اور لوٹنے لگا تھا کہ وہ یک دم پکار اٹھی تھی۔

''لیکن یہ سب میں کیوں کروں؟'' اموز دونوں ہاتھ پھیلائے حیرت کی تصویر بنی کھڑی تھی۔

''کیوں کہ میں چاہتا ہوں۔'' کتنا واضح اور مرتب جواب تھا نہ سوال کا خانہ خالی تھا نہ بحث وتمہید کی گنجائش' کوئی رشتہ مابین نہ تھا مگر وہ اجنبی بھی نہ تھے۔

پندرہ منٹ سے بھی کم وقت میں وہ اپنے کمرے سے نکلی تھی کہاں تھی اموز وہ تو سراپا خیرہ کن تھی' ضامن ابدی دیکھنا چاہتا تھا مگر نگاہ ٹھہرتی نہ تھی۔ وہ اسپیشل فورسز میں تھا اسے بجلی کی رفتار سے دوڑنا بنا آہٹ کیے دشمن پر لیکن' موسموں کی سختی اور ضروریات نفسی سے نمٹنا سکھایا گیا تھا مگر اسے قطعاً ٹریننگ نہیں دی گئی تھی کہ جب حسن من پسند روپ میں جلوہ نما ہو دل مائل بہ فدا ہو تو خود کو دنیا و مافیہا سے غافل ہونے سے کیسے روکا جائے؟ وہ آہن بھی تھا' آہن گر بھی اور آہن شکن بھی مگر تیغ حسن کے سامنے عشق بسمل ہو گیا تھا۔

ضامن ابدی نے اموز کے بے رنگ ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے تھے اور رہ گزار حیات میں ہم قدم ہوئے تھے۔

اموز شادی کی رسومات میں مگن تھی اور ضامن ابدی اس کے ستارہ چہرے کو گرفت میں لیے ہوئے تھا تبھی اس کے دور کے کزن آذر نعیم نے اس کے کندھے کو تھپتھپایا تھا۔

''ارے ابدی تمہیں تو شہادت کا رتبہ ملنے سے قبل ہی حور مل گئی اب کون کافر شہادت کی آرزو کرے گا۔'' ضامن ابدی اور اموز کو ایک ساتھ دیکھ کر خاندان بھر میں سوال اٹھے تھے اماں نے سب سے اس کا تعارف اپنی ہونے والی بہو کی حیثیت سے کرایا تھا جسے سن کر آذر نعیم نے ٹھٹھول کیا تھا۔

''آذر گھر کے لاک لگائے نرم بستروں پر اینٹھنے والوں کو جذبہ شہادت پر بحث کرنا زیب نہیں دیتا' نہ ہی پاک آرمی کے جانبازوں کو اپنے جذبات کی تشہیر کرنے کی اجازت ہے ہاں تمہارے پیٹ درد کے لیے تصحیح کر دوں حوروں کی خاطر شہید ہونے والے پاک آرمی میں کوئی بھی نہیں۔'' ضامن ابدی نے اپنے کندھے پر رکھے اس کے ہاتھ پر اپنا آہنی ہاتھ مضبوطی سے جمایا تھا وہ اپنی بات کہہ کر آگے بڑھا نہیں تھا آذر نعیم کے کچھ کہنے کا منتظر تھا مگر وہ استہزائیہ چہرے بگاڑنے کے سوا کچھ کہہ نہ پایا ایسے ہی جیسے ہمارے سرفروش جانبازوں کے سامنے دشمن بغلیں جھانکنے لگتے ہیں۔

☾......☆......☾

عطائے ربی دلنشین وطن پاکستان کو قیامت صغریٰ کا سامنا تھا ہر دوسرے روز اہل چمن پر بم دھماکے کی صورت تو کبھی ٹارگٹ کلنگ کے طور پر قیامت وغضب ڈھایا جا رہا تھا تو ماہ چمن' محافظ وطن کیسے خلق سے غافل رہ سکتے تھے۔

پے در پے حوادث وتخریب کاری کے محرک ماسٹر پرویز کو جہنم واصل کرنا ہر سپاہی کا عزم تھا۔ میجر احسان اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ محاذ سے لوٹے تھے زخموں سے چور مگر بلند حوصلہ مجاہدوں نے کاری ضرب اور کمر توڑ نقصان پہنچایا تھا اپنے کئی جانبازوں کے خون شہادت سے مٹی کا قرض اتارا تھا مگر ماسٹر پرویز کا سر نہیں لا سکے تھے' اعلیٰ انتظامیہ میں رنج وغضب کا عالم تھا' مزید حوصلہ مند جری سپاہیوں کا قہر ٹوٹ پڑنے کے لیے آمادہ وتیار تھا۔

جہاں آخری ضرب لگانی ہو' جہاں سے خالی ہاتھ نہ آنا ہو وہاں انہیں میدان میں اتارتے ہیں جو عزت وافتخار کی علامت ہیں' جن سے عزم وہمت کی روشن داستانیں وابستہ ہیں' جن سے تعلق ہر پاسبان وطن کے ماتھے کا جھومر ہے دنیا کی نمبر ون فوج پاکستان کا اسپیشل فورسز گروپ جسے عرف عام میں کمانڈوز کہتے ہیں جیالوں کو وطن کی مٹی نے پکارا تھا اور انہوں نے لبیک کہا تھا۔ کیپٹن ضامن ابدی ایس۔ ایس جی کمانڈو کا اعزاز ماتھے پر سجائے ہر لمحہ آخری ضرب لگانے کے لیے تیار تھا آج کل وہ سخت ترین ٹریننگ کے عوامل سے گزر رہا تھا اور دعا گو تھا کب اسے ان بارہ عظیم جری باہمت مردان کار میں شمار کیا جائے جو وطن عزیز کو ناپاک عزائم رکھنے والوں سے نجات دلانے کے لیے امید کی آخری کرن تھے۔

''اماں جس طرح آپ نے ایک بیٹے کو جنم دینے کی دعا مانگی تھی ویسے ہی دعا کریں کہ آپ کے بیٹے کو حق حیات ادا کرنے کا موقع ملے۔'' اماں مجاہد کی پالنے والی ماں تھیں ان

کا جذبہ وحوصلہ بھی سب شکن تھا مگر دعا مانگتے وقت ان کی زبان تھرتھرائی تھی وہ ارض وطن پر سب کچھ قربان کرسکتی تھیں مگر اس سب میں ان کے پاس تھا ہی کیا؟ ایک بیٹا ان کی کل کائنات انہیں یاد نہیں تھا کہ کبھی اس گھر کے تین نفوس نے ایک ساتھ پورا دن گزارا ہو انتہائی جانگسل‘ سخت ترین‘ سخت کورس ٹریننگ سے گزر کر آج ان کے سامنے ایک مجاہد‘ ایک سرفروش ملتمس تھا۔

”اے اللہ جو آپ کی اور آپ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہو میں اس پر راضی۔“ اماں نے چپکے سے اپنے پروردگار کو پکارا تھا اور ضامن ابدی کو سینے سے لگالیا تھا۔

☆
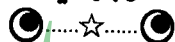
”اموز ماں کہتی ہے تم ایک جگمگاتا ستارہ ہو اور میں روشنی کا تمنائی میرے قلب اور میرے گھر کو منور کردو۔“ ضامن ابدی نے خاموشی سے اموز کی کلائی تھامی تھی گھر کی بوجھل فضا سے اموز بھی لاتعلق نہیں رہ سکتی تھی اس کی مسافت تو ابھی شروع بھی نہ ہوئی تھی وہ کئی دن سے بہت خاموش تھی ضامن ابدی نے اسے کئی بار مخاطب کرنا چاہا تھا مگر وہ خالی نگاہوں سے اسے دیکھتی آگے بڑھ جاتی تھی۔

آج وہ ڈنر کے بعد صحن میں چہل قدمی کرتے ضامن ابدی کو چائے دینے آئی تھی بند لبوں سے کپ تھما کر وہ جانے لگی تو ضامن ابدی نے غیر متوقع خواہش کا اظہار کردیا تھا۔ وہ اس کا متن جان نہیں پائی تھی سوالیہ نگاہوں سے اسے تکنے لگی۔

”اموز اباجی اور اماں کثیر خاندان رکھتے ہیں مگر میری جاب کی وجہ سے وہ سب سے کٹ کر رہے ہیں‘ ایک شہر سے دوسرے نگر میرے ساتھ سفر کرتے رہے ہیں‘ آرمی میں جانا میرا ذاتی شوق تھا اور میرے والدین میری ہر خواہش کی پذیرائی کرتے رہیں‘ میرے اس جنون نے میرے والدین کو بہت تنہا کردیا ہے اور اب میں جس معرکے میں جانے کی تمنا رکھتا ہوں وہ جانے میرے والدین کو کیا دن دکھائے؟ اموز میں تمہیں اس آس و نراس کی کٹھن مسافت میں گھسیٹنا نہیں چاہتا مگر میری فیملی کو جس باہمت سہارے کی ضرورت ہے وہ تمہارا وجود ہے اموز۔“ ضامن ابدی نے اس کا چہرہ اپنی ہتھیلی پر رکھا تھا اور مطمع نظر کو واضح کردیا تھا جو رفتہ رفتہ اموز پر عیاں ہو رہا تھا۔

”اموز میرے پیارے میرے سر پر سہرا سجا دیکھنا چاہتے ہیں اور میں تمہیں نقش حنا سے آراستہ دیکھنا چاہتا ہوں‘ اگر تم اقرار کرلو تو ہم سب کی یہ خواہش تکمیل پاسکتی ہے۔“ ضامن ابدی نے اس کی طرف چاہت برساتی نظروں کو ثبت کیا تھا وہ گومگو کی کیفیت میں نہیں تھی اس نے آئیں بائیں نہیں کی نہ کسی تمہید کا سہارا لیا اپنے ازلی اعتماد سے سر اٹھائے ان سبز آنکھوں میں جھانک کر اموز امیر نے کہا تھا۔

”ایک مجاہد کے نقش پا پر پلکیں بچھانا میری چاہت ہے۔“ اموز نے اقرار کے موتیوں سے ضامن ابدی کا سہرا سجا دیا تھا۔

☆

اموز کے ہاتھوں میں حنا سج رہی تھی صبوحی اور ہاجرہ اس کے ہاتھوں پاؤں پر نقش و نگار بنا رہی تھیں اس نے زندگی میں پہلی بار مہندی لگائی تھی اسے حنا کی مہک زیادہ اچھی نہیں لگ رہی تھی‘ وہ الجھن میں نظر آتی تھی اسے جانے کہاں کہاں خارش ہو رہی تھی ہاتھ پاؤں الگ سن ہوتے محسوس ہو رہے تھے سب سے بڑی الجھن تھی کہ پاؤں پر مہندی لگنے کے باعث اسے ایک ہی نشست پر کافی دیر بیٹھنا تھا جو کہ اس کی سرشت میں تھا ہی نہیں اسے فراغت سے چڑ تھی نت نئے کاموں میں خود کو مصروف رکھتی تھی۔ وہ بہت سے کام خلاف مزاج کرنے لگی تھی کیوں؟ وہ خود سے یہ سوال کئی بار کرتی تھی کیوں وہ بدلنے لگی اپنی زندگی کسی اور کی منشا کے تحت گزارنے لگی تھی ضامن ابدی کا خیال آتے ہی اس کے لبوں پر مسکراہٹ سج گئی تھی۔

اس نے انتہائی بے ثبات غیر مستحکم زندگی گزاری تھی اسکول جاتے وقت ماسٹر امیر نے نصیحت کی تھی کہ......

(اموزہ تمہارا سائبان بوڑھا ہے خود کو اپنے ہی وجود کی ڈھال میں تحفظ دینا دنیا کے پنجے بہت نوکیلے ہیں) اموزہ اپنوں

کے خار دار رویے دیکھ چکی تھی مزید نو کیلے پنجوں کے خوف نے اسے ہر ایک سے نالاں اور اپنے ہی وجود کے خول میں بند کردیا وہ اجنبیوں سے اجتناب کرنے لگی رفتہ رفتہ اس کی عادت پختہ اور زبان زہر خند ہوتی چلی گئی تھی۔

ضامن ابدی بھی اسے عام اجنبیوں کی طرح نامہرباں لگا تھا مگر رفتہ رفتہ ضامن ابدی کی حلیم الطبع پروقار انداز وگفتار اس کی تلخیوں کو گھٹانے لگے اور دفعتاً ایک ہولناک واقعہ نے ضامن ابدی کو محض ایک اجنبی سے دلنواز کردیا اور پھر اس فدائی نے دلداری کے تمام اعزاز اپنے نام کیے یہاں تک کہ آج وہ اس کے نام کی مہندی ہاتھوں پر سجائے اس کے خیالوں میں مگن تھی۔

"لگتا ہے اموز کو مہندی راس آہی گئی۔" ہاجرہ نے اموز کے پرسکون وجود کو دیکھ کر آنکھیں بھینچ کر کہا تھا۔

"کیسے نہ راس آتی اس مہندی نے اس کے ہاتھوں پر ابدی کا "A" جو سجا دیا ہے۔" صبوحی نے بھی حسب توفیق چھیڑ خانی میں حصہ لیا تھا اس کے واضح کرنے پر اموز نے اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر "A" کے نقش کو چاہت سے دیکھا تھا وہ ابدی کو صرف اس کے ہاتھ پہ دیکھ سکتی تھیں اموز کے من آنگن میں وہ کتنے دور تک پڑاؤ ڈال چکا تھا وہ دیکھنے سے ان کی نگاہیں قاصر تھیں۔

آج مایوں مہندی کی ایک ساتھ رسم کی گئی تھی' اگلے دن نکاح اور رخصتی تھی رخصتی کیا تھی ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک کا سفر تھا وہ اپنے کمرے میں آگئی تھی اور سخت تھکاوٹ محسوس کررہی تھی اس کا جسم اکڑ گیا تھا اور مہندی کی وجہ سے وہ خود کو زنجیروں میں جکڑا محسوس کررہی تھی صبوحی' ہاجرہ اور دیگر دوستیں طعام کی غرض سے باہر گئی تھیں اس کی گردن دکھ رہی تھی اور وہ اپنے ہاتھوں سے دبا بھی نہیں سکتی تھی۔

"صبوحی میری گردن دباؤ سخت اکڑاؤ ہے۔" آہٹ محسوس کرکے اس نے آنکھیں موندے پیٹھ موڑے بغیر تھکان زدہ لہجے میں کہا تھا۔

ہاتھوں کے ہلکے سے دباؤ نے اسے فرحت بخش احساس دیا تھا ڈھن میں کمی واقع ہوئی تھی مگر اس کے وجود میں سنسناہٹ سی دوڑ رہی تھی ہاتھوں کا لمس وجود کو گدگدا رہا تھا اس نے بے اختیار اپنی گردن کی پشت کو سہلاتے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھ کر ٹٹولے تھے مضبوط چوڑے وزنی ہاتھ نے اسے ساکت کردیا تھا۔ اموز نے ہاتھوں کو اپنی گردن سے جدا کرکے سرعت سے گردن موڑ کر دیکھا تھا۔ ضامن ابدی روشن آنکھوں' سفید چہرے اور نرم مسکراہٹ کے ساتھ اس کے روبرو تھا وہ سراسیمہ ہوگئی تھی وہ تو پہلے ہی آنے والے کل کی بابت سوچ کر ہراساں تھی کہ یہاں تو بنا بتائے انہونی ہوگئی تھی وہ جھٹکے سے دور جا کھڑی ہوئی تھی اسی ہڑبونگ میں اس کی مہندی جھنجلا اٹھی تھی۔

"خیال سے اموز رنگ حنا چڑھنے سے قبل بکھر جائے گا۔" ضامن ابدی اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے اس کی اندر کی کیفیت سمجھ رہا تھا اس کے بوکھلانے پر شرارت سے گویا ہوا۔

"آپ اور آپ کے شوق نے کسی کام کا نہیں چھوڑا۔" اموز نے منہ بسورتے ہوئے مہندی سے ہونے والی دشواریوں کی شکایت کی تھی۔

"یہی شکایت تو ہمیں آپ سے ہے واقعی آپ سے مل کر ہم کسی کام کے نہیں رہے۔" ضامن ابدی نے بیڈ سے اٹھ کر اس کے آدھے ڈھلکے آنچل کو اس کے شانوں پر برابر کیا تھا جسے وہ حسرت سے تک رہی تھی وہ تب تک بولتی تھی جب تک ضامن ابدی فاصلوں پر ہو اس کا قرب اختیار کرتے ہی وہ بے زبان ہرنی بن جاتی تھی۔

"اموز آج کے لیے میری اس خواہش کو خوشی سے پورا کرلو صرف ایک بار میرے لیے جی لو شاید اس کے بعد تمہیں زندگی اپنے طور پر گزارنی پڑے۔" کیا کہہ رہا تھا ضامن ابدی وہ ان سب کو کس بات کے لیے تیار کررہا تھا وہ ہک دک رہ گئی تھی خوشی کے لمحات میں وہ کون سا فسانہ چھیڑ رہا تھا' اموز کے اندر سے جانے کیا طوفان اٹھے تھے کہ وہ بے قراری سے اس کے سینے سے لگ گئی تھی اس کے گرم خوف زدہ آنسو ضامن ابدی کے سفید کرتے کو بھگونے لگے'

ضامن ابدی اسے رلانا نہیں چاہتا تھا مگر یہ خطا اس سے سرزد ہو چکی تھی۔

وہ اپنی غلطی کا ازالہ کرنا چاہتا تھا اسے بانہوں میں لے کر خوشی کے رنگوں میں بھگو دینا چاہتا تھا وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ جو پل وہ ایک ساتھ گزاریں وہی زندگی ہے مگر اس کے سیل فون کی بیپ اور جاں سوز خبر نے اس کے سپنے ادھورے کردیئے وہ نرمی سے اموز کو خود سے الگ کرتا تیز رفتاری سے چلا گیا تھا' اموز کو خوف کے اژدھوں میں گھرا چھوڑ کر۔

☆

میجر احسان زخموں کی تاب نہ لاکر شہادت سے سرفراز ہوگئے تھے پاک آرمی میں غم وغصے کی شدید لہر دوڑ گئی تھی' چھ ماہ کے اندر دو میجر' تین کیپٹن اور کئی سرفروش سپاہی شہادت کے رتبے پر فائز ہوگئے تھے مگر ماسٹر پرویز کا خونی دماغ ہنوز آزاد تھا رنج وغم کے عالم میں اعلیٰ انتظامیہ نے سپاہیوں کے جوش وخروش کو سامنے رکھتے سیکرٹ مشن کو آخری شکل دے دی تھی صف شکن مجاہد اور جانباز سپاہی جانوں کے نذرانے لیے کمر بستہ تھے۔ کیپٹن ضامن ابدی خود کو ہر قسم کے حالات کے لیے تیار کیے ہوئے تھا۔ اس کے گھر میں شادی کے شادیانے بج رہے تھے کوئی اس کے نام کی مہندی ہاتھ میں سجائے اپنا روم روم اس کے لیے سنوارے اس کی منتظر تھی۔ کرنل جاوید جو اس کے اساتذہ اور رہنماؤں میں سے تھے اس کی حتمی تیاریوں کو دیکھتے اور گھر جانے سے گریز کو دیکھتے اس کے پاس چلے آئے تھے اس کی شادی کا کارڈ ہر ایک کی میز پر دھرا تھا۔

''کیپٹن ابدی تمہیں مٹی کا حق ادا کرنے سے قبل اپنے پیاروں کے ادھار بھی تو چکانا ہے زندگی جتنا وقت دیتی ہے اسے خوب جیو اپنے رب سے سرخرو ملنے کی خواہش بھی رکھو تو اپنے پیاروں میں لوٹ آنے کی آرزو مٹنے مت دو اپنے گھر جاؤ یہاں تک کہ تمہیں پکارا نہ جائے۔'' کرنل جاوید نے اسے زندگی کے دوسرے رخ کی طرف رستہ دکھایا تھا وہ جی بھر کے جینے کے لیے لوٹا تھا تقریب اپنے عروج پر تھی صرف اس کی آمد کا انتظار تھا نکاح کا فریضہ ادا کیا گیا خوشیوں سے دامن کو بھرا گیا تھا۔

سرخ کامداری شرارے میں وہ راحت جاں اس کے بوجھل اور تناؤ زدہ دماغ کو مہکا رہی تھی ضامن ابدی کے روم میں اس کے بیڈ پر سرخ گلابوں کے بیچ وہ بھی گلاب لگ رہی تھی مگر اس نے اپنا گلاب ڈھونڈ نکالا تھا کیونکہ اس کلی کے ہاتھ رنگِ حنا سے مزین تھے اموز کے پاس بیٹھتے ہی ضامن ابدی نے بے اختیار کہا تھا ''خیرہ کن'' اموز کے شرگیں عارض نے اس خطاب کو بسر وچشم قبول کیا تھا۔

''اموز تم نے غیر یقینی صورت حال میں میرا ہاتھ تھام کے مجھے اپنا مقروض کردیا ہے گر حیات وفادار رہی تو سود سمیت یہ قرض لوٹا دوں گا۔'' ضامن ابدی نے پھوار کی طرح برستے ہوئے سرگوشی میں کہا تھا۔

''اور میں آپ کو آپ کے وعدوں سے مکرنے نہیں دوں گی۔'' اموز نے اس کی بانہوں میں منمناتے ہوئے کہا تھا ضامن ابدی اس کی لڑکھڑاتی دھمکی پر ہنس دیا تھا۔

''تمہارا وجود' تمہاری ادائیں ہی نہیں تمہارا قہر وغضب بھی خیرہ کن ہے۔'' ضامن ابدی نے اس حصہ کو چھوا تھا جس سے وہ شعلے برساتی تھی وہ نکھرتا جارہا تھا اور اموز سمٹتی جارہی تھی وہ ہر گھڑی سے چاہتوں کا رس نچوڑ رہے تھے۔

''گرچہ سمندر اور کان کے پاس موتیوں کا تحفہ نہیں لے جایا جاتا مگر دل کی سرکشی ہے کہ تمہارے دل میں ہی نہیں ہر ذرہ وجود پر صرف ابدی کندہ ہو۔'' ضامن ابدی نے اپنے گلے سے ''A'' الفابیٹ سے سجا وائٹ گولڈ کا لاکٹ اتار کر اموز کی نازک لانبی گردن کی زینت بنادیا تھا اس کے ہاتھوں پر حنا سے ''A'' نقش تھا تو گلے میں اس کی چاہت کی زنجیر رقصاں تھی وہ ابد تک ابدی کی امانت بن گئی تھی۔

☆
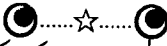
علی الصبح نرم گرم لمس سے اس کی آنکھ کھل گئی تھی ضامن ابدی اس پر سایہ فگن تھا کچھ دیر قبل ہی تو ضامن ابدی نے اسے سونے کی اجازت دی تھی ابھی تو سورج کی آمد بھی نہ ہوئی تھی وہ عنبرین خمار نیم وا آنکھوں سے اسے

تکنے کی کوشش کر رہی تھی ضامن ابدی خود پر اختیار نہ رکھ سکا اور اس کے ہوش میں آنے سے قبل اپنے ہوش کھو بیٹھا تھا' اموز نے آنکھیں موند کر خود کو سرکشی کے سپرد کر دیا تھا مگر اس کے چہرے سے کچھ ٹکرایا تھا کیا تھا وہ جو ضامن ابدی کے سینے پر سجا اموز کی آنکھوں میں چبھا تھا وہ دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔

Three Pips کیپٹن کا علامتی نشان اسے دنگ کر گیا تھا ضامن ابدی یونیفارم میں تھا اموز کی سستی اور اٹینشن رفو چکر ہو گئی تھی وہ شام گئے تو لوٹا تھا۔

"کہاں کی تیاری ہے؟" اس نے حیرت سے دریافت کیا اور جواب نے اسے مبہوت کر دیا تھا۔

"جہاد پر......"

"ابدی......" اموز نے سہم کر پکارا تھا اسے لگا وہ کچھ غیر متوقع سننے والی ہے۔

"کیپٹن ابدی کہو اموز' تمہیں یاد تو ہوگا اموز تم نے ایک مجاہد سے رشتہ جوڑا ہے۔"

"قلب کی گہرائی تک یاد ہے مگر......" اموز کے سوال کا متن شاید وہ جانتا تھا اسی لیے اس کی انگلی اموز کے لبوں پر آ کر اسے مزید کچھ کہنے سے روک گئی تھی۔

"تو پھر یہ بھی یاد رکھو اموز کسی مجاہد سے کیوں' کیسے کا استفسار نہیں کرتے' وطن کی پکار پر لبیک صرف ایک سپاہی نہیں کہتا' اس کے پیارے بھی "حاضر ہیں" کہتے ہیں۔ مجھے اپنی مٹی کا قرض اتارنے جانا ہے اموز' اگر مجھے روکنے کا خیال دل میں آئے تو وہ منظر ضرور یاد کر لینا جب ہنستے' کھیلتے زندگی جیتے وجود چیتھڑوں کی صورت ہوا میں بکھر گئے تھے' وہ اپنے پیاروں کے ٹکڑوں پر ماؤں کا گڑگڑانا اور باپوں کی بے بسی وہ منظر تم بھلا تو نہیں پائی ہوگی۔" ضامن ابدی شاپنگ مال کے بم بلاسٹ کے آنکھوں دیکھے دکھ کو لفظوں میں بیان کر رہا تھا۔

"میں اس دن کے بعد سے ایک رات نہیں سویا' کیا خون خلق اتنا ارزاں ہے' ارض پاک اتنی لاوارث ہے کہ اس پر جب چاہے خونی بساط بچھا دی جائے یہ پاک زمین اتنی بے مول نہیں اموز نہ ہی مسلم ماؤں نے مجاہد پیدا کرنے چھوڑ دیے ہیں۔ درندوں کو دکھانا ہے کہ فلک بوس دیوار کیا ہوتی ہے' میں جس مشن میں اپنی ادنیٰ شرکت کا طلب گار تھا میرے اللہ نے مجھے اس سیکرٹ مشن کا سپہ سالار بنا دیا ہے' اموز مجھے بلاوا آیا ہے ایک ایسے کام کے لیے جس کا انجام مٹا دینا ہے یا مٹ جانا ہے۔" ضامن ابدی اسے آمادہ یا تیار نہیں کر رہا تھا' محض مطلع کر رہا تھا کیونکہ اموز کی آمادگی و غیر رضا مندی اس کی جرأت و حوصلے کے آگے بندش نہیں باندھ سکتی تھی اس کا جذبہ سرفروشی قدم بڑھانے کو تیار تھا۔

"یاد رکھنا اموز جنگ صرف میدان میں نہیں لڑی جاتی نامساعد حالات میں عزت و وقار سے جینا بھی جنگ کرنے کے مترادف ہے اور مجاہد صرف وہ نہیں جو جہاد کرے اپنے پیاروں کو فی سبیل اللہ روانہ کرنے والے بھی مجاہد ہیں تم اس جہد مسلسل کے لیے ہمت جمع رکھو اور مجھے مسکراتے لبوں سے رخصت کرو۔" ضامن ابدی نے پُرحدت لب اس کی سہمی پیشانی پر ٹکا دیے تھے وہ اس کی ہر بات دل کی گہرائیوں سے تسلیم کر رہی تھی پھر نہ جانے کیوں وہ بلکتے آنسو اس کے گالوں کو تر کرنے لگے تھے۔

☾......☆......☾

بہت کچھ کہا تھا ان دونوں نے بند لبوں سے بھی اور لفظوں سے بھی مگر وہ ایک بات جو وہ سننا نہیں چاہتی تھی تو ابدی کہنا بھی نہیں چاہتا تھا مگر نزاکت وقت نے وہ الفاظ ادا کر دیے تھے۔

"اموز میرے لوٹ آنے کی خواہش بھی رکھنا اور دعا بھی کرنا مگر دعا خالی لوٹ آئے تو میرا انتظار مت کرنا۔" ضامن ابدی نے اسے سینے سے لگا کر نشتر سینے میں اتار دیا تھا اور اس کی تڑپ کو دیکھے بنا آگے بڑھ گیا تھا۔

اباجی کے شانے ڈھلکے ضرور تھے مگر جھکے ہوئے نہ تھے وہ پُرعزم بھی تھے اور پژمردہ بھی ضامن ابدی کے ماتھے پر ضعیف لبوں سے بوسہ دے کر کہا تھا۔

"میں تمہارے اس فیلڈ میں جانے کے اسی لیے حق میں نہیں تھا کہ اس راہ کو اپنانے والوں کو درد سہنا پڑتا ہے

جدائی کا' خوف کا یا باپ کو بیٹے کا جنازہ نصیب نہیں ہوتا یا بیٹے کو باپ کا' میرا پروردگار مجھے تیرا بوجھ اٹھانے سے پہلے اٹھالے۔" اباجی کی حالت غیر ہونے لگی تو وہ یک دم اسے شانے سے الگ کیے رخ موڑ گئے تھے وہ اسے روک نہیں سکتے تھے اور جاتا ہوا دیکھنے کی ہمت بھی نہ تھی۔

"اماں......" کوئی لفظ ادا نہ ہوا تھا اور مہربان آنکھوں سے کوئی اشک نہیں بہایا تھا اس جانباز ماں نے بوسوں سے اپنے لخت جگر کا چہرہ تر کرکے اسے سپرد اللہ کیا تھا' ہمت وشجاعت کی اس سے بڑھ کر کوئی داستاں رقم ہوسکتی ہے جو ایک ماں اپنے جواں' خوبرو دل گوشہ کو وطن وایمان پر نثار کردے کوئی نشان حیدر ایسا نہیں ہے جو ایک ماں کے حوصلے پر بطور داد وتحسین دیا جاسکے۔

"مجھے کہنے سے مت روکیے گا کہ آپ کے نام کی حنا میرے ہاتھ سے کبھی مٹے گی نہیں۔" اموز نے گیٹ سے نکلتے ضامن ابدی کا ہاتھ تھام کر کہا تھا مگر وہ سر پر کفن باندھ چکا تھا اس نے مڑ کر نہیں دیکھا نہ اباجی کے خوف کو نہ اماں کی خاموش لبوں کو اور نہ ہی اموز کے رنگ حنا کو۔

گر دیکھا تو لہو رنگ ارض پاک کو جسے پاک وصاف کرنے کے لیے گر اس کی جان بھی کام آجاتی تو اور اسے چاہیے کیا تھا؟

☾......☆......☾

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارہ
شباب جس کا ہے بے داغ ضرب ہے کاری

بارہ مردان کار جری' جرأت مند' سب شکن' جانباز مجاہد میجر ضامن ابدی جسے ہنگامی طور پر ایک کٹھن معرکے کے لیے ذمہ داری سونپی گئی تھی کی سربراہی میں کیپٹن طارق' کیپٹن جنید' کیپٹن احمد اور دیگر بلند حوصلہ سپاہیوں کا قافلہ لمحہ بہ لمحہ اپنے ٹارگٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اصول وضابطوں کی بھٹی سے گزر کر کندن ہوئی پاک سیکرٹ سروس گروپ کے نگہبانوں نے جانے کتنی گہری کھائیاں' دشوار گزار گھاٹیاں' بلند وبالا پہاڑ' پُر خطر جنگل' بپھرے ہوئے دریا' برف زار موسم کی شدت برداشت کی لمحہ بہ لمحہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وطن عزیز کے دشمن کی پناہ گاہ اس آہنی قلعے کو ریت کا ڈھیر بناڈالا تھا۔ جسم تندرست وتوانا تھے تو خطروں سے پنجہ آزمائی کا حوصلہ بھی خوب تھا۔ غلبہ پانے کی امنگ ناقابل شکست تھی دشمن حیران تھے کہ کن سے ٹکرائے ہیں خود کو قلعہ بند سمجھنے والے درندے خاک ولہو میں نہا گئے تھے کیونکہ مد مقابل بارہ سپاہی نہیں بارہ قلعے تھے ہر سپاہی بذات خود آہنی چٹان تھی' میجر ضامن ابدی نے دیئے گئے مشن کے عین مطابق شاہین کا تجسس آزمایا تو کبھی عقاب کی نگاہ بن گیا' کبھی چیتے کی طرح لپک جھپک دکھائی' کیا چھپایا' کیا گھاٹ' کیا گشت وہ سخت جاں سخت کوش دنیا میں تب آیا جب ماسٹر پرویز کا درندہ صفت وجود پاک آرمی کی ٹھوکر کے نیچے تھا راتوں رات میجر ضامن ابدی کی ایما پر کیپٹن احمد اسے کال کوٹھریوں میں لے گئے تھے جہاں فوجی عدالت نے اسے فوراً پھانسی کی سزا سنائی تھی۔

اللہ غارت کرے میر جعفر کو جو ہر دور میں ہماری صفوں میں کسی نہ کسی صورت مل جاتے ہیں ایک کامیاب ولولہ انگیز ہیڈک اچیو کرنے کے بعد جبکہ ضامن ابدی اپنے ساتھوں سمیت ایک محفوظ پناہ گاہ میں تھا اور ہیڈ کوارٹر سے آنے والے اگلے حکم کا منتظر تھا اس نے اپنی اموز کو ای میل سینڈ کی تھی اپنی کامیابی کا مژدہ سنایا تھا اور کامرانی کے ترانے بجائے تھے' جواباً اموز نے ایک ماہ کی روداد بتاتے ہوئے اسے مسرت سے سرفراز کیا تھا کہ وہ ایک حسین تحفہ خداوندی کا حق دار ہونے والا تھا۔

وہ اموز کو جلد از جلد ان کے درمیان واپس ہونے اور اس نعمت کا شکرانہ بجالانے کی نوید سنانے والا تھا کہ فضا دھماکوں سے گونج اٹھی تھی۔ دشمن نے شب خون مارا تھا وہ جو دشمن تھے ہی نہیں یہ تو وہ غدار تھے جنہیں انہوں نے پناہ دی تھی' قلعے سے بازیاب کرائے مغوی میں سے چند نے آخرت بیچ ڈالی تھی کیپٹن طارق اور چند سپاہی شجاعت سے مقابلہ کرتے جام شہادت نوش کر گئے تھے' میجر ضامن ابدی' کیپٹن جنید اور چند سپاہیوں کو محصور کردیا گیا تھا' اعلیٰ انتظامیہ تک معاملات پہنچ رہے تھے سر کے بدلے سر معاوضہ طے ہوا تھا'

ماسٹر مائنڈ پرویز کی رہائی کے بدلے میجر ضامن ابدی کی پیشکش کی گئی تھی۔

پاک فوج چھ ماہ میں اپنے کتنے ہی جری سپاہی اور عظیم سپہ سالاروں کی قربانی دے چکی تھی اور ایک نوآموز اور ایک جواں آزمودہ کار اولاد کی موت کا دکھ جس طرح الگ الگ ہوتا ہے یونہی ٹرینڈ یافتہ اور کندن ہوئے مجاہد کی شہادت اپنی اپنی جگہ عظیم نقصان ہوتا ہے۔ پاک انتظامیہ نے شرائط تسلیم کرلی چند ہی دنوں میں پھانسی دیئے جانے والے ماسٹر پرویز کو رہا کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس کے بدلے میجر ضامن ابدی اور ساتھیوں کو حوالے کرنے کا معاہدہ طے پا گیا تھا۔ اندرون خانہ کیا کیا معاملات طے پا رہے تھے وہ بین الفریقین کے ساتھ مجاہدین کی فیملیز کے بھی علم میں تھے میڈیا اور باقی قوم اس سے ناواقف تھی۔

ابا جی اماں اور اموز دعاؤں مناجات میں سرتاپا غرق تھے ضامن ابدی سے بخیر وعافیت روبرو ملاقات کے لیے رب کریم کے سامنے بسجود تھے مگر میجر ضامن ابدی کی نگاہ آسمانوں سے آگے تھی اور حوصلہ ان چٹانوں سے بھی بلند تھا جس میں وہ محصور تھا اپنے ساتھ موجود پانچ ساتھیوں سے مخاطب ہوا۔

"میرے ساتھیوں اپنے پیاروں میں لوٹ جانا پسند کرو گے یا اس بات کو ترجیح دو گے کہ ہمارے ہم وطن مزید اپنے پیاروں کو نہ روئیں۔" ضامن ابدی نے سرفروشوں سے جاننا چاہا تھا جن کا عزم ماتھے پر درج تھا۔

"ماسٹر پرویز کوئی ایک مردود نہیں مگر وہ بیک بون ضرور ہے ملک دشمن قوتوں کی وہ پھر لوٹ آئے گا اپنے خونی دماغ اور وحشی چالوں کے ساتھ ہماری اب تک کی جہد رائیگاں جائے گی ہماری قوم پھر سے بے اماں ہوجائے گی ہمارے ان ساتھیوں کی شہادت لاحاصل جائے گی جو ہمارے ساتھ باطل کو مٹانے کا عزم لے کر چلے تھے یہ بوجھ اپنے سینوں پر اٹھائے کیسے لوٹ سکو گے اپنے گھروں کو؟" ضامن ابدی پُرجوش بھی تھا اور ولولہ انگیز بھی جذبہ شہادت ان سب کے لہو میں گردش کررہا تھا۔

"تو کیا خیال ہے؟ آسمانی امداد کا انتظار کریں یا اپنے زور بازو سے توڑ دیں دشمن کی کمر۔" ضامن ابدی نے علم بلند کیا تھا اور غیور نوجوانوں نے لبیک کہا بند کمرے میں ان کا حصار کیے ان کے سر کی قیمت لگانے والے کئی سو مسلح گیدڑوں کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ کچھ ہی دیر میں رہائی پانے والے چھ آہن صفت ان پر قیامت برسا دیں گے میجر ضامن ابدی اور ان کے جانبازوں نے یک دم دھاوا بول کر ان سب کو خاک چاٹنے پر مجبور کردیا عظیم فتح حاصل کرکے کیپٹن جنید اور دیگر مرد میدان نے ماسٹر پرویز کی امیدوں کو تار تار کرکے خود شہادت کو گلے لگایا اور دین ودنیا میں سرخرو ہوگئے آرمی انتظامیہ جب ماسٹر پرویز کو تختہ دار پر چڑھا کر ان تک پہنچی تو سب کی شہادت کے کفن میں لپٹی ہستیاں مل گئیں سوائے میجر ضامن ابدی کے جس کی للکار اب بھی فضا میں گونج رہی تھی۔

اے چار سوئے زنداں سے ڈرانے والوں
تم نے ہمیں میدان فرات میں دیکھا ہی نہیں ہے
رب کعبہ کی قسم زندہ و جاوید ہیں ہم
ہم نے موت سے ڈرنا تو سیکھا ہی نہیں ہے

......☆......

"کاش میں تمہارے حسن کے نازک موتی کو عشق کے ہار میں پرو پاتا
کاش میں تمام عمر تمہارے ساتھ ہم خواب رہ پاتا مگر میری چاہت اور میرا فرض الگ الگ راہوں کے مسافر ہیں اور مجھے ان راہوں کو اپنانا ہے جہاں میرا فرض میرا منتظر ہے۔" یہ وہ آخری ای میل تھی جو ضامن ابدی نے سینڈ کی تھی اور اس کے بعد سے ان پانچ برسوں میں کوئی پیام آیا نہ سلام اموز اشکوں کا بوجھ اٹھائے دلشاد احمد کے سامنے روداد سفر بیان کررہی تھی۔

"اموز اس مرد آہن کے لائق میرے پاس الفاظ نہیں صرف ایک آخری بات کیا تم اس لائن پر نہیں سوچتی کہ اس عظیم معرکے میں ضامن ابدی بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہید......"

"نہیں......" اموز نے سختی سے آنسو پونچھتے دلشاد احمد کی بات ایک بار پھر متانت سے رد کردی تھی۔

"میری حنا جب تک مہک رہی ہے میری امید قائم ہے۔" وہ حتمی لہجے میں کہتی واپس پلٹ گئی تھی دلشاد احمد اسے روکنے کی شدید چاہت پر عمل نہ کرسکا۔

☾......☆......☾

جمال بن کر میری آنکھ میں سماتے ہو
خیال بن کر میرے دل کو گدگداتے ہو
کمال بن کر میری زندگی بناتے ہو
وصال بن کر میرے حوصلے بڑھاتے ہو
سوال بن کر خیالوں میں ستاتے ہو
زوال بن کر پیار کی انتہا سمجھاتے ہو
خدا گواہ ہے......!
مجھے تم بہت یاد آتے ہو......!

اموز ابدی نے دردِ دل ایک بار پھر ہواؤں کے سپرد کردیا تھا ایک سال اور بیت گیا تھا وہ سال مزید حزن والم ان کے دامن میں ڈال گیا تھا' کیا کیا طوفان نہ دیکھے تھے اس نے اس عرصے میں...... اماں کا ضعف حد سے سوا تھا ان میں زندگی اتنی ہی باقی تھی کہ وہ تمام وقت داخلی دروازے کو تکتی رہتی تھیں عرشان ابدی انتہائی ذہین وفطین اور حساس بچہ ان سب کی سانسیں لینے کا واحد مقصد بہت سمجھدار ہوگیا تھا اس کے لہجے میں ضامن ابدی بولتا تھا تو چال ڈھال میں بہادر باپ کا عکس تھا' سنہرے گھنگریالے بال اور چمکتی سبز آنکھیں وہ ضامن ابدی کا آئینہ تھا اور ابا جی اپنے جگر گوشے کی راہ تکتے بالآخر خالق حقیقی سے جا ملے تھے یہ سال انہیں کتنے دکھ دکھا گیا تھا۔

کتنے اذیت ناک لمحات تھے وہ جب انہیں اپنا گھر وہ پناہ گاہ جسے ضامن ابدی نے ان کے لیے تعمیر کیا تھا اور جہاں وہ آخری بار ان سب سے روبرو ہوا تھا' وہ انہیں چھوڑنا پڑا تھا انہیں وہ محلہ' وہ گلیاں جہاں سے آخری بار ضامن ابدی گزر کر گیا تھا ہمیشہ کے لیے خیر باد کہنی پڑی تھیں۔ اس قیامت کے باعث جو اس رات گزری تھی جب وہ دلشاد احمد کی جاب سے ریزائن کرآئی تھی' کیونکہ وہ ان جذبات کا خیر مقدم نہیں کرسکتی تھی جو دلشاد احمد کے دل میں موجزن تھے وہ اس کی تنہائیوں کا ساتھی بننا چاہتا تھا اس کے ہجر کے دکھ کو کم کرنا چاہتا تھا' مگر وہ اپنے رنگِ حنا پر سمجھوتہ کرنے کو تیار نہ تھی۔ ہر گزرتا دن اموز کو مزید بے امان اور دلشاد احمد کی چاہت کو بڑھاتا جارہا تھا' اموز کے لیے دلشاد احمد کی خواہشات کو رد کرنا ایک تھکا دینے والا مرحلہ بن گیا تھا۔

"اموز اس حقیقت سے کب تک نگاہ چراؤ گی کہ تم ایک شہید کی بیوہ ہو غازی کی بیوی نہیں۔" دلشاد احمد نے دل چیرتے جذبات سے مغلوب ہوکر اس کٹھور کو شانوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا تھا کیوں وہ اس کے حیات بخش وجود سے روگرداں تھی۔

"شہید کی بیوہ ہو یا غازی کی بیوی ہر دو صورت مفاخر ہوں یہ تمغہ ماتھے پر سجائے جیوں گی تب تک انتظار کروں گی جب تک غازی میرے پاس لوٹ آئے یا میں شہید سے جاملوں۔" اموز ضامن ابدی کے نام کی حنا لگے ہاتھوں سے دلشاد احمد کی چاہت رد کیے اس کی جاب کو خیر باد کہے واپس گھر آئی تھی جہاں ہوس کی ایک نئی کہانی اس کی منتظر تھی۔

آذر نعیم سر بازار تھپڑ سے بیخ پا انسانی لبادہ اتارے اپنے اصل روپ میں آگیا تھا اس جانور نے ابا جی کو ان کے بڑے بھائی کی وفات کی جھوٹی اطلاع دے کر گھر سے روانہ کیا اور دروازہ لاک کرتی اموز پر جھپٹ پڑا تھا' اپنے گھر میں اپنی چھت تلے اماں کے معذور وجود کے سامنے وہ اس وحشی سے نبرد آزما تھی خود کو اس کے ناپاک ارادوں سے محفوظ کرنے کے لیے کمزور سہاروں کو تھام رہی تھی اماں کا چیخنا چلانا کسی کان تک نہیں پہنچ رہا تھا وہ اپنے بیٹے کی امانت بچانے آگے بڑھی تھیں بے جان ٹانگوں میں انہیں سنبھالنے کی سکت نہ تھی اور وہ زمین پر گر پڑی تھیں' ان کا سر میز سے ٹکرایا تھا۔ شدید شور کی آواز سے عرشان کی آنکھ کھل گئی تھی وہ دوڑا دوڑا آیا تھا' سامنے کا منظر اس کے لیے نہ سمجھ میں آنے والا مگر ہیبت ناک تھا' اس کی بہادر ماں انتہائی بے

بس تھی اور کوئی درندہ اس پر مسلط تھا دادی ماں زمین پر زخمی حالت میں گری تھیں۔

”عرشمان کسی کو بلاؤ“ اماں نے معصوم بچے کو رستہ دکھایا تھا عرشمان کو باہر کی سمت دوڑتا دیکھ کر آذر نعیم ایک ہاتھ سے اموز کو دبوچے عرشمان کی طرف بڑھا تھا اموز نے موقع ملتے ہی ہاتھ لگا گلدان اس کے سر پہ مارا تھا جس سے وہ لڑکھڑایا تھا اور اس کی جیب سے پسٹل گر گیا تھا عرشمان کو ماں کی غیر حالت دیکھ کر جانے کیا سمجھ آیا تھا اس نے اموز کی طرف متوجہ آذر نعیم کو دھکا دے کر اسی کا گرا پسٹل اٹھا کر ایسے ہی ٹریگر دبا دیا تھا جیسے کھلونا پستول کو چلا دیتے ہیں۔

اباجی کو چند فاصلے پر ہی انہونی کے ناگ ڈسنے لگے تھے وہ لوٹ کے آئے تو گھر کا اندرونی منظر ناقابل یقین تھا اماں قدرے فاصلے پر زمین پر دراز تھیں اموز کے پاس گرے آذر نعیم کی ٹانگ پر گولی لگی تھی اور ان کا محافظ ننھا عرشمان ہاتھ میں پسٹل لیے کھڑا تھا اباجی نے لمحوں کی تاخیر کیے بغیر عرشمان کے ہاتھ سے پسٹل لے کر اسے سینے سے لگا لیا تھا اموز خود کو سمیٹتی اپنے لخت جگر کو خود میں بھینچ رہی تھی چند لمحوں میں اماں کو بستر پر لٹائے وہ ڈاکٹر سے چیک اپ کرا رہے تھے پولیس کی بلا آخر آمد ہو ہی گئی تھی آذر نعیم کو زخمی حالت میں گرفتار کر لیا گیا تھا اباجی کو ضروری تفتیش کے لیے ساتھ لے جایا گیا تھا۔

اگلے دن اباجی لوٹ کے آئے تو اپنے ساتھ اپنے آبائی گاؤں کے ٹرین کے ٹکٹ لے آئے تھے انہوں نے زبان سے کچھ نہ کہا تھا نہ سوال کرنے کی اجازت دی تھی وہ دل گرفتہ گھرانہ راتوں رات وہ شہر وہ گلیاں وہ مسکن چھوڑ آئے تھے اس رات کا منظر وہ بے سروسامانی وہ بے بسی ولاچاری اپنی ہی چھت تلے ذلت و رسوائی کا وہ عالم اباجی کی ناتواں برداشت سے باہر تھا وہ اس رات پولیس اسٹیشن میں اٹھائے گئے گھٹیا تفتیشی ہتھکنڈے وہ جگتیں بھول نہیں پاتے تھے اور انہی تکلیفوں سوچوں کے ساتھ وہ زندگی سے ناتہ توڑ گئے تھے۔

اموز کے دوریوں کا سفر اپنانے کی خبر انس اور ہاجرہ کو بھی دو دن بعد ملی عورت ذات سے بدظن انس اموز کی وفا اور باعصمت انتظار کی سامنے سرنگوں ہو گیا تھا وہ اس کے بارے میں کہے ناروا لفظوں کے باعث اس کے سامنے آنکھ اٹھانے کے قابل بھی خود کو نہیں سمجھتا تھا کیونکہ وہ دلشاد احمد کی دیوانگی سے بھی واقفیت رکھتا تھا جانے کہاں سے اس کا ایڈریس حاصل کیے دلشاد احمد آئے دن اسے کال کر کے اموز کا پتہ معلوم کرتا تھا جو انس آئیں بائیں شائیں کر کے ٹال دیتا تھا۔ انس حیران تھا اموز کس سانچے میں ڈھلی عورت تھی جس کی زندگی میں چاہت کی پھوار چند گھڑی برسی تھی اس کے بعد ایک طویل غیر یقینی بے امید انتظار تھا جس کے سامنے قدرت نے جینے کا ایک اور موقع رکھا تھا دلشاد احمد کی بے غرض امید افزا چاہت جس کے لیے نگاہیں فرش راہ کیے ہوئے تھی اور وہ سب سدا من جھاڑے ایک رنگِ حنا کے لیے زندگی وقف کر چکی تھی عورت تو اس کا نام تھا۔

☆

اموز کے لیے کتاب زیست میں کیا درج تھا وہ شکوہ کناں تھی وہ سکوت ہجراں میں مدغم ہو گئی تھی اور جوگن کا روپ دھارے تقدیر کے ہر فیصلے کو تسلیم کیے ہوئے تھی پھر کیوں اس کا پرسکون ندی کی مانند بہنا بھی حالات کو گوارہ نہ تھا ہر روز ایک نئی ستم ظریفی اسے آزمانے چلی آتی تھی۔

عرشمان کو گاؤں کا ماحول راس نہیں آیا تھا وہ اسٹینڈرڈ اسکول سے آیا تھا گاؤں کا نیم پرائیویٹ اسکول اس کی ذہنی صلاحیتیں اس تعلیمی معیار سے مطمئن نہ تھیں وہ جب سے آیا تھا بیزار اور افسردہ تھا اور کئی دنوں سے جاری بارش اور آس پاس سیلاب کے باعث عجیب قسم کے وائرل حملہ آور ہو گئے تھے اس کا بخار اترنے کا نام نہیں لے رہا تھا مرض کی تشخیص ہی نہیں ہو پا رہی تھی اس کی زندگی کا پتہ دیتی باتیں جانے کہاں کھو گئی تھیں اموز اس کے لیے تڑپتی رہتی تھی دوسری طرف اماں ہڈیوں کی شدید تکلیف میں مبتلا تھیں صبر کا پیکر وہ واویلا نہیں کرتی تھیں مگر اذیت کے آثار ان کے چہرے سے ظاہر ہوتے تھے ان دونوں کے لیے اچھے ڈاکٹر سے

چیک اپ بہت ضروری ہوگیا تھا بالآخر اموز اماں اور عرشان کو لیے ایک سال بعد دوبارہ اسلام آباد آئی تھی ہاجرہ کے گھر میں سامان رکھے وہ انہیں ہاسپٹل لے گئی تھی۔ عرشان کو ٹائیفائیڈ کا مرض لاحق ہوگیا تھا جس کے لیے باقاعدہ علاج کی ضرورت تھی اور اماں کے لیے دواؤں کا بنڈل تھا اور اموز کے لیے واحد ذریعہ معاش اسکول ٹیچنگ تھی وہ سب نہیں چاہتے تھے حالات موافق تھے نہ دل میں اتنی سکت لیکن جانے تقدیر کیا سوچ کے انہیں واپس اسی گھر میں لے آئی تھی جہاں حسین لمحات بھی رقم تھے تو اذیت ناک یادیں بھی بکھری تھیں۔

وہیں اموز کو دیوانہ وار تلاشتے دلشاد احمد کی آمد ہوئی تھی وہ دکھنے میں مجنوں نہیں لگتا تھا مگر اس کی آنکھوں میں پیار درد بن کر ٹھہر گیا تھا' اموز اس کیفیت سے کیسے ناواقف ہوتی یہی گھاؤ تو اس کا بھی مقدر تھا۔

''اموز اپنے آپ کو پہچانوں خود سے غفلت مت برتو' زندگی کو جیو گزارو مت آنکھیں کھول کے دیکھو تمہارے آگے خوشیوں کا بیکراں سمندر ہے کیوں پیاسی رہنے پر تلی ہو۔'' دلشاد احمد اس کی چٹانی ضد سے سر پھوڑتے ہوئے التجا کر بیٹھا تھا اگر عشق نے گھائل کردیا تھا تو محبوب محرم راز بھی ہونا سنگ دل نازک جذبات کو کتر دیتی ہے۔

''سر آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں چند دن ہی سہی مگر میں اپنے حصے کی زندگی جی چکی ہوں اب مجھے صرف اپنے پیاروں کی زندگی کو سنوارنا ہے اور میرے جینے کے لیے یہ لگن کافی ہے۔'' اموز عشق کی جانے کون سی منزل طے کرچکی تھی ہر دستک کے لیے در دل بند کرچکی تھی۔

''تمہارے گل رنگ وجود' آتش فشانی جذبات کا کیا؟ موسم کی بارشیں' سردیوں کی راتیں' صبح کی کرنیں تم سے کچھ تقاضہ نہیں کرتیں سحر کا قافلہ تمہارا منتظر ہے اور تم اندھیروں کی خوگر بننا چاہتی ہو کیا یہ ناشکری نہیں۔'' دلشاد احمد ضرب آخر کا عہد کرکے آیا تھا' آج وہ اس چٹان سے سر پھوڑنے نہیں اسے توڑنے کے لیے آیا تھا۔

''نہیں یہ سب میرے لیے بے معنی ہے میرے ابدی کے بغیر مجھے صرف حنا کی مہک آتی ہے اور کچھ نہیں بھاتا۔'' اموز کا نچ تھی حالات نے سنگ کردیا تھا وہ نہ اندر کی سنتی تھی نہ باہر کی۔

''یہ حنا نہیں اموز محض ایک دھوکا ہے جو تم خود کو دے رہی ہو۔'' دلشاد احمد کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا تھا وہ بے رحمی سے بولا تھا۔

''رنگ حنا کی بات نہ چھیڑیں دلشاد احمد۔'' اموز نے بھی تندی و تیزی سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھے کہا تھا' دلشاد احمد زخمی پن سے اسے کچھ دیر تکتا رہا پھر اس کی نگاہ بھٹک کر اموز کے رنگ فشاں ہاتھ پر ٹھہر گئی تھی یہ حنا اس کے سینے میں انی بن کر اتر گئی تھی وہ تصویر نما ہاتھ دیکھنے میں جتنے دلکش تھے اتنے ہی لطف زیست سے محروم تھے۔

''تمہیں عشق نے ضدی کردیا ہے اموز اور جذبات سے بہرہ بھی تم موت کے پنجے سے زندگی چھین کر نہیں لاسکتیں تم آب رواں پر نقش بقا تحریر نہیں کرسکتی...... تم تقدیر کے لکھے کو مٹا نہیں سکتیں' اپنے ذہن و قلب میں جتنی چاہے پٹیاں باندھ دو حیات کا سورج طلوع ہوکر رہے گا' تمہیں اس زنجیر حنا سے خود کو آزاد کرنا ہی ہوگا۔'' دلشاد احمد کے لہجے میں استقام و احکام سبھی کچھ تھا' وہ آر یا پار کی سرحد پر تھا۔ ایک مرد آہن وہ تھا جس نے فرض کا رستہ اپنایا' ٹھانا اور کر دکھایا اور اموز کے دل میں ہمیشہ کے لیے امر ہوگیا تھا۔ ایک اٹل صفت مرد یہ تھا جس پر اس کے رد و انکار کا کوئی اثر نہ تھا چاہت نے اسے اسیر کرلیا تھا وہ اموز کے دل پر ضرب لگانے پر مصر تھا تاوقت یہ کہ دروازہ کھل نہ جائے' دونوں میں فرق یہ تھا کہ ایک خواب تھا اور ایک حقیقت۔

''سر آپ اپنا اور میرا وقت ضائع کررہے ہیں۔'' اموز بات کرنے سے گریزاں ہوئی۔

''تمہارا وقت ہی نہیں اموز تمام عمر بے ثمر گزر رہی ہے چلوان کی بات کرتے ہیں جن کے لیے جینے کا رستہ تم نے اختیار کیا ہے کیا عرشان کا مرض قابل علاج ہے دوائیں اس پر آ کر بے اثر کیوں ہوجاتی ہیں' تمہارا پیار اس کے لیے کافی کیوں نہیں؟ تم گھر سے نکلنے سے کتراتی کیوں ہو؟ اموز

قصہ مختصر میں تمہیں آج کی رات فیصلہ کے لیے دیتا ہوں تم پر جبر نہیں' زبردستی نہیں میں ابدی کی طرح تمہارا دل نہیں جیت سکتا تو آذر کی طرح غاصب بھی نہیں بنوں گا میں دلشاد احمد ہوں تمہیں چاہتا رہوں گا تمہاری ترجیحات سمیت۔ ابھی نہیں اموز......" کچھ کہنے کے لیے منہ کھولتی اموز کو دلشاد احمد نے روکا' وہ اس کے لبوں پر ہاتھ رکھنا چاہتا تھا مگر صرف اشارہ کر پایا تھا' حسرت ہر جنبش سے عیاں تھی۔

"کل آؤں گا ایک آخری بار' یا تم ساتھ چلو گی یا پھر میں لوٹ کے پھر کبھی نہیں آؤں گا۔" دلشاد احمد فیصلے کی بساط بچھا کر جا چکا تھا اپنے حصے کی سبھی چالیں چل کر' اب اموز کی باری تھی۔

☆

عرشان بخار سے بے حال تھا جانے کیا الم غلم بولے جا رہا تھا' اس کی ہر بات اموز کے لیے آزمائش بنتی جا رہی تھی۔

"ماما' دادا ابو کہاں ہیں کیا وہ بابا کے پاس چلے گئے۔" اموز اس کے ماتھے پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھتی بے حد رنجیدہ تھی اتنی پژمردہ تو کبھی نہیں رہی تھی اس کے چہرے کی مردنی اماں کی آنکھ سے اوجھل نہ تھی ویسے بھی ان دونوں کو دیکھ کر ہی تو جیتی تھیں۔

"عرشان دادا ابو اللہ میاں کے پاس ہیں۔" اموز نے اس کے بار بار اصرار پر نپا تلا جواب دیا' بہرحال یہ جواب تو غیر مبہم تھا۔

"تو بابا' وہ بھی تو اللہ میاں کے پاس ہیں۔" عرشان کو بولنے کا بخار ہمیشہ سے ہی تھا اموز اس کی بات ٹال کے بھی تھک جاتی تھی۔

"عرشان تم بھی وہی بات کر رہے ہو جو ساری دنیا کہتی ہے اس میں نیا کیا ہے؟" وہ نا چاہتے ہوئے بھی چڑ گئی تھی اس نے ننھے دماغ کو جھڑکا اور چلاتے ہوئے ہاتھ میں تھاما ہوا پانی کا گلاس دور پھینک دیا تھا' جذبات الفاظ میں بیان نہیں ہوتے اور امید کی کوئی دلیل نہیں ہوتی وہ اور کہتی بھی تو کیا؟

"کیوں ضبط کھو بیٹھی ہو اموز بچے کی بات کو سمجھو۔" کافی دیر سے خاموش اماں بول اٹھیں اور اسے سمجھانے کی کوشش کرنے لگی تھیں اس کا ہیجان سوا نیزے پر تھا۔

"اس کا دماغ کنارہ چاہتا ہے ادھوری کہانی کا آخری سرا' وہ چاہتا ہے کہ اس پر واضح ہو جائے کہ اگر اس کا باپ اس کے پاس نہیں ہے تو کہاں ہے جیسے اس کے دادا ابو جس کا جواب تم نے بہت مکمل دیا تھا اسے ادھورے جواب سے الجھن ہے اموز۔" اماں کی فہم عرشان کی الجھن کا راستہ پا چکی تھی۔

"اماں جو دکھ نہیں رہا وہ محسوس کیوں ہوتا ہے گر ہماری امید جھوٹی ہے تو ختم کیوں نہیں ہو جاتی۔" وہ شکست خوردہ نہ تھی مگر جنون فتح میں دراڑیں آ چکی تھیں وہ ہاری نہیں تھی لیکن بہت تھک گئی تھی۔

"یہ امید تجھے بے دست وپا کر رہی ہے اموز جو بات تیرے ابا جی کہتے کہتے چلے گئے اور میں بھی جانے کب تیرا ساتھ چھوڑ دوں ہماری وہ بات مان لے یہ رنگ حنا اتار دے۔" کیا کہا تھا اماں نے وہ ساکت رہ گئی تھی تو کیا اماں بھی امید کا دامن چھوڑ چکی تھیں' زمانہ تو کبھی ساتھ تھا ہی نہیں جو غم گسار تھے وہ بھی حقیقت شناس ہو گئے تھے تو اس زہر کو تریاق بننا نصیب نہ تھا اس انتظار کی کوئی وقعت نہ تھی ہاجرہ نے بھی تو بارہا یہی بات کہی تھی۔

"عشق کی بازی میں ہار جیت کا پیمانہ نہیں ہوتا بازی چلنے والے کا عمل کسوٹی ہوتا ہے تمہارا بے داغ عمل' باعصمت انتظار عشق کی کتاب میں درج ہو چکا ہے اموز' فیصلہ کروا اپنے لیے نہیں عرشان کے لیے کیا تم اسے ضامن ابدی نہیں بنانا چاہتی' تمہاری اپنی بنیاد کمزور ہے تم اپنے بیٹے کو مضبوط قلعہ کیسے بناؤ گی؟" اور اس صنف نازک سے بدظن و متنفر جس کو اموز نے عورت کی اصل سے روشناس کرایا تھا وہ بھی کہہ اٹھا تھا۔

"بھابی ہر عورت یکساں نہیں تو عورت کے ہر عمل کے پس پشت محرکات بھی ایک سے نہیں ہوتے آپ سہارا لینے والوں میں سے نہیں' دینے والوں میں سے ہیں' میرے

دوست کو اللہ کریم نے آخرت بھی شان والی دی تو حیات اور وجہ حیات بھی بے مثال عطا کی۔" انس کے ستائشی الفاظ سے نہیں اس کی اطلاع سے وہ ضرور خائف ہوگئی تھی کہ آذر نعیم جیل سے رہا ہوگیا تھا' اور اس پر کیا موقوف وہ کوئی وحشی واحد نہیں تھا۔

اموز نے کھوکھلے ہوتے دماغ اور ہیجانی سوچوں کے ساتھ اپنے ہاتھ کے رنگوں کو دیکھا تھا دلشاد احمد کہتا تھا اس کے ہاتھ تصویر نما تھے اور وہ تصویر کس کی تھی ضامن ابدی کی اور اماں نے کہا تھا

"اموز تو جگمگاتا ستارہ ہے میرے بچے کی زندگی میں بھی اور بعد بھی تم نے اپنے نام کی لاج رکھی اور ہمارے لیے ہر راہ میں روشنی بکھیری اسی لیے رب کریم تجھے نواز رہا ہے تیرے لیے حیات کی راہیں کھول رہا ہے احسان ربی سے منہ مت موڑو ہوسکتا ہے یہی صورت تیری دعاؤں کی قبولیت کی ہو۔" اماں دلشاد احمد کی وکالت نہیں کررہی تھیں ان کی ہدایات کا محرک اموز اور عرشان کی حفاظت تھی۔

اموز انہیں بتا نہیں پائی کہ اس کی دعا نہ روشنی کے ظہور کے لیے تھی نہ اندھیروں کے باطل ہونے کی' اس کی دعا تو صرف "ضامن ابدی" تھا وہ کیسے سمجھ لیتی کہ دعا قبول ہوگئی۔

☾......☆......☾

اس رات رنج والم کی انتہا تھی عرشان دواؤں کے زیر اثر سوگیا تھا اور وہ ضامن ابدی کی سابقہ ای میلز پڑھتی دامن بھگو رہی تھی یہی کیفیت دوسری طرف اپنے گھر کی ٹیرس پر ٹہلتے دلشاد احمد کی بھی تھی وہ دعویٰ تو کر آیا تھا مگر اموز کی ضد نہ ٹوٹتی تو کیا وہ اپنا وعدہ پورا کرسکتا تھا وہ خود کو ٹٹول رہا تھا اور زخمی ہو رہا تھا۔ جس سفر کو انسان خود ساختہ اختیار کرچکا ہو اور بہت دور پہنچ جانے کے بعد خبر ہو کہ منزل اس کی ہے ہی نہیں وہاں مسافر حزیں کا فعل کیا ہو؟ لاحاصل مشقت لیے واپس لوٹ جائے یا منزل کی ترنگ لیے آگے بڑھتا جائے۔ وہ خود ہی سے ہمکلام تھا۔

جانے سحر کیا پیام لیے طلوع ہونے والی تھی
اموز انتہائے کشمکش میں سجدہ میں گرگئی تھی۔

(یا اللہ میں تو تیری رضا میں راضی تھی پھر فیصلے کے تختہ دار پر کیوں لٹکا دیا میرے پیارے اللہ' کیوں میں ایسے بھنور میں دھنس گئی جہاں میرے لیے ایک راہ کا تعین لازم ہوگیا' میں نے کبھی تجھ سے شکوہ نہیں کیا تب بھی نہیں جب بناء ماں کے دنیا کو جھیلنا پڑا' میں نے تو تب بھی تیرے فیصلے پر سر جھکایا جب منجدھار حیات میں باپ کا ساتھ نہ رہا' میں ثابت قدم تھی تب بھی جب میرے دمساز میرے محرم راز سے میں جدا ہوئی...... میں تیری رضا کی خاطر جدائی کی صلیب پر چڑھ گئی میرے اللہ تو نے دینے کا وعدہ کیا ہے اور آج تیری بندی نے تیری رحمت کے صدقے مانگنے کا ارادہ کیا ہے...... "میری حنا کا رنگ" مہکا دے میرے چارہ گر کو مجھے لوٹا دے......" دعا ایڑی رگڑنے پر آجائے تو قبولیت کے زمزم کو جاری ہونا ہی پڑتا ہے۔

اموز سجود وگریہ زار تھی' دوسری طرف دلشاد احمد بھی اسی پروردگار کے سامنے دامن پھیلائے ہوئے تھا۔

"اے پروردگار مانگنے کے لائق ہوں ناں تیری رحمت سے مایوس تیری نعمتیں ہزار ہیں اور میں تشکر سے بوجھل آج تک تو نے بنا مانگے دیا' آج مانگنے پر بھی تیری رحمت کا طالب ہوں' میرے پاس عبادات کا غرور نہیں اور دعاؤں کا سلیقہ نہیں مگر تیری بارگاہ کو اس بات کی حاجت نہیں منزل میرا نصیب کردے اس رات کی سحر میرے نام کردے......"

ذات باری تعالیٰ کی رحمت بے کراں ہے مگر پھیلی ہوئی ہتھیلیاں چار نہیں تھیں دو اور ہاتھ بھی تھے جو مناجات میں مصروف تھے اس شب مضطرب کی سحر اسی کے نام تھی۔ اموز سجدہ میں ہی اونگھ گئی تھی یہ دیکھے بنا کہ اس کی ای میل کا جواب آ گیا تھا۔

☾......☆......☾

جو گزاری نہ جاسکی ہم سے
ہم نے وہ زندگی گزاری ہے
اس سے کہو کہ دل کی گلیوں میں
رات دن تیری انتظاری ہے
اک مہک سمت دل سے آئی تھی

میں یہ سمجھا تیری سواری ہے......

یہ آخری ای میل تھی جو اس نے اندھیروں کے سپرد کی تھی مگر جب اس کی آنکھ کھلی تو اندھیروں سے امید کی کرنیں پھوٹ پڑی تھیں' اس کی حنا سرخرو ہوئی تھی میجر ضامن ابدی کی مختصر ای میل اس کا صبر تہہ و بالا کرگئی تھی۔

"خیرہ کن جلد باہم ہوں گے۔"

کہاں سے صدا آئی تھی؟ کن آسمانوں سے نکہت باد بہاری اتری تھی کہ اموز ضبط کے بند توڑ بیٹھی تھی۔ وہ جسم ندامت بنائے مضطر لیے عرشان کو خود میں بھینچے جاتی تھی اماں کا ضعف یک دم قوی ہوگیا تھا۔ اتنی سی خبر پاکر ان کی خوشی دیدنی تھی جانے ضامن ابدی کو روبرو پاکر وہ ہوش و حواس قائم رہ پاتے کہ نہیں انس من بھر مٹھائی لیے آیا تھا اسے ہیڈ کوارٹر سے اطلاع ملی تھی ضامن ابدی کی ای میل وہاں بھی ریسیو ہوئی تھی۔ ہاجرہ کے اشک رکنے کا نام نہیں لیتے تھے عجب دلگیر منظر تھا۔

"دلشاد احمد۔" اموز کی بھیگی آنکھیں دروازے پر کھڑے دلشاد احمد پر جاٹکی تھیں اس کے ہاتھ میں موتیوں کا گجرا تھا' وہ فیصلے کی بساط پر جیت کے یقین کے ساتھ آیا تھا دل میں جہان شوق آباد کیے وہ بے غرض و باوقار شخص کتب وفا کی ایک الگ داستان تھا گر دلشاد احمد میں آگے بڑھنے کی ہمت نہ تھی تو اسے روکنے کی اموز میں سکت نہ تھی نہ کچھ کہا گیا نہ سنا گیا وہ حسرت' ارمان الفت اور بلا آخر غم لیے دہلیز سے لوٹ گیا' اموز رنگ حنا کی اسیر تھی آج کسی کی بے ریا وفا کی قرض دار بھی بن گئی تھی۔

☾.....☆.....☾

آ کے بیتاب انتظار ہوں میں......

اموز ابدی' عرشان ابدی' اماں' انس' ہاجرہ ضامن ابدی کے سبھی اعزاء دوست احباب اس وقت اس راہ کو دیکھ رہے تھے جہاں سے اس مرد میدان کی آمد ہونے والی تھی' آرمی ایئر بیس پر آرمی اعزازات کے ساتھ دور پہاڑوں سے آتا ہیلی کاپٹر آن رکا تھا' اس کے در وا ہوئے تک اموز کی دھڑکنیں بے ترتیب اور حنا لگے ہاتھوں میں لرزش تھی چھ سال کے صبر آزما انتظار کے بعد آج وہ سرخ کامداری پاجامہ پشواز میں گلاب کی طرح نکھر رہی تھی' بال ہمیشہ کی طرح کشمیری نمب اسکارف میں قید تھے کانوں کے آویزے جھوم رہے تھے تو بے رنگ لب مدت بعد رنگنے سے شعلہ بن گئے تھے۔ عرشان پُرجوش ہوکر اچھل رہا تھا بار بار اس کی گود میں چڑھتا وہاں سے دیکھنے میں دقت ہوتی تو انس کی گود میں چڑھ جاتا اس کا منشا تھا کہ بابا جان پر پہلی نگاہ اس کی پڑے اماں رب تعالیٰ کے آگے ہاتھ جوڑے مشکور تھیں کہ جس نے یہ دن دیکھنے کے لیے انہیں زندگی بخشی' ابا جی کی یاد سب کی آنکھیں نم کیے ہوئی تھی۔

میجر ضامن ابدی غازی جرار پر نگاہ پڑتے ہی فضا اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھی تھی جنگی ترانے کی دھن پر فوجی اعزازات کے ساتھ فوجی دستوں کے سلیوٹ کے جواب میں سلیوٹ کرتا وہ مجاہد نگاہ میں سماتا نہ تھا' پہلی مرتبہ بابا جان کو روبرو دیکھنے کا جنون لیے عرشان نے یک دم دوڑ لگائی تھی' صفوں کو چیرتا وہ تیر کی طرح ضامن ابدی تک پہنچا تھا' ضامن ابدی نے اپنے لخت جگر کو فرط جذبات سے باہنوں میں بھینچ لیا تھا اسے دیوانوں کی طرح چومتا وہ اپنی تھکان مٹا رہا تھا۔

عرشان کو باہنوں میں لیے وہ اپنے پیاروں تک آیا تھا' اماں کے سامنے گھٹنوں کے بل جھکے وہ ان کی کپکپاتی مشفق باہنوں میں سما گیا تھا' بوسوں سے اس کا چہرہ تر کرتی وہ درد و بچھوڑے کا حال بیان کررہی تھیں' وہ سب چاہنے والوں سے مل رہا تھا اموز پر نظریں جمائے وہ اپنی جگہ خاموش کھڑی تھی ایک دوسرے کو نگاہوں سے چھو رہے تھے حیا دامن گیر نہ ہوتی تو استقبال کا رخ اور ہوتا۔

"ابا جی......" ضامن ابدی بھیڑ میں انہیں نہ پاکر پکار اٹھا تھا اماں نے اپنی سسکیاں دوپٹے کے پلو میں چھپالی تھیں۔

"ابا جی گھر پر ہیں تم چلو پھر بات کرتے ہیں۔" انس نے اس کے تھکان زدہ وجود کو یک دم اذیت دینا مناسب نہ سمجھتے ہوئے لیت و لعل سے کام لیا۔

"اچھا گھر پر ہیں چھ ہفتے بعد بھی آتا تھا تو لینے ایئربیس پر آتے تھے چھ سال بعد آؤں گا تو لینے نہیں آئیں گے دودھ پیتا بچہ ہوں میں۔" ضامن ابدی اباجی کی ابدی جدائی کا دکھ اٹھائے گھر لوٹا تھا۔ عرشمان کو گلے لگائے اماں اور اموز کو اپنے امان میں لیے زمانے کے سرد و گرم سے بچاتے ایک نئی سحر کا استقبال کرنے کے لیے وہ گھرانا تر و تازہ تھا۔

"اموز تم درعفت ہو اور میں وہ خوش نصیب ہوں جسے سمندری تھپیڑے جہاں بھی لے جائیں اس کا موتی اس سے جدا نہیں ہوتا۔" اموز کے سر سے اسکارف جدا کرتے اس کے عنبرین زلفوں کی خوشبو میں گم ضامن ابدی نے تفاخراً کہا تھا۔ "تم ہر اس سوال کا جواب ہو جو میں انس کے اعتراضات پر لفظوں میں نہیں دے پاتا تھا۔" ضامن ابدی اس کے تقدس کا مقروض ہو گیا تھا، وہ اس کے حنا سجے ہاتھوں کو چومتا رہا تھا، اور لفظوں سے اور شدتوں سے سراہ رہا تھا اموز اس کے دھڑکتے سینے میں یوں خود کو سمو رہی تھی جیسے کبھی جدا نہ ہوگی۔
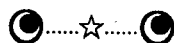
"میجر ضامن ابدی وہ بلند پرواز شاہین، جرأت مند سرفروش جنہوں نے ملک و قوم کی سلامتی کی خاطر جان ہتھیلی پر رکھے ہوئے ٹارگٹ کو نہ صرف اچیو کیا بلکہ شعلہ جوالہ بن کر دشمن کی صفوں کو تاراج کر دیا اور اسی جانبازی میں یہ حوصلہ مند شہادت کی آرزو لیے زخموں سے چور ہوش سے ناتہ کھو بیٹھے شعور کی دنیا میں واپسی ہوئی تو خود کو ان لوگوں میں گھرا پایا جو نہ دوست تھے نہ دشمن یاران وطن ہوتے تو میجر ضامن ابدی کو اہل وطن کے حوالے کر دیتے اور گر سہولت کار دشمناں ہوتے تو ہمارے عظیم مجاہد شہادت سے سرخرو ہوتے۔

وہ بستی جو ملک پاکستان کا حصہ ہے مگر ان کے دل پاکستانی نہیں وہ چاہتے تھے کہ میجر ضامن ابدی کے سامنے زانوئے تلمذ اختیار کریں انہیں وہ ٹریننگ دی جائے جو دنیا کی نمبرون فوج پاک کمانڈوز کا خاصہ ہے، وہ اپنی فوج بنانا چاہتے تھے اپنی خود ساختہ ریاست کی حفاظت کے لیے......

میجر ضامن ابدی کو خداداد صلاحیتیں حاصل ہیں، انہوں نے ان کے حصار کو توڑنے کے بجائے ان بھٹکے ہوؤں کو اپنے حصار میں لے لیا، انہیں عسکری تربیت دینے کے ساتھ ساتھ ان کی ذہنی و فکری رہنمائی بھی کرتے رہے حتی کہ ان سنگ ریزوں کو نکھار کر اور سنوار کر ایک ایسی تنظیم تشکیل دی جو نہ فوجی ہیں نہ سپاہی وہ کسی بھی فوج کے ترکش کے وہ تیر ہوتے ہیں جنہیں بوقت ضرورت استعمال کیا جاتا ہے، میجر ضامن ابدی نے اپنی ذہانت و صلاحیت سے ان خاردار جھاڑیوں کو بھی اہل چمن کے لیے کارآمد بنا دیا، اپنے مشن کی تکمیل کے بعد وہ انہی کی مدد کے تحت آج ہم میں موجود ہیں۔" میجر ضامن ابدی کے لیے اعزازیہ تقریب میں مقرر نے ان کی جدوجہد کو مختصر لفظوں میں حاضرین کے سامنے بیان کیا۔ دیر تک ہال تالیوں سے گونجتا رہا، اس پُرجوش ماحول میں ضامن ابدی کو ملیٹری اور سول اعزازات سے نوازا گیا۔ عرشمان فور شوق سے ضامن ابدی کے سینے پر سجے تمغوں کو چھوتا، اماں فخر و انبساط کا پیکر دکھائی دیتی تھیں، اموز نے آنکھوں کی نمی ست حنا سے صاف کی تھی یہ تو وہ داستاں تھی جو دنیا کے سامنے تھی اس داستان کا کیا جو وفا و حیا کے قلم سے لکھی گئی تھی۔

وہ جنگ جو میدان میں مخالفین کے ساتھ لڑی جاتی ہے اسے دنیا دیکھتی بھی ہے اور سراہتی بھی ہے، تاریخی اوراق ایسی داستانوں سے بھرے پڑے ہیں۔ مگر وہ جنگ جو ایک عورت عصمت و حیا کی چادر کو خار دنیا سے بچاتی، خزانہ ہستی کو اپنے شریک حیات کے لیے سینت کے رکھتی ہے، ہر ایک لمحہ لڑتی ہے وہ تاریخ کی نگاہوں سے جانے کیوں اوجھل رہتی ہے، سرفروشانہ زندگی گزارنے والی عورت کو کسی میڈل کی ضرورت نہیں اس کی عفت پر نجوم و مہتاب رشک کرتے ہیں۔

تعلق تو اک سادہ لفظ ہے
پھر جو بھی ہے وہ نباہ میں ہے
کب سے میں نے پلک نہیں جھپکی
کوئی امجد میری نگاہ میں ہے

"اے تابش..... تُو اوپر چھت پر کیا کر رہا تھا؟"

"ہوا کھا رہا تھا۔" تابش نے روکھے پن سے جواب دیتے ہوئے امینہ بیگم کو دیکھا۔

"کھالی ہوا' بھر گیا پیٹ اور یہ شور کیسا تھا؟"

"حد ہوگئی اماں' میں تازہ ہوا کھانے چھت پر کیا گیا لوگوں نے شور ہی مچا دیا "چاند نظر آ گیا' چاند نظر آ گیا۔" تابش نے معصومیت سے جواب دیا۔

"ہاں پہلی کا چاند۔" امینہ بیگم مسکراتے ہوئے بولیں۔

"ہاں تو پہلی کا چاند اور وہ بھی عید کا چاند ہی لوگ جوش و خروش اور شوق سے دیکھتے ہیں ناں۔" تابش فوراً بولا تو اس کی کزن ماہی شوخی سے مسکراتے ہوئے بولی۔

"خالہ اماں تو آپ کو آپ کی اس دبلی پتلی صحت کی وجہ سے پہلی کا چاند کہہ رہی ہیں۔"

"اچھا تو پھر اس حساب سے تو تم چودہویں کا چاند ہوئیں' فٹ بال' موٹی بھینس اور پتا نہیں کیا کچھ۔"

"اے..... اے اپنی بات سے مت پھرو ابھی چودہویں کا چاند کہہ کے زبان جل گئی جو فٹ بال اور بھینس کو گھسیٹ لائے۔" ماہی نے چمک کر کہا تو وہ لڑنے والے انداز میں بولا۔

"ہاں تو اس میں غلط کیا ہے؟ ماہی کا مطلب ہے مچھلی اور تم تو وہیل مچھلی ہو' کبھی غور سے دیکھا ہے خود کو نہیں دیکھا ہوگا پورا دن چاہیے تمہیں پورا دیکھنے کے لیے بھی۔"

"بکواس نہیں کرو اچھا۔" ماہی روہانسی ہوئی۔

"لو میں سچ کہہ رہا ہوں تمہیں بکواس لگ رہی ہے' کبھی اپنی اماں اور بھائی بہن کو دیکھا ہے کیسے دبلے پتلے سے ہیں بھنڈی کے خاندان کے لگتے ہیں سب کے سب۔"

"یعنی تمہارے خاندان کے۔" ماہی فوراً بولی۔

"ہمارے خاندان میں تیلی اور بانس جیسے نمونے نہیں ہیں' یہ اعزاز بھی تمہارے ہاں ہی پایا جاتا ہے۔ بھنڈی جیسے وہ اور تم ان سب کے بیچ کدو کی طرح براجمان ہو کچھ کھانا ان بے چاروں کے لیے بھی چھوڑ دیا کرو۔ کل کلاں کو اگر تیز آندھی یا طوفان آ گیا تو وہ اس کے ساتھ ہی اُڑنچھو ہو جائیں گے اور خدانخواستہ کوئی مر مرا گیا تو قبر میں کیڑے مکوڑوں کو بھی خاصی مایوسی ہوگی بنا بوٹی کے ہڈیوں کے ڈھانچے دیکھ کے ان کی بھوک بھی نہیں مٹے گی۔" تابش تیزی سے بولتا رہا مقصد اسے جلانا' ستانا ہی تھا اور وہ جل بھی گئی تھی۔

"بکواس مت کرو اچھا' میں صرف اپنے حصے کا کھاتی ہوں۔"

"کتنے کلو، کتنے من، ٹن کھا جاتی ہو چوبیس گھنٹے میں اندازہ ہے کچھ۔" تابش نے اسے ستانے کے لیے مزید شرارت بھرے لہجے میں کہا تو امینہ بیگم نے تابش کو گھورتے ہوئے ڈانٹا۔

"تابش...... یہ تُو کیا اس کے کھانے کے پیچھے پڑا رہتا ہے اپنے باپ کا کھاتی ہے تیرا تھوڑی کھاتی ہے جو تجھے اتنی فکر ہو رہی ہے۔"

"فکر تو ہوگی اماں، شادی کے بعد تو شوہر کا ہی کھائے گی مال بھی اور مغز بھی۔ میں تو اس بے چارے سے ہمدردی میں کہہ رہا تھا کہ کچھ تو ہاتھ ہلکا رکھنے کی مشق کرلے۔" تابش نے مسکراتے ہوئے اپنے مخصوص پُرمزاح لہجے میں کہا۔

"وہ تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔" ماہی نے تپ کر کہا۔

"ارے مجھے ہی تو ہے ضرورت فکر کرنے کی۔"

"بس بس رہنے دو تم۔" وہ تیزی سے ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "میری فکر کرنے سے بہتر ہے کہ تم اپنی نوکری کی فکر کرو، کوئی کام کرو کب تک اپنے ابا کے ٹکڑوں پر پلتے رہو گے۔"

"او ہیلو میں روٹی کے ٹکڑوں پر پلتا ہوں ابا کے ٹکڑوں پہ نہیں پلتا، تمہارے منہ میں خاک۔ اپنے ابا کے ٹکڑوں پر تو تم پلتی ہو جبھی بھینس کی طرح ہوگئی ہو گوشت کا پہاڑ سومو پہلوان۔ دو چار سال بعد ماہی کے خاندان کی لگنے لگوگی اور اس علاقے میں گوشت اور گندم کی شدید قلت اور بحران پیدا ہوجائے گا صرف تمہاری خوش خوراکی کے سبب۔" تابش بے لگام بولتا چلا گیا تھا، ماہی کے موٹاپے پر مبالغہ آرائی کی حد تک طنزیہ جملے کستے ہوئے اس کی جان جلاتا گیا۔

"سن رہی ہیں خالہ اماں...... کیسی جلی کٹی سنا رہا ہے اپنے حلق سے تو اس کے نوالہ نیچے نہیں اترتا جب تک میرے نوالے نہ گن لے۔ اپنی صحت تو ہے نہیں میری صحت اور میرے کھانے پر نظر لگاتا رہتا ہے ہر وقت۔" ماہی نے امینہ بیگم کو دیکھتے ہوئے روہانسی ہو کر تابش کی شکایت کی۔

"ماہی بچی تُو دل بُرا نہ کیا کر، یہ تو بس ایسے ہی تجھے چھیڑتا ہے۔" امینہ بیگم اسے پیار سے پچکارتے ہوئے بولیں۔

"مجھے چھیڑ کے تو دیکھے ہاتھ توڑ دوں گی میں اس کے۔" ماہی بپھری ہوئی شیرنی کی طرح بولی تابش کی باتوں نے نہ صرف اس کا دل دکھایا، جلایا تھا بلکہ اسے شدید غصہ بھی دلایا تھا۔ ہمیشہ یہی ہوتا تھا تابش اور وہ جب بھی آمنے سامنے آتے تابش سے ایسی ہی طنزیہ باتیں سناتا، جلاتا اس کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔

"او ہیلو...... پہلوان کی کپتان، مجھ پر ابھی اتنا برا وقت نہیں آیا کہ میں تمہیں چھیڑوں نہ ہی میرا ذوق، میری پسند میرا ٹیسٹ اتنا گیا گزرا، تھرڈ کلاس ہوسکتا ہے۔" تابش نے بھی فٹ سے بدلہ اتارتے ہوئے اس کی اچھی خاصی بے عزتی کردی تھی جس کا اسے خود بھی احساس نہیں تھا۔ احساس تو ماہی کے دل کو ہو رہا تھا جس پر وہ پے در پے حملے کر رہا تھا، اپنی طنز و تمسخر بھری باتوں کے نشتر چبھو رہا تھا مگر وہ پھر بھی ڈٹ کر مقابلہ کر رہی تھی۔

"تم تو بڑے فرسٹ کلاس کے ماسٹر ہونا جیسے، ہمیشہ تھرڈ ڈویژن میں پاس ہوتے رہے ہو اسکول، کالج میں نالائق طالب علم تھے تم۔" ماہی نے بھی اس کی بات سے بات نکالتے ہوئے کہا تو وہ ہنس کر بولا۔

"بس رہنے دو تم، تھرڈ ڈویژن تمہاری آتی ہوگی دیکھنا مجھے کیسے اچھے اسکول میں نوکری ملتی ہے ہمیشہ فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوتا تھا میں وہ تو تمہیں غلط بتاتا تھا کہ کہیں تمہاری نظر ہی نہ لگ جائے اور تم حسد ہی نہ کرنے لگو میری کامیابی سے۔ ابھی بھی نہ بتاتا وہ تو تم نے میری قابلیت پر انگلی اٹھائی ہے تو میں نے غیرت اور جوش میں آکر تمہیں سچ بتایا ہے چاہو تو میری تعلیمی اسناد اور سرٹیفکیٹ بھی دیکھ سکتی ہو۔" تابش نے مسکراتے ہوئے انکشاف کیا تو وہ تحیر آمیز نظروں سے اسے دیکھتی ہوئی سر جھٹک کر وہاں سے چلی گئی اور وہ اسے لاجواب ہو کر جاتے دیکھ کر ہنس دیا تھا۔

امینہ بیگم اور ثمینہ بیگم دونوں بہنیں تھیں ان کی شادیاں خالہ اور تایا کے بیٹوں سے ہوئی تھیں اتفاق سے امینہ بیگم کے شوہر امتیاز احمد اور ثمینہ بیگم کے شوہر نصیر الدین ایک ہی گلی میں رہتے تھے اور تقریباً ہر دوسرے دن ایک دوسرے کے گھروں میں آنا جانا لگا رہتا تھا۔ امتیاز احمد کی کریانے کی دکان تھی اور نصیر الدین کا ہوٹل تھا جہاں چائے، کھانا، بریانی، چکن کڑاہی، نان، چکن تکے وغیرہ ملتے تھے اور پورے محلے میں ان کے ہوٹل کے چکن تکوں کی اشتہا انگیز خوشبو پھیلتی اور بھوک بڑھاتی تھی چونکہ نصیر الدین کا کھانے پکانے کا کاروبار تھا تو ماہی کا موٹا ہونا بھی قدرتی امر تھا۔ وہ گوری چٹی، سلکی بالوں کے

ساتھ دلکش نین نقش کی مالک تھی' زیادتی تھی تو بس ایک یہ کہ وزن کافی بڑھتا جارہا تھا اس کا وہ موٹاپے کی جانب بڑھ رہی تھی اور کھانے کی بے حد شوقین تھی۔

نصیر الدین' ثمینہ بیگم ماہی کی بہن مدیحہ اور بھائی شہیر دبلے پتلے تھے مگر ملیحہ عرف ماہی فربہی مائل تھی۔ بس یہی وجہ تھی کہ تابش اسے تنگ کرتا تاکہ وہ اپنا وزن کنٹرول کرنے کی جانب توجہ دے' تابش نے ایم ایس سی کا امتحان ابھی پاس کیا تھا فی الحال وہ ٹیوشن پڑھانے اور امتیاز احمد کے ساتھ دکان چلانے میں مصروف تھا۔ ملیحہ عرف ماہی نے ایف اے کے بعد پڑھائی چھوڑ دی اور گھر داری سیکھنے میں لگ گئی اسے پڑھنے کا شوق بھی نہیں تھا' اسے تو نت نئے پکوان پکانے اور کھانے کا شوق تھا۔ باپ کے کام میں بھی ان کا ہاتھ بٹایا کرتی تھی' ماں اسے وزن کم کرنے کا کہتی رہتی تھیں کہ ابھی تو اس کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی صرف اکیس برس کی ہوئی تھی وہ اور بڑھتے ہوئے وزن کی وجہ سے پچیس' چھبیس کی دکھنے لگی تھی۔ تابش ستائیس برس کا ہونے والا تھا' جسمانی لحاظ سے اپنے گھر والوں میں سب سے دبلا تھا اور آج کل جم جوائن کرکے اپنی باڈی بنانے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔

تابش سے دو سال چھوٹی اس کی ایک ہی بہن تھی' تانیہ جس کی شادی کو بھی دو سال ہوچکے تھے اور وہ ایک بیٹے کی ماں بن چکی تھی سسرال میں خوش تھی۔ بس اب امینہ اور امتیاز احمد کو تابش کی نوکری لگنے کا انتظار تھا تاکہ وہ اس کے سر پر سہرا سجا سکیں۔ امینہ بیگم کو تو تابش کے لیے ماہی بہت پسند تھی' ان کی بھانجی تھی اس لیے ان کو موٹی نہیں لگتی تھی بلکہ ان کا کہنا تھا کہ صحت مند' بھری بھری جسامت رکھنے والی لڑکیاں ہر وقت طبیعت خراب ہونے کا بہانہ بنا کر بلڈ پیشر لو ہونے کا بہانہ کرکے گھر کے کاموں سے جان چھڑا کے بستر پر نہیں پڑی رہتیں بلکہ پھرتی سے سارے کام نبٹا لیتی ہیں جبکہ دبلی پتلی لڑکیاں تو ہر وقت بیماری اور کمزوری کا رونا روتی رہتی ہیں۔ تھک جاتی ہیں جلدی اور بچے پیدا کرنے کا مرحلہ آئے تو سو طرح کے مسائل کا شکار ہوجاتی ہیں نہ اپنی صحت اچھی ہوتی ہے نہ بچہ صحت مند پیدا ہوتا ہے' یہ ان کا خیال تھا اور کافی اچھا خیال تھا بقول تابش کے۔

تابش اور ماہی کی ہر وقت کی نوک جھونک اور تو تکار دیکھ دیکھ کر امینہ بیگم کو عجیب سی الجھن نے گھیر لیا تھا کہ یہ دونوں ہر وقت آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں کیا ان کی آپس میں شادی کروانا صحیح رہے گا؟

☆......☆......☆......☆

آسمان پر اچانک ہی کالے بادلوں کی ٹولیاں نمودار ہوگئی تھیں' ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں کے ساتھ جب تابش کے کانوں میں پڑوسیوں کے بکرے کی آواز آئی تو اسے یاد آیا کہ عید میں صرف سات دن باقی ہیں اور انہوں نے ابھی تک قربانی کا جانور نہیں خریدا بس یہی خیال اسے امینہ بیگم کے پاس لے آیا جو کپڑوں کی تہہ لگا رہی تھیں۔

''اماں......بکرا عید میں صرف سات دن رہ گئے ہیں بکرا یا گائے نہیں خریدنی کیا قربانی کے لیے؟''

''خریدیں گے ان شاء اللہ۔'' امینہ بیگم نے کپڑوں کو تہہ لگا کر ترتیب سے رکھتے ہوئے جواب دیا۔

''تو اپنا بٹوہ ڈھیلا کریں چالیس' پچاس ہزار روپے نکالیں جانور خریدنے کے لیے۔'' تابش نے فوراً کہا تو وہ بولیں۔

''یہ میرا بٹوہ ہے' کوئی بینک نہیں کہ ادھر تُو چالیس پچاس ہزار مانگے اور ادھر میں جھٹ سے نکال کے تیرے ہاتھ پر دھر دوں' کیا ہُن برس رہا ہے؟''

''ہُن نہیں...... مینہ برس رہی ہے۔'' تابش نے صحن میں آسمان سے برسنے والی بوندوں کو خوشگوار حیرت سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

''لو یہ بادل کہاں رستہ بھول گئے اچانک سے؟''

''شکر الحمدللہ...... یہاں بھی مینہ برسا۔'' تابش نے مسکراتے ہوئے صحن میں بارش کی بوندوں میں خوشی محسوس کرتے ہوئے کہا تو امینہ بیگم کہنے لگیں۔

''یہ دو گھڑی کا برسنا ہے' بس' مٹکے بھر بھر کے یہ بادل کہیں اور لے جارہے ہوں گے پانی یہاں ذرا دیر کو سانس لینے کو رکے ہوں گے کہ پانی چھلک گیا ہے اور چند بوندیں یہاں وہاں برس رہی ہیں ورنہ ہمارے شہر کا نصیب ایسا کہاں کے بارشوں سے نہال ہوسکے۔''

''ہاں اماں......وہ شاعر نے کہا ہے ناکہ......

وہ میرے شہر کی بارشیں کسی اور شہر میں برس گئیں''

تابش نے شعر کو اپنے حساب سے موقع کی مناسبت سے ایک نئے قالب میں ڈھالتے ہوئے کہا تو وہ بولیں۔

''کہہ تُو ٹھیک ہی رہے ہو موسم بھی بے برکتے ہوگئے اب تو یہ ہمارے اپنے عملوں کا نتیجہ ہے۔''

''اماں...... قربانی کا کیا کرنا ہے؟'' وہ پھر سے پانی کی طرف آتے ہوئے پوچھنے لگا۔

''بکرا ہی کرنا ہے اور کیا کرنا ہے؟ تیرے ابا گائے میں حصہ ڈالنے کو کہہ رہے تھے۔''

''اماں...... گائے کے گوشت کے کباب' قیمہ' کوفتے' پسندے' نہاری' پائے' مغز سبھی لاجواب مزے دار بنتے ہیں۔ بکرے کے گوشت میں تو کچھ نکلتا ہی نہیں ہے گائے میں سات حصے ہوتے ہیں کیوں نہ ہم گائے ہی کرلیں؟'' تابش نے تیزی سے کہا۔

''جب تیری نوکری لگ جائے گی نا؟ تب کرنا گائے' جو تیرا دل کرے۔ ابھی اتنی حیثیت نہیں ہے ہماری کہ ساٹھ ستر ہزار کی گائے خریدیں اور یہ تو سب سے کم ریٹ ہے باقی تو لاکھوں تک قیمتیں پہنچی ہوئی ہیں' تیرے ابا نے پتا کیا تھا جانوروں کے بھاؤ بہت بڑھ گئے ہیں۔''

''اور انسانوں کے بھاؤ بہت گر گئے ہیں۔'' تابش نے آسمان سے برستی بوندوں میں اپنے چہرے کو بھگوتے ہوئے کہا۔

''سچ کہا بیٹا۔'' امینہ بیگم نے گہرا سانس لیا اور تہہ شدہ کپڑے اٹھا کر کمرے میں چلی گئیں۔

☆......☆......☆......☆

''اے تابش...... سنا تُو نے؟ ماہی سیڑھیوں سے گر گئی۔'' اگلی صبح وہ اپنی موٹر سائیکل صاف کررہا تھا جب امینہ بیگم صحن کے دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔

''شکر کریں نظروں سے نہیں گری ورنہ اٹھنا اٹھانا مشکل ہوجاتا۔'' وہ فلسفیانہ انداز میں بولا۔

''کیا بول رہا ہے میں نے جو کہا وہ سنا؟''

''ہاں سنا اماں جان' یہ بتائیں موٹی کو زیادہ چوٹ تو نہیں لگی؟'' وہ اٹھ کر واش بیسن کی طرف چلا آیا اور ہاتھ دھونے لگا۔

''پاؤں اور سر پر چوٹ لگی ہے سر پھٹ گیا بچی کا اور اچھا خاصا خون بہہ گیا۔'' امینہ بیگم نے چادر اتارتے ہوئے بتایا۔

''چلیں کچھ تو وزن کم ہوگا' کھایا پیا حلال کیا نہ کسی ضرورت مند کو خون کا عطیہ کیا کہ وہ غریب اسے دعا دیتا۔''

''شرم کر تابش' بچی بے چاری تکلیف میں ہے بجائے اس کے کہ تُو اس کا حال پوچھنے جائے اس کے بارے میں ایسی باتیں کررہا ہے تیری ہی نظر لگی ہے اسے ہر وقت اس کی صحت پر جملے کستا رہتا تھا۔'' امینہ بیگم نے غصیلے لہجے میں اسے ڈانٹا۔

''ہم تو نظر بھر کے بھی نہیں دیکھتے اس کے نظر ہی نہ لگ جائے' نظر لگانے کی نیت سے کبھی دیکھا ہی نہیں اسے ویسے موٹا پا جچتا ہے آپ کی بھانجی پر۔'' تابش نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھتے ہوئے کنگھی سے اپنے بالوں کو درست کرتے ہوئے کہا۔ وہ گندمی رنگت والا خوش شکل نوجوان تھا' امینہ بیگم تو آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کی نظر اتارتی رہتی تھیں دل ہی دل میں اس کی کامیابی اور خوشیوں کی دعائیں مانگا کرتیں۔

''ہاں جبھی اس معصوم کا مذاق اڑاتا رہتا ہے ہر وقت۔''

''مذاق اڑاتا نہیں ہوں اماں' مذاق کرتا ہوں اس کے ساتھ آخر کو وہ میری کزن ہے' ہر روز کا ملنا جلنا ہے اتنا تو حق بنتا ہے نا میرا اس پر لیکن پر ایک بات ہے اماں' مجال ہے جو اس پر میری کسی بات کا' کسی طنز' طعنے یا مذاق کا اثر ہوا ہو وہ تو دن بدن پھیلتی پھولتی جارہی ہے مجھے لگتا ہے وہ میری باتوں سے غصے میں آکر جل کر اور زیادہ کھاتی ہوگی۔'' تابش نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ اسے دیکھتے ہوئے غصے سے بولیں۔

''تُو جان بوجھ کے ستاتا ہے اسے شرم نہیں آتی تجھے اس کا دل دکھا کے خوش ہوتا ہے۔''

''اماں...... ایسا نہیں ہوں میں کیوں دل دکھا کے خوش ہوؤں گا' میں دل بہلانے کو مذاق کرتا ہوں آئندہ نہیں کروں گا۔'' تابش نے ایک دم سے سنجیدہ ہوتے سپاٹ لہجے میں کہا اور گھر سے باہر نکل گیا۔ امینہ بیگم کو لگا کے وہ کچھ زیادہ ہی ڈانٹ گئیں اسے تو وہ خود ہی افسوس کرنے لگیں۔

☆......☆......☆......☆

''سنا ہے دشمنوں کی طبیعت ناساز ہے کچھ ٹوٹ پھوٹ بھی ہوئی ہے۔'' تابش' ماہی کے گھر آیا تھا خالہ خالو سے مل کر سیدھا اس کے کمرے میں چلا آیا وہ سر اور پاؤں پر پٹی باندھے بیڈ پر بے سدھ سی آنکھیں بند کیے لیٹی تھی اس کی آواز سن کر چونک کر آنکھیں کھولی تھیں اس نے اور تابش کو

سامنے کھڑے مسکراتا دیکھ کر اٹھتے ہوئے بولی۔
''ہاں تمہیں تو یہ سن کر دلی مسرت ہوئی ہوگی ناں؟''
''ہاں ایسی ویسی' میرا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ خوشی سے بھنگڑے ڈالوں' بس اماں ابا کی وجہ سے صبر کیے رہا۔'' تابش نے بھی حسب عادت اسے ستانے کے لیے مذاق سے کہا تو وہ رونے والی ہوگئی۔
''ہاں تم سے مجھے یہی امید تھی۔''
''تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ میں تمہاری امید پر کھرا اترا ہوں۔'' تابش نے جلتی پر تیل ڈالتے ہوئے کہا۔
''تم بہت بے حس ہو۔'' ماہی کے آنسو بہہ نکلے درد چوٹ سے زیادہ اس وقت اس کے باتوں اور بے پروا لہجے و رویے سے ہو رہا تھا۔
''یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟''
''میرے گرنے کا تم پر کوئی اثر نہیں ہوا ناں؟''
''اثر کیسے نہیں ہوا؟ میں سکون سے گہری نیند سو رہا تھا جب تم سیڑھیوں سے گریں۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور زلزلہ سمجھ کر کمرے سے باہر بھاگا تھا' وہ تو بعد میں اماں سے پتا چلا کہ زلزلہ نہیں آیا تھا ان کی لاڈلی بھانجی ماہی صاحبہ زمین بوس ہوگئی تھیں جس کے جھٹکے دور دور تک محسوس کیے گئے ہیں۔'' تابش حسب عادت مذاق سے بولا مگر انداز نہایت سنجیدہ تھا ماہی تو دکھ سے تڑپ کر رونے لگی۔
''تم بہت بے حس ہو' سنگ دل ہو چلے جاؤ یہاں سے میرے زخموں پر نمک چھڑکنے آئے ہو ناں۔''
''نہیں تو' قسم سے میں نمک ساتھ نہیں لایا۔'' اس نے معصومیت سے کہا۔
''تمہاری زبان ہی کافی ہے خاصا تیز اور نوکیلا ہتھیار ہے یہ تمہارا کھڑے کھڑے انسان کو چیر پھاڑ دے' جلا دے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو کیونکہ تم تو ہو ہی بے حس۔''
''اُف' کتنا غلط سوچتی ہو تم میرے بارے میں' میں تمہارا جی بہلانے کا مذاق کیا کرتا ہوں اور تم دل جلا کے بجھی بجھی سی پھرتی ہو۔ ٹھیک ہے بھئی میں بے حس ہوں' بے پروا ہوں مجھے معاف کردو اور ہاں......'' وہ جاتے جاتے واپس پلٹتے ہوئے اس کے ستے ہوئے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔
''عید تک ٹھیک ہو جاؤ ورنہ......''
''ورنہ کیا؟'' ماہی نے تحیر آمیز نظروں سے اسے دیکھا۔

''ابا اماں بڑی عید پر بکرے کی قربانی دیں گے اور میں گائے کی۔'' تابش نے ذومعنی بات کہی تو وہ الجھن آمیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔
''کیا مطلب؟''
''مطلب تمہاری جگہ کسی بکری کو بیاہ لاؤں گا وہ ''میں میں'' کرکے میرا دماغ کھایا کرے گی اور تم جل جل کے دبلی ہوتی جاؤ گی۔'' تابش نے اسے دیکھتے ہوئے گہری بات بنا کسی جھجک تمہید کے سیدھے اور صاف لفظوں میں کہتے ہوئے اس کے ہوش اڑا دیئے تھے۔ وہ سر اور پاؤں میں اٹھتی ٹیسوں کو سہتے ہوئے اپنی حیرت چھپاتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولی۔
''ہاں تو کرلو اپنے جیسی کسی دبلی پتلی لڑکی سے شادی جو تمہارا دماغ بھی کھائے اور تمہیں تگنی کا ناچ بھی نچائے۔''
''یہ کام تو تم بھی بخوبی کرلیتی ہو پھر میں نیا تجربہ کیوں کروں' نئی مصیبت کیوں مول لوں؟ ویسے بھی مجھ بڑا گوشت بہت پسند ہے۔'' وہ شرارت سے بولا اور اس کے رخسار پر رکا ہوا آنسو اپنی انگلی کی پور سے چن لیا۔
''کیا.....تم نے مجھے گائے کہا' بڑا گوشت کہا؟ اب میں اتنی بھی موٹی نہیں ہوں۔'' وہ خفگی سے بولی۔
''جتنی بھی ہو کافی ہو' تمہاری انگلی کے سائز کی انگوٹھی تو مل ہی جائے گی منگنی پر پہنانے کے لیے۔''
''مجھے نہیں کرنی تم سے منگنی۔'' وہ حیا آمیز لہجے میں کہتی ہوئی رخ پھیر کر خوشی سے مسکرا دی انکار تو خفگی میں کر رہی تھی۔
''ٹھیک ہے میں اماں سے کہہ دیتا ہوں کہ آج سے ہمارے گھر میں بڑا گوشت بند۔'' وہ دروازے کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے بولا۔
''کیا؟''
''ہاں۔'' تابش نے اس کے چہرے پر حیرت' مسرت' حیا' خفگی اور بے کلی کے ملے جلے رنگ بکھرتے دیکھ کر سنجیدگی سے کہا۔
''میں نے منگنی سے منع کیا ہے شادی سے تو نہیں۔'' ماہی کی زبان بے اختیار پھسلی تھی اور اسے فوراً ہی اپنی بے ساختگی بے اختیاری کا احساس بھی ہوگیا تھا' جبھی اس نے مارے شرمندگی کے اپنی زبان دانتوں تلے دبالی۔ تابش کو اس کی

بے اختیاری میں اس کی رضا مندی کا یقین مل گیا تھا اور وہ پُرسکون ہوگیا تھا۔ یہ سچ' یہ راز تو اس نے آج تک خود سے بھی چھپا رکھا تھا کہ وہ ماہی کو چاہتا ہے اور اسے اپنی شریک حیات بنانے کے خواب دیکھتا ہے بس اس صحیح وقت کا انتظار تھا' مناسب حالات اور درست موقع پر ہی وہ اپنے اس راز کو اس پر ظاہر کرنا چاہتا تھا سو اسی لیے خاموش تھا اب تک۔

''کیا کہا؟ ذرا پھر سے کہو مجھے ٹھیک سے سنائی نہیں دیا۔'' تابش اس کی حالت سے محظوظ ہوتے ہوئے شریر لہجے میں بولا وہ مارے شرم کے سر جھکا کے مدھم لہجے میں بولی۔

''میں نے ہر بڑی' چھوٹی عید تمہارے سنگ منانے کے خواب دیکھے ہیں تابش...... میرے خوابوں کو تعبیر دو یا توڑ دو یہ تمہاری مرضی ہے لیکن...... میں تمہارے گھر آنا نہیں چھوڑوں گی سمجھے۔''

''سمجھ گیا' جانتا بھی ہوں بہت ہی ڈھٹ ہو تم۔'' وہ اس کی دلی چاہت اپنے لیے جان کر خوشی سے مزید شوخ و شریر ہوتے ہوئے بولا تو وہ خفگی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''کیا...... میں ڈھیٹ ہوں؟''

''ہاں' جبھی میرے دل کے اندر گھس کے بیٹھی ہو کب سے اور اتنی موٹی اور وزنی ہو کے میں تمہیں دھکے دے کر یا اٹھا کر باہر بھی نہیں پھینک سکتا۔'' وہ شرارت سے مسکراتے ہوئے بولا۔

''باہر پھینک کے تو دکھاؤ' جان لے لوں گی تمہاری۔'' ماہی نے اسے دیکھتے ہوئے پیار بھری دھمکی دی۔

''بس اسی بات کا تو ڈر ہے تم دل سے نکل گئیں تو دم بھی نکل جائے گا اور فی الحال میرا مرنے کا کوئی موڈ نہیں اس لیے اب زندگی میں بھی آجاؤ۔'' تابش نے اسے محبت لٹاتی نظروں سے دیکھتے ہوئے دل سے کہا تو وہ اپنی ساری تکلیف' درد اور اذیت بھول کر خوشی سے کھل اٹھی اور شرمیلے پن سے مسکراتے ہوئے بولی۔

''تو لے جاؤ ناں۔''

''تم بس چلنے کی تیاری کرلو میں جا رہا ہوں اماں ابا سے کہنے کہ عید کے دن بکرا قربان کرنے سے پہلے اس موٹی گائے کو سنگل...... میرا مطلب ہے انگوٹھی پہنا دیں میرے نام کی اور شادی کی ڈیٹ بھی پکی کردیں ورنہ یہ گائے سینگ مارتی رہے گی ان کے بیٹے کو اور اس کی نیندیں حرام کرتی رہے گی۔'' تابش نے شوخ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے شرارت بھرے لہجے میں کہا تو وہ شرما کر چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر ہنس دی تابش اس کی اس ادا پر نثار ہوگیا۔

☆......☆......☆......☆

اور عید الضحیٰ کے دن نماز عید کے بعد وہ سب ماہی کے گھر جمع تھے' دونوں کو منگنی کی انگوٹھی پہنائی گئی اور ربیع الاول کے مہینے میں ان کی شادی کرنے کا پروگرام طے پایا۔ اس منگنی سے دونوں گھرانے بہت خوش تھے خاص کر تابش اور ماہی بہت زیادہ خوش نظر آرہے تھے۔ بڑی عید بڑی خوشی لے کر اُن کی زندگی میں آئی تھی۔

قصائی آگیا تو دونوں گھروں میں بکرے ذبح کیے گئے' تابش' ماہی کے گھر گوشت دینے سب سے پہلے آیا تھا' ٹرے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے تابش نے ذومعنی بات کہی۔

''مبارک ہو بکرا ذبح ہوگیا تمہارے ہاتھوں۔''

''تمہیں بھی مبارک ہو ڈبل عید' اب ساری زندگی بڑا گوشت کھانا بیٹھ کر۔'' تابش کی بات پر وہ ہنس کر بولی تو وہ بے ساختہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

''عید مبارک۔'' ماہی نے شرماتے ہوئے کہا اور ٹرے لے کر باورچی خانے کی طرف بھاگ گئی۔

تابش بھی دل سے باآواز بلند اسے ''عید مبارک'' کہہ کر دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوا' باہر قصائی کے پاس چلا گیا جہاں بکرے کی قربانی عمل میں لائی گئی تھی اور گوشت تقسیم کے لیے بوٹیوں کی شکل میں بنایا جاچکا تھا۔ تابش نے دل میں یہ قربانی قبول ہونے کی دعا کی اور گوشت کے حصے بنانے لگا جو اس نے غرباء و مساکین میں' عزیز رشتے داروں میں تقسیم کرنا تھا۔ عید قربان کی اصل روح کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہی اصل عید اور اصل قربانی ہے۔ یہ بات تابش اچھی طرح سمجھتا تھا اور خوشی خوشی یہ فریضہ انجام دے رہا تھا۔

شبِ ہجر کی پہلی بارش
نازیہ کنول نازی

قسط نمبر 27

ملا تھا ہجر کے رستے میں صبح کی مانند
بچھڑ گیا تھا مسافر سے رات ہونے تک
میں اس کو بھولنا چاہوں تو کیا کروں آخر
جو مجھ میں زندہ ہے خود میری ذات ہونے تک

گزشتہ قسط کا خلاصہ

ملک فیاض جوان بیٹے ایاز کی لاش لے کر پاکستان آجاتا ہے حویلی میں صف ماتم بچھ جاتی ہے۔ دوسری طرف شہرزاد کمرے میں بیٹھی آئندہ کا لائحہ عمل ترتیب دے رہی ہوتی ہے تب اس کے پاس افشین (ملازمہ) آجاتی ہے۔ شہرزاد افشین سے ملک فیاض کے حوالے سے بات کرتی ہے اور افشین کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے ہی شہرزاد ملک فیاض کی الکوحل کی بوتلوں میں زہر شامل کردیتی ہے ملک فیاض جب بھی خوش یا اداس ہوتا ہے اس سے استفادہ کرتا ہے۔ عائلہ ہسپتال سے واپس گھر آجاتی ہے، درمکنون تیز بخار میں پھنک رہی ہوتی ہے، گھر کی ابتری حالت دیکھ کر عائلہ پریشان ہوجاتی ہے اور فوراً درمکنون کے پاس آتی ہے۔ عمر عباس شہر میں نہیں ہوتا ہے تب ہی عائلہ شہربانو کو کال کرتی فوراً آنے کا کہتی ہے۔ درمکنون بخار کے باعث بے ہوشی کی حالت میں ہوتی ہے، ہوزان بھی ہسپتال پہنچ جاتی ہے، درمکنون کو ہوش آجاتا ہے۔ درمکنون کو صیام کا احسان یاد آنے کے ساتھ رات کا ایک ایک منظر یاد آنے لگا تھا، ڈاکوؤں کے فرار کے بعد جب وہ صیام کے بازو کے ساتھ لگی کھڑی ہوتی ہے تب صیام پتھر کا مجسمہ بنا کھڑا ہوتا ہے۔ میرب ریاض اغواء ہوجاتی ہے ہاسٹل سے اپنے جواں سالہ بھائی کی المناک موت پر غم سے نڈھال وہ حویلی آرہی ہوتی ہے تب عمر عباس راستے میں اسے اغواء کرلیتا ہے۔ دوسری طرف ملک فیاض میرب ریاض کے انتظار میں ہوتا ہے تب ملک فیاض کی خاص خادمائیں ہاسٹل فون کرکے انتظامیہ سے رابطہ کرکے میرب کا پتا کرتی ہے۔ میرب اکثر ہی ہاسٹل سے حویلی اکیلی ہی آتی تھی، ملک فیاض ایاز کی تدفین تک ہی صبر کرتا ہے اس کے بعد شہرزاد کو تہہ خانے میں قید کردیتا ہے۔ عائلہ شاپنگ کے لیے آتی ہے تب ہی خریداری کے دوران اس کی نظر زاویار پر چلی جاتی ہے اور وہ ڈر کر وہاں سے بھاگ جاتی ہے۔ زاویار عائلہ کے پیچھے آتا اس سے اپنے رویہ کی معافی مانگنا چاہتا ہے لیکن عائلہ ٹیکسی روک کر اس میں سوار ہوتی زاویار کو مایوس کرجاتی ہے۔ میرب ریاض کو اغواء ہوئے دو دن گزر جاتے ہیں، ملک فیاض کے ضبط کی طنابیں ٹوٹ جاتی ہیں، دوسری طرف شہرزاد تہہ خانہ اندر سے لاک کرلیتی ہے جس پر ملک فیاض مزید تلملا کر رہ جاتا ہے ایسے میں شیر دل ملک فیاض کو افشین کا شہرزاد سے رابطہ میں رہنے کی خبر دیتا ملک فیاض کو مزید طیش دلا جاتا ہے۔

اب آگے پڑھیے

محبت آزماؤ گے؟
ابھی تم نے کہا تاں کہ محبت آزماؤ گے

چلو اب یہ بھی بتلا دو کہ کیسے آزماؤ گے
سنو تم طفل مکتب ہو، تمہیں معلوم ہی کیا ہے
محبت کس کو کہتے ہیں، محبت کیسے ہوتی ہے؟
تمہیں بس یہ پتا ہے کہ محبت مر نہیں سکتی
محبت باتیں کرتی ہے، محبت ساتھ دیتی ہے
محبت ایک کرتی ہے، محبت جان لیتی ہے
یا پھر تم یہ سمجھتے ہو، محبت ایک دھوکہ ہے
ہوس ہے، جسم کی چاہ ہے، محبت مار دیتی ہے
محبت چھوڑ دیتی ہے، محبت جھوٹ دیتی ہے
تمہاری نظر میں جاناں محبت یہ ہی ہوتی ہے
یہ سب کچھ جاننے کے بعد بھی تم آزماؤ گے
یا پھر تم آزما بیٹھے؟
کہا ناں طفل مکتب ہو، تمہیں معلوم ہی کیا ہے؟
یہ جس کو تم سمجھتے ہو، تمہیں بتلاؤں یہ کیا ہے؟
کبھی آئینہ دیکھا ہے کہ جس کا عکس نہ ہو
پھر بھی وہ ہر عکس رکھتا ہے
اگر بادل ہو تو بادل، اگر سورج ہو تو سورج
اگر سایہ ہو تو سایہ، اگر روشن ہو تو روشن
چھپاتا کچھ نہیں، ہر حال بالکل سچ بتاتا ہے
اسے ہم جو بھی دکھلائیں، ہمیں وہی دکھاتا ہے
محبت آئینے سی ہے، بہت ہی صاف اور شفاف
اسے ہم جس طرح دیکھیں، یہ ویسے ہی تو دکھتی ہے
ہاں بالکل آئینے جیسی
یہ توڑا تو نہیں کرتی، اسے ہم توڑ دیتے ہیں
یہ مارا بھی نہیں کرتی، اسے ہم مار دیتے ہیں
ہاں سب کچھ ہم ہی کرتے ہیں
اسے الزام دیتے ہیں
کہا ناں آئینے جیسی
ہم اس کو آزمائیں کیا؟ یہ ہم کو آزماتی ہے
محبت جیت جاتی ہے مگر ہم ہار جاتے ہیں
تمہیں اب یہ بھی بتلاؤں؟
کہ اس میں جیتنا یا ہارنا کچھ بھی نہیں ہوتا

یہ سب ذوق انا، تسکین دل، وقتی تسلی ہے
ضرورت کے تقاضے ہیں، یہ خواہش کے تماشے ہیں
محبت یہ نہیں یارم! محبت......بس محبت ہے
یہ خود خاموش ہوتی ہے، یہ خاموشی سے ہوتی ہے
یہ بس توفیق ہوتی ہے
فقط محسوس ہوتی ہے
عطائے رب یکتا ہے......
یہ ہر اک دل میں ہوتی ہے
مگر......احساس مرنے پر
محبت مر بھی جاتی ہے
تم اس کو آزماؤ گے؟ محبت آزماؤ گے؟
ذرا آئینہ دیکھو تو......
ذرا خود کو بھی پہچانو
محبت آزماؤ گے؟

بارش قدرے تھم چکی تھی، مریرہ نے ایک نظر کھڑکی سے باہر دیکھا پھر بے ساختہ اطمینان کی سانس لی۔

''شکر ہے بارش رک گئی ورنہ گھر پہنچنا مشکل ہو جاتا خیر بوتیک کے قریب ہی ریسٹوران تھا ہم وہاں بیٹھ کر چائے پی سکتے تھے۔''

''ہوں پی تو سکتے تھے مگر اس ریسٹوران کے باہر تمہارے شوہر نامدار کی گاڑی کھڑی تھی اور وہ خود موصوف گاڑی کے قریب کھڑے شاید تمہیں دیکھ رہے تھے اسی لیے وہاں لے کر نہیں گیا' تمہاری تو خیر ہے میری جان بہت قیمتی ہے ابھی۔'' عمر کی اطلاع پر اس کا دل بے حد اداس ہو گیا تھا۔

''کیا ہوا تم بہت اداس اداس سی لگ رہی ہو سب ٹھیک تو ہے ناں؟''

''ہوں۔''

''اس کا مطلب ہے سب ٹھیک نہیں ہے' کیا ہوا؟''

''کچھ بھی نہیں۔'' وہ ہنوز کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی' زاویار پھر سو گیا تھا عمر نے گاڑی ریسٹورنٹ کے سامنے روک دی۔

''تم جانتی ہو ناں' جب تک تم مجھے سب کلیئر نہیں کرو گی میں تمہارا دماغ کھاتا رہوں گا اور بھی جانتی ہو کہ تمہارے دماغ کو پہلے ہی زنگ لگ چکا ہے لہٰذا شرافت سے سب کچھ بتا دینے میں ہی تمہاری بھلائی ہے۔'' گاڑی سے نکلتے ہوئے اس نے کہا تھا۔ مریرہ کوشش کے باوجود اپنی آنکھوں کو بھیگنے سے نہ روک سکی۔

''میرو۔'' ریسٹورنٹ کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے عمر عباس نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر جیسے ٹھٹک گیا تھا۔

''کیا ہوا ہے اسے؟''

''کچھ نہیں۔'' وہ اب آنسو صاف کر رہی تھی' عمر نے بچہ اس سے لے لیا۔

تحقیق، معیار، کفایت
اشرف® کی روایت
قائم شدہ 1939
270 سے زائد قدرتی ادویات کے ساتھ
صحت مند پاکستان
شربت بزوری معتدل
شربت صندل
شربت الائچی
شربت تسکین جگر

"اوکے آؤ میرے ساتھ۔" مریہ کے خیال سے وہ کونے کی ٹیبل پر آ گئے۔

"اب بتاؤ کیا ہوا ہے؟"

"کچھ خاص نہیں، بس صمید حسن نے دوسری شادی کرلی ہے۔"

"کیا.....مگر کیوں؟"

"پتا نہیں شاید وہ عورت اس کے دل کو بھا گئی تھی۔"

"ناممکن..... میں یہ بات بالکل نہیں مان سکتا۔" ٹیبل پر آہستہ سے دایاں ہاتھ مارتے ہوئے اس نے کچھ ایسے انداز میں کہا کہ وہ چونک گئی۔

"کیوں؟"

"کیونکہ جس شخص کی تم جیسی خوب صورت، سادادل، باکردار بیوی ہو وہ کسی اور عورت میں دلچسپی لے ہی نہیں سکتا۔"

"صرف خوب صورتی اور کرداری بیڑیوں سے مرد کے اختیار کو باندھا نہیں جاسکتا عمر، وہ عورت صمید حسن کے بزنس پارٹنر کی بیٹی ہے، ہوشیار اور امیر ہے، اس کے اسٹینڈرڈ کی ہے۔"

"جو بھی ہو صمید حسن عقل کا اندھا نہیں ہے۔ میں مان ہی نہیں سکتا کہ اس نے محبت میں شادی کی ہوگی۔"

"مجھے اس عورت نے خود بتایا ہے۔"

"بکواس کرتی ہے وہ، جھوٹ بولتی ہے یقیناً کوئی اور وجہ ہوگی۔"

"تم کہنا چاہتے ہو کہ اس نے مجبور ہو کر یہ شادی کی ہوگی؟"

"ہوسکتا ہے۔"

"بس کرو عمر عباس، تم مرد لوگ کبھی ایک دوسرے کے خلاف جا ہی نہیں سکتے، چاہے جتنے بھی گر جاؤ۔"

"میں اس کی فیور نہیں کر رہا جو حقیقت ہے وہی بتا رہا ہوں۔"

"اگر یہ حقیقت ہے تو پھر مجھے کہنے دو عمر کہ صمید حسن کو سمجھنے میں تم سے بھی میری طرح سنگین غلطی ہوئی ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے مان لیا کہ ایسا ہی ہوگا پھر..... ایشو کیا ہے اب؟"

"ایشو یہ ہے کہ اب وہ اپنی دوسری بیوی کی خوشی کے لیے مجھے طلاق دے رہا ہے۔"

"دے رہا ہے یا دے دی؟"

"دے رہا ہے پیپرز بنوالیے ہیں اس نے۔"

"تم سے کس نے کہا یہ سب؟"

"کس نے کہنا تھا، اس کی بیوی ہی آئی تھی طلاق کے پیپرز لے کر سائن کروانے، اگلے روز میں نے صمید حسن سے کنفرم کیا تو اس نے بھی تصدیق کردی۔"

"ہوں، اس کا مطلب ہے اس عورت میں واقعی کوئی خاص بات ہے۔"

"پتا نہیں۔" وہ اب رخ پھیرے رو رہی تھی، عمر نے اس کے سرد ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"تم نے کیا سوچا ہے اب؟"

"کچھ نہیں، اس سے پہلے کہ وہ شخص مجھے طلاق دے میں اسے خود چھوڑ دوں گی، نہ صرف یہ بلکہ بزنس میں اپنا حصہ بھی لے کر رہوں گی۔"

"اس کا کیا کرو گی؟"

''خود کوئی چھوٹا موٹا کاروبار شروع کروں گی۔''
''کیا تمہارے لیے یہ آسان ہوگا؟''
''اللہ آسانیاں پیدا کرنے والا ہے۔''
''ہوں' میں اس صورت حال میں کیا مدد کر سکتا ہوں تمہاری؟''
''بتاؤں گی مگر ابھی نہیں۔''
''ٹھیک ہے' یہ میرا کانٹیکٹ نمبر رکھ لو جب جس گھڑی بھی میری مدد کی ضرورت ہو تو بلا لینا' دوڑا چلا آؤں گا۔ ہاں مگر اتنا ضرور کہوں گا اپنی طرف سے تم یہ رشتہ ختم کرنے کی کوشش مت کرنا' تمہارے بیٹے کے لیے باپ کا سایہ بہت ضروری ہے۔''
''جانتی ہوں۔'' تھکی تھکی سی آواز میں کہتے ہوئے اس نے آنسو پونچھے تھے۔ ان کے سامنے دھری چائے یونہی رہ گئی تھی' نہ عمر نے اپنے کپ کو ہاتھ لگایا نہ مریرہ نے۔ اپنا کانٹیکٹ نمبر مریرہ کو نوٹ کروا کر وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔
ٹیبل پر چائے کی ادائیگی ہو چکی تھی' دونوں سست قدموں سے چلتے ریسٹورنٹ سے باہر نکل گئے۔ باہر اب ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی' مریرہ اندر سے اتنی ڈسٹرب تھی کہ اسے اتنے عرصے کے بعد عمر عباس سے ملنے کی خوشی بھی نہیں ہوئی' وہ گھبرائی تو عصر ڈھل چکی تھی۔
صمید حسن کی گاڑی پورٹیکو میں کھڑی تھی جس کا مطلب تھا کہ وہ گھر آ چکا تھا۔ وہ ایک نظر گاڑی پر ڈالتی قطعی بے نیازی سے آگے بڑھ گئی یوں جیسے اب اسے صمید حسن کے گھر پر ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق ہی نہ پڑتا ہو۔
زاویار جاگ رہا تھا اس نے آہستگی سے اسے اپنے کمرے میں لا کر بیڈ پر لیٹایا تب ہی اپنے پیچھے قدموں کی آہٹ پر وہ بے ساختہ پلٹی تھی' سامنے صمید حسن کھڑا تھا بے حد سنجیدہ موڈ کے ساتھ۔
''کہاں سے آ رہی ہو؟'' خشک لہجے میں پہلا سوال ہی اس نے یہی کیا تھا۔ مریرہ نے نظر انداز کر دیا تبھی وہ چلایا تھا۔
''سنا نہیں تم نے کیا پوچھ رہا ہوں میں۔'' وہ جو واش روم کی طرف بڑھ رہی تھی رک گئی۔
''کون ہیں آپ؟'' سینے پر دونوں بازو باندھتے ہوئے اس نے کچھ ایسے انداز میں پوچھا کہ وہ جل کر کباب ہو گیا۔
''کون ہوں میں..... ابھی محبوب سے مل کر آ رہی ہو تو تمہیں یہ بھول گیا کہ میں کون ہوں؟''
''جسٹ شٹ اپ۔'' ایک بار پھر وہ اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھنا ہی چاہتی تھی کہ صمید نے بازو پکڑ لیا۔
''مجھے بے حیا' بدکردار کہتی ہو جبکہ میں نے جائز نکاح کیا ہے۔ اپنے گریبان میں جھانکو اور بتاؤ تم کیا ہو' جو شوہر کے ہوتے ہوئے اتنے خراب موسم میں اپنے محبوب کے ساتھ عیاشی کرتی پھر رہی ہو' چھوٹے سے معصوم بچے کا بھی خیال نہیں ہے تمہیں۔''
''کیا عیاشی کی ہے میں نے؟'' اس کی آنکھیں سکڑ گئی تھیں' سارا منیر حسین مطمئن سی چوکھٹ کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔
''میں بتاؤں اب تمہیں کہ تم نے کیا عیاشی کی ہے۔''
''ظاہر ہے تم بہتان لگا رہے ہو تو تم ہی بتاؤ گے۔''
''چٹاخ.....'' اس کے سوال کا جواب صمید نے تھپڑ سے دیا تھا۔
''اسی لیے جان چھڑانا چاہتی ہو مجھ سے تاکہ پرانے عاشق سے تعلقات پھر استوار کر سکو' دو بچوں کی ماں ہو کر اس

سے چھپ چھپ کر ملتے ہوئے شرم نہیں آتی تمہیں؟'' وہ قہر ڈھا رہا تھا' مریہ اپنی سوتن کے سامنے اس درجہ تذلیل پر اسے پتھرائی آنکھوں سے دیکھتی رہ گئی تھی۔

عورت محبت کے بغیر زندہ رہ سکتی ہے مگر عزت کے بغیر نہیں' یہ بات آج اس کے سامنے آ گئی تھی۔ اسے لگا جیسے اس کی ذات کی عمارت منہدم ہوگئی ہو۔

''میں عمر عباس سے چھپ چھپ کر ملوں گی؟''

''ہاں' ملتی ہو تم چھپ چھپ کر' سارا نے خود دیکھا ہے جیسے وہ کمینہ یہاں آ کر گھنٹوں تمہارے کمرے میں گھٹنے سے لگ کر بیٹھا رہتا ہے۔''

''بکواس ہے یہ' سراسر جھوٹ ہے۔''

''بس کرو مریہ رحمن...... اللہ کا واسطہ ہے تمہیں بس کرو' میں نے آج خود تمہیں اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے دیکھا ہے' اچھی پلاننگ کر رہے ہو تم لوگ شادی کی۔''

''میرا اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ ہم شادی کی پلاننگ کر رہے تھے۔''

''تو اور کیا ثابت کرتا ہے؟'' وہ وکیل بنا ہوا تھا مگر اس کا نہیں سارا منیر حسین کا۔ وہ خاموشی سے واپس پلٹ گئی۔

گھروں کا اجڑ جانا دلوں کے اجڑ جانے سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے' مریہ رحمان کا بھی دل اجڑ گیا تھا وہ گھر بسا کر کیا کرتی؟ اس نے صرف اپنے ضروری ڈاکومنٹس اور زاویار کا فیڈر اٹھایا تھا' اپنا موبائل فون تک وہیں چھوڑ دیا تھا۔

''میں بری اور بدکردار عورت ہوں صمید حسن...... میرا تم جیسے شریف اور باکردار شخص کے گھر اور زندگی میں کیا کام لہٰذا میں ابھی اور اسی وقت یہ گھر چھوڑ کر جا رہی ہوں' تمہیں تمہارا گھر' تمہاری محبت اور دنیا مبارک۔'' صمید کو امید نہیں تھی کہ وہ شرمندہ ہونے کی بجائے اتنا بڑا فیصلہ سنا دے گی' تبھی اسے مزید غصہ آ گیا۔

''ہوں' یہ تو کرنا ہی ہے تم نے آخر تازہ تازہ ملاقات جو ہوئی ہے۔''

''جسٹ شٹ اپ اوکے۔'' وہ دھاڑی تھی صمید حسن نے سر جھٹک دیا۔

''بہت بول چکے تم صمید حسن اور بہت برداشت کر لیا میں نے' اس سے آگے ایک لفظ نہیں سنوں گی میں' سمجھے تم۔''

غصے نے اس کا چہرہ سرخ کر دیا تھا' آنکھوں میں آنسو لیے اس نے زاویار کو اٹھایا۔

''میرے اور تمہارے راستے آج سے ہمیشہ کے لیے علیحدہ ہیں' آج کے بعد تم دنیا کے آخری مرد بھی رہ جاؤ تب بھی مجھے تمہارا ساتھ گوارہ نہیں' یہ یاد رکھنا۔''

بارش صرف باہر نہیں ہو رہی تھی اندر بھی ہو رہی تھی صمید کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔ اسے سمجھ میں ہی نہ آیا وہ اب کیا کرے؟

''باہر بارش ہو رہی ہے' بہتر ہے ابھی تم کہیں نہیں جاؤ سمجھی؟''

''نہیں' اب نہیں صمید حسن' آج کے بعد اس گھر میں میرے قدم نہیں پڑیں گے۔ سمجھ لو ہمارے درمیان سب کچھ ختم ہوگیا' سب کچھ۔ اب چاہے میں عمر عباس کے پاس جاؤں یا کسی اور کے' تمہیں اس سے مطلب نہیں ہونا چاہیے کیونکہ میں دل سے تمہیں چھوڑ رہی ہوں اوکے۔'' وہ بے حد جذباتی ہو رہی تھی۔ حمنہ حسین اور عمر عباس کی ساری نصیحتوں اور خدشوں کو اس نے بالائے طاق رکھ دیا تھا صمید حسن اسے دیکھتا رہ گیا۔

''تم ایسا کچھ نہیں کرو گی' آئی سمجھ؟''

''سمجھ ہی تو آ گئی ہے اب' ہٹو سامنے سے۔''

''تم پچھتاؤ گی میرو...... بتا رہا ہوں میں تمہیں۔''

''کوئی پروا نہیں۔''

''او کے تم جانا چاہتی ہو شوق سے جاؤ مگر میرے بیٹے کو یہیں چھوڑ کر جاؤ' میں اسے ساتھ لے جانے نہیں دوں گا۔'' آگے بڑھ کر اس نے زاویار کو اس کی بانہوں سے نکال لیا تھا' وہ تڑپ کر رہ گئی۔

''میں ماں ہوں' میرا حق تم سے زیادہ ہے میرا بچہ میرے بغیر نہیں رہ سکتا۔''

''نہیں رہ سکتا تو کس نے کہا ہے اپنے بیٹے کو جاؤ چھوڑ کر' اتنا ہی بیٹے کا خیال ہے تو رہو اسی گھر میں۔''

''نہیں' اب نہیں' یہ گھر میرے لیے مقبرہ بن چکا ہے' مقتل بن گیا ہے میرا' میں یہاں اب ایک منٹ بھی نہیں رہ سکتی۔'' وہ روئی تھی مگر صمید حسن پر اس کے آنسوؤں کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا' بے حسی کے تمام ریکارڈ توڑتے ہوئے اس نے زاویار کو اٹھا کر اپنی گود میں لے لیا تھا۔

''تمہیں اگر جانا ہے تو تنہا ہی جانا ہوگا' اچھی طرح سوچ کر فیصلہ کرلو۔'' وہ شخص اسے آزما رہا تھا بلکہ نہیں وہ اس کے اندر کی عورت کو آزما رہا تھا' اس کے صبر اور فیصلے کی مضبوطی کو آزما رہا تھا' مریہ رحمان نے ہتھیار پھینک دیئے۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو چکا تھا صمید حسن نے نظریں چرالیں۔ وہ کچھ دیر کھڑی برستی آنکھوں سے اپنے جگر کے ٹکڑے کو دیکھتی رہی پھر ٹوٹے ہوئے شکستہ قدموں سے واپس پلٹ آئی۔

صمید حسن کو یقین تھا کہ وہ اپنے جگر کے ٹکڑے کو چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گی مگر اس کا یقین ٹوٹ گیا۔ برستی اندھیری رات میں بنا اپنے کسی انجام ونقصان کی پروا کیے وہ اس کے گھر کی دہلیز عبور کرگئی تھی' پیچھے وہ چلایا تھا۔

''تم پچھتاؤ گی میرو...... تم جیسی گھمنڈی اور ضدی عورتیں ہمیشہ پچھتاتی ہیں۔'' مگر اس نے پلٹ کر اس کی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔ گیٹ پر موجود چوکیدار بابا نے عجیب بے بسی کے ساتھ اس کی بھیگی آنکھوں کو دیکھا مگر وہ اسے روکنے کی جسارت نہ کرسکا۔

برستی بارش میں وہ گھر سے نکل آئی تھی مگر اس کا دل کٹ رہا تھا' لہولہان ہو رہا تھا۔ ایک ایک قدم جیسے من من بھاری ہو رہا تھا' سامنے روڈ پر کہیں روشنی نہیں تھی یوں لگتا تھا جیسے سارا شہر اس کے دل کی طرح تاریکی میں ڈوب گیا ہو۔

کہیں کہیں کتوں کے بھونکنے کی تیز آوازیں اس کا دل دہلا رہی تھیں مگر اس نے پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھا' اس کانچ سے بنی شہزادی کا دل جیسے پتھر ہو گیا تھا۔

برستی بارش میں پیدل چلتے چلتے اس کی سانس پھولنے لگی تھی جب اچانک وہ کسی کی گاڑی سے ٹکرائی تھی۔ حادثہ معمولی نوعیت کا تھا مگر پھر بھی اسے ہوش میں آنے میں ایک ہفتہ لگ گیا تھا' ایک ہفتے کے بعد جب وہ ہسپتال سے نکلی تو بالکل ویسا ہی موسم تھا جیسا صمید حسن کا گھر چھوڑتے وقت اس نے جھیلا تھا اسے لگا شاید وہ پندرہ بیس منٹ بے ہوش رہی ہو مگر جس نرس نے اسے ڈسچارج کیا تھا اس کے مطابق وہ پچھلے ایک ہفتے سے وہاں ایڈمٹ تھی' ہوش میں آتے ہی پھر غنودگی میں چلی جاتی۔ اس کے اندر کمزوری بہت بڑھ چکی تھی اوپر سے پریگنینسی نے مزید نڈھال کردیا۔ نرس کے مطابق اسے دو لڑکیاں وہاں ایڈمٹ کروا کر خود رفو چکر ہوگئیں تھیں لہٰذا پانچ چھ دن تک وہ لاوارثوں کی طرح ہسپتال والوں کے رحم وکرم پر تھی۔

اس کے ضروری ڈاکومنٹس کے ساتھ جس وقت نرس نے اسے ہسپتال سے فارغ کیا شام ڈھل رہی تھی وہ اب بالکل ٹھیک تھی لہٰذا ہسپتال والے اسے مزید وہاں رکھنے کو تیار نہیں تھے۔ جب وہ ہسپتال سے نکلی سڑکیں بھیگی ہوئی تھیں مگر بارش میں شدت نہیں تھی تاہم جیسے جیسے وہ قدم آگے بڑھاتی گئی بارش نے زور پکڑ لیا۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ صمید حسن نے کرنل صاحب سے رابطہ کرکے انہیں تمام حالات و واقعات بتا کر انہیں اپنے لیے ہموار کرلیا ہے۔ اسے تو یہ بھی خبر نہیں تھی کہ وہ لندن سے پاکستان بھی آچکے تھے شاید تبھی جب وہ پور پور بارش میں بھیگی کرنل صاحب کے گھر پہنچی دروازہ کھلا دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ سامنے برآمدے میں کرنل صاحب ایک چھوٹی سی بچی کے ساتھ مصروف تھے اس کی آنکھیں بھرآئیں۔

"بڑے ابو۔" رندھے گلے سے جیسے ہی اس نے انہیں پکارا انہوں نے فوراً اس کی طرف توجہ کی۔ مریرہ بھاگ کر ان سے لپٹ گئی۔

"آپ کب آئے بڑے ابو؟" کرنل صاحب کا مشفق ہاتھ اس کے سر پر تھا وہ بولے۔

"ابھی دو روز پہلے تم اس وقت اس حال میں کہاں سے آرہی ہو صمید حسن کہاں ہے؟" مریرہ کو اتنی جلدی ان سے اس سوال کی توقع نہیں تھی تبھی وہ نظریں چراتے ہوئے بولی۔

"پتا نہیں میں اس کا گھر چھوڑ آئی ہوں۔"

"کیوں؟" اس بار ان کے لہجے میں غصہ تھا۔ مریرہ نے بے ساختہ سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔

"وہ شخص میری بے لوث محبت کے قابل نہیں ہے بڑے ابو...... اس نے کسی اور کو اپنی زندگی میں شامل کرلیا ہے۔"

"تو کیا ہوا اسلام میں مرد کو چار شادیوں کی اجازت ہے اس نے دوسری کرلی تو کون سی قیامت آگئی۔"

"میرے لیے قیامت ہی آگئی ہے بڑے ابو میں اب اس کے ساتھ مزید نہیں چل سکتی۔"

"تم ابھی اتنی بڑی نہیں ہوئی ہو میرو کہ اپنے فیصلے خود کرسکو ابھی میں زندہ ہوں تمہارا بڑا بزرگ ابھی تم وہی کرو گی جو میں چاہوں گا۔" زندگی میں پہلی بار کرنل صاحب غصے سے بول رہے تھے اسے لگا وہ اس کے نہیں صمید حسن کے تایا ابا ہوں تبھی اس نے ڈبڈبائی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"اور آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"تمہارا گھر بسا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں میں میری ایک بیٹی تو زندگی کی خوشیاں نہ دیکھ سکی دوسری تو دیکھے۔ وہ شخص برا نہیں ہے مجبور ہے تم اس کے ساتھ خوش رہوگی میرو۔"

"میں اس کے ساتھ خوش نہیں رہ سکتی بڑے ابو۔"

"تو ٹھیک ہے پھر جن قدموں سے چل کر یہاں تک آئی ہو انہی قدموں سے واپس لوٹ جاؤ، صمید حسن کے بغیر اس گھر میں تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔" وہ بی کہ قیامت ٹل گئی ہے۔

صمید حسن نے اپنے دل اور گھر سے بے دخل کردیا تو کیا ہوا ابھی سر پر کرنل شبیر علی جیسا آسمان باقی ہے مگر اسے کیا پتا تھا کہ اس بار زندگی اس کے ساتھ اتنا بے رحم کھیل کھیلنے والی ہے۔ ٹپ ٹپ برستی آنکھوں کے ساتھ وہ کرنل شبیر علی کو دیکھتی رہی مگر انہوں نے بے حسی کے تمام ریکارڈ توڑ ڈالے تھے۔

دہلیز کے اس پار کھڑی مریرہ رحمٰن کے لیے اس لمحے جیسے کہیں بھی امان نہیں رہی تھی۔ کرنل صاحب رخ پھیرے کھڑے تھے جس کا مطلب تھا کہ وہ اس کی کوئی بات نہیں سنیں گے نتیجتاً وہ پلٹ گئی۔ یہ پلٹنا زندگی سے منہ موڑنے کے مصداق تھا۔

اس وقت اس کے ذہن میں سوائے آندھیوں کے کچھ بھی نہیں تھا کوئی ٹھکانہ بھی نہیں۔ صرف اس کے ضروری ڈاکومنٹس کی فائل اس کے سینے سے لگی تھی اور بس...... کرنل صاحب نے اس کے واپس پلٹتے ہی فوراً صمید کو کال ملائی تھی۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام! ابھی حال چال دریافت کرنے کا وقت نہیں ہے برخودار میرو آئی ہے میرے پاس مگر میں نے دہلیز سے واپس لوٹا دیا ہے سمجھا بجھا کر۔ وہ بہت بُری طرح بھیگ چکی ہے یقیناً عمر اسے چھوڑ کر جاچکا ہوگا' جیسا کہ تمہیں خدشہ تھا۔ اب جلدی سے گاڑی لے کر آؤ اور اسے ساتھ لے جاؤ' میری بچی اس بارش میں پیدل تمہارے گھر تک نہیں جاسکتی۔"

"جی اچھا' میں ابھی آیا۔" صمید حسن نے سرعت سے کہتے ہی کال کاٹ دی تھی۔

جانے کیوں اس لمحے اس کا دل بہت شدت سے دھڑک رہا تھا' سارا منیر حسین اسے گاڑی نکالتے دیکھ کر بے چین ہوئی تھی تاہم کوشش اور خواہش کے باوجود وہ اسے باہر جانے سے روک نہیں سکتی تھی البتہ اس کا دل ضرور دعائیں کررہا تھا کہ صمید کو مریرہ اب کبھی نہ ملے' وہ کبھی واپس پلٹ کر اس گھر میں نہ آئے اور یہی ہوا تھا۔ اس کی دعائیں مستجاب ہوگئی تھیں۔

برستی بارش میں کرنل صاحب کے گھر جانے والی تمام سڑکوں کو کئی کئی بار ناپنے کے باوجود صمید کو وہاں مریرہ رحمان کا نام ونشان تک نہیں ملا تھا تھک کر وہ کرنل صاحب کے پاس چلا آیا تھا۔

"آپ نے تو کہا تھا وہ یہاں آئی تھی مگر وہ کہیں بھی نہیں ہے انکل' میں نے ایک ایک سڑک چھان لی ہے۔" اس کا متفکر لہجہ کرنل صاحب کو بھی پریشان کر گیا تاہم انہوں نے حوصلے سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"فکر مت کرو وہ پیدل ہی گھر پہنچ گئی ہوگی' اس کے ماتھے پر چوٹ کا نشان تھا۔ پٹی بھی بندھی ہوئی تھی وہ یقیناً کسی حادثے کا شکار ہوکر ہسپتال میں رہی ہے' ابھی عمر سے بھی رابطہ کیا تھا میں نے مگر اس کا نمبر بند مل رہا ہے شاید وہ پاکستان میں یا شہر میں نہ ہو۔"

"پاکستان میں تو ہے' میں نے خود میرو کے ساتھ دیکھا تھا اسے البتہ شہر میں اس وقت نہ ہو یہ ہوسکتا ہے خیر میں چلتا ہوں' اتنی بارش میں وہ کہیں اور جا بھی نہیں سکتی۔" کرنل صاحب کو مطمئن کرکے وہ ان کے گھر سے نکل آیا تھا مگر اس کے دل کو قرار نہیں تھا اسے سو فیصد یقین تھا کہ وہ گھر نہیں گئی ہوگی اور یہی ہوا تھا۔ کرنل صاحب کا اپنا دل بے سکون ہوکر رہ گیا تھا صمید حسن ریش ڈرائیو کرتے ہوئے گھر پہنچا وہاں چوکیدار سر جھکائے گیٹ کے اس پار بیٹھا نہایت مغموم دکھائی دے رہا تھا' اس نے اسے ہی آواز دے لی۔

"شریف حسین۔"

"آیا صاب۔" اپنی گن سنبھال کر وہ شیڈ کے نیچے سے فوراً اٹھتے ہوئے اس کی گاڑی کی طرف لپکا۔

"جی صاب۔"

"میرے جانے کے بعد کوئی گھر میں آیا ہے کیا؟"

"نہیں صاب' کوئی نہیں آیا۔"

"بیگم صاحبہ بھی نہیں۔"

"نہیں۔" اس کا چہرہ تھکن کا شکار لگ رہا تھا صمید نے گاڑی ریورس کرلی' جب تک مریرہ اسے مل نہ جاتی وہ اب گھر واپس پلٹنے والا نہیں تھا' اس کی اکڑ' شک' مردانگی سب صابن کی جھاگ ثابت ہوئے تھے۔ سچ اگر کچھ تھا تو صرف محبت تھی جو اسے مریرہ رحمان کی ذات سے تھی۔ وہ اس کے بغیر جینے کا سوچ بھی نہیں تھا لہٰذا اس نے طے کرلیا تھا اب کی بار سے وہ مل جائے اسے پاؤں پکڑ کر بھی منانا پڑا تو وہ یہ عمل بھی ضرور کرے گا مگر قدرت نے

اسے اس کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔
جس روز مریرہ نے اس کا گھر چھوڑا تھا اسی روز اس نے کرنل صاحب کو لندن کال ملا کر مختصر لفظوں میں ساری داستان امیر حمزہ کہہ سنائی تھی۔ جواب میں کرنل صاحب نے اس کی مجبوری سمجھتے ہوئے اسے تسلی دی تھی کہ وہ دو تین روز میں پاکستان واپس آرہے ہیں کیونکہ ان کا بیٹا سکندر علوی زندہ نہیں رہا لہٰذا پاکستان واپس آتے ہی وہ مریرہ کو پاس بیٹھا کر اچھی طرح ساری بات سمجھائیں گے انہوں نے صمید کو یقین دلایا تھا کہ مریرہ ان کی بات سمجھ جائے گی مگر ایسا نہیں ہوا تھا' محبت کی کہانی الجھ گئی تھی۔
صمید حسن اور کرنل شیر علی کے پاس اب پچھتاوے کے سوا کچھ بھی نہیں رہا تھا' کاش وہ اسے واپس جانے کا نہ کہتے بلکہ اس کی موجودگی میں صمید کو بلا کر دونوں کی بات سنتے اور پھر اپنے طور یہ معاملہ سلجھانے کی کوشش کرتے۔ صمید حسن کو اپنا پچھتاوا تھا اور کرنل شیر علی کو اپنا تاہم مریرہ کو واپس پلٹ کر نہیں آنا تھا سو وہ نہیں آئی تھی۔
لمحے دن اور دن صدیاں بن گئے تھے صمید روز گاڑی لے کر نکلتا اور اسے ڈھونڈنے کی کوشش کرتا مگر سال پر سال بیتتے گئے' مریرہ رحمان کا کہیں نام ونشان تک نہیں ملا تھا اور اب جو وہ قسمت سے مقابل آہی گئی تھی تو اذیت کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔
وہ کبھی جان ہی نہیں سکا کہ کرنل صاحب کے گھر سے واپسی کے بعد مریرہ رحمان کے قدموں میں جیسے جان ہی نہیں رہی تھی۔ کوئی منزل کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اس کے سامنے' برستی بارش میں شکستہ پا سہی وہ بس چلتی جارہی تھی جب خراب موسم کے باعث کسی کی موٹر بائیک سے ٹکرا گئی۔ حادثہ شدید نہیں تھا تاہم وہ زخمی ہوگئی تھی۔
اردگرد گزرتے دو چار لوگ جمع ہوئے تھے اسے دیکھنے مگر اٹھانے کی جرأت کسی نے نہیں کی' عمر عباس نے لوگوں کو وہاں جمع دیکھ کر گاڑی کی اسپیڈ کم کی تھی اور پھر ایک عورت کو زخمی حالت میں سڑک پر پڑے دیکھ کر وہ گاڑی سے باہر نکلا تھا۔
اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ انسانی ہمدردی کے تحت جس عورت کی مدد کرنے وہ گاڑی سے نکل کر آیا تھا' وہ عورت کوئی اور نہیں اس کی اپنی مریرہ رحمان ہوگی۔ کالی چادر سے جھانکتا اس کا چہرہ اس کے اوسان ہی تو خطا کر گئے تھے۔ مریرہ کی نظر بھی جیسے ہی اس پر گئی اس کے آنسوؤں کے بہاؤ میں مزید شدت آگئی یوں جیسے کوئی بچہ اپنی ماں کو اچانک دیکھ کر رونا شروع کردے۔
ہسپتال سے اس کی مرہم پٹی کروانے کے بعد وہ گاڑی میں آکر بیٹھا تو جانے کیوں اس کا دل بے حد بوجھل تھا۔ مریرہ رخ پھیرے برابر والی سیٹ پر براجمان تھی' عمر نے سیٹ کی پشت گاہ سے ٹیک لگالی۔
''کیا ہوا ہے اب؟'' کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے بوجھل لہجے میں پوچھا تھا۔ مریرہ نے گالوں پر بکھرے آنسو پونچھ لیے۔
''کچھ نہیں' میں نے صمید حسن کو چھوڑ دیا ہے۔''
''اچھا نہیں کیا تم نے' میں نے کہا تھا کہ ہر صورت نبھانے کی کوشش کرنا۔''
''ہاں تم نے کہا تھا مگر اس نے نبھا کی کوئی ایک کڑی بھی نہیں چھوڑی تھی میرے لیے سو میں اپنے دل پر پیر رکھ کر چلی آئی ہوں۔ بڑے ابو کا گھر بھی ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا ہے میں نے کیونکہ وہ بھی صمید حسن کے وکیل بن گئے تھے اب اگر تم بھی اس کی حمایت میں کوئی لیکچر سنانے کا ارادہ رکھتے ہو تو میں یہیں اتر جاتی ہوں' تمہاری دیکھ بھال کا بے حد شکریہ۔'' مریرہ رحمان کے لہجے میں کسی بھی قسم کے سمجھوتے کی گنجائش نہیں تھی' عمر عباس نے بغیر کچھ بھی کہے خاموشی

سے گاڑی آگے بڑھادی۔

پانچ سال وہ اس کی مدد کرتا رہا مخلص دوست بن کر اسی کی مدد سے مریرہ نے اپنا کام شروع کیا اور وہ لندن کا سفر کرنے کے قابل ہوئی' کاروبار بڑھا تو اس نے وہیں اپنا ذاتی فلیٹ بھی خرید لیا۔

درمکنون لاشعوری میں عمر عباس کو ہی اپنا باپ سمجھتی تھی تاہم شعور سنبھالنے کے بعد ایک روز جب اس نے مریرہ اور عمر کو صمید حسن کے بارے میں بات کرتے ہوئے سنا تب اسے پتا چلا کہ اس پر اور اس کی ماں پر آسمان بن کر رہنے والا شخص اس کا باپ نہیں ہے بلکہ اس کا باپ ایک ایسا انسان ہے جس نے اس کی ماں کو محبت کی نام پر سوائے اذیت کے اور کچھ نہیں دیا۔

یہ حقیقت جاننے کے بعد وہ بہت روئی تھی' کئی ہفتوں تک اسے بخار چڑھا رہا اور وہ چھپ چھپ کر روتی رہی۔ ہر لمحہ گم سم رہنے لگی' عمر عباس کی ذات سے اس کی عقیدت اور بھی بڑھ گئی تھی تاہم اس نے کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا کہ وہ کیا کچھ جان چکی ہے۔ آج جبکہ اس کی ماں زندگی سے دور اور موت کے قریب تھی تو وہ شخص اس کے باپ ہونے کا دعویٰ دار بن کر سامنے آ گیا تھا' جو ان سارے حالات کا ذمہ دار تھا بھلا اسے معافی کیسے مل سکتی تھی۔

گزرے ہوئے وقت کا کوئی مداوا نہیں تھا صمید ساری حقیقت سامنے آنے پر پتھر کا ساکت مجسمہ بنے چپ بیٹھا رہا۔ چند سال پہلے جب اس کے گھر میں مریرہ کی تصویر دیکھ کر اس کے ایک دوست کی بیوی نے بتایا کہ کافی سال پہلے یونیورسٹی پیریڈ کے دوران ایک برستی رات میں جب وہ اپنی دوست کو گھر ڈراپ کرنے جارہی تھی اسی صورت کی ایک لڑکی ان کی گاڑی سے ٹکرائی تھی اور وہ اسے ہسپتال چھوڑ کر فرار ہوگئی تھیں' تب اسے کرنل صاحب کے وہ الفاظ یاد آئے تھے جن میں انہوں نے مریرہ کے ماتھے پر پٹی کا ذکر کیا تھا مگر اس نے جھوٹ سمجھا کیونکہ اس کے دماغ میں تو یہی فتور سمایا ہوا تھا کہ اگر وہ اس کے گھر سے نکل کر برستی بارش میں کرنل صاحب کے گھر نہیں گئی ہے تو یقیناً عمر عباس کے ساتھ گئی ہوگی' اپنے اس فتور کو یقین کا لباس پہنا کر اس نے کرنل صاحب کی بات بھی رد کر دی تھی۔ نتیجتاً وہ اس سے معافی مانگنے کی حسرت لیے دنیا سے چلے گئے۔

کتنی زندگیاں ادھڑ کر رہ گئی تھیں گزرے ہوئے پچھلے پچیس سال میں؟ دلوں کو زنگ لگ گیا تھا۔ محبت کی عمارت منہدم ہو چکی تھی' وہ کسے مورد الزام ٹھہراتا جبکہ قصور تو سارا اپنا تھا' مریرہ کے ساتھ محبت کے رشتے میں جھوٹ کی دیوار کھڑی کرنے والا وہ خود تھا۔ اپنے اور اس کے بیچ تیسرے فرد کو لانے والا وہ خود تھا' اس نے خود اس کا اعتبار توڑا تھا۔ اچھی طرح اس کے کردار کی مضبوطی سے واقف ہونے کے باوجود بجائے اپنے کرتوتوں پر شرمسار ہونے کے اس نے الٹا خود اس کی ذات پر کیچڑ اچھالا تھا۔ وہ کہاں تک صبر کرتی کہاں تک برداشت کرتی؟

پچیس سال گزر جانے کے باوجود اسے یاد تھا کہ اس نے اپنے گھر سے مریرہ کے جانے کے بعد اس کی ذات پر کیسے کیسے گھٹیا الزام لگائے تھے جس رات مریرہ کرنل صاحب کے گھر نہیں پہنچی تھی اس نے خود کال کر کے انہیں بتایا تھا۔

''میرو چلی گئی ہے انکل' چھوٹی سی بات کو ایشو بنا کر میرا گھر چھوڑ کر چلی گئی ہے وہ عمر عباس کے پاس۔'' جواب میں کرنل صاحب چونکے تھے۔

''تمہیں کیسے پتا کہ وہ عمر عباس کے پاس گئی ہے؟''

''کیونکہ میرے گھر سے نکلنے کے بعد سوائے آپ کے گھر کے اس کے پاس اور کوئی ٹھکانہ نہیں مگر آج دوسرے دن بھی وہ آپ کے گھر نہیں پہنچی ہے' میں نے دو تین روز پہلے عمر عباس کے ساتھ دیکھا تھا اسے' اسی کے لیے وہ مجھے چھوڑ گئی ہے۔''

''تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے برخوردار! میرو ایسی لڑکی نہیں ہے۔'' کرنل صاحب متفکر تھے وہ ہنس دیا۔
''میں بھی یہی سمجھتا تھا کہ وہ ایسی لڑکی نہیں ہے مگر وہ ایسی لڑکی نہ ہوتی تو ضرور آپ سے رابطہ کرتی کیا اس نے آپ سے رابطہ کیا؟'' اور اس کے اسی سوال نے کرنل صاحب کو سوچنے پر مجبور کردیا تھا' وہ جس حال میں بھی تھی جتنی بھی غلط یا صحیح تھی' اسے بہرحال کرنل صاحب سے رابطہ ضرور کرنا چاہیے تھا۔ انہیں خبر ہی نہیں تھی کہ وہ خود کس حال میں تھی؟ موقع ہی نہیں مل سکا تھا اسے رابطہ کرنے کا اور جب خبر ہوئی تھی تو وقت دسترس میں نہیں رہا تھا لہٰذا سال پر سال بیت گئے نہ وہ پلٹ کر آئی نہ صمید حسین اسے ڈھونڈ سکا اور اب سارا منیر حسین کے اعتراف جرم نے جیسے صمید حسن کے بدن سے رہی سہی جان بھی نکال دی تھی۔
کیسی عورت تھی وہ جس نے صرف ایک گھر کی چار دیواری کے لیے کسی کی زندگی اجاڑ دی تھی اس کا دل چاہا وہ اس کے منہ پر تھوک دے مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ خاموشی سے کچھ دیر اس کی طرف دیکھنے کے بعد وہ اٹھا اور شکستگی سے چلتا ہوا گھر سے باہر نکل گیا اس لمحے اس کی شریانیں جیسے پھٹ رہی تھیں اسے لگا جیسے مریرہ نہیں وہ کومہ میں چلا گیا ہے۔ محبت کی جو توہین اس کے ہاتھوں ہوئی تھی اس کے بعد وہ اس قابل ہی نہیں رہا تھا کہ کوئی اس سے محبت کرتا مطلب کی محبت ہی سہی' سارا اعتراف جرم کرنے کے بعد جیسے ہلکی پھلکی ہوگئی تھی۔
اب وقت اسے جو سزا بھی دیتا اسے ملال نہیں تھا' اپنا بویا ہوا کبھی نہ کبھی ضرور کاٹنا پڑتا ہے' اس کے کاٹنے کی باری بھی آ گئی تھی۔

❁......❁......❁

رات گہری ہو رہی تھی صمید گھر واپس آیا تو جیسے سارا بیگم کے بدن میں جان واپس آئی۔ صبح سے رات تک انہیں یہی خدشہ لاحق رہا کہ کہیں مریرہ کی طرح صمید حسن اسے چھوڑ کر نہ چلے جائیں۔ دن بھر وہ رو رو کر ان کی گھر واپسی کی دعائیں کرتی رہیں۔ اب جو انہیں ان کے کمرے کی طرف جاتے دیکھا فوراً پیچھے چلی آئیں۔
''کہاں تھے آپ صبح سے' مجھے پریشانی ہو رہی تھی۔''
''کیوں؟'' خشمگیں نگاہوں سے پلٹ کر اس نے کچھ ایسے دیکھا کہ وہ بے ساختہ نظر چرا گئیں۔
''ویسے ہی' کھانا لاؤں؟''
''نہیں' بھوک نہیں ہے۔''
''صبح بھی کچھ نہیں کھایا تھا آپ نے' میں چائے لاتی ہوں۔''
''نہیں چائے کی ضرورت بھی نہیں ہے' تم بیٹھو کچھ دینا ہے تمہیں۔'' وہ حد درجہ رنجیدہ تھا' سارا بیگم کا دل زور سے دھڑک اٹھا تاہم وہ بیٹھ گئیں۔
''یہ لو یہ اس گھر کے کاغذات ہیں' تم نے تو مریرہ سے صرف جھوٹ بولا تھا' میں نے حقیقت میں یہ گھر تمہارے نام کردیا ہے۔ اسی گھر کے لیے تم نے میری زندگی میں زہر گھولا' آج سے یہ گھر اور اس کی ہر چیز تمہاری ہوئی' تم مالکن ہو اس مقبرے کی جسے کبھی میں نے بڑی چاہت سے خرید کر سنوارا تھا۔
کاغذات کا ایک پلندہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے صمید حسن نے بے حد رنجیدگی سے کہا تھا' سارا بیگم جیسے پتھر کا بُت بن گئیں تبھی صمید نے ایک اور لفافہ ان کی طرف بڑھایا تھا۔
''یہ طلاق کے پیپرز ہیں' میں نے منیر صاحب سے کیا اپنا وعدہ نبھا دیا ہے' بھلا تمہیں اور تمہاری بیٹی کو مجھ سے اچھا انسان مل سکتا تھا کہ جس نے اپنا سب کچھ تم پر قربان کردیا یہاں تک کہ اپنی محبت بھی' کبھی تم دونوں کو کسی چیز کے لیے

ز سے نہیں دیا مگر اب میں تمہیں آزاد کرتا ہوں سارا...... کیونکہ ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے جب جب میری نگاہ تم پر اٹھے گی میرے دل کا ناسور لہولہان ہو جائے گا۔ تمہارا بینک اکاؤنٹ ڈبل کر دیا ہے' کمپنی میں تمہارے شیئرز کا حصہ بھی ملتا رہے گا تمہیں' اب تم جیسے چاہو اپنی زندگی گزار سکتی ہو۔'' سرخ آنکھوں سے سارا بیگم کی پتھرائی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ بے حد مضبوط لہجے میں کہہ رہا تھا' سارا بیگم کی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ پھسل کر گریبان میں جذب ہو گیا۔ زندگی کے اس موڑ پر جب وہ کہیں کی نہیں رہی تھیں صمید حسن انہیں ایسی سزا دے گا وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھیں۔

صمید اب اپنا ضروری سامان پیک کر رہا تھا' وہ ایک لٹے ہوئے مسافر کی طرح چوکھٹ میں دروازے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں یوں جیسے وقت نے ان کا سب کچھ لوٹ لیا ہو۔

''صمید۔'' روانی سے بہتے ہوئے آنسوؤں کو پیتے ہوئے جانے کتنی مشکل سے انہوں نے اسے پکارا تھا جب وہ پلٹا۔

''مر گیا صمید...... تم نے اور تمہاری خود غرضی نے مل کر مار ڈالا آج تک میں اسی تکلیف میں جیتا رہا کہ مریم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا' کیوں میری مجبوریوں کو نہیں سمجھ پائی وہ۔ مجھے کیا پتا تھا کہ تم نے اس کی اور میری راہ کھوٹی کر ڈالی تھی کیوں...... ؟ کیوں کیا تم نے ایسا سارا بیگم...... میں نے تو نیکی کی تھی ناں تمہارے ساتھ' تمہیں عزت دی' نام دیا' سکون دیا مگر بدلے میں تم نے کیا کیا میرے ساتھ۔ صرف اپنے مفاد کے لیے مہرہ بنا لیا تم نے مجھے۔ میرا سکون' میری محبت سب کچھ چھین لیا مجھ سے' میرا دل اجڑ گیا' یہی صلہ تھا تمہاری نظر میں میری محبت کا' بولو۔'' الفاظ کے بھی چابک ہوتے ہیں اور خاصی بے رحمی سے لگتے ہیں' سارا بیگم بھی اس کے سوال پر تڑپ اٹھی تھیں مگر کچھ بول نہ سکیں بولنے کے لیے کچھ رہ بھی نہیں گیا تھا۔ اپنا ضروری سامان پیک کرنے کے بعد صمید ابھی کمرے سے نکل ہی رہا تھا جب زاویار سامنے آ گیا۔

''کہیں جا رہے ہیں آپ؟'' اس کی نظر صمید حسن کے سامان پر تھی صمید نے اثبات میں سر ہلایا۔

''ہوں۔''

''کہاں جا رہے ہیں؟''

''کرنل صاحب کے گھر۔''

''کیوں؟''

''کیونکہ یہ گھر میں نے سارا بیگم کے نام کر دیا ہے۔'' صمید حسن کی آنکھوں کی سرخی سارا قصہ بیان کر رہی تھی وہ چپ ہو گیا۔

''عائلہ کہاں ہے' اسے بلاؤ' وہ بھی میرے ساتھ جائے گی۔'' اتنے دنوں سے اپنے ہی غم میں نڈھال وہ جان ہی نہیں سکے کہ عائلہ کے ساتھ کیا ہوا' وہ کیوں کہیں نظر نہیں آئی۔ زاویار اس کے سوال پر بے ساختہ نگاہیں چرا گیا۔

''وہ یہ گھر چھوڑ کر چلی گئی ہے پاپا...... ان فیکٹ میں نے اسے دھکے دے کر اس گھر سے نکال دیا تھا۔'' کتنے آرام سے وہ اپنے جرم کا اعتراف کر رہا تھا۔ صمید حسن کو بے حد صدمہ ہوا۔

''اتنا بڑا قدم اٹھا لیا تم نے اور مجھ سے پوچھا تک نہیں۔''

''مجھے بہت غصہ تھا پاپا...... وہ ہماری کمپنی کو چھوڑ کر اور لوگوں کے پاس جا رہی تھی جاب کے لیے' مجھ سے برداشت نہیں ہوا۔'' وہ کہہ رہا تھا صمید حسن کو لگا پچیس سال کے بعد ان کے سامنے پھر صمید حسن آ کھڑا ہوا ہو۔ کس کس کا قرض دار نہیں ہو گئے تھے وہ' صدمات نے جیسے دل کا پتا ڈھونڈ لیا تھا' دکھ کی شدت سے وہ اسے کچھ بھی

نہ کہہ سکے۔ اچانک سینے میں اٹھنے والی تکلیف نے الگ نڈھال کردیا' اس سے پہلے کہ زاویار مزید کوئی صفائی پیش کرتا وہ دل پر ہاتھ رکھ کر وہیں بیٹھتے چلے گئے تھے۔

❁......❁......❁
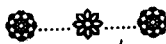
رات کے گیارہ بج رہے تھے جب ملک فیاض حویلی واپس آیا تھا' اس کے خاص کارندے اس کی بیٹی میرب کو ڈھونڈ کر حویلی لانے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ وہ خوش تھا بے حد خوش البتہ میرب چپ چاپ تھی اور اس کی وجہ وہ جان سکتا تھا' تبھی حویلی واپسی پر اس نے فوراً عبدالہادی کو مردانے میں پہنچنے کا پیغام بھجوایا تھا۔

''السلام علیکم بڑے ابو......''

''وعلیکم السلام! آؤ بیٹھو ضروری بات کرنی ہے تم سے؟''

''خیریت؟''

''آہو خیریت ہی ہے' بیٹھو شاباش۔'' گھنی مونچھوں کو بل دیتے ہوئے اس نے آدمیوں پر نظر ڈالی پھر ہاتھ اٹھا کر سوائے شیر دل کے سب کو وہاں سے رخصتی کا اشارہ کردیا۔

''جی کہیں۔'' عبدالہادی اس کے قریب صوفے پر آبیٹھا تھا' اس نے اپنا دایاں ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا' پھر بولا۔

''میرب ماشاء اللہ خیریت سے حویلی واپس پہنچ گئی ہے' دوبارہ اس کے ساتھ ایسا کوئی حادثہ نہ ہو اس مقصد کے لیے میں نے اس کے فوری نکاح کا فیصلہ کیا ہے' فی الحال تم سے بہتر اس کے لیے کوئی نہیں ہے۔ میرے چھوٹے مرحوم بھائی کی نشانی ہے بھلا تم سے عزیز کون ہوسکتا ہے مجھے؟''

''وہ سب تو ٹھیک ہے بڑے ابو مگر میں نے میرب کو کبھی اس نظر سے نہیں دیکھا' میرے لیے وہ میری سگی چھوٹی بہن کی طرح ہے۔''

''اوئے فضول گل نہ کر' بہن صرف وہی ہوتی ہے جو سگی ہو۔ ایویں دل کو سمجھا لینے سے کوئی بہن نہیں بن جاتی ہُو' تو نکاح کی تیاری کر شاباش' تیری ماں سے میں آپ ہی گل کرلوں گا۔'' وہ گویا اپنے طور سب طے کیے بیٹھا تھا' عبدالہادی اٹھ کھڑا ہوا۔

''معافی چاہتا ہوں بڑے ابو مگر میں میرب سے نکاح نہیں کرسکتا۔ ہماری کوئی انڈرسٹینڈنگ نہیں ہے۔ میں نہیں چاہتا اس حویلی میں کل کو کوئی اور نئی کہانی سر اٹھائے کھڑی ہو گستاخی معاف مگر مجھے وہ بیوی کی حیثیت سے پسند نہیں۔'' اس کا لہجہ اٹل تھا ملک فیاض کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

''اوئے نہیں تے نہ سہی' رہتا نہیں تُو وڈا نواب' میں بھائی کی محبت میں کچھ اور سوچ رہا تھا۔ تُو سمجھتا ہے پتا نہیں تُو کتنا وڈا نواب بن گیا ہے' گری پڑی دھی نہیں ہے میری جو تجھ جیسے نالائق کے پلے باندھ دوں گا میں' آیا بڑا صاحب زادہ کہیں کا۔'' وہ آگ بگولا ہو رہا تھا' عبدالہادی نے انجام کی پروا نہیں کی تبھی ملک فیاض نے شیر دل کو پکارا تھا۔

''تمہارا کیا ارادہ ہے شیر دل؟''

''میرا ارادہ کیا ہونا ہے چچا' جیسا آپ حکم کریں۔''

''شاباش۔'' اس رشتے پر دل سے راضی نہ ہونے کے باوجود اس نے شیر دل کا کندھا تھپتھپایا تھا صرف اپنی عزت بچانے کی خاطر' اگلے روز ظہر کے بعد میرب شیر دل کے نکاح میں آگئی نہ اس نے کوئی احتجاج کیا نہ شور۔ ایک عجیب سی چپ اس کے ہونٹوں پر بکل مار کر بیٹھی تھی' عبدالہادی نے خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ میرب کے نکاح سے فارغ ہوکر

ملک فیاض اپنے کمرے میں آیا تو اس نے وہیں شیر دل کو بلالیا۔
''آپ نے بلایا چچا؟''
''آ ہو ضروری بات کرنی تھی تجھ سے آ بیٹھ۔'' وہ کسی گہری سوچ میں گم تھا' شیر دل اس کے قریب ٹک گیا۔
''حکم کریں۔''
''حکم کیا کرنا بابا...... اب تو داماد بن گئے ہو درخواست ہی کر سکتا ہوں۔ میرب بڑی لاڈلی دھی ہے میری' وہ کمینہ عمر عباس او چھی حرکت نہ کرتا تو ابھی اگلے پانچ سال تک میں نے اپنی دھی کی شادی نہیں کرنی تھی بہر حال میرب تھوڑی جذباتی ہے مگر دل کی بہت اچھی ہے' میری بیٹی کو کبھی دکھ نہ دینا یہ ایک باپ کی التجا ہے تم سے۔ باقی عبدالهادی اور اس کی ماں اب اس حویلی میں نہیں رہیں گے۔'' وہ اپنا فیصلہ سنا رہا تھا' شیر دل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
''ٹھیک ہے چچا...... تو میری طرف سے فکر نہ کر' میرب میری بیوی ہے اللہ سوہنے نے چاہا تو ہم بڑی اچھی زندگی بسر کریں گے۔''
''ان شاء اللہ اب جاؤ' دیکھو میرب کیا کر رہی ہے میں تب تک اس کم ذات کے بارے میں سوچتا ہوں کیا کرنا ہے اس کا تہہ خانے میں اور ہاں بخشو نے وہ کمیوں کی دھی والا کام بڑا سوہنا کیا ہے' ہوشیاری سے گاؤں سے کسی کو بھی پتا نہیں چلا' اس کے بیٹے کو تھانے جا کر رہا کروا آنا۔ کام کا بندہ ہے آئندہ بھی کام آ سکتا ہے' سمجھ گئے ناں؟''
''آ ہو چچا...... جیسا آپ حکم کریں۔''
''شاباش۔'' خوش ہو کر اس نے شیر دل کو گلے لگایا تھا جبکہ وہ دل ہی دل میں اسے گالیاں دے رہا تھا۔

❁......❁......❁
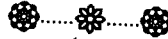
رات گہری ہو رہی تھی' ملک فیاض بستر پر آیا تو شراب کی طلب جاگ اٹھی' اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بیٹی کے نکاح پر خوش ہو یا پریشان؟ شیر دل سے اسے کوئی اچھی امید نہیں تھی ایک نمبر کا آوارہ لڑکا تھا مگر وہ کیا کرتا۔ عبدالهادی کے انکار کے بعد اس کے پاس کوئی دوسرا آپشن بھی نہیں بچا تھا جبکہ ایک بار اغوا کے بعد دوبارہ اسی طرح کا خطرہ بدرجہ اتم موجود تھا۔
اچھا ہی ہوا کہ حویلی کی عزت رہ گئی اب میرب کے جذبات کیا تھے فی الحال وہ اس بارے میں کچھ بھی سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ شیر دل کی مجال نہیں تھی کہ اس کے ہوتے وہ اس کی بیٹی کو تنگ کر سکتا اور مرنے کا فی الحال اس نے سوچا نہیں تھا۔ الماری سے شراب کی بوتل نکال کے اس نے دروازہ بند کر لیا' سامنے ایل سی ڈی پر واہیات انگلش فلم چل رہی تھی اسی پر نظریں گاڑھے اس نے شراب کی بوتل کھول کر منہ سے لگالی۔ پہلے گھونٹ پر اسے عجیب سا محسوس ہوا' کچھ بدلا بدلا سا ذائقہ تھا مگر سامنے اسکرین پر اس وقت جو سین چل رہا تھا اس نے زبان کے ذائقے پر زیادہ غور کرنے کی اجازت نہیں دی۔ فلم چلتی رہی' شراب کی بوتل گھونٹ گھونٹ خالی ہوتی رہی۔ ابھی بوتل آدھی بھی نہیں ہوئی تھی جب اسے زور کے چکر آنے شروع ہو گئے' ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ چکروں کے ساتھ ہی سارے جسم پر جیسے چیونٹیاں سی رینگنے لگیں تھیں' اندر کے اعضاء جیسے کٹنے لگے تھے وہ بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا' سامنے اسکرین پر چلتے مناظر سے اس کا دل یک دم اچاٹ ہو گیا تھا' فی الوقت اسے صرف اپنی پڑی تھی بیڈ سے اٹھ کر دروازے تک آیا ہی تھا کہ چکرا کر گر پڑا۔
اپنی ساٹھ سالہ زندگی میں اس نے کبھی ایک لمحے کے لیے بھی موت کے بارے میں نہیں سوچا تھا مگر جب موت آئی تو اتنی اچانک کہ اسے کمرے کا دروازہ کھولنے کی فرصت بھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اس کا سارا گھمنڈ' ساری طاقت' موت کی سختی نے نچوڑ کر رکھ دی تھی' نئی حویلی اور پرانی حویلی کے درمیان دشمنی اور جنگ کا آخری دروازہ بھی بند ہو گیا تھا۔

آخری دشمن نے موت کو گلے لگا کر ثابت کردیا کہ انسان چاہے کچھ بھی کرلے مگر ہوتا وہی ہے جو سچا خالق چاہتا ہے۔ انسان چاہے اپنی جہالت اور گھمنڈ میں کیسی ہی حدود کیوں نہ پار کرجائے وہ ساری دنیا کا اکیلا مالک جب اپنی رسیاں کھینچنے پر آتا ہے تو پھر کہیں جائے پناہ ڈھونڈنے کی مہلت بھی نہیں دیتا' ملک فیاض کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔
شہزاد کو تڑپا تڑپا کے مارنے کی پلاننگ کرنے والا' عبدالہادی کو اس کی ماں سمیت حویلی سے بے عزت کرکے نکالنے کی سوچ رکھنے والا' خود اتنی بے بسی سے موت کی بھینٹ چڑھ گیا کہ کسی کو اس پر گزرنے والی قیامت کی خبر ہی نہ ہوسکی' دو گھونٹ پانی تک نصیب نہ ہوا۔
اگلے روز سہ پہر کے بعد شیر دل ہی انتظار کر کر کے بلآخر اس کے کمرے کی طرف آیا تھا' کئی بار دستک کے بعد بھی جواب نہ ملا تو وہ مشکوک ہوگیا۔ اگلے پانچ منٹ کے بعد وہ دروازہ توڑ کر جونہی کمرے میں داخل ہوا' اندر کا منظر دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں' اوندھے منہ زمین پر پڑی فلک فیاض کی لاش کو چیونٹیوں نے اپنی خوراک بنالیا تھا' وہ شاکڈ کھڑا دیکھتا رہا۔
کل تک اللہ کی مخلوق کو کیڑے مکوڑے سمجھنے والا وہ شخص اس وقت خود کیڑے مکوڑوں کی خوراک بنا ہوا تھا' کتنا بڑا سبق تھا یہ دنیا کے لیے مگر دنیا تھی کہ سمجھنے کو تیار ہی نہیں تھی۔
سامنے بیڈ پر پڑی شراب کی بوتل اور فل والیم کے ساتھ چلتے واہیات مناظر کھل کر بتا رہے تھے کہ رات وہ کون سے شغل پورے کرتا رہا تھا۔
اگلے پندرہ منٹ کے بعد حویلی کے ساتھ ساتھ گاؤں میں اس کی موت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔ گوبر مٹی سے بنے کتنے ہی کچے گھر ایسے تھے جن میں بسنے والے مکینوں نے آنکھوں میں تشکر بھرے آنسوؤں کے ساتھ سر اٹھا کر اوپر آسمان کی طرف دیکھا تھا اور اپنے پاک پروردگار کا شکر ادا کیا تھا۔ ملک فیاض کی موت کو کثرت شراب نوشی کے سبب حادثاتی موت سمجھ کر دفنا دیا گیا' لواحقین میں صرف میرب فیاض رو رہی تھی چھوٹے صاحبزادے کو تو دیار غیر سے آنے کی توفیق ہی نہیں ہوئی تھی۔
شیر دل اور عبدالہادی قبرستان میں ہی تھے جب عائشہ بیگم خواتین کے درمیان سے اٹھ کر تہہ خانے کی طرف چلی آئیں۔ وہ صرف اتنا جانتی تھیں کہ اندر ایک لڑکی قید ہے' وہ کس حال میں ہے' یہ خبر نہیں تھی انہیں بھی اپنی دستک کے جواب میں کوئی رسپانس نہ پاکر ان کا دل بے ساختہ پکار اٹھا۔
''شہزاد'' انہوں نے بلند آواز میں پکارا مگر جواب ندارد۔ مایوس ہوکر وہ واپس پلٹ آئیں' اگلے پندرہ منٹ کے بعد شیر دل اور عبدالہادی حویلی واپس آئے تو عائشہ بیگم نے پیغام بھیج کے عبدالہادی کو پاس بلالیا۔
''جی امی' آپ نے بلایا۔''
''ہوں' کچھ بات کرنی تھی۔''
''حکم کریں۔''
''میرے ساتھ آؤ۔'' دھیمے لہجے میں کہہ کر وہ کمرے سے نکل گئی تھیں۔ عبدالہادی الجھا سا ان کے پیچھے چل پڑا۔
''سب ٹھیک تو ہے ناں امی۔''
''پتا نہیں' فی الحال خاموش رہو۔'' وہ بے حد متفکر لگ رہی تھیں' عبدالہادی خاموشی سے ان کے پیچھے چلتا رہا' تہہ خانے کے سامنے پہنچ کر اس نے بے ساختہ گہری سانس لی تھی۔

’’آپ مجھے یہاں کیوں لائی ہیں؟‘‘

’’مدد کے لیے یہاں ایک لڑکی قید ہے کیا خبر وہ زندہ ہو اسے تمہاری مدد کی ضرورت ہو۔‘‘

’’جانتا ہوں مگر دروازہ اندر سے لاک ہے امی! باہر سے نہیں۔‘‘ وہ اتنا بھی بے خبر نہیں تھا جتنا وہ اسے سمجھتی تھیں شاید ان سے پہلے وہ خود بھی وہاں آ کر چیک کر چکا تھا‘ عائشہ بیگم اس کی طرف دیکھنے لگیں۔

’’میں سمجھی نہیں۔‘‘

’’میں سمجھا دوں گا فی الحال آپ اسے آوازیں دیں اگر وہ زندہ ہوئی تو ضرور آپ کی پکار پر دروازہ کھولے گی۔‘‘

’’ٹھیک ہے۔‘‘ عبدالہادی کے مشورے پر انہوں نے دروازہ کے قریب جا کر بلند آواز میں شہرزاد کو آوازیں دینی شروع کردیں۔ شہرزاد جو قطعی نڈھال زمین پر بے سدھ پڑی تھی جانے کیسے اس کی سماعت تک یہ آواز پہنچی اور اس نے بخار سے بے حال خشک ہونٹوں پر بمشکل زبان پھیرتے ہوئے آواز کو پہچاننے کی کوشش کی۔ حویلی میں صرف دو عوتیں ہی اس کی خیر خواہ تھیں ایک افشین اور دوسری عائشہ بیگم مگر دونوں ہی اپنی اپنی حد تک بے بس و مجبور تھیں۔

پچھلے دو تین روز سے افشین نہیں آئی تھی جانے اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوا تھا‘ وہ اس کے لیے بے حد متفکر تھی مگر مسلسل پیاس اور بھوک کے دباؤ نے اس کی ساری ہمت نچوڑ لی تھی بار بار اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں اور کھل رہی تھیں۔ اس نے قسم کھا رکھی تھی وہ اسی حالت میں جان دے دے گی مگر عزت پر حرف نہیں آنے دے گی یہی ہوا تھا۔ اتنی خراب حالت کے باوجود اس نے کنڈی کھولنے کی حماقت نہیں کی تھی۔

عائشہ بیگم کی پکار کی آوازیں مسلسل آ رہی تھیں‘ وہ ہمت کر کے بمشکل سہارے کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اگلے پانچ منٹ کے بعد کتنی دقتوں سے اٹھ کر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے وہ دروازے کے قریب آئی مگر بری طرح ہانپ گئی۔ کپکپاتے ہاتھوں سے مکمل طاقت لگا کر اس نے کنڈی تو گرادی تھی مگر خود بھی ساتھ ہی نڈھال ہو کر سیڑھیوں کے دہانے پر گر گئی تھی۔ عائشہ بیگم اور عبدالہادی تیزی سے اندر لپکے پھر اسے سیڑھیوں کے دہانے پر نیم بے ہوش دیکھ کر رک گئے۔

’’مجھے اس کی حالت ٹھیک نہیں لگتی۔‘‘ بے حد متفکر انداز میں عائشہ بیگم نے عبدالہادی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا جواب میں اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

’’آپ فکر نہ کریں سب ٹھیک ہو جائے گا‘ فی الحال یہ کرتے ہیں کہ اسے میرے کمرے میں لے چلتے ہیں وہاں کوئی نہیں آئے گا پھر بعد میں دیکھیں گے کیا کرنا ہے اس کا۔‘‘

’’ٹھیک ہے۔‘‘ عائشہ کا چہرہ پُرشکن تھا‘ عبدالہادی نے آگے بڑھ کر شہرزاد کو اپنی بانہوں میں اٹھالیا۔ تہہ خانے سے اس کا کمرہ زیادہ دور نہیں تھا لہٰذا اگلے دو منٹ کے بعد وہ کمرے میں چلا آیا‘ عائشہ بیگم اس کے ساتھ ساتھ تھیں۔ جس وقت اس نے جھک کر شہرزاد کو لٹانے کی کوشش کی‘ شہرزاد کا چہرہ جیسے سفید پڑ رہا تھا‘ یقیناً اس لڑکی کو خوراک اور پانی کی ضرورت تھی۔

’’امی آپ پانی منگوائیں جلدی۔‘‘ جھکے جھکے اس نے کہا۔

’’یہ لو پانی۔‘‘

’’ایک منٹ‘ میں اسے اٹھا کر تھوڑا سا بیٹھانے کی کوشش کرتا ہوں۔‘‘ وہ تھوڑا سا گھبرایا ہوا لگ رہا تھا‘ عائشہ بیگم نے اثبات میں سر ہلا دیا‘ شہرزاد کو کندھوں سے پکڑ کر سہارا دیتے ہوئے اس کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ عائشہ بیگم نے جلدی سے پانی اس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔

اگلے تیس منٹ کے بعد اس کے حواس قدرے بحال ہو چکے تھے‘ کھانا ٹیبل پر رکھا تھا‘ عائشہ بیگم گھر میں موجود مہمانوں کی وجہ سے عبدالہادی کو اس کا خیال رکھنے کی تلقین کرتیں کمرے سے نکل گئیں۔ شہزاد کو دو تکیوں کی مدد سے سیدھا بٹھا کر وہ کھانے کی طشتری اس کے قریب لے آیا۔

"منہ کھولو۔" پہلا نوالہ بنا کر شہزاد کے منہ کے قریب لے جاتے ہوئے اس نے گویا حکم سنایا تھا‘ شہزاد نے جلدی سے منہ کھول دیا۔ عبدالہادی نے نوالہ اس کے منہ میں رکھتے ہوئے بغور اس کے مرجھائے چہرے کا معائنہ کیا۔

"تہہ خانے کی کنڈی کیوں لگائی تھی اندر سے؟" کافی دیر خاموشی کے بعد اس نے پوچھا تھا‘ شہزاد نوالہ چباتے ہوئے رک گئی۔

"اپنی عزت کی حفاظت کے لیے۔"

"کیا...... مگر یہ کیسے ممکن ہے‘ اتنے دنوں سے آپ فیاض تایا کے قبضے میں تھیں‘ ان سے شادی بھی ہو گئی۔ اتنے اچھے انسان نہیں تھے وہ‘ اتنی خوب صورت لڑکی ان کی دسترس میں ہو اور وہ اسے معاف کر دیں۔"

"جانتی ہوں وہ واقعی نہایت کمینہ انسان ہے مگر یہ میرے پیارے رب کی رحمت اور مجھ پر اس کا احسان ہے کہ اس پاک ذات نے ایک درندے سے میری عزت محفوظ رکھی اور ان شاء اللہ آئندہ بھی رکھے گا۔"

"ہوں‘ ان شاء اللہ...... وہ اب اس دنیا میں نہیں رہے ہیں۔" سر جھکائے اس کے سامنے بیٹھا وہ افسردگی سے کہہ رہا تھا‘ شہزاد چونک اٹھی۔

"کون...... ملک فیاض؟"

"ہوں۔"

"واقعی......؟" اسے جیسے یقین نہیں آیا تھا‘ عبدالہادی گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"ہوں واقعی‘ کل رسم قل ہے ان کی۔"

"یہ کیسے ہو گیا؟" بے یقینی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بڑبڑائی تھی‘ عبدالہادی کا سر جھکا رہا۔

"نئی حویلی اور پرانی حویلی کے درمیان جنگ کا آخری مہرہ بھی ختم ہو چکا ہے‘ تم جس مقصد کے لیے یہاں آئی تھیں وہ مقصد پورا ہو گیا ہے۔ اب تم واپس جا سکتی ہو شہزاد کیونکہ اب یہاں کوئی تمہارا مجرم نہیں رہا۔" عبدالہادی کے لہجے میں سنجیدگی تھی‘ شہزاد کا دل عجیب سے احساسات کا شکار ہوتا رہا‘ کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے لب کھولے تھے۔

"افشین کا کیا ہوا؟"

"کیا ہونا تھا‘ یہاں اس حویلی میں غداری کی سزا صرف موت ہے‘ شکر کرو عزت کی موت مر گئی ورنہ آج تک اس عالی شان حویلی کے خود مختاروں نے کسی کو عزت اور آسانی کی موت نہیں دی۔" عبدالہادی کی اطلاع اس کا دل نچوڑ گئی تھی۔ وہ لڑکی جو روشنی تھی‘ حویلی کے ظالمانہ نظام سے باغی تھی‘ بہادر تھی‘ نہیں رہی تھی اس کا ڈر پورا ہو گیا تھا اس کی آنکھیں آپ ہی آپ بھر آئیں تو گویا اپنے پرکھوں کے قاتل کو اس کے انجام تک پہنچانے کی کہانی میں افشین نے اپنی جان کی قربانی دے کر اسے کامیاب کر دیا تھا۔

ایک طرف بے حد خوشی کا مقام تھا اور دوسری طرف بے حد تکلیف کا‘ اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ خوش ہو یا آنسو بہائے؟ دو چار نوالے کھانے کے بعد اس نے کھانا بھی سائیڈ پر کر دیا تھا۔ عبدالہادی کچھ دیر خاموش نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے کے بعد کمرے سے نکل گیا‘ فی الوقت حویلی میں بہت سے لوگ اور عورتیں جمع تھیں ایسے میں وہ کسی کو بھی کوئی موقع نہیں دینا چاہتا تھا کسی بات کا۔

شیر دل خفیہ طریقے سے شہزاد کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا کیونکہ تہہ خانہ خالی ہو چکا تھا اور خالی تہہ خانے کا مطلب تھا کہ شہزاد حویلی میں واپس آ چکی ہے مگر کہاں یہ ابھی اس کے علم میں نہیں تھا' براہ راست وہ کسی سے پوچھ نہیں سکتا تھا لہٰذا خفیہ طریقے سے ہی تلاش جاری تھی۔

ملک فیاض کو مٹی میں مٹی ہوئے ایک ہفتہ گزر چکا تھا جب عائشہ بیگم نے عبدالہادی سے کہا۔

''شہزاد کو شہر اس کے گھر چھوڑ آؤ عبدالہادی' میں نہیں چاہتی اس حویلی کی چار دیواری اسے پھر کسی امتحان سے دوچار کردے۔''

''میں بھی یہی سوچ رہا تھا' شیر دل کی نیت صاف نہیں لگتی مجھے۔''

''اسی لیے تو کہہ رہی ہوں۔''

''آپ صحیح کہہ رہی ہیں میں تھوڑی دیر میں گاڑی نکالتا ہوں آپ اس سے کہیں تیاری کرلے۔''

''مجھے آپ کے ساتھ کہیں نہیں جانا۔'' وہ دونوں ہال کمرے میں بیٹھے تھے جب وہ عبدالہادی کے کمرے سے نکل کر وہاں چلی آئی۔

''ملک فیاض مرچکا ہے اسی کے ساتھ ساری برائی بھی ختم ہوگئی' اب مجھے کسی کا ڈر نہیں ہے' میں تنہا واپس جاسکتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے جیسی آپ کی مرضی۔'' عبدالہادی کا چہرہ تن چکا تھا' عائشہ بیگم گھبرا گئیں۔

''نہیں' تم لڑکی ذات ہو اتنی دور اکیلے جانا مناسب نہیں عبدالہادی چھوڑ آئے گا۔''

''میں تنہا لمبے سفر کرنے کی عادی ہوں آنٹی..... آپ فکر نہ کریں اللہ نے چاہا تو اب پہلے جیسا کچھ نہیں ہوگا۔''

''تم کہتی ہو تو ٹھیک ہے مگر حویلی کا ڈرائیور شہر تک ضرور چھوڑ کر آئے گا۔''

''ٹھیک ہے جیسے آپ کی خوشی۔'' اسے وہ عورت بالکل اپنی ماں جیسی لگ رہی تھی' تبھی اس نے ان کا ہاتھ تھاما تو وہ مسکرا دیں۔

اگلے روز سہ پہر کے بعد عبدالہادی نے ڈرائیور کو خاص ہدایت دے کر شہزاد کو بحفاظت شہر پہنچانے کی ذمہ داری سونپ دی' شہزاد عائشہ بیگم سے مل کر باہر آئی تو عبدالہادی گاڑی کے قریب کھڑا تھا' وہ رک گئی۔

''میں جانے سے پہلے افشین کے گھر والوں سے ملنا چاہتی ہوں۔''

''کیوں؟''

''ان کی بیٹی کا قرض ہے مجھ پر اس لیے۔''

''ٹھیک ہے یہ حویلی کے پچھواڑے میں گھر ہے اس کا' چلو میں ساتھ چلتا ہوں۔'' وہ سنجیدہ اور خاموش سا تھا۔ شہزاد اثبات میں سر ہلا کر ساتھ چلنے لگی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ شمارے میں)

شکر خدا کا ہے

فرح بھٹو

خود نماؤں میں گھر گیا ہوں میں
کن خداؤں میں گھر گیا ہوں میں
کوئی پہچانتا نہیں مجھ کو
آشناؤں میں گھر گیا ہوں میں

"اس عیدالضحیٰ پر مجھے قربانی کے دو بکرے چاہیں۔" کامران کو چائے کا کپ دیتے نرگس نے اپنا مطالبہ دہرایا۔

"یار...... میرا ہاتھ اس بار کچھ تنگ ہے۔ جیب صرف ایک بکرے کی قربانی کی اجازت دے رہی ہے۔ اگلی عید پر ان شاء اللہ دو بکرے لاؤں گا۔" کامران نے اسے رسان سے سمجھانے کی کوشش کی۔

"نہیں کامران! آپ ہر بار ایسا کہتے ہیں۔ اس بار ہر حال میں مجھے دو بکرے کرنے ہیں۔ نمرہ کا میاں تو آپ سے ایک گریڈ جونیئر ہے پھر بھی وہ تین بکرے عید پر لیتے ہیں قربانی کے لیے اور ایک آپ ہو کہ کنجوسی نہیں جاتی۔" نرگس نے منہ پھلا کر طنزاً کہا تو کامران چائے پیتا بھڑک اٹھا۔

"ہزار بار تمہیں سمجھایا ہے کہ تم دوسروں سے اپنے گھر کا موازنہ مت کیا کرو لیکن تم سمجھتی نہیں۔ گریڈ بھلے ہی کم ہو لیکن وہ کالے کارناموں میں کہیں آگے ہے۔ میں نے ہمیشہ رزق حلال کو ترجیح دی ہے۔" وہ کپ میز پر پٹخ کر بولا تو نرگس خاموش سی ہوگئی۔ "ایسے حرام کے پیسوں سے اللہ کی راہ میں کی گئی قربانی مقبول ہوگی؟" کامران نے نرگس سے پوچھا تو وہ لب کاٹنے لگی۔

"ندا بھابی بھی دو بکرے کرتی ہیں۔ عاقب بھائی بھی تو آپ کی طرح حلال کماتے......" نرگس ہونٹ دبا کر دھیرے سے بولی تو کامران اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"تمہارا مسئلہ کیا ہے نرگس، کون کیا کرتا ہے ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔ ہم کیا کر سکتے ہیں بس ہمیں یہ دیکھنا چاہیے۔ تمہاری یہ عادت بہت بری ہے کہ تم دوسروں کا موازنہ خود سے کرنے لگتی ہو جو کہ سراسر غلط ہے۔" کامران نے اپنے امڈتے ہوئے غصے کو دباتے ہوئے کہا۔

"جب میں دیکھتی ہوں نا کہ آپ اچھی خاصی آمدنی ہونے کے باوجود ہاتھ روک کر رکھتے ہیں تب مجھے دوسروں کی مثال دینی پڑتی ہے۔" نرگس نے خائف ہو کر کامران کو دیکھا جس کی پیشانی پر پڑے بل آسانی سے گنے جاسکتے تھے۔

"اچھا تو یہ اچھی خاصی آمدنی میں کسی "لاکر" میں چھپا کر تو نہیں رکھتا، تمہارے سامنے گھر لاتا ہوں۔ مہینے کے ہزار خرچے ہیں۔ یوٹیلٹی، بجلی، پانی، گیس کے بل، کپڑے لتے، بچوں کی اسکول فیس، پیٹرول کا خرچہ پھر دینا دلانا۔ کیا کچھ نہیں ہوتا جن پر میری یہ اچھی خاصی آمدنی اٹھ جاتی ہے، پیچھے جو کچھ بچتا ہے، اس سے تم بھی واقف ہو۔" کامران کا لہجہ طنزیہ ہو گیا تھا۔ نرگس منہ بنا کر خالی کپ اٹھا کر جانے لگی۔

"اب کہاں چلیں، جواب تو دو کوئی چیز چبھی ہوئی ہے تم سے۔" اس نے اٹھتی ہوئی نرگس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھایا۔

"کامران، آپ مان لیں کہ آپ کنجوس ہیں آپ بہت بچت کرتے ہیں۔" نرگس نے آہستگی سے کہا تو وہ سرپیٹ کر رہ گیا۔

"کسی آڑے وقت کے لیے رقم پس انداز کرنا کوئی گناہ تو نہیں۔ خود سوچو اگر کوئی معاشی پریشانی آن پڑی تو آج کے دور میں بروقت مدد کون کرتا ہے۔ اوروں کے آگے خوار ہو کر قرض مانگنے سے بہتر ہے کہ آدمی کے پاس اپنا جمع جتھا کچھ ہو۔" کامران نے اپنا دفاع کیا۔ نرگس کی کلائی ابھی بھی اس کی گرفت میں تھی جسے وہ چھڑانے کی کوشش کررہی تھی۔

"مجھے امی کے پاس رہنے جانا ہے۔ بچوں کی چھٹیاں ختم ہونے والی ہیں اور میں ابھی تک گئی نہیں۔" نرگس نے خفگی سے دوسری بات کی تو کامران کی گرفت ڈھیلی پڑگئی۔

"چلی جاؤ۔" وہ میز سے اخبار اٹھا کر کرسی پر ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

"آج پیکنگ کرلوں کل آپ ہمیں چھوڑ آئیں۔" وہ بھی جیسے تیار ہی بیٹھی تھی۔

"او کے۔" کامران نے اخبار چہرے کے آگے پھیلالیا۔

☆......☆......☆......☆

کامران اور نرگس کی شادی کو چھ سال ہونے والے تھے۔ دو جڑواں بچوں سے ان کا آنگن مہک رہا تھا۔ کامران ایک سرکاری محکمے میں سترہ گریڈ کا نہایت ایماندار اور فرض شناس آفیسر تھا۔ وہ سنجیدہ فطرت کا مالک تھا جبکہ اس کی برعکس نرگس شوخ مزاج تھی۔ ظاہری چمک دمک کی دلدادہ اور ظاہری چیزوں سے جلد مرعوب ہوجانے والی لڑکی تھی اور یہی بات ان میاں بیوی میں تصادم کا باعث تھی۔ نرگس کسی کے گھر بھی کوئی خاص چیز دیکھ لیتی تو فوراً اس چیز کے حصول کے لیے مچل اٹھتی۔ کپڑوں سے لے کر گھریلو اشیاء تک میں وہ ہر کسی سے بازی لے جانے کی خواہش مند رہتی۔

"فلاں نے یہ لیا ہم نے کیوں نہیں، فلاں نے ایسا کیا ہم نے کیوں نہیں۔" ہروقت اس کا کسی سہیلی، اپنی نندیا آس پڑوس کی عورتوں سے مقابلہ چلتا رہتا۔ کامران اس کی اس عادت سے عاجز آگیا تھا۔ شروع میں اس نے اس کی اس فطرت کو نظر انداز کیا۔ وہ سمجھتا تھا کچھ سال گزرنے کے بعد جب بچے ہوں گے تو نرگس کا یہ بچپنا ختم ہوجائے گا لیکن دو بچوں کے بعد بھی وہ ویسی کی ویسی جلد باز اور حریص طبیعت رہی۔

"عروہ بھابی اپنے بچوں کو فلاں کوالٹی کے ڈرائیپرز پہناتی ہیں۔ ہم بھی وہی لیں گے۔" وہ ٹھنک کر کہتی تو کامران گھور کر رہ جاتا۔

"حرا کے بچے فلاں بڑے اسکول میں پڑھتے ہیں ہم بھی اپنے بچوں کو وہیں داخل کرائیں گے۔" کبھی کامران اس کی بات مان لیتا کبھی بات بڑھ جاتی۔ کامران اپنے طریقے سے اس کو سمجھاتا اور جب وہ نہ سمجھتی تو کامران تلخی پر اتر آتا جواباً نرگس اس کو کنجوسی کے طعنے دیا کرتی۔ پھر دونوں غصے میں آجاتے اور کئی کئی دن بات چیت بند رہتی۔ سسرال کے نام پر نرگس کی صرف ایک نند تھی جو شادی شدہ اور اسی شہر میں رہائش پذیر تھی۔ جبکہ اس کا میکہ دوسرے شہر میں تھا۔ سو دونوں ایک دوسرے سے روٹھ کر پھر کچھ دنوں بعد خود ہی صلح کرلیتے کہ بیچ میں اختلافات بڑھانے یا صلح صفائی کروانے والا بھی کوئی نہ تھا۔ ویسے دیکھا جائے تو نرگس ایک اچھی بیوی اور ذمہ دار ماں تھی لیکن اس کی ایک اس بری عادت کی وجہ سے گھریلو ماحول اکثر خراب رہا کرتا تھا۔ جس کا ذمہ دار وہ سراسر کامران کی کنجوسی کو ٹھہراتی۔ حالانکہ وہ گھر کی ہر ضرورت بلاتردد مہیا کردیتا تھا۔ چھوٹے سے جدید طرز کے گھر میں دنیا کی ہر سہولت موجود تھی۔ بس شکر گزار بصیرت کی موجودگی ضروری تھی جو نرگس کے پاس عنقا تھی۔

☆......☆......☆......☆

وہ پورے ایک سال بعد امی کے پاس آئی تھی۔ اس لیے یہ خوشی فطری تھی۔ پچھلے سال وہ بہن کی شادی میں خوب انجوائے کرکے پندرہ دن رہ کر گئی تھی۔ کامران پیچھے بالکل اکیلا رہ جاتا تھا اسی لیے وہ اس کا خیال کرکے امی کے یہاں کم آتی تھی پھر جب سے بچوں کے اسکول کا سلسلہ شروع ہوا تھا تو میکے آنا اور بھی مشکل ہوگیا تھا۔ نرگس کو میکے چھوڑ کر کامران دوپہر کا کھانا کھا کر اسی دن واپس چلا آیا تو وہ سہولت سے ماں بہنوں سے بات چیت میں مگن ہوگئی۔

"بینا کیسی ہے امی! اپنے گھر میں خوش تو ہے؟" نرگس نے اپنی بہن کے متعلق پوچھا جس کی شادی کے سال بھر بعد تک اس سے بالمشافہ ملاقات نہ ہوسکی تھی۔

"ہاں ٹھیک ہی ہے۔" امی نے مختصراً جواب دیا۔

"کوئی خوش خبری وغیرہ؟" نرگس نے تجسس سے پوچھا تو وہ مسکرا کر سر ہلانے لگیں۔

"ماشاء اللہ۔ کل ہی چلیں گے بینا سے ملنے۔" وہ شام کے گھرے ہوتے سائے دیکھ کر بولی۔ "سفر نے تھکا دیا ہے اب

مجھے نیند آرہی ہے۔" وہ وہیں امی کے بیڈ پر لیٹ گئی تو فوراً ہی نیند نے آلیا۔

☆......☆......☆......☆

اگلے دن وہ چھوٹی بہن اور بچوں کو لے کر بینا کے گھر چلی آئی۔ بینا کرایہ کے فلیٹ میں رہائش پذیر تھی نرگس کی طرح اس کا سسرال اس کے ساتھ نہیں تھا۔ بینا اور اس کا میاں دونوں سترہ گریڈ میں لیکچرار تھے۔ نرگس پُرجوش طریقے سے بہن سے ملی۔ جو کافی تھکی تھکی سی دکھائی دے رہی تھی۔ نرگس کو بیڈروم میں بٹھا کر وہ باہر نکل گئی تو کچھ دیر بعد نرگس بھی اس کے پیچھے چلی آئی۔

"کوئی تکلف مت کرنا میں بس تم سے ملنے آئی ہوں۔" چھوٹے سے کچن میں کھڑی بینا چائے پکا رہی تھی نرگس کے کہنے پر مسکرادی۔

"نہیں آپی...... تکلف کیسا؟ آپ بیڈروم میں بیٹھو یہاں گرمی ہے۔"

"تو وہاں کون سا اے سی لگا ہے۔" جواب میں نرگس فوراً بولی تو وہ شرمندہ سی ہوگئی۔

"بس اے سی ابھی نہیں لگوایا۔"

"کیوں دو گرمیاں نکال لیں اے سی نہیں لگوایا؟" اس نے حیران ہوکر بینا کو دیکھا۔ جو دانستہ چپ رہی پھر کچن سے نکل کر نرگس نے گھوم پھر کر بینا کے مختصر فلیٹ کا جائزہ لیا اور اسے سخت مایوسی ہوئی کہ بیڈروم ہی واحد دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ جس میں بینا کے جہیز میں دیا گیا فرنیچر سجا تھا۔ باقی دو کمرے خالی تھے۔ لاؤنج میں ایک صوفہ سیٹ اور جہیز کا ٹی وی رکھا تھا۔

"بینا...... یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں تم نے گھر بالکل ڈھنڈار چھوڑا ہوا ہے۔ کوئی سامان نہیں خریدا اس ایک سال میں۔" وہ بینا کو ٹرے اٹھائے آتے دیکھ کر بے اختیار بولی۔

"حالانکہ تم دونوں اچھی جاب کرتے ہو۔ مل کر کتنا کچھ اکٹھا کرسکتے ہو۔" چائے کا کپ تھامتے اس نے مزید کہا تو بینا کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔

"بس کیا بتاؤں آپی......" وہ انگلیاں چٹخانے لگی۔

"بینا باجی بتائیں نا حماد بھائی بہت کنجوس ہیں۔" نمرہ بچوں کو لے کر ادھر چلی آئی اور کھلکھلا کر کہا۔

"تم چپ رہو بڑوں کی باتوں میں نہیں بولتے۔" نرگس نے اس کو ڈانٹا تو وہ منہ بنا کر بیٹھ گئی۔ اچانک لائٹ چلی گئی تو بچے شور مچانے لگے۔

"بینا یار، جنریٹر یا یو پی ایس کچھ تو چلاؤ۔" نرگس کو گھٹن اور گرمی نے آلیا۔ بینا جلدی سے اٹھ کر کچن میں چلی گئی اور موم بتی اٹھا لائی۔ جلتی موم بتی میز پر رکھی تو نرگس کے دونوں بچے تالیاں بجا کر ہیپی برتھ ڈے کا راگ الاپنے لگے۔ انہوں نے صرف کیک پر رکھی موم بتیاں ہی دیکھ رکھی تھیں۔

"بینا...... آج کل تو ہر گھر میں یو پی ایس وغیرہ لگے ہیں تم نے کیوں نہیں لگوایا۔" نرگس دوپٹے سے ہوا جھلتے تنگ آگئی تو کہہ بیٹھی۔ "حماد کو یہ خرچے فضول لگتے ہیں۔" بینا کا جواب اسے حیران کرگیا۔

"لیکن یہ تو اس زمانے کی ضرورت ہے۔ دیکھا نہیں دن رات میں کتنی بار لائٹ جاتی ہے۔" اس کی بات پر بینا خاموش رہی۔

"سمجھ میں نہیں آرہا تم دو کمانے والے ہو اور ضرورتوں پر خرچے کے لیے اتنی کنجوسی؟ ابھی تو بچے بھی دنیا میں نہیں آئے۔ کرتے کیا ہو دونوں اپنی تنخواہوں کا۔" نرگس نے الجھ کر بہن کو دیکھا۔

"وہ ایسی ضرورتوں کو خاطر میں نہیں لاتے' کہتے ہیں جب موم بتی سے کام چل سکتا ہے تو یو پی ایس کیوں لگوائیں۔ اے سی بھی ان کی نظر میں گھر میں گھوڑا باندھنے جیسا ہے۔ اس کا ہر ماہ ہزاروں روپیہ کا بل وہ دینا نہیں چاہتے۔" بینا نے آہستہ آواز میں گل افشانی کی تو نرگس کا منہ حیرت کی زیادتی سے کھل گیا۔

"تو تم اپنی تنخواہ سے بلنگ وغیرہ دے دیا کرو۔ میاں بیوی کا روپیہ کوئی الگ تو نہیں ہوتا۔" نرگس نے کچھ سوچ کر مشورہ دیا۔

"میری تنخواہ تو وہ بینک سے نکالنے ہی نہیں دیتے۔ کہتے ہیں جمع ہوتی رہے' کام آئے گی۔ اپنی تنخواہ سے گھر چلاتے ہیں جو تمہارے سامنے ہی ہے پیسہ دانتوں سے پکڑ کر خرچ کرتے ہیں۔ سانس تک آہستہ لیتے ہیں کہ کہیں نکل نہ جائے۔" بینا نے اس بار جل کر کہا تو باوجود پریشانی کے وہ اس کی آخری بات پر مسکرادی۔

"میں تو کہتی ہوں شوہر سب کچھ ہو مگر کنجوس نہ ہو۔ قسم سے جینا محال ہوجاتا ہے۔" بینا نے آہ سی بھری تو نرگس کے دل کو کچھ ہوا۔

"بینا اس طرح تو نہیں چلے گا تم کیسے دل مسوس کر کے بیٹھی ہو۔" اس نے بہن کا ہاتھ پکڑ کر دبایا تو وہ پھیکا سا مسکرادی۔

"ہر ایک کا اپنا مزاج ہوتا ہے آپی حماد فطرتاً کنجوس ہے پر دل

کا برا نہیں۔ امید ہے کہ وقت کے ساتھ اس کی فطرت بدل جائے گی۔" بینا نے نرگس سے زیادہ خود کو تسلی دی تھی۔ نرگس بجھے دل سے بینا کے گھر سے واپس آ گئی۔ راستے بھر وہ کامران اور حماد کا موازنہ کرتی رہی۔

"اف ایسے مزاج کے بندے سے گزارا کتنا مشکل ہے۔ کامران تو اچھا خاصہ کھلے ہاتھ کا ہے پھر بھی میں اس کو سو باتیں سناتی ہوں اس کی کنجوسی پر۔" نرگس اونچی آواز میں بڑبڑائی تو نمرہ نے سن لیا۔

"نہیں آپی! کامران بھائی کہاں ہیں کنجوس۔ بیوی بچوں کی ہر ضرورت کا خیال رکھتے ہیں، کنجوسی تو حماد بھائی میں ہے۔" وہ فوراً بولی تو نرگس نے اس کو چپت لگائی۔

☆......☆......☆......☆

ایک ہفتہ میکے میں رہ کر وہ واپس اپنے گھر آ گئی۔ اس بار کامران کو اس میں خاصی تبدیلی نظر آئی۔ بہت ذمہ دار اور سنجیدہ سی۔ بلاوجہ کی فرمائشیں اور دوسروں کی چیزوں کو دیکھ کر ضد کرنا اس نے چھوڑ دیا تھا۔ کامران کی بہن نے نئی کار خریدی۔ یہ دونوں مبارک دینے گئے۔ انہوں نے واپسی پر اپنی کار میں بٹھا کر ان لوگوں کو آئس کریم کھلائی اور گھر ڈراپ کیا۔ کامران گھر آ کر منتظر رہا کہ اب نرگس اپنی فرمائش کی پٹاری کھولے گی لیکن اس کا انتظار انتظار ہی رہا۔ نرگس خوش دلی سے گھر کے کام نمٹاتی رہی۔ کامران کو شدید حیرت ہوئی بہرحال وہ چپ ہی رہا۔

☆......☆......☆......☆

پھر ذوالحج کا مقدس مہینہ شروع ہوا تو آس پڑوس کے گھروں سے قربانی کے جانوروں کی آوازیں آنے لگیں۔ کامران کے بہنوئی نے اس بار بھی دو بکرے لیے۔ نرگس کی سہیلی حرا نے بھی قربانی کے تین بکروں کی تصاویر فیس بک پر لگائی تھیں۔ جن کو نرگس نے لائیک کر کے مبارک باد کا کمینٹ دیا۔ کامران اس کی طرف سے کسی جارحانہ ردعمل کی توقع کیے ہوئے تھا جبکہ وہ خاموش تھی۔ دن گزر رہے تھے اس بار تو کامران ایک بکرا لانے کا ارادہ بھی ظاہر نہ کر رہا تھا۔ بچے اس کے پیچھے پڑے تھے۔

"پاپا...... جلدی ہمارا بکرا لائیں۔" اور وہ ہنس کر ٹال رہا تھا۔ نرگس کو دل میں بے چینی لگی تھی اور کامران کی خاموشی معنی خیز تھی۔ آٹھ ذوالحج کی شام جب وہ کامران کی خاموشی پر سلگتی ہوئی کچن میں چائے پکار ہی تھی تب اطلاعی گھنٹی بجی۔

"دم سلم دروازہ کھولو۔" نرگس نے وہیں سے ملازم کو ہانک لگائی۔ یہ وقت کامران کے آفس سے واپس آنے کا تھا۔ صحن سے یکا یک شور کی آوازیں اٹھیں تو وہ عجلت میں باہر نکل آئی۔ یہاں منظر غیر متوقع تھا۔ کامران ملازم کے ساتھ مل کر دو بکروں کو رسی سے ایک طرف باندھ رہا تھا اور بچے اچھل اچھل کر خوشی سے تالیاں بجا رہے تھے۔

"جاؤ اسلم...... ان کے لیے چارہ لے آؤ۔" پھر کامران نے بٹوے سے روپے نکال کر اسے دیے تو وہ سر ہلاتا کھلے دروازے سے باہر نکل گیا۔ اسی پل کامران کی نظر نرگس پر گئی جو دھیرے دھیرے اس طرف آ رہی تھی۔

"ہو گئی آج تمہاری خواہش پوری۔ لے آیا دو قربانی کے بکرے۔" قریب آنے پر کامران نے اس کے شانے پر ہاتھ پھیلا کر کہا تو وہ خوشی سے چھلکتے آنسو پونچھنے لگی۔

"آپ ایک ہی لے آتے۔ اللہ کی راہ میں قربانی ہی تو کرنی ہے۔" وہ ہونٹ کاٹتے بولی تو کامران نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

"سچی نیت اور پاک کمائی سے کی گئی قربانی رب کریم قبول کرتا ہے۔ وہ بے نیاز ہے۔ وہ تعداد نہیں نیت دیکھتا ہے۔ تعداد تو ہم خود نمائی کی خاطر بڑھاتے ہیں تاکہ لوگوں کو بتا سکیں کہ ہم بہت پیسے والے ہیں۔ سوشل میڈیا پر ان کی تصویریں لگا کر لائیکس اور کمنٹس وصول کر کے خوشی حاصل کرتے ہیں جو کہ ظاہری دکھاوا اور جھوٹی شان ہوتی ہے۔" وہ مزید بولی تو کامران حیرت سے اس کو دیکھتا رہا۔

"واہ آج تو میری بیگم بہت سمجھ داری والی باتیں کر رہی ہے۔" وہ خوشگوار لہجے میں بولا تو نرگس جھینپ گئی۔

"آئی ایم سوسوری۔ خوامخواہ آپ کو تنگ کرنے کے لیے اب میں فضول کی ضدیں کر کے آپ کو پریشان نہیں کیا کروں گی۔" وہ کامران کے کندھے پر سر ٹکاتے بولی تو کامران نے شرارت سے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔

"خدانخواستہ کہیں طبیعت تو خراب نہیں ہو گی۔ نرگس بیگم۔" نرگس نے جواباً اسے گھور کر دیکھا۔

"جی نہیں کامران صاحب...... شکر گزاری کا نسخہ ہاتھ لگ گیا ہے سو آپ بےفکر رہیں اب کبھی ناشکری کا بخار نہیں چڑھنے والا۔" وہ کھلکھلا کر ہنسی تو کامران کچھ نہ سمجھتے مسکرا دیا اور نرگس دل ہی دل میں زندگی کی ہر نعمت پر اپنے پروردگار کی شکر گزار ہوئی۔

جنون سے عشق تک
سمیرا شریف طور

قسط نمبر 3

دمک رہے ہیں میرے حرف لب پہ آئے بغیر
سمجھ رہا ہے وہ باتیں مری بتائے بغیر
یہ دو چراغ ہیں اور ایک لو سے روشن ہیں
دیا جلا نہیں کرتا لہو جلائے بغیر

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

شہرینہ خاصے جارحانہ انداز میں اپنے پیچھے آتے لڑکے کی طرف بڑھتی ہے فرح اور فریحہ بھی فوراً اس کے پاس آتی ہے لڑکا شہرینہ سے بدتمیزی کرتا ہے جس کے جواب میں شہرینہ اس کو تھپڑ مار دیتی ہے وہ لڑکا اس صورت حال کے لیے تیار نہیں ہوتا اس لیے وہ غصہ سے شہرینہ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتا ہے تب ہی اردگرد موجود لوگوں اسے قابو کرلیتے ہیں جواباً وہ لڑکا مغلظات بکنا شروع کردیتا ہے دوسری طرف فرح ساری صورت حال سے خوف زدہ ہوکر شہرینہ کا ہاتھ تھام کر وہاں سے نکل آتی ہے اسے اندازہ نہیں ہوتا کہ شہرینہ اس طرح کی مردمار قسم کی لڑکی ہے فرح کال کرکے اسد کو فوراً پہنچنے کا کہتی ہے کہ کچھ ہی دیر میں اسد گاڑی لے کر ان کے پاس پہنچ جاتا ہے اور ان تینوں کے بگڑے موڈ دیکھ کر وجہ دریافت کرتا ہے جس پر فرح اسے مال میں ہونے والے واقعہ کی بابت بتا کر حیران کردیتی ہے۔ فرح فریحہ کو گھر جاکر کچھ بھی بتانے سے منع کردیتی ہے لیکن فریحہ گھر پہنچتے ہی سب کچھ اپنی ماں رخشندہ کو بتا دیتی ہے رخشندہ پہلے ہی اس موقع کی تلاش میں ہوتی ہے وہ مزید فریحہ کو شہرینہ کی جاسوسی پر اکساتی ہے ساتھ ہی افگن کے ساتھ وقت گزاری کے بھی کہتی ہے۔ رخشندہ شروع سے ہی فائقہ کی خوب صورتی، نفاست پسند طبیعت اور خوش قسمتی سے جیلس ہوتی ہے فائقہ سے ہمیشہ سے ان کے مقابلے بازی رہتی ہے اور اب یہ نفرت فائقہ کے بعد ان کی بیٹی شہرینہ کے لیے مخصوص ہوجاتی ہے شہرینہ کو اپنی بیٹیوں سے جیتتے دیکھ کر رخشندہ اس کے خلاف محاذ بنالیتی ہے فائقہ کی آزاد خیالی کو لے کر رخشندہ نے شہرینہ کی ذات کو ہدف بنایا تھا۔ فائقہ شہرینہ کو فون پر اپنی آمد کا بتاتی ہے وہ شادی والے دن ہی پہنچ سکتے تھے عثمان پاکستان پہنچ جاتے ہیں لیکن حکومتی سطح پر ضرور کئی امور انجام دینے کے باعث وہ فوری نہیں آسکتے تھے فائقہ شہرینہ کو خاصے محتاط انداز میں رہنے کی تاکید کرتی ہے۔ فائزہ اور اشفاق افگن کے ساتھ گاڑی میں آبیٹھتے ہیں شہرینہ افگن کی وجہ سے واپس جارہی ہوتی ہے یہ ہی بات اشفاق صاحب کی پریشانی کا باعث بنتی ہے تب ہی اشفاق صاحب افگن کو سمجھاتے شہرینہ کی تربیت میں عثمان کے عکس کا بتاتے ہیں جس پر افگن بگڑے تیوروں کے ساتھ خاموش رہتا ہے، زوبیہ کے گھر سب کا پُرجوش استقبال کیا جاتا ہے، فنکشن اپنے عروج پر ہوتا ہے جب لڑکیاں شہرینہ سے بھی ڈانس کی فرمائش کرتی ہیں شہرینہ پہلے انکار کرتی ہے لیکن بہت اصرار پر راضی ہوجاتی ہے تب ہی افگن کسی کام سے زنانہ حصہ کی طرف آتا ہے اور شہرینہ کو دیکھ کر مزید ناگواریت کا شکار ہوتا واپس پلٹ جاتا ہے، افگن مارکیٹ میں ہونے والے واقعہ کی بابت فرح سے دریافت کرتا ہے تب وہ اسے ساری صورت حال بتا کر شہرینہ کا دفاع کرنا چاہتی ہے لیکن افگن اسے غصہ سے سخت سست سناتا شہرینہ سے محتاط رہنے کا کہتا ہے۔ شہرینہ اسد کے ساتھ مہندی کے فنکشن سے جلدی واپس آجاتی ہے اور

افگن کے کمرے کا حشر نشر کردیتی ہے اس نے ایک طرح سے افگن سے انتقام لیا ہوتا ہے دوسری طرف جب افگن واپس آتا ہے تو اپنے کمرے کی حالت دیکھ کر ششدر رہ جاتا ہے اور فرح کے ساتھ فائزہ سے بھی اس کے مطابق پوچھتا ہے اور دونوں کی لاعلمی کے باعث اس کا شک شہرینہ پر یقین کی مہر لگادیتا ہے۔

اب آگے پڑھیے

❀......☆☆......❀

فرح کمرے میں آئی تو شہرینہ سو چکی تھی شہرینہ تقریب سے جلدی لوٹ آئی تھی، مہندی کی رسم کے دوران شہرینہ کی شایان کے ساتھ ہلکی پھلکی چھیڑ چھاڑ پر افگن کا ڈانٹنا اور پھر شہرینہ کا تگڑا توڑ ثابت ہونا۔ ایسی باتیں تھیں جو فرح کو اندر ہی اندر پریشان کرچکی تھیں' افگن شہرینہ کو سخت ناپسند کرتا تھا یہ حقیقت وہ اچھی طرح جانتی تھی لیکن وہ ناپسندیدگی کے ساتھ ساتھ شہرینہ سے سخت نفرت کرتا تھا یہ حقیقت اسے اب پتا چل رہی تھی۔

وہ افگن کے رویوں اور شہرینہ کے ری ایکشنز کو لے کو ازحد پریشان تھی، افگن سارے خاندان میں سب سے زیادہ تند مزاج اور سخت دل انسان تھا۔ وہ جس بات پر اڑ جاتا تھا تو پھر دنیا کی کوئی بھی طاقت اسے اس بات سے نہیں ہٹاسکتی تھی۔

شہرینہ بگڑی ہوئی لڑکی نہ تھی لیکن افگن کے رویوں پر وہ جس طرح ری ایکشنز دے رہی تھی وہ شہرینہ کی تند مزاجی بگڑی ہوئی طبیعت کے ساتھ ساتھ حد سے زیادہ منتقم مزاج فطرت کو بھی ظاہر کررہی تھی۔

نجانے کیوں فرح کو لگ رہا تھا کہ افگن کے کمرے کی تمام تر تخریب کاری کے پیچھے شہرینہ کا ہاتھ ضرور ہے۔ وہ ملازمین سے اچھی طرح انویسٹی گیٹ کرچکی تھی سب سے پہلے گھر آنے والوں میں شہرینہ تھی افگن کا کمرہ اوپر والی منزل پر ہونے کی وجہ سے وہاں ہونے والی تمام تر توڑ پھوڑ کا شور نیچے تک تو نہیں آسکا تھا لیکن کام کرنے والی ملازمہ نے شہرینہ کو اوپر کی سمت جاتے ضرور دیکھا تھا۔ اور یہی بات ملازمہ نے افگن کے سامنے بھی کہی تھی۔ شہرینہ کا نام سن کر افگن کا چہرہ ایک دم سرخ ہوگیا تھا۔ وہ افگن کی طبیعت اور مزاج کو خوب اچھی طرح جانتی تھی وہ اب شہرینہ کو بخشنے والا نہ تھا۔ اگر واقعی اس ساری تخریب کاری میں شہرینہ کا ہاتھ تھا تو وہ اندازہ لگاسکتی تھی کہ آنے والے دنوں میں دونوں کے درمیان شدید جنگ و جدل والا ماحول پیدا ہونے والا تھا، فرح نے والیوم بند کردیا تھا۔ وہ خود سے بھی ملازمین سے اچھی طرح باز پرس کرکے آئی تھی۔ افگن تو غصے سے کمرے سے چلا گیا تھا لیکن شہرینہ کو اب سوتے پاکر اسے غصہ آرہا تھا۔ اس نے صبح اس سلسلے میں شہرینہ سے تفصیلی بات کرنے کا سوچ کر لائٹ آف کردی تھی۔

❀......☆☆......❀

وہ صبح سو کر اٹھی تو بہت پرسکون تھی، رات والا منتقم مزاج اور اس وقت کافی معتدل تھا فرح سو رہی تھی وہ مارننگ واک کے لیے کمرے سے باہر نکل آئی، اسلام آباد میں تو وہ باقاعدہ ٹریک لباس میں پارک میں جاگنگ کے لیے جایا کرتی تھی۔ وہاں کا اپنا ایک ماحول تھا لیکن بڑے پاپا کے ہاں بڑا لمیٹڈ ماحول تھا ان کی خواتین بلاوجہ کہیں آتی جاتی نہ تھیں۔ بزنس مین ہونے کے باوجود اشفاق صاحب اور ان کے بیٹوں کی سوچ خالص گاؤں والی تھی روایت پرست، رسم و رواج کے پابند یہ لوگ شہرینہ کے لائف اسٹائل سے بہت مختلف تھے۔ فائقہ بیگم ہر دوسرے دن کسی نہ کسی فنکشن میں مدعو ہوتی تھی مختلف پارٹیز میں شوہر اور بعض اوقات بچوں کے ساتھ آنا جانا رہتا تھا۔ سیاسی ماحول ہونے کی وجہ سے گھریلو سطح پر بچوں پر کوئی پابندی نہ تھی ہاں یہ ضرور تھا کہ بچوں کی تعلیم و تربیت پر دونوں میاں بیوی نے خاص توجہ دی تھی۔

مختلف ٹیچرز، انسٹرکٹرز، انسٹی ٹیوٹ وغیرہ کا ہر وقت بندوبست رکھا ہوا تھا، ان کے بچے بیرون ملک رہنے کے باوجود اخلاقی گراوٹ کا شکار نہیں ہوئے تھے شہرینہ کا مزاج اپنے بھائیوں سے کافی مختلف تھا۔ وہ جذباتی تھی تھرل پسند تھی۔ کوئی نہ کوئی ہنگامہ ہر وقت برپا کیے رکھنے والی متلون

مزاج لڑکی تھی ایسے میں یہاں کے لوگوں میں آ کر رہنا اور شہرینہ کے متوقع مزاج کو برداشت کرنا ان لوگوں کے لیے بھی کافی وقت طلب کام تھا۔

جواباً جوری ایکشن ہو رہا تھا وہ نہ شہرینہ سے برداشت ہو رہا تھا اور نہ ہی افگن سے جبکہ باقی لوگ اگنور کرنے کی پالیسی اپنائے ہوئے تھے۔ شہرینہ تو تھی ہی چیلنجنگ مزاج افگن کا رویہ اس کے لیے ایک چیلنج ہی تو تھا۔ وہ منفی رویہ جس نے نہ صرف شہرینہ کی نسوانیت کو ٹھیس پہنچائی تھی بلکہ اس کے منتقمانہ مزاج کو بھی ایک انتقامی چیلنج دے دیا تھا۔ اسے اپنے رویہ پر کوئی شرمندگی نہ تھی۔

افگن کے کمرے کی توڑ پھوڑ کرنے کے بعد وہ بہت مطمئن تھی اسے ذرا بھی ندامت نہ تھی اسے قطعی فرق نہیں پڑتا تھا کہ کمرے کی حالت دیکھنے کے بعد افگن کی ذہنی حالت کیا ہوگی، وہ بس یہ سوچ کر ہی مطمئن تھی کہ وہ افگن کی اینٹ کا جواب پتھر سے دے آئی ہے اب افگن کا کیا ری ایکشن ہوگا اسے قطعی پروا نہ تھی۔ اس وقت بھی وہ بڑے مطمئن سے انداز میں لان میں واک کر رہی تھی جب افگن کی گاڑی گیٹ کے سامنے آ رکی تھی۔ اس نے حیران ہو کر افگن کی گاڑی اور پھر اسے دیکھا تھا۔ واچ مین نے گیٹ کھول دیا تھا۔ افگن نے پورچ میں گاڑی کھڑی کی اور وہ بھی شہرینہ کو دیکھ چکا تھا۔ ہمیشہ کی طرح اس کے چہرے کے زاویے تن گئے تھے عضلات میں سختی در آئی تھی شہرینہ بھی حیران ہونے کے بعد نارمل ہو گئی تھی۔

''اوہ تو یہ رات بھر گھر نہیں تھا ورنہ اب تک تو ہاتھ میں کلاشنکوف تھامے مجھے یقیناً اگلی دنیا میں سدھار چکا ہوتا۔'' وہ شہرینہ کو نظر انداز کرتا اندرونی حصے کی سیڑھیوں کی طرف بڑھا تھا شہرینہ نے پُرتجسس نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

''اگر اسے پتا بھی چل گیا تو ہو کیئر۔'' اس نے کندھے اچکائے۔

وہ واک کرنے کے بعد اماں بی جس کمرے میں ٹھہری ہوئی تھیں وہ ادھر ہی آ گئی تھی لیکن اماں بی کے ساتھ افگن کو بیٹھے دیکھ کر رک گئی تھی۔ اماں بی بستر پر لیٹی ہوئی تھیں ایک ہاتھ میں تسبیح تھی دوسرا ہاتھ افگن کے کندھے پر تھا دونوں نے اسے دروازے میں رکتے دیکھا تھا، ری ایکشن دونوں کا ہی مختلف تھا۔ اماں بی کے چہرے پر ایک دم بڑی نرم سی مسکراہٹ در آئی تھی جبکہ افگن کے چہرے پر ایک واضح اور نفرت انگیز ناگواری چھائی تھی۔

''آپ آرام کریں میں ذرا چینج کرلوں۔'' وہ اماں بی کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں لے کر نرمی سے دبا کر کھڑا ہو گیا اور اماں بی کے پاس سے ہٹ کر دروازے کی طرف بڑھا تو شہرینہ کے پاس سے گزرتے وہ ایک پل کو رکا تھا۔

اس کی آنکھوں میں عجب سرد مہری سی تھی۔ وہ شہرینہ کی اس حرکت کو اگنور کرنے والا نہ تھا لیکن خاموش تھا، وہ کمرے سے نکل گیا اور شہرینہ نے تمسخر بھری نگاہوں سے اسے جاتے دیکھا تھا۔ اماں بی نے دونوں کو بغور دیکھا تھا۔ افگن کا شہرینہ سے متعلق رویہ انہیں صاف نظر آ رہا تھا لیکن شہرینہ بھی افگن سے بدظن ہے وہ اب صاف محسوس کر رہی تھیں۔

''آؤ شہری۔'' اماں بی نے نرمی سے کہا تو وہ مسکراتی ہوئی ان کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

''تم تو اپنی اماں بی کو بھول ہی گئی ہو سوائے ایک دو بار کے تمہیں اپنی اماں بی کے پاس بیٹھنے کی فرصت ہی نہیں ملی۔'' اماں بی نے نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے کہا تو وہ ہنس دی۔

''ایسی کوئی بات نہیں ابھی بھی واک کر کے فوراً آپ کے پاس آئی ہوں۔''

''جیتی رہو، فائقہ کی تربیت کا اثر ہے جو تم تینوں بہن بھائی صبح خیز ہو ورنہ ادھر آتی ہوں تو دیکھتی ہوں شایان اور اسد دن چڑھے ایک دو بجے تک سوتے رہتے ہیں چلو شایان کی شادی ہو رہی ہے ذمہ داری لینے لگا ہے اب تو جلدی اٹھ کر آفس چلا جاتا ہے ورنہ اسد کی تو وہی روٹین ہے۔'' شہری کھل کر ہنس دی۔

''چھوڑیں اماں بی، ہم بھی کوئی اتنے صبح خیز نہیں ہیں یہ تو فٹ رہنے کا جنون ہے جو جلدی اٹھ جاتی ہوں ماما کی طرح مجھے بھی اپنی فٹنس کا بہت خیال رہتا ہے ورنہ

Virsa
Perfumed Tissue by Hankies
Virsa by Hankies
Hygiene Products
Available in
3 different colors

سنڈے والے دن تو میں بھی سارا دن سوتی ہوں۔" اماں بی نے نرم سی مسکراہٹ سے اس کے مسکراتے جھلملاتے چہرے کو دیکھا۔

"خوش رہو۔"

"فائقہ کی رات کال آئی تھی فائقہ عثمان اور ٹیپو آج دن میں پہنچ جائیں گے۔"

"جی ماما نے کال کرکے بتایا تھا۔"

"اللہ خیر سے لائے۔" انہوں نے دعا دی تھی تبھی فائزہ بیگم چلی آئی تھیں اماں بی ان سے آج بارات سے متعلق انتظامات کے بارے میں پوچھنے لگی تھیں شہرینہ بور ہونے لگی تو وہاں سے اٹھ کر واپس فرح کے کمرے میں چلی آئی۔

فرح اٹھ چکی تھی اور اب واش روم میں تھی وہ بستر پر بیٹھ گئی کچھ دیر بعد وہ واش روم سے نکلی تھی۔ فرح نے اسے بہت سنجیدگی سے دیکھا تھا۔ رات افگن کے کمرے والی حالت ابھی بھی اس کے دماغ میں گردش کررہی تھی۔

"رات تم جلدی آگئی تھی۔" فرح کا انداز ابھی بھی سنجیدہ تھا منہ اور ہاتھوں پر کسی کریم کا مساج کرتے وہ آئینے کے سامنے ہی کھڑی تھی۔ شہرینہ نے آئینے میں سے اسے دیکھا۔

"جس طرح اسٹیج پر تمہارے عزت مآب بھائی جان نے مجھے بدتمیزی سے ٹریٹ کیا تھا اس کے بعد میرا وہاں ٹھہرنا میری توہین تھا سو میں ہال سے چلی آئی تھی۔"

"بھائی کے جواب میں تم نے بھی تو بدتمیزی سے جواب دیا تھا تمہیں ان کے ساتھ اس طرح مس بی ہیو نہیں کرنا چاہیے تھا۔" شہرینہ نے حیران ہوکر دیکھا فرح کا انداز سنجیدہ تھا۔

"مس بی ہیو؟ مس بی ہیو میں نے نہیں انہوں نے ابتدا کی تھی۔" فرح نے پلٹ کر شہرینہ کو دیکھا۔

"رات تم نے بھائی کے مس بی ہیو کا بدلہ لینے کے لیے ان کے کمرے کی حالت بگاڑ کر رکھ دی تھی۔" شہرینہ نے بہت سنجیدگی سے فرح کو دیکھا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی کے علاوہ بھائی کے کمرے کی حالت بگڑنے کا دکھ بھی تھا۔

"کیسی حالت؟" شہرینہ نے انجان بن کر فرح کو دیکھا۔

"چلو آؤ میرے ساتھ دکھاتی ہوں تمہیں پھر اچھی طرح پتا چل جائے گا کہ میں کس کے بارے میں بات کررہی ہوں۔" اب کے سنجیدگی کے علاوہ فرح کے لہجے میں تلخی بھی تھی اس نے آگے بڑھ کر شہرینہ کا ہاتھ پکڑا تو شہرینہ نے ہاتھ کھینچ لیا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا کس سلسلے کی بات کررہی ہو تم؟" وہ پھر انجان بنی۔

"کہا نا چل کے دیکھ لو خود ہی علم ہوجائے گا۔" وہ اب بھی سنجیدہ تھی۔ شہرینہ اب کے لاپروا نہ رہ سکی۔

"اوکے، دکھاؤ کیا دکھانا ہے۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی فرح نے اسے ایک پل دیکھا۔

"بھائی کے کمرے کی حالت تم نے خراب کی ہے ناں؟" وہ اسے بغور دیکھے پوچھ رہی تھی۔

"مجھے تمہاری باتوں کی سمجھ نہیں آرہی کیا کہنا چاہ رہی ہو تم؟"

"کل رات جب ہم مہندی سے واپس آئے تھے تو بھائی کے کمرے کی حالت ابتر تھی تمام قیمتی اشیا توڑی جاچکی تھیں ہر چیز تہس نہس کی ہوئی تھی بھائی تو دیکھ کر شاکڈ تھے میں اور ماما بھی حیران پھر یہ حالت کس نے کی تھی۔"

"اوہ......" شہرینہ نے ریلیکس ہونے کا تاثر دیا۔

"میں سمجھی پتا نہیں کیا قیامت آگئی ہے جو تم اس قدر سنجیدہ خاتون بن گئی ہو۔" شہرینہ دوبارہ بستر کے کنارے ٹک گئی۔

"اس سارے میں میرا نام کیسے آگیا ہوسکتا ہے کسی ملازم نے کیا ہو یہ سب؟"

"میں، ماما اور بھائی ہم نے سب ملازمین سے اچھی طرح باز پرس کی ہے سبھی لاعلم ہیں۔"

"حیرت ہے گھر میں اتنا بڑا کام ہوجائے اور ملازمین بے خبر ہوں۔"

"بھائی کا روم ساؤنڈ پروف ہے جس نے بھی وہ

تخریب کاری کی ہے نہایت احتیاط سے کام لیا ہے۔‘‘
’’وری ویل۔‘‘ اس نے کندھے اچکائے تو فرح نے کئی ثانیے تک اسے بغور دیکھا۔
’’اور جانتی ہو ملازمین سے انویسٹی گیشن کے بعد سبھی نے تمہارا نام لیا ہے۔‘‘
’’وہاٹ۔‘‘ شہرینہ نے چونکنے کی ایکٹنگ کی۔
’’گھر میں سب سے پہلے آنے والی صرف تم ہی تھی۔‘‘
’’ہاں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ سب میں نے کیا ہو؟ کوئی اور بھی تو ہوسکتا ہے۔‘‘ اس نے تلخی سے کہا۔
’’اس لیے کہ رات جب بھائی غصے میں گھر سے چلے گئے تھے تو میں نے ماما کے کہنے پر کمرے کی صفائی کرائی تھی چیزیں سمیٹتے اور الماریوں میں دوبارہ سے کپڑے سیٹ کرتے ہوئے وہاں کارپٹ پر گرا ہوا مجھے یہ ملا تھا۔‘‘ فرح نے نہایت ٹھنڈے ٹھار لہجے میں کہتے اپنا دایاں ہاتھ آگے کیا اور ہاتھ پر سے آستین اٹھا کر جو چیز سامنے کی اسے دیکھ کر شہرینہ ایک پل کو ٹھٹکی تھی۔ فرح کے کلائی میں جگمگاتا بریسلیٹ کل رات مہندی کے فنکشن میں اس نے ہی دائیں کلائی میں فرح سے بندھوایا تھا۔ فرح کو اس کا یہ بریسلیٹ بہت پسند آیا تھا۔ وہ رات گھر آتے ہی سب کچھ اتار کر لباس بدل چکی تھی صرف یہ بریسلیٹ ہی نہیں اتارا تھا اس کا ہک اس سے نہیں کھل رہا تھا فرح نے ہی ہک لگایا تھا ہک لوز تھا جو اس نے دانتوں میں دبا کر اچھی طرح بند کردیا تھا جبکہ لباس بدلتے اور چیزیں اتارتے وہ عجلت میں تھی تو اس نے ہک کھولنے پر وقت ضائع کرنے کی بجائے باہر کی راہ لی تھی۔ اسے علم نہیں ہوا تھا کہ کس وقت عالم جنون میں افگن کے کمرے میں تباہی مچاتے یہ بریسلیٹ اس کے کلائی سے گر گیا تھا۔
’’یہ......!‘‘ وہ کچھ پل کو بالکل خاموش رہی اور پھر اگلے ہی پل اپنے ازلی ہٹ دھرم اور بے حس انداز میں لوٹ آئی تھی۔
’’تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ یہ میرا ہی بریسلیٹ ہے۔‘‘
’’اس لیے کہ اس کے ہک کو میں نے خود جوڑا تھا اور یہ

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

دوبارہ سے ہک سے نہیں کھلا بلکہ یہ چین ٹوٹنے سے گرا ہے یہ دیکھ لو۔" فرح کی کلائی سے لپٹا بریسلیٹ چین والی جگہ دھاگے سے گرہ لگا کر بندھا ہوا تھا۔ شہرینہ کے چہرے پر غصے کی کیفیت چھانے لگی تھی۔

"اگر یہ میرا ہی بریسلیٹ ہو تو بھی تم اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ سب میں نے ہی کیا ہے۔"

"اس لیے کہ تمہارے انتقامی مزاج اور رویے کو میں اچھی طرح جانتی اور سمجھتی ہوں تم بھائی سے ان کے رویوں کا بدلہ لینے کے لیے کسی بھی حد تک جاسکتی ہو اور سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ کچن میں کام کرنے والے ملازمین نے بتایا تھا کہ رات جب تم گھر آئی تھی لباس بدلنے کے بعد تم کچن میں آئی تھی تم نے وہاں سے فرج سے جوس نکال کر پیا تھا اس کے بعد تم واپس اپنے کمرے میں جانے کے بجائے بائیں طرف مڑی تھی اور بائیں طرف اوپر جاتا زینہ ہی آتا ہے اور اوپر تم کیا کرنے گئی تھی وہ میں بتا چکی ہوں۔" شہرینہ مسکرائی تھی۔ فرح کے پاس مکمل ثبوت تھے۔ وہ مکمل ہوم ورک کے بعد ہی شہرینہ کے سامنے آئی تھی۔

"تو اب کیا چاہتی ہو تم۔"

"تم اچھا نہیں کر رہی شہری، جانتی ہو نا افگن بھائی کس قدر نالاں ہیں تم سے پہلے ہی اب وہ کیا کر سکتے ہیں تم اندازہ بھی نہیں کرسکتی۔"

"ہو کیئر۔"

"شہرینہ پلیز۔" فرح اس کے پاس ہی ٹک گئی۔

"تمہیں اندازہ نہیں تم کیا کر رہی ہو، افگن بھائی ہمارے گھر کے سب سے بڑے سپوت ہی نہیں ماما پاپا اور اماں بی بابا صاحب سب کے نزدیک ایک معتبر انسان ہیں ان کی پسند اور ناپسند کا خاص خیال رکھا جاتا ہے ہمارے گھر میں خواتین کے حوالے سے بہت سے فیصلے افگن بھائی کے مانے جاتے ہیں لیکن تم نے ان سے ایک محاذ جنگ کھول لیا ہے کل تک میں سمجھتی تھی کہ افگن بھائی غلط ہیں وہ جان بوجھ کر تم سے مس بی ہیو کر رہے ہیں لیکن رات کے واقعے کے بعد مجھے اندازہ ہوا ہے کہ وہ اتنے غلط نہیں ہیں جس قدر تم خود ان کے ساتھ مقابلہ بازی پر اتر آئی ہو۔"

شہرینہ خاموش رہی تھی بس وہ سنجیدہ اور ناراض نگاہوں سے فرح کو دیکھ رہی تھی۔ فرح نے محبت سے اس کا ہاتھ تھاما۔

"وہ اپنی پسندیدہ چیزوں کا بہت خیال رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں ہماری عورتیں ہمارے گھر کی سب سے قیمتی دولت ہیں ان کا تحفظ ان کی حفاظت ہمارا فرض ہے ان کا کہنا ہے کہ عورت کی اصل بقا گھر کی چار دیواری میں ہی ہیں اس معاملے میں وہ نظریات کے اطلاق میں بہت دو ٹوک ہیں اکثر اوقات ان کے فیصلے ہمیں سخت محسوس ہوتے ہیں لیکن ان کے فیصلے دور رس نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔ وہ اپنی خواتین سے متعلق بہت ٹچی ہیں اور اس کو بدقسمتی کہوں یا کیا کہوں کہ تم سے ان کی جب بھی ملاقات ہوئی ہے اس انداز میں ہوئی ہے کہ تم ان کے طے کردہ نظریات و فیصلوں کے برعکس ملی ہو اور یہ فطری بات ہے جب کوئی انسان ہمارے طے کردہ نظریات و خیالات پر پورا نہیں اترتا وہ ہماری گڈ بک سے نکل جاتا ہے تمہارے اور بھائی کے معاملے میں بھی یہی ہوا ہے نہ تم غلط ہو اور نہ ہی وہ بس سوچ اور نظریات کے تفرقات نے یہ صورت حال پیدا کردی ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش میں دوسروں کے ساتھ ساتھ اپنا بھی نقصان کیے جا رہے ہو۔" شہرینہ نے بے دلی سے سب کچھ سنا تھا۔

"میرا اس میں کوئی نقصان نہیں اُن کی سوچ، اُن کے نظریات مائی فٹ میں ان کو بس یہ بتانا چاہتی ہوں کہ شہرینہ عثمان کوئی عام لڑکی نہیں، وہ نجانے کس بھول میں ہیں میں نے بھی ان کو زمین کی دھول نہ چٹائی تو شہرینہ عثمان میرا نام نہیں۔" وہ نخوت سے کہہ کر کھڑی ہوگئی۔

"تم نقصان اٹھاؤ گی افگن بھائی کے غصے اور ری ایکشن کا تمہیں اندازہ ہی نہیں۔" اس نے بھی تلخی سے کہا۔

"جب نقصان اٹھاؤں گی تو مدد کے لیے تمہارے پاس نہیں آؤں گی میں اپنے ہر نفع و نقصان کی خود ذمہ دار

ہوں سوڈونٹ کیئر۔'' فرح نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

''افگن بھائی کو تم پر پہلے ہی شک تھا انہوں نے ملازمین کو بلا کر پھر کنفرم کرلیا تو اس کے بعد جو وہ کریں گے وہ تم اندازہ بھی نہیں لگاسکتی۔'' اس نے پھر سمجھانا چاہا۔

''میں اندازہ لگانا ہی نہیں چاہتی یہ محاذ آرائی انہوں نے شروع کی ہے اس کے کیا نتائج نکلتے ہیں پروا نہیں لیکن میں بھی ان کو بتانا چاہتی ہوں شہرینہ عثمان کون ہے وہ بھی اچھی طرح جان لیں۔'' زعم ونخوت سے کہہ کر وہ کمرے سے نکل گئی، فرح نے بے بسی سے اسے جاتے دیکھا تھا۔ شہرینہ جیسی سرپھری لڑکی کو سمجھانا اس کے اختیار میں نہیں تھا اس کا اندازہ اسے ہوچکا تھا اس نے بے بسی سے مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔

❁.......☆☆.......❁

ماما، پاپا اور ٹیپو آچکے تھے۔ بارات شام کو روانہ ہونی تھی، ماما، پاپا سے مل کر وہ بہت کانفیڈنٹ فیل کررہی تھی۔ پاپا مردوں میں بیٹھ گئے تھے اور ماما مختلف رشتے داروں سے مل رہی تھیں۔ سوبر انداز واطوار کی مالکہ فائقہ خاتون ہر ایک کے نزدیک قابل رشک تھیں ہر ایک ان سے ملنا اور بات کرنا باعث فخر سمجھ رہا تھا ایسے میں رخشندہ کا دل جل کر راکھ ہورہا تھا۔ وہ جہاں بھی بیٹھتی بس فائقہ اور اس کی بیٹی کے فیشن، آزاد خیالی، غلط روی کی من گھڑت کہانیاں سنا سنا کر لوگوں کے دل برگشتہ کرنے کی حتی الوسیع کوشش میں تھی، فائقہ کے کانوں میں کچھ عجیب سی باتیں پڑی تھیں۔

کچھ رشتہ دار خواتین نے رخشندہ کا نام لیے بغیر سنی سنائی باتیں فائقہ تک پہنچائی تھیں۔ وہ ازحد پریشان ہوئی تھیں وہ سیدھی اماں بی کے پاس چلی آئیں۔ وہ کچھ خواتین میں گھری بیٹھی تھیں۔ فائقہ نے بڑے حوصلے سے خواتین کے اٹھنے کا انتظار کیا اور پھر ان کے جانے کے بعد انہوں نے اماں بی سے بات شروع کی۔

''اماں بی میں تو شادی میں آئی تھی شرکت کے لیے لیکن یہاں آکر چند ایک باتیں سن کر میں تو بے حد پریشان ہوگئی ہوں۔''

''کیسی باتیں؟'' انہوں نے دیکھا فائقہ الجھن کا شکار ہیں۔

''شہرینہ نے روبیہ کی مایوں والے دن ڈانس کیا تھا اس بات کو لے کر عجیب سی باتیں مشہور ہیں یہاں۔'' اماں نے ایک گہرا سانس لیا یعنی باتیں فائقہ تک بھی پہنچ گئی تھیں۔

''جاہل لوگ ہیں بچیوں نے مل کر کچھ شور شرابہ کرلیا ہے تو اس میں کون سی برائی ہوگی' اس نے اور لڑکیوں نے بھی ڈانس کیا تھا ان کو تو کوئی کچھ نہیں کہہ رہا۔'' فائقہ بے حد دلبرداشتہ نظر آرہی تھیں۔

''پریشان نہیں ہوتے سب ٹھیک ہوجائے گا اصل میں یہ سب کیا دھرا رخشندہ کا ہے وہ اور اس کی لڑکیاں ہی غلط باتیں پھیلا رہی ہیں لوگوں میں۔''

''کیا......لیکن کیوں؟'' فائقہ رخشندہ کا نام سن کر بے پناہ حیران ہوئیں۔

''بس وہ تم سے اور شہری بیٹی سے حسد کرتی ہے اور کچھ نہیں۔'' فائقہ کی حیرانی دوچند ہوئی۔

''حسد کرتی ہے......! لیکن حسد کرنے کی کوئی وجہ بھی تو ہو۔''

''بس سمجھ لو بعض لوگ ہوتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ دنیا کی سب اچھی چیزیں سب اچھے لوگ سب کچھ ان کے پاس ہو رخشندہ تو اول روز سے تمہارے ساتھ مقابلے بازی کرتی آئی ہے تم نے تو ہمیشہ اسے نظر انداز کیا لیکن میں سمجھتی ہوں اس نے کہاں کہاں تمہیں ذلیل کرنے کی کوشش کی تھی اصل میں وہ برداشت نہیں کرپا رہی عثمان کی شہرت اس کی حیثیت ومرتبہ اور عثمان کی بدولت تمہیں ملنے والا پروٹوکول۔'' اماں بی نے بہت اچھی طرح وضاحت دی۔

''لیکن جو بھی ہے اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ میری بیٹی سے متعلق کچھ بھی پھیلائی رہے اور میں خاموش رہوں۔'' فائقہ کا انداز دوٹوک تھا۔

''نظر انداز کردو ہم بھی شایان کی شادی کی وجہ سے نظر

انداز کررہے ہیں بعد میں موقع دیکھ کر دوٹوک بات کریں گے اس سے تم فکر مت کرو۔"

"وہ سب ٹھیک ہے اماں بی لیکن ایک اور بات نے بھی مجھے پریشان کردیا ہے۔" اماں بی نے سوالیہ نگاہوں سے فائقہ کو دیکھا۔

"رخشندہ افگن کا رشتہ اپنی بیٹی فریحہ سے کرنا چاہتی ہے۔" اماں بی مسکرائیں۔

"کسی کے چاہنے یا نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا' ہوگا وہی جو رب چاہے گا افگن ہمارا بچہ ہے اس کی زندگی کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہمیں یا اس کے والدین کو ہے باقی رخشندہ یا دیگر لوگ کیا چاہتے ہیں ہمیں اس کی پروا نہیں۔"

"میں نے تو یہ بھی سنا ہے کہ افگن فریحہ میں دلچسپی لے رہا ہے۔" اماں بی کے چہرے پر ناگواری چھائی۔

"استغفراللہ رخشندہ اپنی ہی بیٹی کو بدنام کررہی ہے ورنہ افگن کس مزاج کا ہے ہم سے بہتر کون جان سکتا ہے؟"

فائقہ قدرے ریلیکس ہوئیں۔ اماں بی کچھ سوچ بچار کررہی تھیں پھر انہوں نے فائقہ کو دیکھا فائقہ کے چہرے پر ہلکی سی الجھن ابھی بھی باقی تھی۔

"کیا ہوا؟" فائقہ نے نفی نے سر ہلایا۔

"وہ سب ایک طرف لیکن میں آج افگن سے ملی ہوں اس کے تیور مجھے کچھ اچھے نہیں لگے۔ بس سلام دعا کی چچا سے ایک دو بات کی پھر فریحہ نے بلالیا تو اس کے ساتھ چلا گیا تھا۔" اماں بی چونکیں کچھ دیر سوچا اور پھر فائقہ کو دیکھا۔

"ہوسکتا ہے ایسا ہی ہو بہرحال ان حالات کو دیکھتے ہوئے میں نے ایک فیصلہ کرلیا ہے۔" فائقہ نے ان کو دیکھا۔

"شایان کے ولیمے پر میں دونوں کی منگنی کردوں گی رخشندہ یا کسی کو بھی اگر کوئی غلط فہمی ہے تو وہ ختم ہوجائے گی۔" ان کا انداز مطمئن اور دوٹوک تھا۔

"افگن مان جائے گا کیا؟"

"یہ بڑوں کا فیصلہ ہے وہ بڑوں کے فیصلوں کو اہمیت و اولیت دینے والا بچہ ہے خصوصاً میرے فیصلے کو وہ کبھی رد نہیں کرے گا۔" فائقہ نے سر ہلایا' کچھ سوچا اور پھر کھڑی ہوگئیں۔

"بہرحال اماں بی خیال رکھیے گا بچوں کا معاملہ ہے کسی کے ساتھ کوئی زبردستی نہ ہو شہرینہ ہمیں بہت عزیز ہے یہ آپ کے دل کی آرزو تھی جو ہم نے بغیر کوئی اعتراض کیے مان لی حتیٰ کہ شہرینہ کی رضامندی تک نہ لی' خیال رکھیے گا میری بیٹی کے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہوجائے۔" فائقہ کا انداز حتمی تھی۔ اماں بی نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلادیا۔

"بےفکر رہو مجھے یہ دونوں تم لوگوں سے زیادہ عزیز ہیں میں ان کے بارے میں کوئی غلط فیصلہ نہیں کروں گی۔" اماں بی کے انداز میں حد سے زیادہ مضبوطی تھی جس کو محسوس کرتے فائقہ ایک دم مطمئن ہوگئیں۔

❁......☆☆......❁

شایان کی بارات کی روانگی کی تیاریاں تھیں۔ ہر کوئی بس اپنی اپنی تیاری کی فکر میں تھا فرح تو بطور خاص پارلر سے تیار ہونے گئی تھی شہرینہ بھی ساتھ ہی تھی شہرینہ لائٹ پنک کلر کی میکسی کے ہمرنگ ہلکی پھلکی جیولری اور لائٹ سے میک اپ کے بعد بہت زیادہ انٹریکٹیو ہوگئی تھی۔ دل موہ لینے والا حسن اور اوپر سے آرائش و زیبائش کا نکھار۔ فرح نے شہرینہ کے ساتھ اپنے سنجیدہ سے موڈ کے باوجود اس کی بہت تعریف کی تھی جواباً اس نے بھی فرح کی تعریف کی تھی۔ دونوں کے درمیان افگن کے کمرے کی حالت خراب کرنے والی بات پر دوبارہ بات نہیں ہوئی تھی۔

فرح نے خود بھی اپنا موڈ ٹھیک کرلیا تھا جواباً شہرینہ نے بھی منہ بنانا مناسب نہ سمجھا تھا دونوں تیار ہوکر ڈرائیور کے ہمراہ گھر پہنچیں تو وہاں افراتفری کا عالم تھا۔ بارات روانہ ہونے کو تھی۔ کچھ لوگ گاڑیوں میں بیٹھ چکے تھے کچھ ابھی بیٹھ رہے تھے۔ وہ فرح کے ساتھ ساتھ ہی تھی فرح خود بھی اسے ساتھ ساتھ رکھ رہی تھی کہ کہیں وہ پھر سے افگن کے ساتھ نہ الجھے۔

"فرح کو کہو شایان کے کمرے کے لاکر میں جو رقم رکھی ہوئی ہے وہ لے کر جلدی آئے اس کے بابا کافی

ناراض ہورہے ہیں پہلے ہی بارات کافی لیٹ ہوچکی ہے جلدی کرنا ذرا۔" فائزہ نے شہرینہ کو کہا اور خود کسی اور کام میں الجھ گئیں۔

فرح اپنے کمرے میں تھی وہ بارات کے ساتھ لے کر جانے والے تحائف اور بری کا سامان ملازمین کی مدد سے گاڑیوں میں رکھوا رہی تھی۔

"یہ کیا کررہی ہو، میرج ہال میں ان چیزوں کا کیا کام؟" اس نے حیران ہوکر بری کے بڑے بڑے سوٹ کیسز کو دیکھا۔

"تمہیں نہیں علم پھوپو کی ساری سسرال گاؤں سے بی لانگ کرتی ہے ان لوگوں نے بطور خاص کہلوایا تھا کہ بری ساتھ لائی جائے گی اور دکھائی بھی جائے گی۔"

"مائی گاڈ ان بلیوایبل اس قدر ایڈوانس ہوکر بھی تم لوگ ابھی تک وہی گاؤں والے ٹپیکل رسم و رواج سے چمٹے ہوئے ہو، امیزنگ۔" فرح مسکرادی۔ وہ جانتی تھی کہ شہرینہ ایسے ہی حیران ہوگی۔

"یہ ہمارا یا پھوپو کا نہیں بلکہ ان کی سسرال کا مطالبہ ہے اب ان کی بات ماننا تو ہوگی ناں۔" وہ پھر سے ملازمہ کے ساتھ مصروف ہوگئی تھی۔

"بڑی ماما کہہ رہی تھیں کہ شایان کے کمرے میں نیگ دینے کے لیے جو رقم رکھی ہوئی ہے وہ لے کر آجاؤ کافی لیٹ ہورہے ہیں وہ لوگ۔" اس نے فائزہ کا پیغام دیا۔

"اوہ، مائی گاڈ میں بھول ہی گئی۔" فرح نے سر پر ہاتھ مارا۔

"میں یہ سامان رکھوا رہی ہوں پلیز تم ایسا کرو یہ کیز لو خود ہی شایان کے کمرے کے لاکر سے رقم لے کر ماما کو دے دو...... پلیز۔" اس نے اپنے پرس میں سے چابیاں نکال کر اس کو دیں۔

"یہ کمرے کی چابی ہے یہ الماری کی اور یہ لاکر کی۔" وہ عجلت میں بتا کر ملازمہ کے ساتھ ہی باہر نکل گئی تھی۔ شہرینہ گہرا سانس لیے باہر نکل آئی۔

تقریباً سبھی مہمان روانہ ہوچکے تھے اب صرف ایک دو گاڑیوں کے علاوہ دلہا کی گاڑی اور گھر کی دو تین خواتین ہی رہ گئی تھیں۔ وہ زینہ طے کرتے اوپر آگئی تھی۔ اوپر افگن کے کمرے کے بالکل سامنے ہی شایان کا کمرہ تھا۔ افگن کے کمرے کو کینہ توز نگاہوں سے گھورتے اس نے کی سے شایان کے کمرے کا دروازہ کھولا تھا۔ پھر اندر آکر اس نے دیوار گیر الماری کا لاک کھولا وہاں تین چار درازیں تھیں تقریباً سبھی اوپن تھیں صرف ایک دراز لاک تھی اس نے لاک کھولا اور پھر اندر موجود لاکر کو کھول کر اس نے وہاں موجود براؤن انویلپ کو اٹھا کر دیکھا۔ وہاں پانچ سو کے نوٹوں کی تین گڈیاں تھیں۔

"یہ کیا ہورہا ہے؟" وہ ابھی انویلپ دیکھ ہی رہی تھی جب اس آواز نے اسے ایک دم ڈرایا وہ ایک دم چیخ کر پلٹی لیکن عقب میں افگن کھڑا تھا۔ وہ اس سے ٹکرا کر دوبارہ الماری کے دروازے سے ٹکرائی تھی۔ اس کے بازو پر بڑے زور سے چوٹ لگی تھی جبکہ افگن حیرت زدہ نگاہوں سمیت اسے دیکھ رہا تھا اس کے ہاتھ سے انویلپ گر کر نوٹوں کی گڈیاں زمین پر بکھر چکی تھیں۔

"تم ہمارے گھر میں ڈاکہ ڈال رہی تھیں۔" افگن نے نوٹوں کو دیکھا اور پھر شہرینہ اس کی آواز ایسی تھی کہ گویا ایٹم بم۔ شہرینہ تو بھک سے اڑ گئی۔

"واٹ...... واٹ ڈو یو مین آئی ایم روبر؟ ہاؤ ڈیئر یو۔" وہ ایک دم چلائی بازو کی تکلیف تو ایک دم بھول گئی تھی انتہائی غصے اور طیش سے بولی۔

"چلاؤ مت۔" افگن نے انگلی اٹھا کر اسے وارن کیا۔

وہ تو اپنے کمرے سے تیار ہوکر نیچے جانے والا تھا جب شایان کے کمرے کا دروازہ کھلا دیکھ کر حیران ہوا شایان کے کمرے کی آج دوپہر میں تازہ پھولوں سے آرائش کروا کر کمرہ لاک کردیا گیا تھا۔ صاف ستھرے اور خوب صورت انداز میں سجا ہوا یہ کمرہ دیکھنے والے کو مرعوب کررہا تھا ایسے میں الماری کھولے لاکر سے کچھ نکالتے نسوانی وجود کو دیکھ کر پہلا خیال کسی چور ڈاکو کا ہی آیا تھا۔ اسی لیے وہ فوراً قریب آیا لیکن اپنی توقع کے برعکس وہ شہرینہ کو وہاں موجود پا کر نہ

صرف چونکا تھا بلکہ طیش میں بھی آیا تھا، اسے ایک دم کل رات والی کمرے کی حالت یاد آئی تھی۔ وہ یہی سمجھا تھا کہ شہرینہ اب شایان کے کمرے کی حالت بھی برباد کرنے والی ہے لیکن اس کے ہاتھوں میں انویلپ دیکھ کر اس کا دماغ ہی گھوم گیا تھا یعنی شہرینہ بی بی سرعام ان کے گھر پر ڈاکہ ڈال رہی تھی۔

"تم اخلاقی طور پر تنزلی کا تو شکار تھی لیکن اس قدر پستی میں گر چکی ہو کہ اپنے ہی گھر میں ڈاکہ ڈال رہی ہو۔" اس نے اس کے نرم بازوؤں کو اپنی سخت کھردی انگلیوں میں دبوچ کر سرد سے لہجے میں کہا تو شہرینہ کے اندر گویا آگ سی دہک اٹھی۔

"شٹ اپ۔" وہ پوری قوت سے چلائی۔

"یو آلسو شٹ اپ۔" جواباً وہ اس سے بھی زیادہ قوت سے چلایا۔

"تم ایک پڑھے لکھے جاہل اور بیمار ذہنیت کے حامل انسان ہو مجھے یہاں بڑی ماما اور فرح نے بھیجا تھا میں کوئی چوری ووری کرنے نہیں آئی۔" وہ سختی سے اپنا بازو چھڑاتے افگن کا ہاتھ جھٹکتے پیچھے ہوئی۔ زمین پر سے نوٹوں کی گڈیاں اٹھا کر افگن کے منہ پر دے ماری تھیں۔ اس کا بس چلتا تو وہ اس سے بھی زیادہ کرتی۔ افگن اسے چور ڈاکو سمجھ رہا تھا اخلاقی لحاظ سے گراوٹ کی بات کر رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسے شوٹ کردے۔

"تم خود کو سمجھتے کیا ہو، جب چاہے مجھے ذلیل کر کے رکھ دو مائی فٹ' اٹس انف میں بڑی ماما سے اب بات کروں گی اور اماں بی سے بھی۔" وہ تلخی سے کہہ رہی تھی۔ افگن نے اس کی بدتمیزی پر ایک زوردار تھپڑ شہرینہ کے منہ پر مارا۔

"تمہاری بدتمیزی کا جواب میرے پاس بس یہی ہے جاؤ جس کو جو بھی چاہے بتاؤ آئی ڈونٹ کیئر۔" وہ نخوت سے کہتا وہاں سے چلا گیا اور شہرینہ وہ منہ پر ہاتھ رکھے حیرت سے اسے جاتا دیکھتی رہی۔

❁......☆☆......❁

فرح سامان رکھوا کر واپس آئی تو فائزہ نے اسے آلیا۔

"سامان رکھوا دیا۔"

"جی۔"

"شکر ہے۔"

"نیگ کے لیے رقم رکھ لی؟"

"وہ تو میں نے شہرینہ کو بھیجا تھا وہ نکال لائے۔"

"کہاں ہے شہرینہ۔"

"پتا نہیں میں دیکھتی ہوں شایان کے کمرے کی طرف ہی بھیجا تھا۔" وہ کہہ کر زینے کی طرف لپکی تھی بھی افگن تیز رفتاری سے سیڑھیاں اترتا فائزہ کی طرف چلا آیا۔

"افگن بھائی ابھی تک گئے نہیں۔" وہ افگن کو پُرسوچ نظروں سے دیکھتی اوپر آگئی تھی۔ شایان کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

وہ اندر داخل ہوئی تو چونکی تھی شہرینہ بستر کے کنارے بے حس و حرکت کھڑی تھی اس کے دونوں ہاتھ پہلوؤں میں تھے الماری اور لاکر کھلے ہوئے تھے جبکہ نوٹ زمین پر گرے ہوئے تھے۔

"کیا ہوا؟" شہرینہ کا انداز اسے پریشان کر گیا تھا۔ شہرینہ کی آنکھوں میں سرخی تھی۔ اس نے فرح کو دیکھا' اس کی آنکھوں میں بڑا عجیب سا تاثر تھا۔ وہ چابیاں فرح کے پاس بستر پر ڈال کر کچھ بھی کہے بغیر وہاں سے نکل گئی تھی۔

"شہری رکو شہری کیا ہوا، شہری؟" جبکہ وہ وہاں سے جا چکی تھی۔ اور فرح کے دل و دماغ میں عجیب سے جھکڑ چلنے لگے تھے۔

❁......☆☆......❁

وہ واپس فرح کے کمرے میں آئی اور کمرہ لاک کر لیا تھا فرح اس کے پیچھے آئی تھی ان لوگوں کو دیر ہو رہی تھی ڈرائیور ان کا منتظر تھا ان تینوں نے ڈرائیور کے ساتھ جانا تھا فرح کے نیچے آنے سے پہلے ہی افگن باقی رہ جانے والے دو تین مہمانوں کو لے کر جا چکا تھا۔ ماما پریشان ہو رہی تھیں وہ فرح سے بار بار پوچھ رہی تھیں کہ کیا ہوا ہے لیکن فرح خود لاعلم تھی ان کو کیا بتاتی؟ فرح کے بار بار دروازہ ناک کرنے

پر بھی شہرینہ نے دروازہ نہیں کھولا تو دونوں ماں بیٹی کو تشویش لاحق ہونے لگی تھی۔

پاپا کی کال پر کال آ رہی تھی مجبوراً فرح کو فائزہ بیگم کو وہاں سے بھیجنا پڑا یہ کہہ کر کہ وہ اسد کو بلوا لیتی ہے اور پھر شہرینہ کو لے کر آ جاتی ہے۔ وہ چلی گئی تھیں لیکن کافی دیر گزر جانے کے باوجود شہرینہ نے دروازہ نہیں کھولا تھا۔ شہرینہ نے چٹخنی لگا رکھی تھی ورنہ ڈپلی کیٹ چابی سے دروازہ کھل سکتا تھا اس نے اسد کو کال کی تھی بارات وہاں جا چکی تھی۔

سب لوگ فرح اور شہرینہ کا پوچھ رہے تھے۔ آدھ گھنٹے بعد اسد واپس آ گیا تھا وہ بھی اس صورت حال پر پریشان تھا کچھ دیر بعد شہرینہ کو ترس آ گیا تھا یا کیا تھا اس نے دروازہ کھول دیا تھا دونوں بہن بھائی بے تابی سے اندر داخل ہوئے تھے شہرینہ لباس بدل چکی تھی۔ وہ سادہ سے سلیپنگ شلوار قمیص میں ملبوس تھی فرح اسے دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔

''کیا بات ہے شہری کیا ہوا؟'' جواباً شہرینہ نے اسے خاموش نگاہوں سے دیکھا۔

''شہری مجھے بتاؤ؟'' اسد بھی اس کے پاس آ کھڑا ہوا۔

''کپڑے کیوں بدل لیے وہاں سب مہمان ہمارا انتظار کر رہے ہیں جانا نہیں۔'' فرح نے اسے دیکھا اس کا چہرہ سرخ تھا لیکن آنکھیں بالکل سرد تھیں۔ چہرے کے دائیں طرف رخسار پر سرخ ابھرے ہوئے نشان تھے۔

''یہ نشان کیسے ہیں؟'' فرح نے رخسار پر ہاتھ رکھا تو اس کے چہرے پر تکلیف دہ کیفیت چھائی۔

وہ اتنی کمزور نہیں تھی لیکن نجانے کیوں اس ایک تھپڑ کے بعد اسے اپنا آپ بہت کمزور لگ رہا تھا چھوٹی سے چھوٹی بات پر طوفان اٹھا دینے والی شہری کے اندر ایک قیامت برپا تھی لیکن لب خاموش تھے۔

''شہری یہ کیا بچپنا ہے بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے؟'' اسد اس کی لایعنی خاموشی سے چڑ کر بولا۔

''میں واپس جا رہی ہوں...... ماما واپس آ جائیں تو پھر میں واپس چلی جاؤں گی۔'' اس کے جواب میں وہ یہی بولی۔

''لیکن شہری بات کیا ہوئی ہے؟''

''میں شایان کے کمرے میں تمہارے کہنے پر رقم لینے گئی تھی لیکن وہاں افگن آ گیا تھا اس نے خود ہی فرض کر لیا کہ میں چوری کر رہی ہوں میں یعنی شہرینہ عثمان جس کے اپنے اکاؤنٹ میں ہر وقت لاکھوں روپے موجود رہتے ہیں جو منسٹر عثمان فاروق کی بیٹی ہے وہ چند روپوں کے لیے کسی کے کمرے میں ڈاکہ ڈالے گی' میرے بارے میں کیا بس یہی سوچ رہ جاتی ہے کہ کوئی مجھے اس طرح دیکھے اور سمجھ لے کہ میں چور ہوں اور وہ کوئی اور نہیں میرا سگا تایا زاد ہو میں لعنت بھیجتی ہوں ایسے رشتہ داروں پر اور ایسے لوگوں پر اس انسان نے واضح الفاظ میں مجھ پر چوری کرنے اور اخلاقی گراوٹ کا شکار ہونے کا الزام لگایا ہے' آئی ہیٹ ہیم۔ میرا دل کر رہا ہے میں اس انسان کو شوٹ کر دوں ہر چیز کو تہس نہس کر دوں لیکن میں ضبط کر رہی ہوں اور سب سے بڑی بات اس انسان نے مجھے تھپڑ مارا' مجھے یعنی شہرینہ عثمان کو' تھپڑ مارا ہے۔'' وہ بولی نہیں بلکہ پھٹی تھی۔

دونوں بہن بھائی نے حیران ہو کر وہ سب سنا تھا۔

''مائی گاڈ' افگن بھائی نے یہ سب کیا؟'' اسد حیرت زدہ جبکہ فرح پریشان ہوئی۔

''ان بلیو ایبل وہ کسی پر ہاتھ ہرگز نہیں اٹھا سکتے۔'' فرح بڑبڑائی۔ شہرینہ نے اسے سرد سی نگاہوں سے دیکھا۔ شہرینہ کے دائیں رخسار پر انگلیوں کے واضح ابھرے ہوئے نشان تھے' فرح کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

''تمہارا کیا خیال ہے یہ نشان میں نے اپنے چہرے پر خود سجا لیے ہیں۔'' وہ تو غصے سے ایک دم آؤٹ ہی ہو گئی تھی۔

''میں یہ کب کہہ رہی ہوں۔'' فرح کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

دونوں کے دلوں میں حد سے زیادہ نفرتیں دن بدن بڑھ رہی تھیں جبکہ ان دونوں کے بڑے کچھ اور سوچے بیٹھے تھے فرح اگر دو پہر میں اماں بی اور ماما' پاپا کے درمیان

ہونے والی گفتگو نہ سن لیتی تو اسے اتنا فرق نہ پڑتا لیکن اب وہ دل سے چاہتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح دونوں کے درمیان موجود اختلافات ختم ہوجائیں اور پھر سب کچھ نارمل ہوجائے لیکن اب جو صورت حال تھی اس میں اتنی جلدی سب کچھ نارمل ہوتا نظر نہیں آرہا تھا۔

''ہم ماما پاپا سے بات کریں گے پلیز تم اپنا موڈ خراب مت کرو ہمارے ساتھ چلو۔'' فرح نے اسے منانا چاہا لیکن وہ تو غصے سے ہی اکھڑ گئی تھی۔

''ہرگز نہیں میں کہیں نہیں جاؤں گی میں ماما پاپا کا ویٹ کروں گی تم لوگ گھر میں آئے مہمانوں کو شاید اسی طرح ذلیل کرتے ہو لیکن میں یہ برداشت نہیں کرنے والی اور تم اپنے پیارے بھائی شیر افگن کو بھی بتا دینا کہ شہرینہ بھی کسی کو معاف نہیں کرتی اور یہ تھپڑ میں کبھی بھولوں گی مجھے یوں ڈی گریڈ کرنا اسے بہت مہنگا پڑے گا۔'' وہ کہہ کر بستر پر لیٹ کر بازو آنکھوں پر رکھ چکی تھی۔ اب صاف مطلب تھا کہ دونوں کچھ بھی کہہ لیں شہرینہ ٹس سے مس نہیں ہونے والی دونوں نے انتہائی بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

❁......☆☆......❁

فرح اور اسد میرج ہال پہنچے تو وہاں فائزہ بے تابی سے دونوں کی منتظر تھیں ان کو شہرینہ کے بغیر آتے دیکھ کر وہ الجھیں۔

''شہری کہاں ہے؟'' اسد تو کندھے اچکا کر مردانے کی طرف چل دیا جبکہ فرح کو سب بتانا پڑا تھا وہ تو سن کر ہی حیرت سے گنگ رہ گئی تھیں۔ یعنی شہری اور افگن کے درمیان اتنا کچھ ہورہا تھا اور وہ لاعلم تھیں۔

''میرے اللہ...... فائقہ کتنی بار شہری کا پوچھ چکی ہے اگر اسے علم ہوگیا تو بہت برا ہوگا اپنی اولاد تو سب کو عزیز ہوتی ہے شہری کو تو' کسی نے پھولوں کی چھڑی سے بھی نہیں چھوا اور افگن نے اس پر ہاتھ اٹھایا اف میرے اللہ۔'' انہوں نے صدمے سے سر تھام لیا۔

''وہ کسی بھی طرح بات سننے پر آمادہ ہی نہیں، وہ تو دھمکیاں دے رہی تھی کہ وہ واپس چلی جائے گی خالہ اور چچا جان کو ساتھ لے کر۔''

''عثمان اور فائقہ کو علم نہیں ہونا چاہیے بات بہت بڑھ جائے گی۔'' وہ کچھ سوچنے لگیں۔

''میں اماں بی کو بتا کر آتی ہوں پھر شہری کو لے کر آتے ہیں تم میرے ساتھ چلو۔'' فرح نے سر ہلایا۔

وہ اماں بی کو ضروری کام سے گھر جانے کا کہہ کر اسد کے ساتھ وہاں سے نکلیں' وہ تو شکر تھا کہ میرج ہال آدھ گھنٹے کی مسافت پر تھا۔ اسد نے تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے دونوں کو پندرہ منٹ میں گھر پہنچا دیا تھا۔

''کمرہ شکر ہے لاک نہیں تھا شہری دونوں کو پھر سے دیکھ کر الجھی۔

فائزہ نے اس سے خود بات کی تھی افگن کے رویے کی معذرت کی اور اسے سمجھایا بجھایا' شہرینہ سنجیدہ رہی تھی ان کے بار بار کے معذرتانہ رویے پر شہرینہ کا دل ان کے معاملے میں کچھ نرم ہوا لیکن وہ شادی میں جانے پر رضامند نہ تھی۔

''دیکھو بیٹا میں مانتی ہوں افگن نے بہت غلط کیا لیکن اس وقت ہمارے ساتھ چلو فائقہ کو علم ہوا تو وہ بہت دکھی ہوگی پلیز بیٹا میری خاطر پلیز۔'' شہرینہ اتنی پتھر دل نہ تھی کہ ان کے اس قدر معذرتانہ رویے پر بھی پتھر دل بنی بیٹھی رہتی وہ فائزہ کو اپنی ماما جیسی عزت دیتی تھی لیکن اس بار اس گھر میں اسے بار بار ڈی گریڈ کیا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ ہر ایک سے حد سے زیادہ بدظن ہوچکی تھی وہ با دل نخواستہ وہاں جانے پر مانی تھی۔

فرح کے بار بار اصرار کے باوجود وہ دوبارہ وہی لباس نہ پہن سکی تھی۔ اس نے اپنے دل کی مانتے سادہ سی لیڈیز پینٹ کے اوپر گھٹنوں تک آتا کرتا پہنا اور گلے میں اس نے ایک اسکارف ڈال لیا تھا۔ پاؤں میں اس نے اسٹائلش سا فلیٹ جوتا پہن لیا۔ اس کی سوچ کے مطابق اب وہ تیار تھی وہ تیاری جو وہ عام روٹین میں کرتی تھی اس نے ماما کے خریدے ہوئے ان کی نصیحتوں کے عین مطابق پچھلے تمام

فنکشنز میں وہ سب لباس پہنے تھے جو شادی بیاہ کے عین مطابق تھے لیکن اس وقت وہ اپنی سوچ اور اپنے اسٹائل کے مطابق تھی۔

وہ جانتی تھی اب اس کے اس لباس اور اس کی اس تیاری کو وہاں موجود سبھی لوگوں نے موضوع گفتگو بنانا تھا اسے اب کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ اب کوئی کیا کہتا ہے وہ بس اب اپنے دل کی ضد کے سامنے ڈٹ گئی تھی۔ فرح نے ایک دوبار کہا تھا لیکن اس نے اپنے دل کی ہی کی تھی۔

فائزہ مصلحت پسند تھیں فی الحال شہرینہ کا وہاں جانا اہم تھا لباس جو بھی تھا شہرینہ کا مان جانا ان کے لیے فی الحال یہی بہت تھا۔ وہ میرج ہال میں آ گئی تھی۔ وہاں موجود بہت سے لوگوں نے اسے عام اور بہت ساروں نے بطور خاص دیکھا جبکہ وہ مطمئن تھی۔ وہ اب اپنے دل کی کر کے بہت پُرسکون تھی۔ فائقہ نے اسے دیکھا تو حیران ہوئیں۔

"تم یہ کیا پہن کر آ گئی ہو شہری، پارلر سے جب تیار ہو کر آئی تھی تو چینج کیوں کیا؟" وہ مسکرائی اور فرح کو دیکھا۔ فرح نے فوراً خالہ کے گلے میں بازو حمائل کیے۔

"وہ شہری کے سوٹ پر مجھ سے تیل گر گیا سارا سوٹ خراب ہو گیا اسی لیے شہری نے چینج کر لیا تھا۔" فرح کے بہانے پر شہرینہ نے کندھے اچکائے۔

اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ فرح فائقہ کو کیا بتاتی ہے سارا رستہ فائزہ اسے فائقہ سے ان سب باتوں کا ذکر مت کرے ورنہ وہ بہت ہرٹ ہوں گی کا کہتی آ رہی تھی اور شہرینہ سارے راستے سوچتی آئی تھی کہ وہ ماما کو سب ضرور بتائے گی۔ اس وقت تو وہ خاموش رہی تھی لیکن اندر ہی اندر وہ افگن کو لے کر خاصی بدگمان ہو چکی تھی۔ فنکشن خیر و عافیت سے ختم ہوا تھا زوبیہ کو بیاہ کر وہ لوگ گھر لے آئے تھے۔ فائزہ نے شہرینہ کو ہر رسم میں فرح کے ساتھ آگے آگے رکھا تھا۔ بہن کی طرح شایان سے اسے نیگ دلوائے تھے۔ مجبوراً شہرینہ کو بھی اپنا موڈ ٹھیک کرنا پڑا تھا۔

یہ سب لوگ اس کے ساتھ بہت اچھے تھے وہ صرف ایک فرد کی وجہ سے سب سے مس بی ہیو نہیں کر سکتی تھی سو اس نے سوچا کہ وہ ابھی فائقہ سے ذکر نہیں کرے گی۔ کل ولیمے کا فنکشن ہے وہ جیسے تیسے ایک دن اور برداشت کر لے تو پھر گھر جا کر وہ ماما پاپا کو سب بتا دے گی۔ وہ جو ہر وقت افگن کی تعریفوں کے پل باندھتے رہتے ہیں ان سب کو بھی تو پتا چلے کہ وہ کیسا جاہل، تنگ مزاج، کنزرویٹو اور گھٹیا سوچ کا حامل انسان ہے۔ یہ سب سوچ کر اس نے ایک بار پھر خود کو مطمئن کر لیا تھا۔ اور اس کے بعد وہ ہر ایک کام اور ہر ایک رسم میں حصہ لے رہی تھی۔ اور اسے پھر سے نارمل انداز میں ری ایکٹ کرتے دیکھ کر فائزہ نے قدرے سکون کا سانس لیا تھا ورنہ یہ سوچ سوچ کر ہی ان کا دل بیٹھا جا رہا تھا کہ اگر فائقہ کو شہرینہ نے بتا دیا تو وہ دونوں میاں بیوی کس قدر افسردہ ہوں گے۔

❀......☆☆......❀

افگن اپنے کمرے میں سونے آیا تو کچھ دیر بعد فائزہ بھی پیچھے آ گئی تھیں۔ انہوں نے افگن سے وہ سب پوچھا تو کچھ پل کو وہ خاموش رہا۔

"تم ایک سمجھدار انسان ہو تم سے مجھے ایسے بچکانہ رویے کی امید نہ تھی کوئی اور لڑکی ہوتی تم اسے چور سمجھ لیتے چلو کوئی بات نہیں غلطی ہو جاتی ہے لیکن شہرینہ کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرنا سوچو فائقہ کو علم ہوگا تو کس قدر دکھ ہوگا اور عثمان تک بات پہنچی تو وہ کیا سوچے اس کا بھی تمہیں اندازہ ہوگا۔" ان کے لہجے میں دکھ بھی تھا سرزنش بھی اور ملامت بھی۔

"میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔" افگن نے ٹالنا چاہا انہوں نے بغور بیٹے کو دیکھا۔

"ٹھیک ہے غلطی ہو گئی تھی لیکن ہاتھ اٹھانے کی کیا وجہ تھی تمہارے پاس۔" ان کا لب و لہجہ بہت سنجیدہ تھا۔

"وہ بدتمیزی کر رہی تھی۔"

"عورت کی زبان کو ہاتھ سے روکنا یہ مردانگی تو نہیں ہے۔" فائزہ نے اسے شرمندہ کیا۔ وہ کوفت کا شکار ہوا۔

"ماما پلیز۔"

"تمہیں اس سے کیا اختلافات ہیں۔"

"مجھے اس سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے وہ مجھے جان بوجھ کر زچ کرتی ہے۔"

"تم ایک میچور پڑھے لکھے انسان ہو تم اسے اچھے انداز میں بھی ہینڈل کرسکتے ہو۔"

"وہ پیار سے ہینڈل ہونے والی لڑکی نہیں ہے جو اینٹ کا جواب پتھر سے دے اس کے لیے میرا رویہ ایسا ہی ہوتا ہے۔"

"بہر حال جو بھی ہے تمہیں اب اپنا رویہ بدلنا ہوگا۔" ان کا انداز قطعی ہوا۔

"ویسے بھی اماں بی کا ارادہ تمہاری نسبت شہرینہ کے ساتھ طے کرنے کا ہے تمہارا رویہ پہلے جو بھی تھا اب رشتہ بدلنے سے تمہیں اپنے رویے بھی بدلنے ہوں گے۔"

"واٹ......!" افگن تو ایک دم حیرت سے اچھلا۔ "یہ نہیں ہوسکتا۔" وہ تو ایک دم انکاری ہوا۔

افگن کا تو یہ سن کر ہی دماغ گھومنے لگا تھا کہ اس کا رشتہ شہرینہ سے طے کیے جانے کا سوچا جارہا تھا۔ شہرینہ جیسی بے باک لڑکی جو اس کے نزدیک اخلاقی لحاظ سے کمزور بے حد آوارہ مزاج لڑکی تھی۔ وہ تو اسے ایک پل کے لیے اپنی ساتھ برداشت نہیں کرسکتا تھا یہاں ساری عمر سر تھوپنے کی بات ہورہی تھی۔

"کیا خامی ہے شہری میں۔" ان کا مزاج تند ہوا۔

"یہ پوچھیے کیا خوبی ہے اس آوارہ مزاج لڑکی میں۔"

"افگن......" آوارہ کے الفاظ پر فائزہ کو ایک دم جلال آ گیا۔

"وہ ہمارے خاندان کا حصہ ہے خبردار اس کے بارے میں ایک لفظ بھی غلط کہا تو......!" ان کے انداز میں بہت غصہ در آیا۔

"لیکن میں اس سے شادی نہیں کرسکتا۔"

"میں جانتی ہوں کون لوگ شہرینہ کی تربیت کو ہدف بنا کر غلط پروپیگنڈہ کررہے ہیں اور کون لوگ تمہیں مس گائیڈ کررہے ہیں' ایک وکیل کو آنکھوں کا اتنا اندھا اور کانوں کا اس قدر کچا نہیں ہونا چاہیے بہت افسوس کی بات ہے افگن۔"

"لیکن میں شہرینہ کو پسند نہیں کرتا آپ لوگ مجھے زبردستی اس کے ساتھ باؤنڈ نہیں کرسکتے۔" فائزہ نے ایک دو پل اسے دیکھا۔

"ٹھیک ہے تمہارا جواب میں اماں بی اور بابا صاحب تک پہنچا دیتی ہوں شہرینہ سے تمہاری شادی کرانا ان کی خواہش ہے آگے تم خود ہی ان سے نبٹ لینا۔" وہ صاف کہہ کر اٹھ کر کمرے سے نکل گئیں اور افگن اس نے مارے طیش کے بستر پر مکا دے مارا۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ شہرینہ جیسی پٹاخہ لڑکی کے پرخچے اڑا دے جس کی وجہ سے اس کی زندگی میں یہ سارے عذاب آرہے تھے۔

❁......☆☆......❁

فائزہ نے اماں بی تک ساری بات پہنچادی تھی' افگن کا بیان سن کر وہ کافی دیر سوچ بچار کرتی رہیں' اگلے دن انہوں نے فائقہ سے شہرینہ کی رضا مندی جاننے کا کہا تو فائقہ نے ذمہ داری ان پر ہی ڈال دی۔ وہ چاہتی تھیں کہ وہ پہلے دونوں کی رضا مندی جان لیں پھر ان کو قائل کرنے کی کوشش کریں گی اور اگر یہ دونوں مان گئے تو ٹھیک ورنہ پھر وہ اس رشتے کے خیال کو ہی ترک کردیں گی۔ انہوں نے شہرینہ کو بلوایا' اور جب شہرینہ سے بات کی تو وہ تو سنتے ہی ہتھے سے اکھڑ گئی تھی۔

"یہ کبھی نہیں ہوسکتا آپ نے یہ بھلا سوچ بھی کیسے لیا؟"

"ہمارے شروع سے ہی آپس میں رشتے ہوتے آئے ہیں جتنا بھی پڑھ لو جہاں بھی چلی جاؤ ہوگا تو تمہارا رشتہ اپنوں میں ہی ناں۔" انہوں نے تحمل سے کہا۔ "ویسے بھی شایان کی شادی ہوچکی ہے تمہارا جوڑ اب افگن کے ساتھ بنتا ہے۔"

"اماں بی پلیز ایک ہی بات بار بار مت کریں جو ہو ہی نہیں سکتا اس کے بارے میں سوچیں بھی مت میں مر تو سکتی ہوں لیکن افگن جیسے مرد سے شادی کبھی نہیں کرسکتی۔"

معروف مصنف و کالم نگار مشتاق احمد قریشی کے قلم سے ایک اور شاہکار
پیہم خیال
مشتاق احمد قریشی
شائع ہو گئی ہے
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

اس کا انداز اس قدر قطعیت لیے ہوئے تھا کہ اماں بی کئی ثانیے تک سر جھکائے جامد سی بیٹھی رہیں۔

شہرینہ کو ان کی مسلسل خاموشی سے اپنے سخت رویے کا احساس ہوا ویسے بھی اسے اماں بی بہت پیاری لگتی تھیں وہ اکثر ان کی باتیں مان جاتی تھی لیکن اس وقت جو وہ چاہ رہی تھیں وہ اس کے لیے زندگی و موت کا معاملہ تھا وہ نہیں مان سکتی تھی۔ وہ ان کے پاس بیٹھ گئی۔

"ایم سوری، آئی نو آپ میرے جواب سے ہرٹ ہوئی ہیں۔" اماں بی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ ان کے بچے آج بھی ان کے فیصلوں کو اہمیت دیتے تھے لیکن یہ نئی نسل ان کے دل سے ہوک اٹھی۔

"بلیو کریں میں اور افگن کبھی ایک نہیں ہو سکتے ہم دونوں میں بالکل بھی ذہنی مطابقت نہیں، ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے آپ ساری زندگی ایک ساتھ گزارنے کی بات کرتی ہیں ایم سو سوری۔"

"کیوں نہیں دیکھنا گوارا کر سکتے، کوئی لمبے چوڑے جاگیردار، جائیداد کے مسئلے نہیں ہیں کون سے اختلافات ہیں جو تم دونوں لے کر بیٹھ گئے ہو وہ مزاج کا ذرا تیز ہے خلاف معمول بات ہو جائے تو غصے میں آ جاتا ہے دل کا تو برا نہیں ہے وہ۔"

"جو بھی اختلافات ہیں آپ بہتر ہے انہی سے پوچھ لیں میں تو بس یہی جانتی ہوں کہ دل میں کوئی بھی گھس کر نہیں دیکھتا لوگ تو ظاہری رویے اور زبان سے ادا ہوئے الفاظ کو ہی بنیاد بنائیں گے۔" اس کا انداز قطعیت لیے ہوئے تھا اماں بی نے ایک گہرا سانس لیا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ اب۔"

افگن کا جواب ان کو مل چکا تھا شہرینہ کی مرضی وہ معلوم کر چکی تھیں اب کہیں بھی کوئی گنجائش نہیں نکلتی تھی۔

"ایم سوری اماں بی آپ کو میں ہرٹ نہیں کرنا چاہتی لیکن آپ کی بات مان لینا بھی میرے اختیار میں نہیں۔" اس نے محبت سے کہہ کر ان کا ہاتھ پکڑا اور بوسہ دے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بہتر ہے آپ افگن کے لیے اس کی سوچ کی حامل لڑکیاں دیکھیں تو زیادہ اچھا ہوگا ویسے چھوٹی پھوپو کی بیٹیاں بھی کافی اچھی ہیں ان کے بارے میں آپ سوچ سکتی ہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" انہوں نے ڈبڈبائی آنکھوں سے شہرینہ کو جاتے دیکھا اور پھر ایک گہرا سانس لیتے دوپٹے کے پلو سے اپنے آنسو صاف کیے۔

❁......☆☆......❁

افگن کو بھی اماں بی نے بلوا کر بات کی اور جب انہوں نے بتایا کہ شہرینہ بھی انکار کر چکی ہے تو افگن کے چہرے کے زاویے تن گئے تھے۔ وہ جانتا تھا اس کی طرح شہرینہ بھی اس رشتے پر کبھی راضی نہ ہوگی لیکن وہ انکار کر گئی تھی افگن کے لیے بڑی ذلت کی بات تھی۔ اس کے اندر عجیب سی تلملاہٹ پیدا ہوئی تھی۔ اس کے دل و دماغ میں شہرینہ کو ڈی گریڈ کرنے کے لیے فوری ایک سوچ ابھری۔ افگن نے ایک پل کو سوچا شہرینہ جیسی لڑکی کو اذیت سے دوچار کرنے کا اس سے بہتر کوئی اور موقع ہو بھی نہیں سکتا۔

"او کے اماں بی میں اپنے سارے اختلافات، سارے اعتراضات اور سارے انکار واپس لیتا ہوں جو آپ کا دل چاہے وہ کریں اگر آپ کہتی ہیں تو میں آپ کے سامنے شہرینہ سے ایکسکیوز بھی کر لیتا ہوں آپ بے شک ابھی اسے بلوا کر بات کر لیں اسے میرے رویوں پر اعتراض ہے او کے میں معذرت کے لیے تیار ہوں آپ کی محبت میں آپ کے لیے میں یہ سب کرنے کو تیار ہوں، جو آپ کے دل کی خواہش وہی میری خواہش۔" وہ اماں بی کے ہاتھ تھام کر محبت سے بولا۔

اماں جی نے حیران ہو کر اسے دیکھا، وہ تو ایک دم پینترا بدل گیا تھا وہ اس کی کایا پلٹ پر حیرت زدہ تھیں۔

"میں اگر شہرینہ کو بلوا لوں تو تم اس سے معافی مانگ لو گے ناں۔" اماں بی ایک دم نہال ہوئیں۔ پُرجوش انداز میں کہا تو وہ ہنس دیا۔

"آپ بے شک ابھی بلوا لیں میں معذرت کرنے کو تیار ہوں۔" انہوں نے ملازمہ کو آواز دی اور شہرینہ کو بلانے

بھیجا۔ کچھ دیر میں شہرینہ آ گئی تھی فائزہ کو بھی انہوں نے بلوا لیا تھا شہرینہ کے ساتھ فرح بھی تھی وہاں فائزہ اور افگن کو دیکھ کر وہ دونوں حیران ہوئیں۔

لیکن اس کے بعد افگن نے جس طرح اپنے گزشتہ تمام رویوں پر معذرت کی فرح کے ساتھ ساتھ شہرینہ بھی حیران ہوئی۔ افگن جیسا مرد شہرینہ سے معذرت کرے یہ ناممکن سی بات تھی شہرینہ تو عجب سے مخمصے میں پڑ گئی تھی۔

''یہ جو کچھ بھی ہوا غلط فہمی کی وجہ سے ہوا' تمہارا دل دکھا' تم ہرٹ ہوئیں' اس سب کے لیے میں بہت شرمندہ ہوں تم کھلے دل اور کھلے مزاج کی لڑکی ہو آئی ہوپ تم مجھے معاف کردو گی۔'' وہ تو حیرت سے گنگ افگن کی اس کایا پلٹ کو دیکھ رہی تھی۔

وہ واقعی بدل چکا ہے یا محض فارمیلٹی پوری کررہا تھا وہ قطعی اندازہ نہ لگا سکی۔

''ہاں...... ہاں کیوں نہیں شہرینہ بیٹی تو بہت ہی پیاری اور دل کی اچھی ہے وہ تمہیں کیوں معاف نہیں کرے گی، چھوٹے موٹے اختلافات تو ہر جگہ ہوتے ہیں دلوں میں کدورتیں جمع کرلی جائیں تو دوریاں پیدا ہونے لگتی ہیں بہتر یہی ہے کہ جتنی جلدی ہوسکے ان کدورتوں کو صاف کرلیا جائے ورنہ دل کے آئینے دھندلا جاتے ہیں اور پھر کچھ بھی صاف نظر نہیں آتا۔'' اماں بی کے لہجے میں مٹھاس تھی شہرینہ کے لیے بے پناہ محبت تھی۔ شہرینہ تو عجب سی الجھن پھنس گئی تھی، اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ اب کیا کرے، وہ افگن کے تاثرات سے کچھ بھی اندازہ نہ لگا پارہی تھی۔

''اٹس او کے اماں بی۔'' وہ ابھی بھی سنجیدہ تھی۔

''میرے دل میں پہلے کوئی کدورت نہ تھی لیکن اب یہ کدورت موجود تھی میں غلط رویوں اور انداز فکر کو وہ بھی خاص طور پر اپنے لیے برداشت نہیں کرسکتی چاہے وہ کوئی بھی ہو اس کے بعد میرا ردعمل ایسا ہی ہوتا ہے جو پچھلے دنوں سے تھا۔'' اماں بی نے مسکرا کر اسے ساتھ لگالیا۔

''جو بھی ہوا جانے دو۔''

''اوکے۔'' اس نے سنجیدہ نگاہوں سے افگن کو دیکھا۔

وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا انداز ناقابل فہم تھا شہرینہ کا موبائل بجنے لگا جو اس کے ہاتھ میں تھا اس نے دیکھا افگن نے بھی اس کے موبائل کو دیکھا۔

''ایکسکیوزمی۔'' وہ کہہ کر وہاں سے نکل گئی جبکہ افگن نے باہر نکلنے تک اسے دیکھا تھا اس کی آنکھوں میں عجیب سا تاثر تھا۔

✿......☆☆......✿

وہ سب تیار ہورہے تھے آج زوبیہ اور شایان کے ولیمے کا فنکشن تھا شہرینہ جان بوجھ کر کل جیسے حلیے میں ہی تیار ہوئی تھی فائقہ نے اسے کئی بار خود بھی کہا' اس کا منتخب کردہ ڈریس پہن لے لیکن وہ مان کے ہی نہیں دی۔

''شہری ضد مت کرو جانتی ہو کل تمہاری اس سر جھاڑ منہ پھاڑ والی ڈریسنگ پر کتنے لوگوں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا تھا ہمارا سوسائٹی میں ایک نام ہے اتنے بڑے سیاست دان کی بیٹی اس قدر رف حلیے میں وہ بھی اپنے سگے تایازاد کی شادی میں۔''

''اوہ ماما آپ جانتی ہیں نا کہ میں ایسی ہی ڈریسنگ میں کمفرٹیبل فیل کرتی ہوں۔''

''لیکن پھر بھی بیٹا۔'' فائقہ نے کچھ کہنا چاہا لیکن اس نے بات کاٹ دی۔

''آئی ڈونٹ نو ماما آپ کب سے اتنی اسٹیٹس کانشس ہوگئی ہیں۔''

''لیکن دنیاداری کے لیے بھی کچھ کرنا پڑتا ہے ناں آپا کی طرف سے ان کے سسرالی موسٹلی گاؤں سے بی لانگ کرتے ہیں وہ بہت نوٹ کرتے ہیں ان باتوں کو سو بی کیئر فل بیٹا۔'' شہرینہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

''چلیں اگلی کسی شادی میں آپ کی خواہش کے مطابق تیاری کرلوں گی لیکن اس بار مجھے اپنی من مانی کرنے دیں۔'' وہ تو پروں پر پانی نہیں پڑنے دے رہی تھی۔ صاف جھنڈی دکھا کر ناخنوں پر کیوٹکس لگانے لگی۔ وہ اس وقت فائقہ کو تیار ہونے کے لیے دیے گئے کمرے میں ہی تھی،

فائقہ نے کچھ سوچا اور پھر کہا۔

''تم نے پھر افگن کے لیے کیا سوچا؟'' شہرینہ نے الجھ کر ماں کو دیکھا۔

''مطلب؟''

''شادی سے متعلق۔''

''میں اماں بی کو صاف اور واضح الفاظ میں انکار کی صورت میں اپنا جواب دے چکی ہوں۔'' اس کا انداز ہنوز تھا۔

''لیکن اماں بی کہہ رہی تھی کہ تمہیں افگن سے کچھ اختلافات تھے اس کے بعد انہوں نے افگن کو بلوا کر معاملہ کلیئر کردیا تھا افگن نے تم سے ایکسکیوز کرلیا تھا جو اعتراضات تھے وہ تو ختم ہوگئے۔''

''آپ نے پوچھا کہ کیا اختلافات تھے۔'' اس نے کیوٹکس والی شیشی بند کرکے ایک طرف رکھی اور گیلے ناخنوں پر پھونکیں مارنے لگی۔

''ہاں بتایا تھا کہ تمہاری افگن سے اس دن بائے روڈ آنے اور ایکسیڈنٹ والے معاملے کو لے کر کوئی بحث ہوگئی تھی جس پر تم دونوں ہی ایک دوسرے سے بدظن ہوگئے تھے اس کے بعد انہوں نے معاملہ کلیئر کرادیا تھا تو بات ختم ہوگئی ہے اب۔'' شہرینہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

فائزہ اور اماں بی کا اصرار تھا کہ وہ فائقہ کو کچھ نہ بتائے ورنہ وہ اب تک بہت کچھ بتا چکی ہوتی۔

''اور کچھ نہیں بتایا انہوں نے۔'' انہوں نے نفی میں سر ہلایا تو اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

''بس اماں بی نے مجھے تمہارے پاپا' بھائی صاحب اور فائزہ آپا کو بلا کر کچھ دیر پہلے ایک فیصلہ سنایا تھا بابا صاحب بھی وہیں موجود تھے تم لوگ جانتے ہو ناں کہ ان کے فیصلوں پر ہم سب کبھی کوئی اعتراض نہیں کرسکتے۔'' ان کا انداز تمہیدی تھا۔

''کیسا فیصلہ؟''

وہ کچھ الجھی ہوئی تھیں' وہ شہرینہ کی طبیعت اور مزاج کو خوب اچھی طرح جانتی تھیں انہوں نے کچھ سوچا اور پھر سر ہلا دیا۔

''کچھ نہیں، چلو آؤ تقریباً سبھی تیار ہوگئے ہیں ڈریس تو تم نے چینج نہیں کیا۔ اپنی ضد کے سامنے تم نے بھلا میری کب سنی ہے لیکن یہ دوپٹا لے لو تمہاری شرٹ کے ہمرنگ ہے خالی اسکارف لینا مناسب نہیں لگتا۔''

اس نے سر ہلایا اسکارف اتار کر دوپٹا لے لیا تھا دوپٹا بھی جچ رہا تھا بلکہ دوپٹا ٹائٹ اور لانگ شرٹ کے اوپر زیادہ پیارا لگ رہا تھا۔

''تم ہمارے ساتھ ہی میرج ہال چلوگی۔'' انہوں نے کہا تو اس نے سر ہلا دیا۔

❁......☆☆......❁

میرج ہال پہنچ کر کھانا کھانے کے بعد شہرینہ کے کانوں تک جو خبر پہنچی تھی اس نے اس کے دماغ کو بالکل سن کردیا تھا۔

''یہ کیسے ممکن ہے؟'' وہ ماننے کو تیار ہی نہ تھی۔

''میں تمہیں گھر پر ہی بتانا چاہ رہی تھی لیکن تمہارے ری ایکشن کی وجہ سے چپ کرگئی تھی جب تم دونوں میں اب کوئی اختلاف ہی نہیں تو اماں بی اور بابا صاحب نے سوچا کہ رشتہ طے کردینا چاہیے۔''

''نو ماما...... نو......'' وہ تو پھٹ پڑی۔ ''اٹس امپاسبل۔''

''تم جانتی ہو ناں جب تمہارے پاپا کوئی فیصلہ کرلیں وہ پھر پیچھے نہیں ہٹتے۔''

''میں نہیں مانتی کسی فیصلے کو یہ میری زندگی کا سوال ہے افگن سے رشتہ ہونے سے بہتر ہے میں کسی کنوئیں میں چھلانگ لگا کر اپنی جان دے دوں۔''

''جذباتی باتیں مت کرو تمہیں ہم نے ہمیشہ ایک پریکٹیکل اپروچ دینے کی کوشش کی ہے۔'' انہوں نے اب کی بار ذرا سختی سے کہا۔

''افگن ایک ہائیلی کوالی فائیڈ لائر ہے اس کا مستقبل بہت روشن ہے اب گاؤں میں ہونے والے الیکشن میں وہ لڑے گا اور تم جانتی ہو اپنے علاقے میں یہ سیٹ ہمیشہ ہماری ہوتی ہے افگن تمہارے پاپا کو سپورٹ کرے گا

پولیٹیکل لحاظ سے ہمیں افگن کی سیٹ کا بہت فائدہ ہوگا۔‘‘
’’ماما......‘‘ اس نے بے یقینی سے ماں کو دیکھا۔
’’آپ اس پولیٹیکل نفع ونقصان کے بارے میں کب سے سوچنے لگیں، مجھے ان چیزوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا افگن سے کوئی اختلافات نہ ہوتے تب بھی مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا...... میں افگن سے کبھی بھی شادی نہیں کرسکتی ہم دونوں کسی بھی ٹائپ سے ایک دوسرے کو سوٹ نہیں کرتے تو ماما نو......‘‘ وہ قطعی انکاری تھی فائقہ نے بے بسی سے دیکھا۔
’’وہ مجھ سے میچ نہیں کرتا، کسی بھی لحاظ سے نہیں آپ کو انکار کرنا ہوگا۔‘‘ وہ بالکل منکر ہوئی۔
’’میری جان اب انکار ممکن نہیں بابا صاحب اور تمہارے پاپا اپنے حلقہ احباب اور رشتہ داروں میں سے کئی لوگوں کو بتا چکے ہیں کہ آج تم دونوں کے رشتہ طے پاجانے کی تقریب بھی ہوگی۔‘‘
’’مائی گاڈ......!‘‘ شہرینہ نے سر تھام لیا۔
’’نو ماما نو...... پلیز ہیلپ می...... پاپا کو بلوائیں میں ان سے بات کرتی ہوں۔‘‘ بے بسی سے اس نے ماں کے ہاتھ تھامے۔
وہ لوگوں کو بے بس کرنے والی لڑکی تھی، اس کی ہر خواہش، ضد اور ہر جائز وناجائز بات مانی گئی تھی اور اب جبکہ اس کی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ تھا اس پر اسے سرے سے نظر انداز کردیا گیا تھا۔ ایک دفعہ پوچھ کر انکار کے باوجود اتنی من مانی کی گئی تھی۔
’’آپ کو علم ہی نہیں افگن میرے ساتھ کس طرح کابی ہیو کرچکا ہے۔‘‘
’’اماں بی بتاچکی ہیں مجھے تمہاری افگن سے غلط فہمی کی بنا پر جھڑپ ہوگئی تھی، اسے نہیں علم تھا کہ شایان کے کمرے میں تم ہو، وہ کوئی چور سمجھ کر تم پر ہاتھ اٹھا بیٹھا تھا۔‘‘ ماما کو سارا کچھ ٹھیک بتایا گیا تھا لیکن غلط انداز میں۔
’’افگن کو بعد میں علم ہوا تو وہ شرمندہ ہوا تھا اس نے تم سے ایکسکیوز کیا تھا ناں۔‘‘ وہ بے یقینی سے ماں کو دیکھ رہی تھی۔ کس قدر غلط انداز میں اس کی ماں کو بتایا گیا تھا۔
’’اور آپ نے ان سب باتوں پر مجھ سے پوچھے بغیر بلیو کرلیا اور آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا مجھ پر کوئی بھی ہاتھ اٹھائے۔‘‘ وہ حیرت زدہ ہوئی۔
’’ایسی بات نہیں میری جان افگن سے وہ سب غلطی سے ہوا تھا اگر کوئی اور بات ہوتی تو تم مجھ سے ذکر کرتی کوئی بھی تم پر ہاتھ اٹھائے مجھے بہت فرق پڑے گا لیکن افگن سے وہ سب غلط فہمی سے ہوا تھا۔‘‘ وہ مکمل طور پر افگن کی طرف دار تھیں۔ یعنی اماں بی نے بہت اچھی طرح فائقہ بیگم کا مائنڈ میک اپ کیا ہوا تھا۔ اس نے بے بسی سے سر تھاما۔ وہ فائقہ کو وہیں برائیڈل روم میں چھوڑ کر خود باہر نکلی اس کا ارادہ مردانے کی طرف جاکر پاپا کو تلاش کرنے کا تھا وہ مردانے کی طرف آئی تھی۔
اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ کوئی اسے اس طرف دیکھ کر کیا کہتا ہے وہ بس پاپا کو تلاش کررہی تھی۔ اسٹیج کے پاس اسے پاپا کسی کے ساتھ کھڑے نظر آئے تو وہ تیزی سے اس جانب لپکی۔
’’تم ادھر کیا کررہی ہو؟‘‘ شایان ایک دم اس کے رستے میں حائل ہوا۔
’’مجھے پاپا سے بات کرنی ہے۔‘‘ نظریں اس کی اب بھی پاپا پر ہی تھی۔
’’تم جاؤ یہاں سے تم دیکھ نہیں رہی یہاں ہر طرح کے لوگ ہیں پاپا کے بابا صاحب کے بھائی کے اور چچا جان سبھی کے جاننے والے مدعو ہیں بہت آکورڈ لگ رہا ہے نکلو یہاں سے۔‘‘ اس نے بری طرح ڈانٹا شہرینہ کا دل چاہا پھوٹ پھوٹ کر رودے۔ وہ بڑی بے بسی سے واپس لوٹی آئی تھی۔
وہ کئی بار اماں بی کے پاس آئی تھی۔ ان کو بلایا تھا ضروری بات کرنی ہے کا کہہ کر بات سننے کا کہا تھا لیکن ان کی اپنی ہی ہم عمر خواتین کے ساتھ نجانے کون سی باتیں تھیں جو ختم ہونے میں ہی نہیں آرہی تھیں جوں جوں وقت گزرتا جارہا تھا اسے اپنا بی پی شوٹ ہوتا محسوس

ہورہا تھا۔

❁......☆☆......❁

افگن سے اماں بی نے خود بات کی تھی۔ وہ تو سنتے ہی ہتھے سے اکھڑ گیا تھا لیکن افگن کو منا لینا ان کے لیے قطعی مشکل نہ تھا اصل مسئلہ تو شہرینہ کو ہینڈل کرنا تھا جس کا معاملہ انہوں نے اس کی ماں کے سپرد کردیا تھا۔

"ہم سبھی مہمانوں کو بتا چکے ہیں بات تو تمہیں ہماری ماننا ہی ہوگی شہرینہ اچھی لڑکی ہے ابھی کچھ اختلافات ہیں وقت گزرنے سے سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

"بالکل نہیں...... شہرینہ سے معافی مانگ لینا اور بات تھی اس کا یہ مطلب تھوڑی تھا کہ میں اسے اٹھا کر اپنے سر پر بٹھالوں۔" وہ سخت بھنایا۔

"تو ٹھیک ہے مت مانو ہمارا فیصلہ، ہوجانے دو ہماری رسوائی، ہم نے تمہیں اپنے بیٹوں سے بڑھ کر چاہا' تمہاری تربیت کی' تمہارے ماں باپ سے زیادہ ہم تم پر حق رکھتے ہیں اور آج تم ہمارے فیصلوں پر ہمیں رد کررہے ہو۔" ایموشنل بلیک میلنگ تھی۔ انہوں نے تو باقاعدہ آنسو تک رخساروں پر بہالیے تھے۔ افگن نے نہایت بے بسی سے انہیں دیکھا۔

"ہم نے ایک عمر گزاری ہے تم ہمیں سب سے زیادہ عزیز ہو ہم بھلا تمہارے لیے کوئی غلط فیصلہ کرسکتے ہیں۔" رندھی ہوئی آواز میں مزید کہا۔

"اوکے جو جی چاہتا ہے کریں لیکن پلیز روئیں مت۔" اماں بی کے آنسو اس کی کمزوری تھے فوراً بے بس ہوا تھا۔ ایک دم ہتھیار ڈال دیے تھے اماں بی کے آنسو ایک دم تھمے تھے۔ انہوں نے نہال ہوکر اسے ساتھ لگایا تھا۔

❁......☆☆......❁
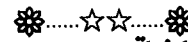
شہرینہ تو بری پھنسی تھی۔ اماں بی نے کام ہی ایسا کیا تھا اس لباس میں برائیڈل روم میں اسے ڈوپٹا جو اس کے گلے میں تھا سر پر ڈال کر بٹھادیا گیا تھا اس کا خیال تھا کہ محض زبانی کلامی رشتہ طے ہونے کی کوئی بات ہوگی لیکن یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ کیا تھا اماں بی اپنے دل و دماغ میں مکمل پروگرام طے کیے ہوئے تھیں جس طرح انہوں نے دونوں کو گھیرا تھا اور پھر ان کے والدین کو۔ اس کے بعد تو شہرینہ تو بس بندھے ہوئے ہاتھ پیروں کے ساتھ صرف پھڑ پھڑا ہی سکتی تھی۔

"مولوی صاحب ادھر ہی آرہے ہیں دلہن کا چہرہ تو چھپاؤ۔" کسی لڑکی نے جلدی سے اندر آکر تیزی سے کہا تھا۔ شہرینہ تو مولوی کا نام سن کر ہی بے اختیار ہوئی تھی اماں بی ایک طرف فائقہ خاتون دوسری طرف دونوں پھوپیاں سامنے فائزہ خاتون کے علاوہ اور بھی نجانے کون کون سی رشتے دار خواتین تھیں۔ اماں بی نے جلدی سے دلہن کی ہی چادر جو صوفے پر رکھی ہوئی تھی اٹھا کر اس پر ڈال دی تھی۔

"یہ سب کیا ہورہا ہے کوئی مجھے بھی تو بتائے۔" وہ چیخی لیکن اس کی آواز اتنی ساری آوازوں میں دب گئی تھی۔

اس وقت کمرے میں بڑے پھوپا' عثمان صاحب' شایان اور ایک عدد لمبی ڈاڑھی والے مولوی صاحب کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئے۔

"مولوی صاحب ادھر آجایئے۔" عثمان صاحب بولے۔

شہرینہ کا جی چاہا کہ چادر ایک طرف پھینک کر فوراً کھڑی ہوجائے مولوی صاحب سامنے والے صوفے پر ٹک گئے تھے۔ انہوں نے رجسٹر سامنے ٹیبل پر رکھا۔ فائقہ نے اٹھ کر عثمان کے لیے شہرینہ کے پہلو میں جگہ خالی کی۔

"آپ کا نکاح ہم اپنی مرضی سے بحیثیت ولی شیر افگن سے کررہے ہیں آپ کی ماما نے بتایا تھا کہ آپ کو کچھ اعتراضات ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ وہ اعتراضات بچکانہ ہیں۔ یہ ہمارے بابا صاحب اور اماں بی کا فیصلہ ہے۔" انہوں نے ماں کو دیکھا۔ "اور یہ فیصلہ ہمارے لیے بہت مقدم ہے افگن سے رشتہ طے پاجانا یہ میری ہی نہیں ہم سب کی دلی آرزو تھی معذرت چاہتے ہیں کہ ہم پہلے سے آپ کو اعتماد میں نہیں لے سکے بس یہ بالکل ایک دم ناگہانی فیصلہ ہوا اور ہمارا ارادہ محض رسم ادا کرنے کا تھا لیکن اماں بی

کی خواہش تھی کہ نکاح ہوجائے تو زیادہ بہتر ہے اور آپ جانتی ہیں کہ ہم نے کبھی بھی اماں بی کا کہا نہیں ٹالا ہم آپ سے بہت محبت کرتے ہیں آپ کے حقوق کا تحفظ ہماری اولین ذمہ داری ہے مجھے امید ہے آپ ہمارا مان برقرار رکھیں گی۔'' انہوں نے دھیمے لہجے میں محبت سے اس کا ہاتھ تھام کر پیار سے سہلاتے سو بر سے اپنے مخصوص پُر وقار انداز میں وہ سب کہا تھا۔ اور ان کے الفاظ ان کی زبان سے نکلتے شہرینہ کی سماعت کو فیض یاب کرتے گویا اس کی زبان پر تالا لگا گئے تھے۔

''مولوی صاحب بسم اللہ کیجیے۔'' شہری کی طرف سے مکمل خاموشی پا کر انہوں نے مولوی صاحب سے کہا اور مولوی صاحب نے نکاح پڑھانا شروع کردیا اور شہرینہ وہ ایسی تھی کہ جیسے کوئی پتھر کی مورت بالکل بے حس و بے حرکت۔

❀......☆☆......❀

نکاح کے بعد شہرینہ کی خاموشی گھر واپس آکر بھی نہ ٹوٹی تھی۔ وہ نہ کسی کے گلے لگی تھی اور نہ ہی کسی سے بات کی تھی۔ نکاح کے بعد عثمان اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر مولوی صاحب اور دیگر لوگوں کے ہمراہ وہاں سے چلے گئے تھے۔ ماما اور اماں بی نے اسے ساتھ لگانا چاہا تھا لیکن وہ اسی طرح بے حس و حرکت بیٹھی رہی تھی۔

نکاح کے کچھ دیر بعد مہمان واپس جانا شروع ہوگئے تھے۔ فریح نے اسی طرح چادر میں چھپی شہرینہ کی ایک دو تصویر لی تھی اس کے بعد تو تصویر لینے کی کسی کی ہمت ہی نہ تھی۔ مہمان جانا شروع ہوئے تو فائقہ کے ہمراہ ہی وہ بھی گھر لوٹ آئے تھے۔

آدھی سے زیادہ رات بیت چکی تھی سبھی اپنے اپنے کمروں میں جاچکے تھے عثمان باہر بابا صاحب اور دیگر لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئے تھے کل صبح ان لوگوں نے رخصت ہونا تھا وہ کچھ وقت فیملی کے ساتھ گزارنا چاہتے تھے۔ شہرینہ کمرے میں آتے ہی لائٹ آف کیے پیشانی پر ہاتھ رکھے لیٹ گئی تھی۔ فائقہ نے اسے مخاطب کرنا

چاہا لیکن اس کا قطعیت بھرا انداز دیکھ کر وہ بھی خاموش رہی اور کمرے سے نکل گئیں تو اس نے ہاتھ ہٹا کر کمرے کے اندھیرے میں گھورنا شروع کردیا وہ اس وقت فائقہ اور عثمان والے کمرے میں تھی۔ اس کے دماغ میں ایک جنگ سی چل رہی تھی، لیکن اس کے تاثرات بالکل سپاٹ تھے۔

❁......☆☆......❁

اگلی صبح وہ لوگ تیار تھے واپسی کے لیے نکاح سے پہلے یا بعد میں اس کا افگن سے سامنا نہیں ہوا تھا۔ ان سب نے بائے پلین اسلام آباد جانا تھا۔ وقت رخصت سب لوگ موجود تھے۔ بڑی ماما نے اسے بہت محبت سے ساتھ لگایا جبکہ وہ اسی طرح سرد تاثرات لیے ہوئے تھی اماں بی تو بہت ہی خوش تھیں، وہ ان سے نہیں ملی تھی اس نے فرح سے بھی ہاتھ ملانا یا گلے ملنا گوارا نہ کیا تھا فائزہ بیگم نے خود ہی آگے بڑھ کر اس سے پیار کیا تھا۔

شایان اپنی بیگم کے ساتھ پھوپو کی طرف تھا بابا صاحب اور اشفاق صاحب نے خصوصی طور پر ہاتھ رکھا تھا اسد موجود نہیں تھا وہ اس وقت اپنی نیند پوری کررہا تھا۔ بہت سے مہمان میرج ہال سے ہی رخصت ہوگئے تھے اور بہت سے ابھی موجود تھے۔ وہ لوگ سب سے مل کر باہر آئے تو وہ ٹھٹکی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر افگن موجود تھا۔

اشفاق صاحب نے اسے بطور خاص ان لوگوں کو ایئرپورٹ چھوڑنے کا کہا تھا دونوں کی نگاہیں ملی تھیں۔ افگن کی نگاہوں میں سنجیدگی تھی جبکہ شہرینہ کی نگاہوں میں سرد پن کے علاوہ ایک گہری نفرت بھی تھی۔ بس ایک پل کو نگاہ ملی تھی۔ شہرینہ نے نفرت سے رخ پھیر لیا تھا۔

''آؤ شہری۔'' ملازم سامان ڈگی میں رکھ چکا تھا۔ بابا فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئے تھے پچھلی سیٹ پر ٹیپو بیٹھا تھا اس کے بعد ماما دو جوں کی توں کھڑی تھی ماما نے کہا تو وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔

سارا رستہ وہ بے تاثر انداز میں بیٹھی رہی تھی۔ افگن نے کئی بار اسے سائیڈ مرر سے کھڑکی سے باہر جھانکتے دیکھا تھا لیکن وہ متوجہ ہی نہ تھی۔ ایئرپورٹ آیا تو بھی اس کا رویہ برقرار رہا تھا۔ سبھی مطمئن تھے بس ایک وہ ہی خاموش تھی۔ اس کے اندر ایک آگ سی دہک رہی تھی لیکن چہرہ جامد تھا۔

ایئرپورٹ پہنچ کر عثمان صاحب کو خصوصی پروٹوکول ملا تھا یہ سب لوگ اس پروٹوکول کے عادی تھے افگن ہمراہ تھا کسی نے بھی اسے باہر نہ روکا کلیئرنس تک افگن ساتھ رہا۔

اس کے بعد وہ چچا سے گلے ملا آج انہوں نے بڑے خصوصی انداز میں اسے گلے لگایا تھا ٹیپو بھی بڑے پُرجوش انداز میں ملا' ماما کا انداز بھی خصوصی تھا وہ ماما کے ساتھ ہی کھڑی تھی افگن کی نگاہ اس کی طرف اٹھی بالکل سادہ صاف وشفاف چہرے پر ایک پل کو بے تاثر تاثرات کی جگہ ناگواری وشدید نفرت کی لہر چھائی تھی اس کے بعد شہرینہ نے لب بھینچ کر چہرہ موڑ لیا تھا۔ عثمان آگے بڑھے تو وہ سب بھی ساتھ چل دیے تھے۔ افگن خاموشی اور سنجیدگی سے ان سب کو جاتا دیکھ رہا تھا اور آخر میں اس کی نگاہ شہرینہ پر جم گئی تھی۔

بلیک فلیٹ سادہ سے جوتے میں جگمگاتے پاؤں، وہ بے مقصد ہی چند پل اس کے ہر اٹھتے قدم کو دیکھتا رہا تھا پھر وہ نیکسٹ کاریڈور کی طرف بڑھے تھے سبھی نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ عثمان اور ٹیپو نے ہاتھ ہلایا تھا فائقہ نے مسکراہٹ سے الوداع کہا اور شہرینہ اس کی نگاہوں میں شدید نفرت کے سوا اور کوئی تاثر نہ تھا۔ افگن نے لب بھینچ لیے تھے اور تیزی سے واپسی کے لیے پلٹ گیا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

دور تک پھیلا ہوا اک واہمہ رہ جائے گا
تو نہیں ہوگا تو ان آنکھوں میں کیا رہ جائے گا
اپنے دروازے پہ دستک دوں گا تیرے نام کی
خود سے ملنے کا یہی اک راستہ رہ جائے گا

بجیلہ بیگم ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوئیں تو انہیں حیرت کا شدید جھٹکا لگا کیونکہ ان کی نظر کے سامنے بالکل ہی الگ منظر تھا۔ شاہ نواز اور احمر دونوں کے سامنے ٹی وی پر ان کا پسندیدہ نیوز چینل چل رہا تھا مگر وہ آج نیوز کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے آپس میں محو گفتگو جانے کس الجھن کا شکار دکھائی دے رہے تھے۔ یقیناً بات کوئی پریشانی والی تھی جبھی آج باپ بیٹے یوں اپنے اطراف سے بے خبر بیٹھے تھے انہوں نے دو پل کو رک کر ان کے تاثرات کو جانچا پھر ان کی طرف قدم بڑھاتی بولیں۔

''یہ آج سورج کدھر سے نکلا تھا جس نے اتنی بڑی تبدیلی رونما کردی کہ آپ لوگ اپنے فیورٹ چینل کو اگنور کر بیٹھے ہیں۔'' صوفے پر بیٹھتے ہوئے انہوں نے مسکرا کر کہا تو احمر ان کی طرف متوجہ ہوتا جواباً بولا۔

''بات ہی اتنی پریشانی والی ہے امی، جس نے ہر چیز کو اگنور کرنے پر مجبور کردیا ہے۔'' اس کے سنجیدہ انداز پر انہوں نے خود بھی پریشان ہوکر ان دونوں کی طرف دیکھا۔

''کیوں ایسی کیا بات ہوگئی؟''

''بڑی عید کا چاند نظر آچکا ہے امی اور ہم اپنے بجٹ کو ہر طرح سے توڑ جوڑ کے دیکھ چکے ہیں مگر اس بار کسی طرح بھی قربانی کی گنجائش نہیں نکل پارہی۔'' اس نے پریشانی کی وجہ بیان کی البتہ شاہ نواز صاحب ہنوز چپ بیٹھے بیوی کے چہرے پر نظر جمائے ہوئے تھے، جنہوں نے احمر کی بات سن کر فوراً کہا۔

''یہ تم کیا کہہ رہے ہو احمر......!'' ان کا انداز اچنبھا بھرا ہوا جسے سن کر احمر نے کہا۔

''ٹھیک کہہ رہا ہوں امی...... اور یہی بات ہمیں پریشان کررہی ہے کہ ابھی تک کی کوئی عید ایسی نہیں گزری جس میں ہم نے قربانی کا فریضہ ادا نہ کیا ہو مگر اس بار ایسا ہورہا ہے تو بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا۔'' اس بار اس نے بالکل بچوں کی طرح منہ لٹکا کر بات مکمل کی تھی جبکہ اس کے جذبات سے قطع نظر بجیلہ بیگم نے حیرت کے جھٹکے سے خود کو سنبھالتے

ہوئے تیز لہجے میں کہا۔
''ایسے کیسے قربانی نہیں ہوگی۔'' تیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے انہوں نے ارحم سے کہا تو ان کی بات کے جواب میں اس نے کچھ کہنا چاہا مگر اس کے کچھ کہنے سے پہلے انہوں نے دوبارہ کہا۔
''پاگل ہوئے ہو تم جو ایسی باتیں کررہے ہو۔ اچھے طرح جانتے ہیں سب جب سے میں اس گھر میں رخصت ہوکر آئی ہوں تب سے آج تک کوئی عید بنا قربانی کے نہیں گزری۔ ایسی صورت میں اب قربانی نہ کرکے تم نے سارے زمانے میں جگ ہنسائی کروانی ہے میری۔'' انہوں نے بات مکمل کی تو احمر نے جلدی سے کہا۔
''ہم خود بھی قربانی ادا کرنا چاہتے ہیں امی...... اسی لیے میں اور پاپا کب سے بیٹھے اسی توڑ جوڑ میں لگے ہوئے تھے کہ کہیں نہ کہیں سے تھوڑی سی گنجائش نکال کر بکرا لے ہی آئیں مگر ہم کہیں بھی کوئی گنجائش نکال نہیں پارہے۔'' اس نے اپنی بات کی تائید کے لیے شاہ نواز صاحب کی طرف دیکھا تو وہ گہری سانس بھرتے سیدھے ہوئے جبکہ بجیلہ بیگم نے ہنوز اپنے سابقہ انداز میں دوبارہ کہا۔
''گنجائش نہیں بھی نکلتی تب بھی گنجائش نکالو احمر...... اس بار معاملہ پہلے سے بالکل الگ ہے' میں اور کسی کی فکر نہ بھی کروں تو اس بار تو تمہارا سسرال بھی ہے۔ دو مہینے ہوئے ہیں تمہاری شادی کو نئی نئی رشتہ داری ہوئی ہے کیا سوچیں گے وہ لوگ اور پھر ہمارے مقابلے پر دلنواز بھائی بھی تو ان کے سمدھی بنے ہیں ان کے گھر تو ہر صورت دعوت نامے کے ساتھ گوشت بھی جائے گا۔ ایسے میں ہماری طرف سے ایسا کچھ نہیں ہوگا تو بہت جگ ہنسائی ہوگی تمہاری' دنیا کو بات کرنے کا موقع مل جائے گا کہ شادی تو اتنی دھوم دھام سے کی اور اب ذرا سی قربانی تک ہم کرنہیں سکے۔'' ہمیشہ کی طرح آج پھر وہ زمانے کی فکر میں ہلکان دکھائی دینے لگیں تو چپ بیٹھے شاہ نواز نے قدرے زچ ہوتے کہا۔
''ہم قربانی نہیں افورڈ کرپارہے تو بس نہیں کر پارہے۔ یہ ہمارا مسئلہ ہے اس میں جگ ہنسائی کی بات درمیان میں کہاں سے آگئی بیگم۔ ہم جو پریشان ہیں اس کی فکر نہیں ہے آپ کو' ہمیشہ اپنی پروا رہتی ہے آپ کو یا پھر زمانے کی فکر میں ہلکان اپنی انا' اپنی ناک کو اونچی رکھنے کا خیال رہتا ہے آپ کو مگر اب بس کردیں' پہلے ہی آپ کی انہی باتوں کی وجہ سے کتنے لوگوں کے قرض تلے دب چکے ہیں ہم۔ اس وقت بھی کہتا رہ گیا میں کہ جتنی ہماری چادر ہے اس کے مطابق پاؤں پھیلائیں' مگر نہ جی آپ کو تو مقابلہ کرنا جٹھانی سے کسی طور پیچھے ہٹنا آپ کی ناک کٹنے کے مترادف تھا۔ اسی لیے ان کے برابر سے کہیں بڑھ کر ان سے اونچا کام کرنے کی خاطر سب نظام درہم برہم کرکے رکھ دیا۔ وہ سارا بگاڑ ابھی تک سدھار نہیں پارہا کہ اب آپ پھر سے نئے شوشے لے کر آگئیں۔'' وہ بجیلہ بیگم سے بہت خفا دکھائی دے رہے تھے جبھی آج موقع ملتے ہی وہ اپنی بھڑاس نکالنے لگے جس پر بجیلہ بیگم نے چپ رہنے کی بجائے فوراً دوبدو جواب دیا۔
''ہاں تو کیا چاہتے تھے آپ میں اپنے اکلوتے بیٹے کی شادی فقیروں کی طرح کردوں؟ ایک ہی بیٹا تھا میرا' اپنے ارمان نہ نہ پورے کرتی میں؟'' انہوں نے ابرو اچکا کر تیز لہجہ اختیار کیا تو شاہ نواز نے فوراً کہا۔
''ارمان ہوتے تو قابل قبول بھی ہوتے' وہ ساری فضول خرچیاں ارمانوں سے زیادہ مقابلہ بازی تھی جس میں سراسر جیت تو آپ کی جھوٹی انا کی تھی مگر اس کی بدولت کباڑہ سارے گھر کے بجٹ کا ہوگیا۔ اب کہیں سے کوئی گنجائش نہیں نکل رہی جس سے ہم قربانی جیسا مقدس اور اہم فریضہ ادا کرسکیں۔'' انہوں نے صاف ہری جھنڈی لہرائی تو بجیلہ بیگم نے ایک بار پھر چمک کر کہا۔
''جیسے بھی گنجائش نکلتی ہے آپ گنجائش نکالیں' میں

کسی صورت سمدھیانے میں اپنی ناک نیچی ہونے نہیں دینے والی اور میں بتارہی ہوں اس بار بکرے سے پورا ہونے بھی نہیں والا' میں اس بار گائے کی قربانی کرنا چاہتی ہوں۔'' انہوں نے حتمی انداز میں الٹی میٹم دیا تو شاہ نواز نے جل کر کہا۔

''بس پھر میں اب اپنی بولی لگوادیتا ہوں پھر کرتی رہنا تم گائے کی قربانی۔'' ممکن تھا کہ ان کے جواب میں بجیلہ بیگم پھر کوئی سخت بات کہتیں اور ان کی بحث بڑھ جاتی' احمر نے درمیان میں بول کر شاہ نواز صاحب کو چپ رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے ماں سے کہا۔

''امی...... ہم بکرا لینے کے لیے گنجائش نہیں نکال پارہے' آپ گائے کی شرط رکھ رہی ہیں۔ آپ بتائیں ہم گائے خریدنے کے لیے پیسے کہاں سے لائیں؟ پہلے ہی میری شادی پر فضول خرچیوں کی بدولت ساری جمع پونجی ختم ہونے کے ساتھ ساتھ کتنے زیادہ قرض لینے پڑا ہیں۔ ابھی وہی رقم لوٹانا باقی ہیں' ایسے میں گائے کے لیے پیسے کہاں سے آئیں گے؟'' اس نے تمام صورت حال ان کے سامنے رکھی تو وہ ناچاہتے ہوئے بھی ایک پل کے لیے خاموش رہ گئی' اسی پل احمر کی بیوی آفرین نے کمرے میں قدم رکھا۔ سب نے اس پر خاموش نظر ڈالی تو وہ ان کی خاموشی محسوس کرتے ہوئے آگے بڑھی اور ہاتھ میں پکڑی چائے کی ٹرے درمیانی میز پر رکھ کر سب کو چائے سرو کرنے لگی جب بجیلہ بیگم نے ذرا دیر کی خاموشی کے بعد دوبارہ لب کشائی کرتے ہوئے کہا۔

''قربانی بھی اہم فریضہ ہے جو بہر حال ادا کرنا ہے۔''

''ہاں مگر قربانی کے فریضے کی ادائیگی کے لیے استطاعت کا ہونا شرط ہے' اب اگر ہم اس سال استطاعت سے محروم ہیں تو ان شاء اللہ اگلے سال یہ فریضہ تسلی کے ساتھ ادا کردیں گے۔'' شاہ نواز صاحب نے کہا۔

''جو پہلے کبھی نہیں ہوئیں وہ ساری انہونیاں اب ہونے لگی ہیں' بہو کا پیر ہمارے گھر کے لیے بہت بھاری پڑ رہا ہے۔'' انہوں نے بے لاگ تبصرہ کیا تو آفرین سمیت وہ دونوں بھی سناٹے میں آگئے پھر ان تینوں میں سب سے پہلے شاہ نواز صاحب نے خود کو سنبھال کر بولنے کی جرأت کی۔

''اس سب میں بہو کا کیا قصور؟ بہو تو بعد میں آئی پہلے آپ کی بدولت ہم قرض تلے دب چکے تھے' صرف آپ کی وجہ سے ہوا ہے یہ سب۔'' انہوں نے سراسر انہیں قصوروار ثابت کرنا چاہا تو وہ فوراً بولیں۔

''جو بھی ہو سب کے پیچھے وجہ تو بہو ہی تھی ناں' خیر میں بتارہی ہوں ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ہم قربانی کریں گے وہ بھی گائے کی۔ اب آپ جیسے بھی انتظام کریں اور قربانی کے لیے گائے لے آئیں۔'' انہوں نے ہٹیلے انداز میں دوٹوک بات کی اور چائے کا کپ اٹھا کر وہاں سے چلی گئیں' پیچھے وہ دونوں باپ بیٹا ان کے انداز پر بری طرح بھنا کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے جبکہ نئی نویلی دلہن آفرین چور سی بنی ایک طرف بیٹھی رہ گئی۔

❀......❀......❀

حق نواز کے دو بیٹے تھے بڑا دلنواز' اس کے بعد شاہ نواز۔ دونوں شادی کے بعد اپنے آبائی گھر میں رہتے تھے' دلنواز کا ذہن کاروباری تھا' اس لیے اس نے بجائے نوکری کرنے کے اپنے باپ کے چمڑے کے کام کو سنبھالا اور وہ آج تک اسی کام پر جما ہوا تھا جو ترقی کرتا خوب پھیل چکا تھا جبکہ شاہ نواز کا مزاج اس کے برعکس تھا باپ کے کام میں اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی اسی لیے آئی کام کرنے کے بعد اس نے ایک بینک میں ملازمت اختیار کرلی اس حد تک سب کی گزر بسر اچھی ہورہی تھی مگر پھر جیسے جیسے وقت آگے بڑھا تو بجیلہ بیگم کے مزاج کھل کر سب کے سامنے آنا شروع ہوگئے وہ قدرے تیز مزاج کی انا پسند خاتون تھیں جو چھوٹی سے

چھوٹی بات کو بھی انا کا مسئلہ بنا کر اپنا زندگی کا سکون ساتھ ساتھ دوسروں ک ابھی حرام کیے رکھتی تھیں۔

ان تمام خوبیوں کے ساتھ اسے مقابلہ کرنے کی عادت بہت پسند تھی' جٹھانی نے جو کرنا ہوتا وہ اس سے بڑھ کر کرنے کے چکر میں رہتی۔ جب تک بچے چھوٹے رہے گو تب تک معاملات کنٹرول کی حد تک رہے مگر جیسے جیسے بچے بڑے ہوتے گئے مقابلے کی فضا بھی شدت اختیار کرنے لگی۔ دلنواز کی بیگم سعیدہ گو کہ وہ بجیلہ کے مزاج کی سی نہیں تھی مگر پیسوں کی ریل پیل کی بدولت وہ ہروقت کچھ نیا اور بہت اچھا کرنے کی کوشش میں لگی رہتی۔ اسی بات کو بجیلہ بیگم ناک کا مسئلہ بنالیتی گو کہ اس کا بس ایک ہی بیٹا تھا احمر جبکہ سعیدہ بیگم کی تین اولادیں تھیں جن میں دو بیٹے افتخار' ثاقب اور ایک بیٹی دعا شامل تھی۔

اب اولاد کے معاملے میں تو وہ تقدیر سے جھگڑا نہ کرسکی مگر اور سب باتوں میں وہ ہروقت سعیدہ بیگم سے مقابلے کو تیار رہتی' شاہ نواز صاحب پیشہ ور انسان تھے جو بھائی کی طرح بہت سے دھن دولت کے مالک نہیں تھے اسی لیے جب گزرتے وقت کے ساتھ انہوں نے اپنی بیگم کے مزاج میں شدت محسوس کی تو علیحدگی کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے اپنی خوشی سے اپنا آبائی گھر چھوڑ اور اپنے بیوی بچے کو لے کر الگ گھر میں آن بسے' اس ذرا سی دوری کا خاطر خواہ اثر ہوا اور وہ بجیلہ بیگم جو ہروقت مقابلے کی صورت میں گھن چکر بنی رہتی تھی' ذرا حالت سکون میں آ گئی اس کے باوجود جب کبھی ان کا دلنواز صاحب کی طرف جانا ہوتا تو پھر سے بے چین روح بجیلہ بیگم میں حلول کرنے لگتی تو پھر وہ ہفتوں بے چین رہتی' ایسے ہی کھٹے میٹھے سے گزرتے دن اپنی رفتار کی روانی پر بہتے اسی دن پر آ پہنچے جب انہیں احمر کی شادی کرنا تھی۔

بجیلہ بیگم احمر کے لیے لڑکی تلاش کررہی تھیں جب ایک دم انہیں ایک لڑکی بے حد پسند آ گئی جو بعد میں جانچ پڑتال سے معلوم ہوا کہ وہ دلنواز کے بیٹے افتخار کی ہونے والی ساتھی تھی گو کہ ابھی افتخار کی بات طے نہیں پائی تھی سعیدہ بیگم بس ایک دو بار ہی ان کے گھر گئی تھیں مگر بہرحال ان کا ارادہ افتخار کی بات وہیں پکی کرنے کا تھا اب جب بات کھلی تو پھر ناک پر آن رکی' اس لیے بجیلہ بیگم نے سعیدہ بیگم کے جانے سے پہلے ہی احمر کی بات اس لڑکی سے طے کردی۔ کچھ ٹائم بعد سعیدہ بیگم نے بھی افتخار کی بات اس لڑکی کی بڑی بہن سے طے کردی پھر ایک سال کے عرصے کے بعد جب شادی کا ذکر چھڑا تو دونوں بھائیوں نے بہت کوشش کی کہ وہ مل ملا کر شادی کی رسومات ادا کرلیں مگر ایک تو سعیدہ کو یہ بات پسند نہیں آئی دوسری بجیلہ بیگم اس بات کے لیے قطعی طور پر راضی نہیں تھیں یوں شادی تو الگ الگ ہونا ہی طے پائی مگر اس کے بعد ختم نہ ہونے والا ایک مقابلہ شروع ہوگیا۔

سعیدہ بیگم بڑے بیٹے کی شادی کی خوشی میں دل کے ارمان نکالنے کو سب کچھ بڑھا چڑھا کر کرنا چاہتی تھیں تو بجیلہ بیگم اس بات کو انا کا مسئلہ بنا کر کہ "وہ کسی طور سعیدہ سے پیچھے نہ رہے" اپنی اوقات سے بڑھ کر کرنے کو تیار تھیں جب انہیں پتا لگا کہ سعیدہ نے بری کے لیے سات تولے سونے کے ساتھ ایک سنگھار پٹی لازمی شامل کی ہے تو بجیلہ بیگم نے اپنے پانچ تولے سونے کا وزن بڑھا کر آٹھ تولے کردیا جس میں بہو کے لیے نگوں سے جڑا سونے کا تاج بنوالیا۔ سعیدہ نے اگر بری کے لیے گیارہ جوڑے رکھے تو بجیلہ بیگم نے بری کے جوڑوں کی تعداد پچیس کرڈالی۔ جہیز کی سیٹنگ کے لیے اگر سعیدہ نے بہو کے لیے دو کمرے تیار کروائے تو بجیلہ بیگم نے نئے سرے سے پورا پورشن تیار کروا ڈالا اور جب بات آئی ولیمہ کے لیے آئٹمز کی تو اس کے لیے اگر سعیدہ بیگم کی طرف سے کھانے کے چھ آئٹمز تھے تو بجیلہ بیگم نے تعداد کو گیارہ تک بڑھا دیا' مقابلے کی اس دوڑ سے سب سے زیادہ احمر اور شاہ نواز

متاثر ہورہے تھے۔ موقع ایسا تھا کہ وہ بجیلہ بیگم کو ٹوک بھی نہیں سکتے تھے اس کے باوجود جب انہوں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ خفا ہوکر معاملات سے علیحدگی اختیار کرنے کی دھمکی دیتیں جس کی وجہ سے وہ اپنا چپ ہوکر ان کی ہر بات مان رہے تھے۔ جس کی وجہ سے انہیں ان کے مطالبات پورے کرنے کے لیے انہیں قرض لینا پڑا‘ اللہ اللہ کرکے شادی انجام پائی مگر تب تک وہ پوری طرح کنگال ہوچکے تھے۔ ایسے میں دو مہینے بعد بڑی عید سر پر کھڑی ان کو سہار رہی تھی۔ وہ ہر طرح سے توڑ جوڑ کرنے کے باوجود خود کو ناکام پارہے تھے۔ ایسے میں بجیلہ بیگم نے پھر سے اپنی پرانی روش اختیار کرتے ہوئے قربانی کے لیے بکرے کی بجائے گائے کی قربانی کا الٹی میٹم دیا تھا جس کی وجہ سے وہ بے حد پریشان دکھائی دے رہے تھے‘ مسئلے کا کوئی حل انہیں سجھائی نہ دیا تو وہ کچھ دیر کے لیے حالات سے فرار حاصل کرنے کے لیے گھر سے باہر نکل گئے۔

❀......❀......❀
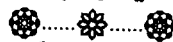
بھرپور نیند لینے کے بعد بجیلہ بیگم جب فریش ہوکر کمرے سے نکلیں تو شاہ نواز صاحب اور احمر کے متعلق معلوم کرنے کے لیے آفرین کی طرف چلی آئیں وہ بھی اپنے کمرے میں موجود نہیں تھی۔ بجیلہ بیگم حیران ہوتی اس کی تلاش میں کچن تک چلی آئیں مگر اس سے پہلے کہ وہ اندر داخل ہوتیں ہوا کے دوش پر لہراتی آفرین کی بھرائی ہوائی آواز ان کی سماعتوں سے ٹکرائی تو مکمل بات سننے کے لیے وہ متجسس سی ہوئیں کان لگا کر اس کی طرف متوجہ ہوئیں جو فون پر اپنی بہن سے کہہ رہی تھی۔

"آپی پلیز جب میں نے آپ کو کہہ دیا ہے آپ ہماری کوئی دعوت نہیں رکھیے‘ میں آپ کے گھر نہیں آنا چاہتی۔" اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوئی تھی دوسری طرف اس کی بہن نے اس کی بات سن کر کچھ کہا تھا جسے سن کر وہ دوبارہ بولی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے جیسا آپ سمجھ رہی ہیں‘ آپ

میری بہن ہیں آپ سے ملنے کو میرا بھی دل کرتا ہے مگر آپی میں اس طرح آپ سے ملنے آپ کے گھر ہرگز نہیں آیا کروں گی۔ آپ سے جب ملنا ہوا کرے گا میں امی کے گھر مل لیا کروں گی مگر آپ کے سسرال ہرگز نہیں آؤں گی کیونکہ ان دو ماہ میں‘ میں اچھی طرح آنٹی کی فطرت کو سمجھ چکی ہوں۔ اب جو آپ مجھے دعوت کے لیے گھر بلائیں گی تو بدلے میں وہ آپ کی دی ہوئی دعوت سے بڑھ کر دعوت کا اہتمام کر ڈالیں گی۔‘‘ اپنی بات مکمل کر کے وہ ذرا دیر کے لیے چپ ہوئی پھر سے اس نے اپنی بہن کی باتیں سنیں پھر ذرا توقف کے بعد وہ جواب میں دوبارہ بولی۔

’’ہاں آپی آنٹی کی عادت ہے مقابلہ کرنے کی‘ اسی وجہ سے شادی میں بھی یہی کچھ ہوا جس کی وجہ سے انکل اور احمر بہت قرض دار ہو چکے ہیں اسی وجہ سے وہ اب قربانی کے لیے جانور تک لینا افورڈ نہیں کر پا رہے مگر سب حالات جاننے کے باوجود آنٹی نے کہہ دیا ہے کہ اس بار قربانی کے لیے بکرے کی بجائے گائے لائی جائے تاکہ وہ اپنے سمدھیانے میں اپنی ناک اونچی رکھ سکیں۔ یہ سب بہت غلط ہے آپی‘ مگر آنٹی کو ذرا احساس نہیں ہے جبکہ ان کی وجہ سے انکل اور احمر بہت پریشان ہیں‘ ایسے میں آپ کی دعوت قبول کر کے میں ان کے لیے مزید پریشانی بڑھانا نہیں چاہتی۔ میں صرف اپنے گھر اور احمر کے لیے سکون کی خواہش مند ہوں اس کے لیے اگر مجھے آپ سے نہ ملنے کی قربانی بھی دینا پڑے تو میں دوں گی کیونکہ کم از کم یوں آپ کے سسرال آ کر آپ سے نہ ملنے کی صورت میں نہ تو کوئی نئی بات سامنے آئے گی نہ پھر سے آنٹی کو کسی مقابلے کی ضرورت پیش آئے گی۔ آپ اپنے گھر میں خوش رہیں‘ میں اپنے گھر میں خوش رہنے کی کوشش کروں گی۔‘‘ آنسوؤں کو ضبط کرتے ہوئے اس نے بھرائی آواز میں اپنا فیصلہ سنایا دوسری طرف نجانے کیا کہا جا رہا تھا مگر آفرین کے ہر ہر لفظ میں نظر آتے آئینہ میں بجیلہ بیگم کو اپنا چہرہ بہت کریہہ دکھائی دے رہا تھا۔

وہ آج کی بچی ان کی فطرت کو سمجھ کر اپنی سگی بہن سے دور رہنے کی قربانی دینے کو تیار تھی اور خود وہ...... بس دنیا کی فکر میں مبتلا اپنی ناک اور انا کو تسکین پہنچانے کے لیے مقابلے بازی کے لیے ہمہ وقت تیار رہتی‘ جس کی وجہ سے اس نے نہ تو کبھی اپنی پروا کی اور نہ اپنے سے جڑے رشتوں کی۔ کتنا تنگ کرتی رہی وہ سب کو اپنی وجہ سے‘ ان کے سمجھانے پر بھی نا سمجھ بن کر بیٹھ جاتی حالانکہ حقیقت تو سب اس کے سامنے تھی کہ سب کا نصیب الگ ہوتا ہے جو لاکھ مقابلہ کرنے کے بعد کسی صورت دوسرے کے نصیب سے میچ نہیں کر سکتا پھر وہ کیوں مقابلے کے لیے بے چین رہا کرتی تھی؟ بہت سے سوالیہ نشان اس کے سامنے آن کھڑے ہوئے تو اس نے شرمندہ سی ہو کر سر جھکا لیا اور اب اپنا محاسبہ کرنے کے بعد وہ خود سے نظر نہیں ملا پا رہی تھیں‘ تو وہ اللہ کے حضور بھی خود کو معافی کے لائق نہیں سمجھ رہی تھیں کیونکہ غلط روش میں مبتلا ہو کر وہ اگر قربانی جیسا اہم فریضہ ادا کرنا بھی چاہتی تھی وہ بھی اللہ کی رضا کے لیے نہیں دنیاوی دکھاوے کے لیے اور اپنی غلطی کے لیے وہ کسی صورت خود کو معاف نہیں کر پا رہی تھی مگر ممکن تھا کہ ندامت کے آنسو ان کو معافی کا پروانہ دلوا دیں۔ اس لیے انہوں نے گہری سانس بھری اور اسی خاموشی کے ساتھ وہاں سے پلٹ گئی کیونکہ اب انہیں اپنی انا کو قربان کر کے بالکل بدلی ہوئی بجیلہ بیگم کے روپ میں واپس آنا تھا۔

میں اس حصار سے نکلوں تو اور کچھ سوچوں
تمہارے پیار سے نکلوں تو اور کچھ سوچوں
رچا ہوا ہے تیرا عشق میری نس نس میں
میں اس غبار سے نکلوں تو اور کچھ سوچوں

"عینی...... او عینی۔" مشعال دور سے ہی آوازیں دیتی لاؤنج میں داخل ہوئی تو کچن سے عدن کا چہرہ نمودار ہوا۔

"کیوں منجھی ہوئی پیشہ ور فقیرنی' ضرور کچھ مانگنے آئی ہوگی۔ ہر وقت مانگتی رہتی ہو۔ اگر ساتھ میں 'اللہ کے نام پہ بابا' کو بھی استعمال کرو تو سوٹ کرے گا۔" وہ جوس پیتا باہر آیا تو مشعال نے اسے کڑے تیوروں سے گھورا۔

"تم میرے منہ نہ لگا کرو اور یہ میرے تایا کا گھر ہے۔ تم کون ہوتے ہو اس گھر کے مالک......؟" وہ تڑخ کر بولی۔

"کبھی تو ہوں گا ناں، پھر یہ چھوٹی سی چڑھی ہوئی ناک لے کے آجایا کرو گی۔ آلو دو۔ دہی دو۔" وہ باقاعدہ راگ الاپنے لگا۔

"بے فکر رہو۔ جب تم ہوگے مالک تو یہاں آئے گی میری جوتی۔"

"چلو...... جوتی ہی سہی، آئے گی تو ناں۔" وہ مسکرا کر بولا تو اسے آگ لگی۔

"تم سمجھتے کیا ہو خود کو؟ قد تمہارا دیو جتنا ہے۔ دیدے ایسے پھاڑے ہوئے ہوتے ہیں جیسے عزرائیل نے گردن

دبائی ہوئی ہو۔" وہ بھی ادھار رکھنے کی قائل نہ تھی۔
"اے.....اے.....زبان کو لگام دو۔ تم جیسی لڑکیاں سسرال میں جا کے پورے خاندان کو بدنام کرواتی ہیں۔ گز بھر کی زبان ہے تمہاری۔" اب اس نے اسے وہ طعنہ دیا جو خاندان کا ہر فرد دیتا تھا مگر اس بار وہ اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ کے واپس آ گئی۔ تائی اماں اور عینی گھر پہ نہ تھیں۔ عدن کے قہقہے نے اس کا پیچھا کیا تو وہ جل کر رہ گی۔ دل کی وہ اچھی تھی پر زبان کی کڑوی۔ خیر اتنی بھی نہیں تھی پر جیسے کہ بزرگوں کی نصیحت ہوتی ہے کہ لڑکیوں کی آواز دھیمی ہونی چاہیے اور بات بات پر آسمان سر پر اٹھانا بھی اچھی عادت نہیں۔ لڑکیوں میں برداشت ہونی چاہیے اور صبر بھی..... پر اس کے کان پر جوں تک نہ رینگتی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

تایا ابو، تائی امی، امی اور ابو سب ہی بہت محبت کرنے والے تھے۔ تایا ابو کے تین بچے تھے۔ سعد بھائی، عدن اور قرۃ العین۔ عدن اور عینی جڑواں تھے جبکہ مشعال ایک بہن تھی اور بلال بھائی انگلینڈ میں تھے۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے وہ وہاں گئے تھے۔ مشعال سے دو سال ہی بڑے تھے۔ مزے کی بات یہ تھی کہ تایا ابو اور ابو کی شادی ایک ساتھ ہوئی تھی اسی لیے سعد بھائی اور بلال بھائی تقریباً ہم عمر تھے اور مشعال عینی اور عدن بھی ہم عمر تھے۔ مشعال پندرہ دن ان دونوں سے چھوٹی تھی اور شروع سے چڑچڑی اور ضدی بھی۔ یہ نہ تھا کہ اسے لاڈ پیار نے بگاڑا تھا۔ اگر کھلے ذہن سے دیکھا جائے تو وہ اتنی بھی بگڑی ہوئی نہ تھی۔ بس سچ بولتی تھی۔ غلط بات کرنے والے کو منہ پر بے عزت کر کے رکھ دیتی تھی۔ کسی کے آگے جھکنا تو اسے توہین لگتی تھی۔ نخرا کوٹ کوٹ کے بھرا تھا اس کے مزاج میں۔ امی کو اس کی ہر دم فکر رہتی تھی۔ پر وہ بے پروا تھی۔ پڑھائی میں دلچسپی بھی برائے نام تھی۔ گھر کے کام کرنا تو گویا زحمت تھی اس کے لیے۔ پر دل کی نرم بھی تھی اور مشعال کی ایک عادت بہت اچھی تھی کہ وہ اپنے بارے میں گہرائی سے سوچتی تھی۔ وہ مان لیتی تھی کہ وہ غلط ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ خود کو بدلنے کی کوشش نہ کرتی تھی۔

"یہاں تو ہم نخرے اٹھا لیتے ہیں۔ اگلے گھر میں کون اٹھائے گا؟" امی کی بات پر وہ ہنس دی۔
"اوہو امی...... جس اللہ نے آج مجھے خوش رکھا ہے وہ کل بھی خوش رکھے گا۔" وہ بے پروائی سے گویا ہوئی۔
"اسی خوش فہمی میں رہنا۔" امی نے منہ بنایا۔
"اللہ انسان کے گمان کے بہت نزدیک ہے۔" ہر بات کا جواب اس کے پاس موجود ہوتا۔
"تجھے تیری ساس ہی سمجھے گی۔" امی لاجواب ہوئیں۔
"اس کو بھی میں سمجھوں گی۔" مزے سے ان کی گود میں لیٹ گئی۔
"وہ تیری ماں ہوگی مشعال۔"
"ہوگی تو ساس ہی ناں اسلام میں کہاں ساس سسر کی خدمت کا حکم ہے؟ صرف والدین کی خدمت کا حکم ہے۔" وہ مزے سے بولی۔
"میں بھی تو ساس ہوں گی۔" امی نے اسے دھکیلا۔
"تو میں اور بھائی آپ کی خدمت کریں گے ناں کیوں کہ بھابی پر تو فرض نہیں ہوگا۔"
"ضروری تو نہیں فرض ہو۔ انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔" امی افسوس سے بولیں۔
"بندے کو ڈھیٹ ہونا چاہیے امی۔"
"وہ کیوں؟" وہ دم بخود رہ گئیں۔ ایک کے بعد ایک گوہر افشانی ہو رہی تھی۔
"سیدھی سی بات ہے، بندہ ڈھیٹ ہوگا تو اس پہ کوئی بات اثر نہ کرے گی۔ نہ وہ کسی کا خیال رکھے گا پھر وہ خوش رہے گا کیوں کہ پریشانی جو نہیں ہوگی۔"
"اللہ تجھے ہدایت دے۔ مجھے تو ہول اٹھتے ہیں تیری سوچ سن کر۔" امی متفکر سی کچن کی جانب بڑھیں اور وہ ٹی وی میں مگن ہو گئی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

"عینی اور امی آ گئی ہیں جو کام تھا آ کے نمٹا لو۔" وہ اڑھی

ترچھی لیٹی ناول پڑھ رہی تھی کہ وہ اس کے سر پہ آ کر دھاڑا۔

"غضب اللہ کا...... لڑکیوں کے کمرے میں آنے سے پہلے دستک دی جاتی ہے، حد ہوتی ہے بدتمیزی کی۔" وہ دوپٹا درست کرتی اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگی۔ دونوں کی نہیں بنتی تھی۔

"ویسے امی میرے رشتہ کے لیے گئی ہوئی تھیں۔" وہ اس کے کان میں بولا۔

"تمہیں کون دے گا لڑکی؟" وہ طنزاً گویا ہوئی۔

"تم کیا جانو ادرک کا مزہ۔ لڑکیاں تو مجھے ٹام کروز کہتی ہیں۔"

"اور تمہیں فخر محسوس ہوتا ہے جب تمہیں کوئی اس بونے سے تشبیہ دیتا ہے؟" وہ پھر باز نہ آئی۔

"تو تم جو سرو قد ہو۔" وہ تلملا اٹھا۔ دونوں تایا جان والے حصے میں آ گئے تھے۔

"کیوں تائی جان...... لڑکی پسند آئی؟" وہ آتے ہی بولی۔

"کون سی لڑکی؟ ہم تو کپڑے خریدنے گئے تھے۔ عینی کے سسرال والوں کے لیے۔" وہ حیرت زدہ ہوئیں۔ کچھ عرصہ پہلے عینی کی بات پکی ہوئی تھی صارم سے، بینک میں بہت پرکشش تنخواہ تھی۔ اکلوتا تھا ماں باپ کا اور چھ بہنوں کا لاڈلا بھائی بھی۔

"عدن تو اپنے رشتے کا کہہ رہا تھا۔" وہ ان کے پاس بیٹھتے ہوئے گویا ہوئی۔ مقصد اسے شرمندہ کرنا تھا۔ پر وہ مزے سے مونگ پھلیاں کھا رہا تھا۔

"لڑکی گھر میں موجود ہو تو ہم کیوں رشتہ ڈھونڈیں؟" وہ اسے تپانے کو بولا تو وہ سرخ ہوگئی مگر انجان بن گئی۔

"کیا خریدا مجھے دکھاؤ۔" وہ عینی سے بولی جو چپ سی تھی۔ بڑے بڑے تھیلے اٹھا کے اس کے پاس لے آئی۔ سات زنانہ بیش قیمت جوڑے دیکھ کر وہ بدمزہ ہوئی۔

"تائی جان، اتنے مہنگے کپڑے؟"

"ہاں...... تیس ہزار کے تو صرف یہ ہیں۔ ابھی صارم کی ساری شاپنگ رہتی ہے۔ عینی کی ساس کہتی ہے کہ اپنے خاندان کی مخالفت مول لے کر انہوں نے رشتہ کیا ہے تو کسی چیز کی کمی نہ ہو۔"

"وہ تو ٹھیک ہے پر تائی جان، کمانے والا صرف ایک ہے۔ سعد بھائی کو بھی ابھی نوکری نہیں ملی۔ ایک دفعہ کی تو کوئی بات نہیں پر روز روز تو آپ نہیں دے سکتیں۔ انہیں پہلے ہی حد میں رکھیں۔"

"بس لڑکا بھی تو ہیرا ہے۔ ہے بھی لائق۔ گھر عینی کا ہوگا۔ بچے کے ترقی کے مواقع بھی زیادہ ہیں۔" تائی جان نے اسے چپ کروایا۔

"اور تم جتنی ہو اتنی ہی رہو۔ ہر معاملے میں ٹانگ اڑانا تو تمہارا مشغلہ ہے۔" عدن نے اسے پھر چڑایا۔

"تمہیں میں نے لفٹ ہی کب دی الو جیسے بوتھے والے......" حسب توقع وہ لڑنے مرنے کو تیار ہوگئی۔ حالانکہ کافی ہینڈسم تھا وہ۔ عینی بھی گڑیا جیسی پیاری تھی۔

"پھر تماشا لگا دیا تم دونوں نے......" سعد بھائی یونیورسٹی سے واپس آئے تھے۔ تائی جان نے تبھی انہیں ٹوکا لیکن اثر ایک پہ بھی نہ ہوتا۔ وہ چونک کے مڑی۔ گندمی رنگت والے سعد بھائی سرخ وسفید عدن کے مقابلے میں اتنے خوب صورت نہیں دکھتے تھے پر وہ بھی پرکشش بلا کے تھے۔ ان کی بات پر وہ جھینپ گئی۔ وہ تھوڑے سخت مزاج تھے اس لیے چپ رہنے میں ہی عافیت جانی۔

✿✿✿✿✿✿✿

"دیکھو بہن، اپنی عزت کے لیے خود چل کے تمہارے گھر آئے ہیں۔" وہ جو سموسے لیے تائی جان کے حصے میں آ رہی تھی لاؤنج سے آتی آواز پر ٹھٹک گئی۔ اس نے آتے ہی سلام کیا پر حواس باختہ ہوگئی۔ وہ عینی کے سسرالی تھے۔ ساس صاحبہ صوفے میں پھنسی بیٹھی تھیں اپنی چھ عدد موٹی تازی بیٹیوں کے ساتھ۔ ساتھ میں ان کی فوج بھی تھی جو لاؤنج میں رکھے قیمتی ڈیکوریشن پیسز کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ عینی سر پر دوپٹا جمائے نظریں نیچی کیے تائی جان کے ساتھ بیٹھی تھی۔ باہر سے بیکری کا سامان لاتا عدن بھی ٹھٹکا تھا اس دھما چوکڑی پہ، سب نے

مشعال کو سر سے پاؤں تک گھورا۔

"میرے دیور کی بیٹی ہے۔" انہوں نے تعارف کروایا۔ سلام کا جواب دینا کسی نے ضروری نہ سمجھا تھا۔ نخوت سے وہ ہر ہر چیز کو دیکھ رہی تھیں۔

"گھر چھوٹا سا ہے اور پینٹ بھی اترا ہوا ہے۔ منگنی پہ جب میرا خاندان آئے گا تو میری عزت تو خاک میں مل جائے گی اور لڑکی بھی کوئی حور پری نہیں۔ ہمارے بیٹے کو تو بیٹی دے رہے تھے لوگ سونا چاندی میں تول کے..... خیر سونا چاندی تو آپ بھی دیں گے ہی، ایک ہی بیٹی ہے، منگنی پر میری بچیوں کے لیے صرف کان کی بالیاں ہی دینا۔ سونے کے سیٹ شادی پہ ہی دینا۔" خرانٹ قسم کی عورت آنکھیں نچانچا کے بول رہی تھی۔ عینی کھانا لانے چلی گئی کچن میں، پر وہ مزید جم کے بیٹھ گئی۔ ان کی باتوں پر تائی جان کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا دوسرا جا رہا تھا۔ عدن بھی منہ کھولے ان کے مطالبے سن رہا تھا۔

"اچھا یاد آیا بہن، کپڑے تو دکھائیں جو ہمارے لیے لائی ہیں آپ۔" تائی جان مرے مرے قدموں سے کمرے سے تھیلے لے آئیں۔ کپڑے دیکھ کے سب کے منہ بن گئے۔

"یہ جوڑے دیں گی آپ..... بیٹی آپ پہ اتنی بھاری پڑ گئی؟ ایسے کپڑے تو یہ گھر میں بھی نہیں پہنتیں۔" ساس صاحبہ برا مان کے بولیں۔ اس نے ان کے چمکیلے اور بے رنگوں کے کپڑے دیکھے کہ کچھ ٹوٹنے کی آواز پہ سب متوجہ ہوئے۔ ایک بچے نے کانچ کا گل دان گرادیا تھا۔ صدمے سے مشعال گنگ رہ گئی جبکہ کسی نے توجہ نہ دی۔ عینی لوازمات سے سجی ٹرالی لے آئی۔ "اف اتنا کچھ..... چھ ہزار کا خرچہ تو عدن نے ہوٹل کے کھانے پر کردیا تھا۔" اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ ساری اب کھانے میں جت گئیں۔

"بازار کا کھانا تو ہم نہیں کھاتے پر آپ لوگوں کا دل نہ ٹوٹ جائے اس لیے کھا رہے ہیں۔" ایک چمک کر بولی۔

"بیٹی کو کچھ آتا بھی ہے یا نہیں؟" ایک نے ناک چڑھا کے استفسار کیا۔

"سنا ہے آپ ایک اور گھر بنا رہی ہیں؟"

"جی..... بڑے بیٹے سعد کے لیے۔"

"یہ گھر ہے تو چھوٹا پر ہمارا بیٹا رہ لے گا اس میں مگر آپ کو اس گھر کو نام کرنا پڑے گا عینی کے۔ آخر آپ کی اور ہماری عزت کا سوال ہے۔" ساس کے ایک اور مطالبے پر تائی جان کا چہرہ لٹھے کی طرح سفید ہوگیا تھا۔ پھر کچھ گرنے کی آواز نے سب کو متوجہ کیا۔ اب دو سال کا بچہ کانچ کا مجسمہ توڑ کے خوش ہو رہا تھا۔ مشعال کو لگا اس کا سر پھٹ جائے گا ان جاہل لوگوں میں۔

"یہ لو پیسے....." دو سو روپے ساس نے عینی کی جانب بڑھائے۔ مارے صدمے کے مشعال بے ہوش ہونے کو تھی۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، غصے میں اٹھ گئی اس نے یکے بعد دیگرے کئی چھناکوں کی آوازیں سنیں۔ اس بچے کی دیکھا دیکھی سب بچوں نے سجاوٹ کی اشیاء اٹھا اٹھا کے پھینکنا شروع کردی تھیں۔ ایک نو سال کا بدتمیز بچہ خوب صورت پردے کے ساتھ لٹک گیا۔ وہ ریلنگ سمیت نیچے کو آگیا۔ ان کی نانی جان اور مائیں سب کو واری صدقے جانے والی نظروں سے دیکھنے لگیں۔ مشعال نے بڑھ کے پردہ کھینچنے والے بچے کے چہرے کو تمانچوں سے سرخ کردیا اور تائی جان کو سہارا دینے والی چھڑی اٹھا کے سب بچوں کی پٹائی کردی۔ سب ہکا بکا رہ گئے۔ بچے تیز آواز میں رونے لگے اب وہ عینی کی ساس کی جانب بڑھی۔

"اٹھ بڑھیا..... نکل یہاں سے..... گھر کے مرد بھی بے غیرت ہیں جو تم لوگوں کو نہ سونا چاندی دیتے ہیں نہ کھانے پینے کو اور نہ پہننے کو..... جو تم لوگ یوں بھیک مانگنے نکل جاتی ہو۔" اس عزت افزائی پہ ساس چیخ اٹھی۔

"بے لگام..... بے حیا عورت....."

"بکواس بند کرو۔ میں تم لوگوں کو جانتی ہوں۔ یہ کپڑے اور زیور جو تم لوگ پہن کے آئی ہو۔ اپنے پڑوسیوں سے ادھار لائی ہو" اس نے ایک موٹے تازے بچے کو دھموکا جڑا جو اپنی جیب میں روسٹ پیس بھر رہا تھا۔

"نکلتی ہو یا......؟" اس نے چھڑی گھمائی تو وہ سب تیزی سے تن فن کرتی نکل گئیں۔ مشعال اب بھی غصے سے بل کھا رہی تھی۔ عدن مسکرانے لگا۔ تائی جان متفکر تھیں اور عینی چپ۔

"خس کم جہاں پاک۔" اس نے بھی ہاتھ جھاڑ کے اپنی راہ لی۔

✿✿✿✿✿✿✿

آج میری بہنا کو کیسے یاد آئی میری؟" بلال بھائی نے اس کے فون کرنے پر پیار سے پوچھا۔

"چھوڑیں ان باتوں کو...... یہ بتائیں پاکستان کب آرہے ہیں؟"

"تین ماہ تک...... پڑھائی ختم ہونے والی ہے۔ نوکری پاکستان میں ہی کروں گا۔"

"بھائی...... ہم آپ کی منگنی ناں کردیں؟" اس نے امی ابو کو باری باری دیکھتے ہوئے بات شروع کی۔

"کس سے......؟"

"عینی سے...... اتنی پیاری ہوگئی ہے وہ بھائی اور بڑی بھی۔"

"نیکی اور پوچھ پوچھ......؟" بھائی کی شوخ آواز پراسے اپنی سماعتوں پہ شک گزرا اور بلال قدرت کی اس مہربانی پہ حیران ہوئے۔ بن مانگے ہی تو ہر مقصود مل رہا تھا۔

"آپ سنجیدہ ہیں ناں بھائی؟" وہ یقین دہانی کے لیے بولی۔

"ہاں۔" کہتے ہی بلال نے کال ڈسکنیکٹ کردی اور وہ خوشی سے امی سے لپٹ گئی۔

✿✿✿✿✿✿✿

تائی جان، عینی، سعد بھائی وغیرہ سب خفا تھے۔ سوائے عدن کے جو کہہ رہا تھا۔

"اچھا ہوا، جان چھوٹ گئی۔" تایا جان اسے ایک دم سے کمزور محسوس ہو رہے تھے۔ ہر جگہ عینی کی منگنی ٹوٹنے کی خبر پھیلی گئی تھی اور وہ سوچ رہے تھے کہ لوگوں کو کیا جواب دیں گے...... اور ایسے مشکل وقت میں جب چھوٹے بھائی نے اپنے لائق فائق بیٹے کا رشتہ مانگا تو تائی اماں کو وہ کسی مسیحا سے کم نہ لگے۔ سوچنے کا وقت بھی مانگے بغیر انہوں نے ہاں کردی اور مبارک سلامت کے شور سے عینی گھبرا کے بھاگ گئی۔ وہ بھی پیچھے پیچھے ہوئی۔

"بھائی بہت خوش ہیں۔" اس کے کہنے پر عینی کی آنکھیں دمکنے لگیں۔

"ہیرے کی قدر تو جوہری جانتا ہے۔" اس نے مزید کہا۔

"بالکل......" عدن بھی آن وارد ہوا اور گہری نظروں سے سینے پہ ہاتھ باندھ کے اسے دیکھنے لگا۔ کتنی اچھی تھی وہ۔ اس گھر کو یہ خوشی یقیناً اسی نے دی تھی۔ آج اس کو مشعال کا ہر معاملے میں ٹانگ اڑانا بھی اچھا لگا۔ وہ حسین بھی بہت تھی۔ بلا کی کشش تھی اس میں۔ اس کے شہد رنگ بال اور آنکھیں اس کے حسن کو دو آتشہ بنادیتے۔

"ویسے چڑیل تم نے آج تو کارنامہ انجام دے دیا۔"

"تم جن بابا ہو۔ میں تو معصوم سی گڑیا ہوں۔"

"معصوم میں ہوں۔" وہ دوبدو بولا۔

"تم اور معصوم......؟ ستر سالہ تجربے کار بڈھے لگتے ہو۔ میں تو کاکی ہوں۔" اس نے آنکھیں پٹپٹائیں۔

"پتا ہے گاؤں میں کاکی کسے کہا جاتا ہے؟"

"کسے؟"

"سب سے بڑی عمر کی بوڑھی ماسی کو......" وہ اسے چڑا کے بھاگ گیا اور وہ پاؤں پٹخ کے رہ گئی۔

✿✿✿✿✿✿✿

پڑوس میں عابدہ آنٹی کی بیٹی کی شادی تھی۔ وہ اور عینی سج سنور کے امی اور تائی جان کے ساتھ پہنچ گئیں۔ مشعال کو لگا سب اس کی جانب چبھتی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ وہ امی کے ساتھ بیٹھ گئی۔ عینی سب عورتوں کو باری باری سلام کررہی تھی۔

"انیسہ...... مبارک ہو بھئی بیٹے کی منگنی۔" ایک آنٹی نے امی کو گلے لگایا۔

"ماشاءاللہ بہت نیک بچی ہے عینی۔ سب سے محبت سے پیش آتی ہے۔ ہیرا ہے ہیرا بہت سکھی رہوگی۔" دوسری آنٹی نے بھی خوش دلی سے کہا تو امی مسکرادیں۔ "یہ تمہاری بیٹی ہے؟" اب طنز سے اسے گھورا۔

"جی......بی اے کررہی ہے۔"

"یہ ہے جس نے عینی کی پہلی ساس کو مار پیٹ کے بھگایا تھا؟" نیا چہرہ نمودار ہوا تو امی جزبز ہوئیں۔

"میں نے مارا نہیں تھا۔ بے عزت کرکے نکالا تھا۔" اس کے بیچ پڑامی ہولیں۔

"زبان تو دیکھو اس کی۔" کسی نے سرگوشی کی۔

"ارے ہم نے بھی تماشا دیکھا تھا۔ چھڑی لے کر یہ پیچھے پیچھے تھی اور وہ ساری آگے آگے۔" کسی نے قہقہہ لگایا۔ وہ بدمزہ ہوکے عینی کی جانب بڑھی اور مایوں بیٹھی دلہن کے پاس آگئی جہاں بھانت بھانت کی لڑکیاں تھیں۔ عینی ان سب سے بھی ملی، جس کو نہیں جانتی تھی سب کو سلام کرنا وہ اپنا فرض سمجھتی تھی۔

"لوگوں سے میل جول رکھنا چاہیے۔" مشعال کے ٹوکنے پر وہ بولی۔

"یار یہ عینی کی کزن کو دیکھو، کتنی خوب صورت ہے۔ اسمارٹ کتنی ہے۔ ارمان بھائی کے ساتھ کتنی سجے گی؟" کالونی کی رمشا نے اپنی دوست سے کہا تو مشعال کے بھی کان کھڑے ہوگئے۔ ارمان بہت ڈیشنگ تھا۔ مرچنٹ نیوی میں تھا۔

"توبہ توبہ......ایک بوڑھی عورت کی اس نے پٹائی کرکے بھیجا تھا۔ کل کو تمہارا یہ عمل تمہاری تربیت کو شرمائے گا۔" مشعال اس لڑکی کو نہیں جانتی تھی جو آہستہ آواز میں کہہ رہی تھی۔

"اے لڑکی' بکواس کرتی ہے؟" مشعال ہتھے سے اکھڑ گئی۔

"کیا ہوا؟" وہ لڑکی بھی تیز طرار تھی۔

"میرے اوپر الزام تراشی کرتی ہے......ہمت کیسے ہوئی تیری؟" غصے میں وہ ہمیشہ بدزبان ہو جاتی تھی۔

عینی گھبرا کے اسے باہر کی جانب گھسیٹنے لگی۔ سب متوجہ ہوگئے تھے۔

"کارنامہ خود کرکے شرماتی بھی نہیں؟ ہر وقت تمہارے گھر سے تمہاری چیخ پکار سنائی دیتی ہے۔" آہستہ آہستہ باہر سے بھی عورتیں آنا شروع ہوگئیں۔

"سڑیل مریل......ہے کتنی سی اور زبان کی تیز۔ ایسا تھپڑ لگاؤں گی کے دن میں تمہیں تارے نظر آجائیں گے۔ ان پڑھ، جاہل، تم لوگوں کی تو عادت ہوتی ہے چھوٹی چھوٹی بات کو بڑھا کر پیش کرنا۔" اور اس نے دیکھا وہ لڑکی پھکوں پھکوں رونے لگی۔ سب کی نظروں میں اس کے لیے نفرت تھی۔ مشعال پٹر پٹر بول کے ہانپ رہی تھی پر حیران ہوئی سب کو دیکھ کے۔ اب وہ لڑکی مشعال کی کسی بات کا جواب نہیں دے رہی تھی۔ سب اسے چپ کرانے لگے۔ ارمان کی بہن بولی۔

"ایسا حسن کس کام کا......زبان دودھاری تلوار ہے۔"

"آئے ہائے معصوم بچی کو تھپڑ مارا؟" اس لڑکی کی ماں سینے پہ دوہتڑ مار کے بولی۔ ایک ڈرامہ لگ گیا تھا۔ مشعال حیران و پریشان رہ گئی۔ اس نے اپنی ماں کے شرمندہ چہرے کو دیکھا اور نظریں جھکائے ہجوم سے نکل گئی۔ سب اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ دروازے کے پاس پہنچ کے وہ پیچھے مڑی اور غصے سے "ہونہہ" کہہ کے آگے نکل گئی۔ نکلتے نکلتے اس نے سنا۔

"عینی تو ڈوب گئی ایسی ڈائن نند کے ساتھ۔"

✿✿✿✿✿✿✿

"مجھے تو اس نصیبوں جلی نے منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔" امی اسے سارا راستہ کوستی آئی تھیں۔ سب تائی جان کے ہاں تھے۔

"یار ہوا کیا تھا؟" عدن نے اس سے پوچھا تو اس نے سارا قصہ من وعن سنادیا۔ سب کچھ سننے کے بعد سب ہی اسے سخت نظروں سے گھور رہے تھے۔ صرف سعد بھائی کی آنکھوں میں نرمی تھی۔

"تم نے اپنی زبان کے جوہر کیوں دکھائے تھے؟"

"سچ بولنا چاہیے۔ وہ مجھ پہ الزام تراشی کررہی تھی۔ آئندہ بھی حق کے ساتھ ہوں گی۔" اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

"پر یہ عینی کی ساس والا قصہ کالونی میں کیسے پھیلا؟ اس کی زبان کے کرشموں کی خبر تو صرف رشتہ داروں کو تھی۔" امی فکرمندی سے بولیں۔ وہ پیچ وتاب کھا کے رہ گئی۔

"اس عورت کی بہن اسی کالونی میں ہے۔ اسی نے تو عینی کا رشتہ کروایا تھا۔" تائی اماں دکھ سے بولیں۔

"تجھے اپنے باپ بھائی کی عزت کا بھی خیال نہ آیا۔ اٹھ...... تیرے باپ کو بھی بتاؤں کہ محترمہ کیا گل کھلا کے آئی ہیں۔ سنے گا تو خوشی سے پاگل......" امی سب کے روکنے کے باوجود اسے بازو سے گھسیٹ کے اپنے حصے کی طرف لے آئیں۔

"ارے تیرا رشتہ مانگے گا کون...... کون تجھے بیاہ کے لے جائے گا؟" امی کی بات پہ ایک پل کو وہ سہمی پھر عدن کی شوخ نظروں کو یاد کرکے وہ پرسکون ہوگئی۔

اس بارے میں سوچنے کے لیے، پر آج رات سوچا تھا۔" وہ بھی سنجیدہ ہوا۔

"کون ہے؟"

"آئینہ دیکھو......"

"کیا...... کیا...... تمہارا اشارہ ہے کس طرف؟" وہ اسے کڑے تیوروں کے ساتھ گھور کے بولی۔ اسے اپنی عزت نفس عزیز بھی بہت تھی۔ یہ الگ بات تھی کہ دل دھڑ کا تھا۔

"یار بات تو پوری کرنے دیا کرو۔ کہہ رہا تھا آئینہ دیکھ لو۔ تم اس قابل نہیں کہ تمہیں اس خوشبوؤں میں بسی پھول جیسی لڑکی کے بارے میں بتایا جائے۔" عدن کے الفاظ کچھ اور تھے اور نظریں کچھ اور کہہ رہی تھیں۔

"میں کہتی ہوں پٹ جاؤ گے میرے ہاتھوں...... زبان کو لگام دو۔" وہ غصے سے لال بھبھوکا ہورہی تھی اور وہ اندر امی کی جانب بڑھ گیا۔

❁❁❁❁❁❁❁

"اے...... تم ناراض ہو؟" عدن اس کے سر پر آکر چلایا اور وہ جو فیشن میگزین کھنگال رہی تھی بغیر توجہ دیے اپنا مشغلہ جاری رکھا۔

"بہری ہوگیا......؟ گھر کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔ دو دن سے تم نہیں آئیں۔" اس نے میگزین اس کے ہاتھ سے کھینچا تو وہ اسے گھور کے رہ گئی۔

"کیا ہوا؟ تمہارا ساؤنڈ سسٹم پھٹ گیا ہے۔ پھٹا ہوا ڈھول ہو جیسے......" اس نے چڑایا۔

"اچھا چھوڑو، دیکھو یہ رملی نے مجھے تحفہ دیا۔" اس نے پرفیوم اور ٹیڈی بیئر اسے دکھایا۔

"ہیں...... تم لڑکیوں سے دوستی کرتے ہو؟" وہ ملول ہوئی۔

"بھئی میں تو لفٹ نہیں کرواتا۔ خود ہی جان نہیں چھوڑتیں۔" وہ اکڑ کے بولا۔

"تم کسی لڑکی کے ساتھ سنجیدہ ہو؟" وہ گم صم سی بولی۔

"اتنی زیادہ لڑکیوں سے دوستی ہے۔ وقت ہی نہیں ملا

❁❁❁❁❁❁❁

امی حسب معمول صبح ہوتے ہی اس سے کام کروانے پر تل گئیں۔ وہ کان بند کرکے تائی جان کی طرف آگئی۔ خاموشی تھی گھر میں شاید تائی جان باہر گئی تھیں۔ عدن سو رہا تھا۔ وہ عینی کے کمرے میں آگئی۔ وہ بھی گھوڑے بیچ کے سو رہی تھی۔ اس نے ڈائجسٹ اٹھایا تھا کہ باہر تائی جان کی باتوں کی آواز آئی۔ پھر عدن کی۔ وہ باہر آئی پر اپنا نام سن کے وہ دروازے پر ٹھٹک گئی۔

"امی مشعال کیسی لگتی ہے آپ کو؟" عدن پوچھ رہا تھا۔

"اچھی ہے۔ تم منہ ہاتھ دھولو۔ میں ناشتا لاتی ہوں۔"

"نہیں، ایک بات تو سنیں امی...... آپ چچی جان سے میرے لیے اسے مانگیں۔"

"شاباش ہے، پہلے سعد کی شادی ہوگی۔"

"میں شادی کا نہیں منگنی کا کہہ رہا ہوں۔ یہ نہ ہو کہ اسے کوئی اور مانگ لے۔"

"بے فکر رہو۔ اسے کوئی نہیں مانگے گا۔ ایسہ کو بھی تو فکر کھا رہی ہے۔" تائی جان کی بات پر وہ سن ہوگئی۔

''بالشت بھر کی چھوکری نے ماں کو پریشان کر رکھا ہے۔''

''امی..... اتنی بری بھی نہیں وہ..... میں اسے ٹھیک کرلوں گا۔ پیاری بھی تو کتنی ہے۔'' عدن کی بات پر وہ بے ہوش ہوتے بچی۔ ایک تو اس کی حمایت لے رہا تھا۔ دوسرے تعریف بھی۔

''مشعال کا کیا اعتبار..... کل کو مجھے بھی بڑھیا کہہ کر، سعد کے بچوں کی پٹائی کر کے گھر سے نکال دے پھر.....؟'' تائی اماں کی بات پر اسے دکھ ہوا۔ اس نے تو ان کے ساتھ نیکی ہی کی تھی۔ اس کا یہ صلہ؟ وہ اتنی ظالم بھی نہ تھیں۔

''مرد ٹھیک ہو تو بیوی جیسی بھی ہو، فرق نہیں پڑتا۔ مجھے اچھی لگتی ہے وہ۔''

''کل کو پھر خفا نہ ہونا، میں نے سمجھا دیا ہے تمہیں، اپنی بات پر قائم رہنا۔'' تائی جان نے تنبیہ کی۔

''آپ کو شکایت نہیں ہوگی امی..... شکریہ آپ ناشتا بنائیں۔ میں نہا کے آتا ہوں۔'' جب اسے یقین ہوگیا کہ لاؤنج میں کوئی نہیں تو وہ چپکے سے اپنے گھر آگئی۔ بہت خوش تھی وہ۔ عدن جیسا خوب صورت اور شوخ سا ہم سفر پیار بھری لڑائی میں ساری زندگی گزرے گی۔ کتنا مزہ آئے گا اور تائی جان کا کیا ہے۔ ذرا چوں چراں کی تو سیدھا کرنا جانتی تھی وہ۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

عدن کا رشتہ امی ابو نے خوشی خوشی قبول کرلیا تھا۔ وہ ایم بی اے کررہا تھا۔ اس کی جاب کی کسی کو فکر نہیں تھی۔ سعد بھائی کی بھی اسلام آباد میں نوکری لگ گئی تھی.....وہ بہت محنتی تھے۔ بینک سے قرض لے کر جو پلاٹ تایا ابو نے پہلے ہی ان کے لیے خرید رکھا تھا۔ اب وہ گھر بنانے کا وہیں ارادہ رکھتے تھے کچھ دنوں بعد بلال بھائی بھی آگئے۔ دونوں جوڑیوں کی دھوم دھام سے منگنیاں ہوئیں۔ عینی تو بھائی سے بہت شرمانے لگی تھی جبکہ مشعال ایسے تکلفات کی قائل نہیں تھی۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

''عید کا چاند ہوگئی ہو۔ نظر نہیں آتی آج کل۔'' وہ بلال بھائی کی نوکری لگنے پر مٹھائی لے کے آئی تو اسی سے ٹاکرا ہوا۔

''ویسے یار میرے گلاسز چوری ہوگئے ہیں وہ والے جن پہ تمہاری نظر تھی۔'' اس نے سابقہ انداز اختیار کیا جبکہ وہ بے بسی سے اسے دیکھ کے رہ گئی۔ راستے میں وہ حائل تھا۔

''تمہیں تو پتا ہے وہ کتنے اچھے تھے۔ گرے براؤن شیڈ میں.....اس دن جب تم گھسی ہوئی تھیں ناں میرے کمرے میں، اس کے بعد نہیں ملے.....''

''زبان کو لگام دو اپنی کیکڑے، چور تم خود ہو، الزام لگاتے شرم نہیں آتی؟ لڑے بغیر تو تمہیں سکون ہی نہیں۔ اونٹ جیسی کوہان والے..... '' وہ کتنا برداشت کرتی۔ لڑنے کا تو ویسے بھی اسے شوق تھا جبکہ زبان کے یہ جوہر دیکھ کے عدن کا منہ کھل گیا۔ وہ سمجھا وہ اسے اب آپ جناب کہے گی۔ شرمائے گی۔ اس کی چھیڑ چھاڑ پر سرخ ہو جایا کرے گی پر یہاں تو وہی پرانی مشعال تھی۔

''یار..... تمہیں اپنے اور میرے بیچ ہونے والے رشتے سے کوئی فرق نہیں پڑا؟ میری عزت کرنا اب.....'' آخر دل کی بات وہ زبان پر لے آیا۔ پہلی بات پر قوس قزح کے رنگ بکھرے اس کے چہرے پر لیکن آخری بات پر وہ بھڑ چیخی۔

''عزت کرتی ہے میری جوتی.....''

''زبان سنبھال کے۔'' عدن کی بات پر وہ چپ ہوگئی۔ سرد سا انداز اسے عجیب لگا۔ ''آئندہ سوچ سمجھ کے بولنا۔ میری قدر کیوں نہیں کرتیں تم..... لڑکیاں مجھ پر.....''

''ہاں ہاں پتا ہے۔ لڑکیاں تم پر مرتی ہیں پر میں عام لڑکی نہیں۔'' وہ اس کی بات کاٹ کے غرائی۔ اسے بہت برا لگا بدلا ہوا عدن۔

''کسی سے محبت کر کے کوئی عام نہیں ہوجاتا۔ دوسروں کی عزت کرنا سیکھو اور میرے اور اپنے گھر والوں کے سامنے آئندہ مجھے اس لہجے میں مخاطب نہیں کرنا۔'' وہ دبی

آواز میں اسے تنبیہہ کررہا تھا۔

"ورنہ کیا کرلو گے؟" اس کی اکڑ بدستور تھی۔ جواباً وہ مسکرایا اور بات بدل دی۔

"مٹھائی کس خوشی میں......؟" اس کے پوچھنے پر اس نے مٹھائی اسے پکڑائی اور بددل سی واپس ہوگئی۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

رات اپنے سفر پر گامزن تھی اور وہ چپکے چپکے رو رہی تھی۔ عدن پیار کے دو بول تو بول دیتا۔ اس کے نخرے تو تھوڑے سے اٹھالیتا شادی سے پہلے ہی بے شک، پھر اس نے اپنی ذات کو جانچا۔ وہ بھی تو غلطی پر تھی۔ اسے زیادہ ہتک آمیز الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہئیں تھے۔ آج تو اس نے زیادہ چھیڑا بھی نہیں تھا۔ وہ ہی ہتھے سے اکھڑ رہی تھی۔ اسے سوری بولنا چاہیے۔ کچھ سوچ کے اس نے موبائل فون اٹھایا اور "سوری" ٹائپ کرکے عدن کو بھیج دیا۔ ایک منٹ کے اندر "کوئی بات نہیں" کا جواب آیا تھا۔ وہ حیران ہوئی کہ اتنی رات گئے وہ جاگ رہا تھا اور موبائل فون بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ کس کے ساتھ مصروف تھا کیونکہ اس نے تو منگنی کی مبارک باد تک نہیں دی تھی میسج میں بجائے کہ وہ کال کرتا۔ اس نے فوراً کال ملائی۔

"ابھی تک کیوں جاگ رہے ہو؟" نہایت تلخ لہجے میں اس نے پوچھا اور بھول گئی کہ چند سیکنڈ پہلے اس نے سوری کہا تھا۔

"تمہیں کیوں بتاؤں؟ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔" عدن شوخ ہوا۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے؟"

"سو جاؤ۔ میں اپنے لاہور والے دوست کے ساتھ چیٹنگ کررہا تھا۔ اوکے اللہ حافظ۔" وہ جہاں کی تہاں رہ گئی۔ اس کا انداز اسے کھٹک رہا تھا۔ بلال بھائی کتنے خوب صورت انداز میں عینی سے بات کرتے تھے۔ اس نے تو گویا سر سے بوجھ اتارا تھا۔ اگلے دن وہ تائی جان کے ہاں موجود تھی۔ سعد بھائی بھی تھے۔ وہ عینی سے باتیں کرنے لگی۔ پر عدن کی گہری پیار بھری نظروں سے وہ جز بز ہورہی تھی۔

"عدن......موبائل فون دکھاؤ اپنا۔" اس نے منصوبے کے تحت پوچھا۔ اتنی آسانی سے تو وہ پیچھا چھوڑنے والی نہیں تھی۔ زندگی بھر کا معاملہ تھا۔

"کیوں؟ یہ ذاتی ہوتا ہے۔" عدن تلملایا۔

"مجھ سے کیسی ذاتیات؟" عینی اور سعد بھائی دونوں کو دیکھ کے رہ گئے۔ لگتا تھا دونوں فریق ضد میں ہیں۔

"تم کون ہوتی ہو پوچھنے والی؟" وہ چیخ گیا۔

"میں تمہاری ہونے والی بیوی۔" شرم اسے بھی نہ آئی۔

"آئندہ میرے معاملات میں دخل نہ دینا۔"

"عدن......ایسے کوئی بات کرتا ہے؟" سعد بھائی نے افسوس سے اسے دیکھا۔

"یہ شک کرتی ہے بھائی۔" وہ روہانسا ہوا۔

"تم نے شک کا موقع دیا ہوگا تب ناں۔" کہتے وہ ٹھیک تھے۔

"برداشت پیدا کرو عدن، جب مرد غصیلا ہوتا ہے تو اس کے لیے لڑکی نرم خود ڈھونڈی جاتی ہے تاکہ نبھا ہوسکے۔ پر جب غصیلی لڑکی ہو تو بجائے اس کے لیے حلیم سا مرد ڈھونڈنے کے سب اسے قصوروار ٹھہراتے ہیں۔ مشعال کے مزاج میں ہے یہ چیز...... وہ نہیں بدل سکتی۔ پر تم تو نرم مزاج ہو باقی معاملات میں۔" سعد بھائی کے حمایت لینے پر وہ انہیں حیرانی اور تشکر سے دیکھنے لگی۔ کوئی تو تھا جو اسے غلط نہیں سمجھتا تھا۔

"بھائی...... آپ اس بلونگڑی کو بھی تو سمجھاؤ۔" اس کے طرز تخاطب نے مشعال کو پھر تاؤ دلایا۔

"دیکھو......دیکھو......"

"کیا دیکھوں......" وہ پیار سے بولا تو مشعال پُرسکون ہوگئی پھر ان کے ساتھ باتوں میں شریک ہوگئی۔ سعد بھائی نے معاملہ ٹھنڈا کردیا تھا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

بلال بھائی کی شادی کی تاریخ جوں جوں قریب آرہی

تھی مصروفیت بڑھ رہی تھی اور پھر سب بھلا کے وہ تیاریوں میں جت گئی۔ ساری شاپنگ اس نے عینی کی مرضی سے کی کہ بعد میں وہ خوشی سے ہر چیز پہنے اور پھر وہ بیاہ کے ان کے آنگن میں اتر آئی۔ دو ماہ تو جیسے پر لگا کے اڑے تھے۔ اس کی شادی البتہ ایک سال کے لیے ٹال دی گئی۔ تائی جان کو ان کے بھائی نے دبئی بلوالیا تھا کہ ان کے دو بچوں کی شادی تھی۔ تایا جان خود ہی ریٹائر ہوگئے کہ اب حساب کتاب ان کے بس کا کام نہ تھا۔ چار ماہ کے لیے وہ دونوں دبئی سدھار گئے۔ وہاں سے ان کا ارادہ عمرہ پر جانے کا تھا۔ بچوں سے جدائی کٹھن تھی پر دوسرے ملک میں بسے رشتہ داروں کا بھی حق تھا۔ سعد بھائی بھی اسلام آباد روانہ ہوگئے۔ گھر کی دیکھ بھال کرنے کو مشعال تیار ہوگئی تھی اور سب پھر معمول پر آگیا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁

"آج تو گھر تمہیں کاٹ کھانے دوڑ رہا ہوگا؟" وہ شام کو عدن کی طرف آئی جو اکیلا بیٹھا تھا۔

"تم سے زیادہ کاٹ کھانے کو نہیں دوڑتا۔" کچھ خفا سا تھا وہ۔

"آجاؤ...... کھانا لگ گیا ہے۔" وہ اسے لے کر اپنی حصے میں آئی۔ اسی کا انتظار ہو رہا تھا۔ خاموشی سے کھانا کھا کے سب اپنے کمروں میں چلے گئے۔ عینی برتن سمیٹنے لگی۔

"سارا کام میری بہن سے کرواتی ہو؟" عدن کو حقیقتاً برا لگا تھا' عینی کا کام کرنا اور اس کا آرام سے صوفے پر بیٹھ کے ٹی وی دیکھنا۔

"ہم دونوں میں معاہدہ ہو چکا ہے کہ میں تائی جان کے گھر کا سارا کام کروں گی اور یہ یہاں کا۔ آج تم لوگوں کے گھر کی صفائی بھی میں نے کی تھی۔"

"ہمارے گھر کی صفائی دو دن کی ہوگی۔ ماسی' بیٹی کی شادی کی وجہ سے چھٹی پر ہے۔ جلد آجائے گی۔ جبکہ تم لوگوں نے کام والی کیوں نہیں رکھی ہوئی؟" عدن کا انداز اسے برا لگا۔

"وہ میری قسمت، یہ اس کی قسمت۔"

"چھوڑو بھی عدن' کیا بحث کر رہے ہو۔ عورتوں جیسی جرح کر رہے ہو۔ میں بہت خوش ہوں۔" عینی نے اسے سمجھایا تو مشعال اس کا گال چوم کے بولی۔

"دیکھا نہ حاسد بندر' یہ یہاں......"

"کسے بندر کہا تم نے...... کسے؟" عدن کے سارے انداز بدلے ہوئے تھے۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا ہوگیا ہے عدن؟" وہ سہم گئی۔

"یہ عزت ہے داماد کی اس گھر میں......؟ چچی اور بلال بھائی نے کھانا کھاتے ہی کمرے کی راہ لی۔ میری جیسے کوئی اہمیت ہی نہیں۔" وہ بھرا بیٹھا تھا۔

"وہ نماز پڑھنے گئے ہیں۔ ابھی سب آجائیں گے پھر چائے کا دور چلے گا۔" عینی نے پھر صفائی پیش کی۔

"لگتا ہے تمہیں تو ڈرا کے رکھا ہوا ہے۔ مجھے نہیں شوق یہاں بیٹھنے کا۔" وہ چلا گیا اور عینی چور سی بن گئی۔ مشعال کا جی چاہ رہا تھا وہ اس کا منہ نوچ لے۔ عینی کو پتا تھا امی ہر کسی سے کہتی پھرتی تھیں کسی کام والی کو تلاش کریں پر اس چھوٹی سی کالونی میں ڈھنگ کی ماسی نہیں مل رہی تھی۔

❁❁❁❁❁❁❁

موبائل فون کی بپ نے اسے متوجہ کیا۔ اسکرین پر عدن کا نمبر جگمگا رہا تھا۔

"مشی...... ناراض ہو؟" پیار بھرے انداز پر اسے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔

"تم دل کے بہت برے ہو عدن' اتنا زہر بھرا ہے تمہارے اندر؟"

"سوری' میں شرمندہ ہوں۔ سالگرہ مبارک ہو مشی......" پہلی دفعہ اسے اس کی سالگرہ یاد رہی تھی۔

"آجاؤ جلدی سے...... میں انتظار کر رہا ہوں۔" وہ عینی کو بتا کے اس کی طرف آگئی۔ لان میں وہ میز پر بڑا سا کیک سجائے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے خوشی ہوئی۔

"او...... تم کتنے اچھے ہو عدن۔" اس نے سرخوشی میں کیک کاٹا۔ چائے بھی بنی ہوئی تھی۔

"چینی نہیں ہے عدن۔" عدن پھیکی چائے پیتا تھا۔

"میں لاتا ہوں۔"
"نہیں...... میں لاتی ہوں۔"
"ارے، آج تم مہمان ہو اور یہ تحفہ بھی لو۔" چاکلیٹس کا خوب صورت سا پیک تھا۔ وہ اندر کی جانب بڑھا تو اس نے عدن کا بجتا موبائل فون اٹھالیا۔ دوسری طرف لڑکی کی آواز سن کے وہ کھول گئی۔ اس نے جلدی سے موبائل فون کا "ان باکس" کھولا۔ مختلف نام کی لڑکیوں کے ایس ایم ایس دیکھ کے اس کے تو تلووں سے لگی سر پر بجھی۔ عدن نے آتے ہوئے موبائل فون اس کے ہاتھ میں دیکھ لیا تھا۔
"یہ لڑکیاں کون ہیں عدن؟"
"یہ میری ہم جماعت ہیں۔"
"کیوں لڑکیوں سے باتیں کرتے ہو؟" وہ چیخی۔
"آواز نیچی کرو۔ یہ سب صرف شادی تک ہوتا ہے مشی۔"
"نہیں...... میں برداشت نہیں کرسکتی۔ تم نے مجھے دھوکا دیا۔"
"دماغ کو کھلا رکھو۔"
"کوئی لڑکی اس معاملے میں دماغ کو کھلا نہیں رکھ سکتی۔ کوئی بھی...... تم شاید پیار و محبت کو سمجھتے ہی نہیں۔" وہ بے بسی سے رونے لگی۔
"تم اپنے کام سے کام رکھا کرو۔ آئندہ میرے......"
"بکواس بند کرو اور جہنم میں جاؤ۔" وہ دہاڑی۔ "تمہارا پورا خاندان دھوکے باز ہے۔ تم لوگوں نے ہمارے حق پر ڈاکہ ڈالا۔ تمہارے ابو نے بڑا بھائی ہونے کے ناتے زیادہ جگہ پر گھر بنایا اور ہمیں تھوڑی جگہ دی۔ جو خاندانی زمین تھی تھوڑی سی۔ اسے بیچ کے سعد بھائی کے لیے جگہ لی۔ ہم سے پوچھا بھی نہیں۔ تمہاری امی تو پہلے دن سے مجھے پسند ہی نہیں کرتیں۔ تم نے پتا نہیں کیوں مجھ سے منگنی کی...... ؟ دلچسپی تمہیں دوسری لڑکیوں میں ہے۔ شکل تو دیکھو اپنی...... میرے ساتھ کھڑے ہوتے ہو تو نوکر لگتے ہو میرے......" وہ بولتے بولتے چپ ہوگئی کیوں کہ وہ اندر چلا گیا تھا بغیر کوئی صفائی دیے۔ اس نے ساری باتیں سچی کہی تھیں پر برمحل نہیں تھیں۔ جائیداد کے مسئلے میں اس کا بولنے کا کوئی کام نہ تھا۔ پر وہ نفرت سے اسے دور جاتا دیکھ رہی تھی۔ جس نے مڑ کے نہ اسے ڈانٹا تھا نہ پیار سے سمجھایا تھا۔ اسے اپنا آپ ارزاں لگا۔ دماغ کی نسیں پھٹنے لگیں۔ غصے سے اس کی آنکھیں سرخ ہوئیں اور گردن کی رگیں پھول گئیں۔ اسے لگا وہ مرجائے گی۔ ایسا اس کے ساتھ اکثر ہوتا تھا۔ شدید قسم کے غصے کی حالت میں...... وہ بھاگ کے لاؤنج میں آئی۔ اس کا کمرا بند تھا۔ اس کو لگا وہ چپ رہی تو مرجائے گی۔
"کتے...... کمینے......" گالیوں کا سیلاب جیسے امڈ آیا تھا زبان پر۔ وہ بکتی جھکتی اپنے پورشن میں آگئی۔ عینی کو دیکھ کے اس نے شکر ادا کیا اور چیل کی مانند اس پر جھپٹی۔ وہ خود تو عدن کو پیاری نہیں تھی، یہ تو پیاری تھی نا اسے۔ اس کی تکلیف پر وہ دکھ میں مبتلا ہوگا۔ وہ اسے ایک دم تھپڑ مار بیٹھی تھی۔ عینی ساکت ہوگئی۔ بلال بھائی جہاں کے تہاں رہ گئے۔ امی نے کلیجہ تھام لیا۔ عینی کا گال سرخ ہوگیا تھا۔ وہ روتی ہوئی اچانک بھاگی۔ بلال بھی پیچھے تھے لیکن اپنے حصے میں جاتے ہی اس نے دروازہ بند کرلیا تھا اور عدن کو دلدوز چیخوں سے پکارنے لگی تھی۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

شام کو عدن آیا تھا۔ امی سر باندھے ابھی تک رونے میں مشغول تھیں۔ مشعال بھی عینی کو مار کے شرمندہ سی تھی۔
"چچی جان...... اس کو تب ہی کوئی نہیں مانگتا تھا کہ یہ نہ صرف زبان کا استعمال کرتی ہے بلکہ ہاتھوں کا بھی۔ میں ایسی جاہل کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا۔ میری طرف سے رشتہ ختم ہے۔ مجھے یا میرے والدین کو مجبور مت کرنا۔ ورنہ ہم سمجھیں گے سستی ہے آپ کی نازوں پلی بیٹی۔"
"عدن...... آئی ایم سوری......"
"میرے دل اور گھر میں تم لوگوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سارا قصور تمہاری تربیت کا ہے۔ عینی کو میں رکھوں گا۔ وہ بوجھ نہیں ہے ہم پر۔" وہ چلا گیا تھا اور مشعال پاگلوں کی طرح رونے لگی تھی۔ ابو قہر بھری نظر اس پر ڈال کر چلے

گئے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁

"امی...... میں ایک کمرے کے مکان میں عینی کو رکھ لوں گا پر اس جیسی ڈائن کے ساتھ نہیں۔ اس کی اتنی گندی تربیت کی ہے آپ نے...... کون اسے بیاہے گا؟ ساری عمر اسے یہیں رہنا ہے۔ عینی کو یہاں نہیں رکھ سکتا۔ پر میں روز آؤں گا۔ عینی کو دیکھتا ہوں تو لگتا ہے عورت بہت پاک اور معتبر ہستی ہے جبکہ یہ عورت کا سب سے برا روپ ہے۔" وہ چلے گئے۔ وہ اب حیران تھی۔ اپنا باپ بھائی اسے ہی غلط سمجھ رہے تھے حالانکہ منگنی وہ توڑ کے گیا تھا۔ اس نے روتی ہوئی ماں کی جانب دیکھا۔ کتنی پاک تھی وہ عورت، اٹھتے بیٹھتے اسے نصیحت کرتی تھی۔ اس کی تربیت میں کوئی کمی نہیں تھی۔ مشعال کی اپنی فطرت ہی ایسی تھی۔ پر کچھ بھی ہو۔ قصوروار لڑکی اور اس کی ماں ٹھہرائی جاتی ہے۔ اسے اللہ سے بہت خوف محسوس ہوا۔ ماں کا دل دکھا تھا۔ تب ہی وہ رو رہی تھیں۔ ماں کا دل دکھانے والا برباد ہو جاتا ہے۔ اس نے جھرجھری لی اور بھاگ کے امی کے پاؤں پکڑ کے معافیاں مانگنے لگی۔ اسے کیا پتا تھا اس کا غصہ اسے اور اس کے گھر کو تباہ کردے گا۔ امی اسے پیٹنے لگیں اور وہ پٹتی چلی گئی۔ اپنے سارے جسم پر وہ مار کھانے کی کوشش کر رہی تھی کہ دوزخ کی آگ اسے نہ جلا پائے۔ امی ہانپ چکی تھیں پھر روتی ہوئی مشعال کو سینے میں بھینچ لیا۔

"کیا ہوا تھا؟" یہ سوال بھی صرف ماں نے پوچھا اس نے سارا قصہ سنادیا۔

"سب لڑکے شادی سے پہلے ایسے ہی ہوتے ہیں پھر بعد میں......"

"نہیں امی...... میں یہ سب نہیں برداشت کرسکتی۔"

"اچھا ہوا بلال عینی کو لے گیا۔ میں اس گھر میں اسے کبھی برداشت نہ کرتی۔ عینی بہت اچھی ہے پر اس کے بھائی نے تجھ پر داغ لگایا۔" مشعال کا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا۔ "داغ" یہ لفظ اس کے سر پر ہتھوڑے کی مانند بج رہا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁

امی کے وظیفے لمبے ہونے لگے تھے۔ وہ خود بھی بولائی بولائی پھرتی تھی۔ بلال بھائی صبح بھی آتے تھے، رات کو بھی۔ آنا نہیں تھا تو رشتہ...... آخر رشتہ کروانے والی بوا کے توسط سے ایک رشتہ آگیا۔ اچھے لوگ تھے۔ بیٹا انجینئر تھا۔ وہ پھر آنے کا کہہ کے چلے گئے۔ پر نہ آئے۔ بوا سے پوچھنے پر پتا چلا کہ انہوں نے لڑکی کے بارے میں جس سے بھی پوچھا تو ہر کسی نے کانوں کو ہاتھ لگایا، اس طرح پہلے تو رشتہ آتا ہی نہیں تھا۔ اگر آتا تو پھر وہ واپس نہ آتے۔ مشعال کو عدن سے سخت نفرت محسوس ہوئی جس نے رشتہ داروں میں عینی کو پیٹنے والی بات مشہور کی تھی...... اسے سبکی محسوس ہوتی تھی۔

"مہارانی اگر سپنوں سے نکل آئی ہو تو کچن کی خبر ہی لے لو۔" امی کے کہنے پر وہ بدمزہ سی ہوگئی اور اٹھ کے لان میں آگئی۔ ملگجے حلیے میں بکھرے بکھرے بال اسے حزن و ملال کی تصویر بنا رہے تھے۔ دل کو بہلانے کی غرض سے وہ اوپر بالکونی میں آگئی۔ تایا جان کا لان صاف دکھائی دے رہا تھا۔ گھاس پہ بیٹھا وہ عدن ہی تھا۔ کسی کی تصویر ہاتھ میں لیے وہ بغور اسے دیکھ رہا تھا۔ عدن کو دیکھ کر ہی نفرت کی لہر پورے بدن میں سرایت کرگئی تھی۔ وہ ہٹ گئی۔ کافی عرصہ گزر گیا تھا۔ لوگوں کی طرح طرح کی باتیں وہ سنتی اور سوچتی تھی لڑکی کی ذرا سی لغزش اسے رسوائی کے پاتال میں اتار دیتی ہے۔ وہ پچھتاوے کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گئی تھی۔

❁❁❁❁❁❁❁

ایک دن شور اٹھا۔ اچانک تایا اور تائی جان واپس آگئے تھے شاید۔ ملی جلی آوازیں تھیں۔ رشتہ داروں کا تانتا بندھ گیا تھا کچھ ہی دیر میں۔ اتنے عرصے بعد وہ پردیس سے واپس آئے تھے، اچانک شور تھم گیا۔ شاید رشتہ دار بھی واپس چلے گئے تھے۔ امی اور ابو کھانا کھا رہے تھے کہ تائی جان اور تایا جان آگئے۔ کسی نے انہیں نہ بلایا تھا۔

"ہمارا قصور تو نہیں ہے...... ہمیں خود یہاں آکے پتا

چلا، عینی سخت پریشان تھی، کہہ رہی تھی اس لیے نہیں بتایا کہ آپ وہاں پریشان ہوتے۔'' تائی جان رونے لگی اور مشعال کو سینے سے لگایا۔

''یہ تو میری بیٹی ہے۔ میں نے پہلے ہی اس گھامڑ کو کہا تھا کہ مشعال کا مزاج تمہیں پتا ہے۔ پکا ارادہ ہے تو سوال ڈالوں گی۔ بعد میں گھر کی عزت مٹی میں نہ ملانا......''

''اچھا تو یہ اسی نالائق کی پسند تھی اور ہمیں پتا ہی نہیں؟'' تایا جان حیران ہو کے بولے۔ ابو بھی حیران تھے جبکہ امی منہ موڑے بیٹھی تھیں۔

''اب یہاں میری بیٹی کی بربادی دیکھنے آئے ہیں؟'' ابو دل گرفتہ تھے۔

''قصور ہمارا ہے توصیف، جو ہم خود بھی کسی معاملے میں نہ بولے۔ ہماری بیویاں اور بچے خود ہی ہر معاملہ طے کر لیتے ہیں۔ بچوں کو تجربہ نہیں ہوتا، وہ غلط فیصلے کر لیتے ہیں اور عورتیں تو ہوتی ہی بے وقوف ہیں۔'' تایا جان نے شر بار نظروں سے تائی جان کو دیکھا۔

''اسی بے وقوفی کا مداوا کرنے آئی ہوں ناں میں سعد کے لیے سوال ڈالتی ہوں۔ وہ میرا فرماں بردار بچہ ہے صبر اور برداشت والا۔'' تائی جان نے امی کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو امی نے ہاتھ جھٹک دیا۔

''ہم اتنے بے غیرت نہیں کہ وہیں اپنی بیٹی دوبارہ دے دیں گے۔'' ابو نے بھی چپ کا روزہ پھر توڑا۔

''انکار اس لڑکے نے کیا۔ ہم نے نہیں۔ وہ اس قابل ہی نہ تھا۔ اللہ نے یہ خوش نصیبی میرے صبر والے سعد کے لیے رکھی ہے۔'' تایا ابو نے سمجھانے کی سعی کی۔ مشعال اٹھ کے چلی گئی۔

''اگر یہ فیصلہ میں کرتا تو نوبت یہاں تک آتی ہی نہیں، سعد بڑا تھا۔ اس کی منگنی ہونی چاہیے تھی۔ اس کی نوکری بھی تھی۔ میں اس وقت نہیں بولا۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ آپ لوگوں کا دل وہ ایسے توڑے گا اور اگر مزاج کو دیکھا جاتا تو ہم شروع سے دیکھتے آئے ہیں کہ عدن اور مشعال کی نہیں بنتی۔ ایسے معاملات میں یہ خیال کیا جاتا ہے عموماً کہ شادی کے بعد ٹھیک ہو جائے گا لیکن خطرہ مول نہیں لینا چاہیے۔ دوسری بات اگر کامیاب ہو بھی جائے تو زیادہ تر سمجھوتے کی وجہ سے ہوتی ہے ایسی شادی کامیاب سمجھو تا خوشی تو نہیں دیتا اور زندگی ملتی بھی ایک دفعہ ہے۔ مشعال کے تیز مزاجی کے ساتھ سعد جیسا نرم طبیعت والا شخص خوش بھی رہ سکتا ہے اور شادی کامیاب بھی ہو جاتی ہے۔ میں تمہارا بڑا بھائی ہوں۔ میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ ہماری امانت ہمیں لوٹا دو اور کچھ نہیں تو میرے بڑھاپے کی لاج رکھ لو۔'' تایا ابو نے بہت عاجزی سے کہا تو ابو نرم پڑ گئے۔

''مشعال کو ہم ولیمے کے اگلے روز ہی بھیج دیں گے سعد کے ساتھ۔ اس کا اپنا گھر ہوگا۔'' تائی جان نے بھی مزید اصرار کیا۔

''بیٹے سے بھی پوچھا ہے؟ یہ نہ ہو دوبارہ کالک مل جائے ہمارے منہ پہ۔'' امی نے طنز کیا۔

''ہاں، ہم اس کی مرضی سے آئے ہیں۔ اگلے ماہ کی کوئی بھی تاریخ رکھ لیں۔'' تایا جان نے جلدی سے خود معاملہ طے کیا اور امی ابو کی خاموشی کو رضا مندی جان کے خوشی خوشی واپس چلے گئے۔

✿✿✿✿✿✿✿

''بھائی...... اسے نہ گھر کا کام آتا ہے اور نہ ہی زبان اچھی ہے۔ عینی کو بھی مارا۔'' عدن سعد کو سمجھانے کی سعی کر رہا تھا۔

''تو کیا ہوا؟'' وہ بے زاری سے بولے۔

''آپ کی قسمت پھوٹ جائے گی۔''

''خوش نصیبی اپنے نصیب پہ خوش رہنے کا نام ہے۔''

''پھر بھی......'' عدن نے پھر کوشش کی۔

''ہر ایک کا اپنا مزاج ہوتا ہے۔ میری نظر میں وہ ٹھیک ہے۔ تم سب غلط ہو۔ پھول کے ساتھ کانٹے ہوتے ہیں۔ کوئی مکمل نہیں ہوتا۔ کسی اور کا وجود ہی انسان کو مکمل بناتا ہے۔ میں پوری کوشش کروں گا اسے مکمل کرنے کی...... جب میں اسے پالینا اپنی خوش نصیبی سمجھنے لگوں گا تو میں بھی

خوش رہوں گا۔ وہ بھی آسودہ رہے گی۔ مجھے تو اپنے نصیب پر رشک ہے۔ بہت جلد اسے بھی رشک ہوگا۔" وہ بات ختم کر کے اٹھ گئے۔

❁❁❁❁❁❁❁

شادی کے دن جوں جوں قریب آرہے تھے اس کی خاموشی بڑھتی جارہی تھی۔ وہ کسی چیز میں دلچسپی نہیں لے رہی تھی۔ امی نے اس کی منتیں کی تھیں کہ کھانا پکانا تو سیکھ لے پر اس کی چپ کا روزہ نہ ٹوٹا تھا۔ عینی نے اس سے بات کی تو وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ دلہن بنی وہ اتنی خوب صورت لگ رہی تھی کہ سب ٹھٹک گئے تھے۔ سوگوار حسن چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ سعد بہت خوش تھے۔ اس پر مغلیہ شہزادی کا گمان ہو رہا تھا۔ عدن کو اپنی دھڑکن رکتی محسوس ہوئی تھی پر وہ بھی انسان تھا۔ اس کا ملول چہرہ اسے خوشی دے رہا تھا کہ وہ عدن سے اب بھی پیار کرتی ہے تب ہی مغموم ہے۔ اس نے دو دن نظریں کسی کی طرف نہیں اٹھائی تھیں۔ چہرے پہ وہی غرور، نخوت اور نخرا تھا جو اسے پہلے بھی تباہ کر چکا تھا اور پھر ویسے کے اگلے روز ہی وہ سعد کے ساتھ اسلام آباد چلی آئی۔

❁❁❁❁❁❁❁

وہ سمجھی تھی کہ وہ زبردستی سعد کی زندگی میں شامل کی گئی ہے لیکن ان کی محبت دیکھ کے اس کا ازلی غرور لوٹ آیا تھا۔ وہ اتنے نرم مزاج کے تھے کہ اسے حیرت ہوتی۔ اسے لگا صرف وہی اس کے اپنے ہیں۔ اسے کھانا پکانا نہیں آتا تھا نہ انہوں نے کہا تھا کہ تم کھانا پکاؤ۔ وہ ہوٹل سے کھانا لے آتے تھے۔ اسے زبردستی شاپنگ کے لیے لے جاتے تھے۔

"سعد..... آپ اتنے فضول خرچ کیوں ہیں؟" جب سعد نے اس کے لیے رات کو سونے کا بریسلٹ لیا تو وہ پھٹ پڑی۔

"شادی پر جو اتنا سونا دیا تھا۔ روز ہی کپڑے بھی زبردستی خرید دیتے ہیں۔ ہوٹل کا کھانا بھی سستا نہیں ہوتا۔ کل کے لیے بھی کچھ سامان کریں۔" وہ اب خفگی سے بولی۔

"تمہارے لیے تو جتنا بھی لایا جائے کم ہے۔" وہ گہری سانس بھر کے بولے۔

"میں کل سے خود سودا سلف لاؤں گی۔ جیسا بھی پکانا آتا ہے پکاؤں گی۔" وہ ہنوز خفا تھی۔

"ٹھیک ہے۔ جیسے تم کہوگی ویسے ہوگا۔ یہ بتاؤ دن کو کیا کھایا۔ کیا کرتی رہیں؟" یہ ان کی عادت تھی۔ روز دن بھر کی روداد سنتے تھے۔ وہ بھی پُرسکون ہوگئی۔ وہ جب بھی غصہ کرتی وہ ایسے ہی اسے ٹھنڈا کر دیتے تھے۔

وقت گزر رہا تھا۔ کھانا پکانا وہ بہت اچھی طرح سیکھ گئی تھی۔ گھر کی صفائی بھی خود کرتی تھی۔ سعد نے کام والی رکھنے پہ بہت زور دیا پر وہ نہیں مانی۔ اس کی عادت تھی وہ دن کو ضرور انہیں کال کرتی تھی۔ یا وہ خود کر لیتے تھے۔ اسے لگ رہا تھا سعد کے بغیر اب وہ ایک گھڑی بھی نہیں رہ سکے گی۔ انہیں دل میں اترنے کا فن ہی ایسا آتا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁

شام ہوگئی تھی۔ سعد نہیں آئے تھے۔ انتظار سے کوفت ہونے لگی۔ بار بار موبائل فون پر نمبر ملاتی، وہ آف جارہا تھا۔ پھر رات ہوگئی۔ غصے سے اس کی حالت بگڑنے لگی تھی۔ دانت بھینچ لیے تھے اس نے۔ آنکھیں سرخ ہو کے سوج گئی تھیں کہ اسے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ سعد کو گھور رہی تھی۔

"دروازہ تو بند......"

"فون کیوں آف تھا...... کیوں لیٹ آئے؟" اس نے سعد کی بات کاٹی۔

"فون......" سعد نے کچھ کہنا چاہا مگر وہ سننے پر آمادہ کب تھی۔

"مجھے تم سے نفرت ہے۔ تم مر کیوں نہیں گئے؟ تمہیں میرا ذرا احساس نہیں...... میں اکیلی مر رہی ہوں۔" وہ چیخ چلا کے اس کی بے عزتی پر اتر آئی۔

"اوکے...... اوکے۔" وہ اس کی جانب بڑھے تو اس نے چیختے ہوئے سامنے پڑا جگ دیوار سے دے مارا۔

کرچیاں بکھر گئی تھیں۔

"مجھے تم سے نفرت ہے۔" وہ چیخ رہی تھی۔ چیزیں اٹھا اٹھا کر پھینک رہی تھی۔ پھر اپنا موبائل فون پوری قوت سے دیوار پر دے مارا۔ نازک سا فون بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔

"یہ آفت کیوں دی تھی مجھے اگر اس کا فائدہ نہیں۔"

سعد خاموشی سے کھڑے اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ ایسی ہی تھی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پہ غصہ کرنے والی۔ ابھی تک سعد نے موقع نہ دیا تھا اور آج ذرا سی بھول سے نتیجہ سامنے تھا۔ وہ تھک ہار کے اب اپنے چہرے پر تھپڑ مارنے لگی تھی تو سعد نے تڑپ کے اسے قابو کیا۔ وہ رو رہی تھی۔ سعد نے اسے ساتھ لگا لیا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ چپ ہو گئی۔ انہوں نے اس کے بکھرے بال سہلائے۔ صوفے پہ بٹھایا۔

"موبائل فون گھر ہی بھول گیا تھا۔ راستے میں گاڑی خراب ہو گئی۔ فون تھا نہیں کہ مدد لیتا۔ خود ہی ساری بھاگ دوڑ کرتے ہوئے......" وہ اسے نرمی سے سمجھا رہے تھے اور اب وہ شرمندہ ہو رہی تھی اپنے ردعمل پر۔

"میں کھانا لگاتی ہوں۔"

"نہیں۔ تم تھک گئی ہو۔ تم بیٹھو میں رات والے چاول گرم کر کے لاتا ہوں۔ کھاتی پیتی کچھ بھی نہیں تب ہی اتنی کمزور ہو رہی ہو۔"

پھر یہ معمول بن گیا تھا۔ اس کے اندر کی لڑکی کو پہلی دفعہ موقع ملا تھا اپنا اندر کھولنے کا۔ وہ بات بے بات غصہ کرنے لگی تھی۔ سعد کا صبر بھی کمال کا تھا۔ ہر دفعہ وہ اسے مناتے اور پھر اسے لگنے لگا اندر کا سارا غبار نکل گیا۔ اس کا دل دھل کے جیسے شفاف ہو گیا تھا۔ اس نے اپنا ماضی سوچا اور سعد کے ساتھ ساتھ سب سے شرمندہ ہونے لگی۔ سعد نے اپنی میٹھی زبان اور اچھے اخلاق سے، محبت کی شدت سے اس کا چڑچڑا پن ختم کر ڈالا تھا۔ سعد بھی حیران تھے کہ روز روز چیخنے چلانے والی لڑکی اب ان کا ہر طرح کا خیال رکھنے لگی تھی اور وہ اس سے بھی بڑھ کے اس کی خواہش پوری کرتے۔

✿✿✿✿✿✿✿

وہ دونوں شدت سے اپنے مہمانوں کا انتظار کر رہے تھے۔ گاڑی کے ہارن پہ سعد نے دروازہ کھولا۔ سب مسکراتے ہوئے اندر آئے۔ جدید تراش خراش کا سوٹ پہنے مشعال کی چھب ہی نرالی تھی۔ شہد رنگ بالوں کے ہالے میں اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند دمک رہا تھا۔ محبت کی الوہی روشنی نے اس کے چہرے کا احاطہ کیا ہوا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کی سنگت میں مطمئن اور خوش حال نظر آ رہے تھے۔ اس نے بڑھ کے امی کو سلام کیا اور تائی جان کو۔ پھر عینی سے گلے ملنے کے بعد وہ بلال بھائی کے آگے جھک گئی۔ انہوں نے شرمندگی کے احساس سے نکل کے ماتھے پر پیار کیا۔ پھر عدن کو بھی بلایا۔ گھر شیشے کی طرح چمک رہا تھا۔ سب لاؤنج میں بیٹھ گئے۔

"بیٹا کوئی ماسی رکھی کام کی؟" تائی جان نے پوچھا۔

"یہ تو بہت کہہ رہے تھے، میں نے کہا میں بور ہوں گی، اپنا گھر میں خود سنبھالوں گی۔" اس کی بات پر سب بے ہوش ہوتے ہوتے بچے۔ گھر کے کونے کونے سے اس کے سگھڑ پن کا اظہار ہو رہا تھا اور باتیں بھی کتنا سنبھل سنبھل کے کر رہی تھی۔ بہت خوش اخلاقی سے پیش آ رہے تھے دونوں۔ پھر اس نے معذرت کی اور کچن میں آ گئی۔ سعد سب کے ساتھ بیٹھے تھے۔ عینی اور عدن بھی آ گئے تھے اس کی مدد کے لیے۔

"میں خود کروں گی۔ سب تیار ہے۔ پہلی دفعہ میرے گھر آئے ہو۔ بعد میں طعنے دو گے کہ کام کروایا۔" وہ ہنسی تھی۔ سادہ سی ہنسی۔ اس کے دل میں کسی کے لیے کھوٹ نہیں تھا۔ عینی نے دیکھا اس نے قیمہ ہلکی آنچ پہ گرم کیا۔ فریز کیے گئے کباب، رول اور سموسے کڑاہی میں تلنے لگی۔ جلدی سے مائیکرو ویو میں کوفتے گرم کیے۔ بریانی ابھی تک گرم ہی تھی۔ چکن شاید اس نے کچھ دیر پہلے ہی روسٹ کیا تھا۔ سب کچھ احتیاط سے ڈونگوں اور ڈشیز میں منتقل کرتے ہوئے وہ مسلسل بولے جا رہی تھی۔ اس کا رونا سعد کی فضول خرچی پہ تھا۔ عینی بھی اسے ان گزرے تین ماہ

کی باتیں بتانے لگی۔ عدن کی منگنی اسی کی پسند سے ہوچکی تھی اپنی کلاس فیلو سے۔ اب اس نے فریج سے رائتہ اور سلاد نکالا۔ چٹنی بھی پیالے میں ڈالی۔

"یہ سب کچھ تم نے اکیلے کیا...... کتنا تھکی ہوگی؟" عینی کو اس پر ترس آیا۔

"میرا کام ہی کیا ہوتا ہے۔ میں روز سعد کے لیے اہتمام کرتی ہوں تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ کھائیں۔ بھئی مجھے سڑیل کمزور مرد نہیں پسند۔" عینی بے اختیار ہنسی۔ وہ پھر جلدی جلدی چپاتیاں پکانے لگی۔ عینی نے سارا کھانا لگا دیا تھا۔ وہ ایک ایک کو ہر چیز اچھی طرح پیش کررہی تھی۔ سعد اسے پیار سے دیکھنے لگے۔ صرف تین ماہ میں عقل مندی سے کام لے کر انہوں نے کتنی مکمل لڑکی بنادیا تھا اسے۔ امی تو حیران تھیں، وہ سر سے پاؤں تک بدل گئی تھی۔

"تائی جان...... عدن کی شادی کے بعد آپ اور تایا جان میرے پاس رہنا۔ مجھے بزرگوں کی کمی محسوس ہوتی ہے۔" وہ انہیں بار بار اصرار سے کہہ رہی تھی۔ تائی جان نے اس کا ماتھا چوما۔

"خوش رہو...... میرے بیٹے کو اتنا خوش رکھا ہے تم نے۔" وہ سرخ ہوگئی اور تشکر بھری نظروں سے سعد کو دیکھنے لگی جو اس کے لیے زندگی کی نوید بن کے آئے تھے۔ اللہ نے اس کے لیے کتنا خوب صورت انتخاب کیا تھا۔ اسے انہوں نے اس وقت عزت دی جب وہ بے بس تھی اور آج اس کا مقام لوٹا دیا تھا۔ ورنہ پچھتاوا اس کا مقدر ٹھہرتا۔ جبکہ بلال بھائی اس کے خوشی اور اطمینان سے چمکتے چہرے کو دیکھ کے سوچ رہے تھے کہ عینی انہیں بہت پہلے سے پسند تھی۔ ان کو پتا ہی نہیں تھا وہ کسی اور کی ہونے جارہی تھی۔ ایسے وقت میں ان کی بہن نے ان کو زندگی کی سب سے بڑی خوشی عینی کی صورت میں دی تھی۔ اکیلے میں ہی اس نے امی ابو کو منایا تھا اور بدلے میں انہوں نے اسے کیا دیا تھا۔ کچھ نہیں۔ عدن اپنی جگہ شرمندہ تھا۔ اسی لڑکی نے اس کے ماں باپ کو مستقبل کی پریشانیوں سے بچانے کے لیے عینی کی منگنی ہی ختم کروائی تھی اور پورا گھر بچ گیا تھا۔ کسی غرض کے بغیر اس نے بدنامی اپنے سر مول لے کے انہیں برے لوگوں سے بچایا اور ان جیسے خود غرض لوگ پھر بھی اس کی قدر نہ کرسکے۔ مزید یہ کہ اپنے لائق فائق بھائی کے لیے عینی کو مانگ کے سب کو ذلت رسوائی کے گڑھے سے نکال کے وہ شاداں تھی اور عینی کو داغ نہ لگنے دیا بلکہ اپنے گھر کا چاند بنا کے لے گئی۔ بدلے میں اسے داغ تو دیا ہی، ساتھ میں اسے مزید بدنام کیا تھا اور بے وفائی بھی کی۔ وہ شرم سا ہورہا تھا۔ صبا بھی پیاری اور اچھی تھی لیکن اتنی نہیں جتنی مشعال اب خوب صورت اور مکمل ہوگئی تھی اور سعد پہ واری جارہی تھی بازی سعد جیت چکے تھے اپنی عقل استعمال کر کے۔ صرف تین ماہ میں۔ عینی کے احساسات بھی کم و بیش ایسے ہی تھے اگر وہ تھپڑ برداشت نہ کرسکی تھی تو جواب میں وہ بھی تمانچہ دے مارتی۔ یوں عدن کو نہ کہتی اور وہ غم سے بچ جاتی حالاں کہ اسی نے تو اسے بھیانک قسم کے سسرال سے بچا کے بلال کی بیوی بنایا تھا جو بہن کی منگنی کے ٹوٹنے کے باوجود اسی کے تھے جبکہ تائی جان اور سعد مطمئن تھے۔ ان کے مشترکہ فیصلے نے سب کچھ بچا لیا تھا۔ سعد اس کومل سی گڑیا کو دیکھ کر سوچ رہے تھے کہ اچھا ہی تھا تم ایسی تھیں۔ جو ہوتا ہے اچھے کے لیے ہوتا ہے۔ عدن نے تمہاری خامیوں کے سبب تمہیں رد کیا اور تم میری بن گئیں۔ اتنے خالص دل والی حسین بیوی اور کہاں ملتی۔ اگر تم ساری عمر بھی ویسی ہی رہتی تو بھی وہ اس سے اتنی ہی محبت کرتے پر شاید اللہ کو ان کی کوئی نیکی پسند آگئی تھی کہ آج وہ فرماں بردار بیوی کے روپ میں ان کی زندگی کو خوب صورت بنا گئی تھی۔

ہومیو کارنر

ہومیو ڈاکٹر طلعت نظامی

اسقاط حمل

(Miscarriage Abortion)

اسقاط کی اصطلاح حمل میں اس وقت استعمال کی جاتی ہے جب جنین یا بچہ اٹھائیس ہفتوں یا اس سے پہلے خارج ہوجائے اس مرض کا عام مفہوم یہ ہے کہ عورت حاملہ ہو اور ایام حمل کے پورا ہونے سے پہلے اس کا حمل ساقط ہوجائے۔

یہ عموماً پہلے چھ ماہ تک ہوتا ہے اس کے بعد ساتویں یا آٹھویں ماہ میں جو بچے پیدا ہوتے ہیں ان کو قبل از وقت حمل یا (Premature Delievery) کہتے ہیں۔

پہلے چھ ماہ تک جتنے بھی بچے ساقط ہوتے ہیں ان کے اندر شاذ و نادر ہی کسی میں جان پائی جاتی ہے لیکن ساتویں مہینے میں اور اس کے بعد کے بچے زندہ رہ سکتے ہیں۔

وجوہات:۔ اسقاط حمل کی وجوہات میں تین بڑے اسباب ذیل ہیں۔

ماں کی طرف سے خرابی:۔ جب ماں کو کسی قسم کی تکلیف کا سامنا کرنا پڑ جائے جیسے شدید بخار، ہائی بلڈ پریشر، مزمن، امراض گردہ، سفلس یا ذیابیطس میں ماں مبتلا ہو، شدید ذہنی و جسمانی کام ورزش، سخت جسمانی محنت مثلاً گھوڑے کی سواری، ناہموار سڑک پر تانگہ یا گاڑی کی سواری ریل کا سفر، کشتی کی لمبی سیر، بھاری بوجھ کا اٹھانا، دوڑنا بھاگنا وغیرہ، ان حالات میں خون کا دوران تیز ہوجاتا ہے۔

مختلف قسم کی دست آور ادویہ، کونین یا دیگر محرک ادویات جو دانستہ یا غیر دانستہ حاملہ کو دی جائیں انیما بھی بعض اوقات اسقاط کی وجہ بنتا ہے۔

جذباتی تحریکیں مثلاً ایک شدید غصہ، ڈر، خوف، خوشی، خوفناک واقعات کا دیکھنا یا سننا، خطرات کی جگہوں میں جانا، موت کی خبر یا مرتا ہوا آدمی دیکھنا۔

ہارمون کا غیر متوازن ہونا بھی بچے کی اموات کا باعث ہوتے ہیں بعض اوقات پرامسٹرون اور تھائی رائیڈ کی کمی کی وجہ سے بھی اسقاط ہوجاتے ہیں۔

رحم میں ورم، زخم یا کینسر بھی اسقاط کا موجب ہوتے ہیں۔

جسم میں خون کی زیادتی، موٹاپا یا چربی کی زیادتی بھی اسقاط کی وجوہات ہوسکتی ہے خون کی زیادتی سے خون کا اجتماع مقامی طور پر ہوجاتا ہے اس لیے اسقاط ہوجاتا ہے۔

دودھ پلانے والی عورتوں کو قدرتی طور پر حاملہ نہیں ہونا چاہیے لیکن جب ان کو حمل قرار پاجاتا ہے تو پستان کے غدودوں کی تحریک سے حمل ساقط ہوجاتا ہے نتیجتاً ہر حمل پر ان کو عادتاً اسقاط کا خطرہ رہتا ہے۔

معدے اور آنتوں کی مختلف خرابیاں قابل ذکر ہیں مثلاً متلی، قے اور سخت قبض، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ خرابیاں بذات خود حمل کو ساقط نہیں کرسکتیں، بلکہ یہ مقامی خرابیاں رحم اور اس سے معلقات کو بھی متاثر کرتی ہیں۔

RH FACTOR میاں بیوی کے خون کا نہ ملنا جبکہ ماں RH (نیگیٹو) اور باپ RH+ (پازیٹو) ہو اور بچہ RH+ ہو تو بھی یہ بچے کی موت کا سبب بن جاتا ہے۔

باپ کی طرف سے آئی گئی خرابی:۔
بعض مثالیں ایسی بھی موجود ہیں جن میں والدہ کی طرف سے کوئی خرابی نہیں ہوتی مگر باپ کی طرف سے نطفہ میں خرابی ہوجانے کی وجہ سے اسقاط ہوجاتا ہے مثلاً آتشک کا اثر والد کی طرف سے جب انڈے میں پہنچتا ہے تو وہ کچھ عرصے کے لیے نشو و نما ضرور پاتا ہے لیکن کچھ وقت کے بعد آتشک کے زہر سے حمل ساقط ہوجاتا ہے۔

بچے کی خرابی:۔

جب بیضہ میں خرابی ہو، یہ بچے کی موت کا سبب بنتا ہے جبکہ بچہ غیر نشو ونما یافتہ ہو اس میں کوئی شک نہیں کہ عورت کی طبعی کیفیت میں خرابی ہونے کی وجہ سے حمل ساقط ہوتے ہیں۔

علامات:۔

اسقاط کے خدشہ کی علامات بہت سی ہیں اسقاط سے قبل حاملہ کو مندرجہ ذیل علامات ظاہر ہوتی ہیں۔

جاڑا، بخار، متلی، پیاس، سستی، کمزوری شکم، ٹھنڈے پن کا احساس، بازوؤں، ٹانگوں میں سردی، چہرے پہ پیلا پن، آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے، ناقابل بیاں موت کا احساس، پستانوں میں ورم، دودھ کا ظاہر ہونا، مانچولیا وغیرہ ظاہری علامات ہیں۔

خون ملا سیلان رانوں، شکم اور کمر میں درد، درد ایسے جو حیض کے زمانے سے قبل ہوا کرتے ہیں ان دردوں سے قبل سیلان خون ہو بھی سکتا ہے اور رک بھی ہو سکتا ہے لیکن کچھ عرصہ اگر سیلان خون جاری رہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ جلد یا دیر میں حمل ساقط ہو جائے گا تاوقت یہ کہ اس کیفیت کو ٹھیک ادویہ سے درست نہ کر دیا جائے۔

شکم یا پیڑو میں نیچے دبانے والے احساسات یہ احساسات بغیر درد کے بھی ہو سکتے ہیں۔

لعاب دہن بکثرت خارج ہوگا بدن سست اور ڈھیلا ہوگا۔ پستان کا سائز کم ہونے لگے گا اور ڈھیلا پن آ جائے گا رحم اپنے مقام سے نیچے کی جانب مائل ہوگا جب اسقاط کا وقت قریب ہو تو حاملہ کے سر میں اکثر غیر معمولی گرانی اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا ہوتا ہے۔

رحم میں بچے کی حرکات کا بند ہو جانا۔ پانچویں مہینے کے بعد اسٹتھو اسکوپ کے نیچے بچے کے دل کی حرکات کا سنائی نہ دینا۔

علاج:۔

وہ اسباب جو موجب اسقاط حمل ہیں ان سے بچنے کی کوشش کریں چوتھے مہینے سے پہلے اور ساتویں مہینے کے بعد اسقاط حمل کا اندیشہ ہوتا ہے ان ایام میں پرہیز لازم ہے تقویت رحم اور تقویت بدن کے لیے خاص ادویات کا استعمال کریں اگر والدین میں سے کوئی ایک امراض فساد خون میں مبتلا ہوں تو مصفی خون ادویہ مفید ہوتی ہیں جب اسقاط کی علامات ظاہر ہوں تو ایسی تدابیر اختیار کریں کہ جن سے عورت کی صحت پر برا اثر نہ پڑے اور وہ مصیبت سے بچ جائے۔

اسقاط حمل کے خطرے کے پیش نظر مندرجہ ذیل ادویہ بوقت ضرورت علامات کے مطابق استعمال ہو سکتی ہیں۔

اکونائیٹ:۔ اگر حاملہ ڈر گئی ہو اور ڈر کا اثر اس سے جاتا نہ معلوم ہو سیلان خون کے ساتھ موت کا بھی ڈر ہو مریضہ بستر سے نکلنے سے حرکت سے ڈرے، حادثات کا ڈر۔

الٹرس فاری نوسا:۔ جن کے عادتاً حمل ساقط ہوتے ہوں رحم کے مقام پر بوجھ کا احساس۔

آرنیکا مونٹانا:۔ ایسے حالات میں جب مریضہ کو کوئی صدمہ یا چوٹ وغیرہ لگی ہو یا کہیں سے گری ہو جب درد کے ساتھ یا بغیر درد کے سیلان خون شروع ہو جائے۔

کیمو ملا:۔ درد زہ کے سے درد جن کے ساتھ سیاہی مائل خون کا سیلان ہو بے حد بے چینی، پریشانی اور مزاج میں، چڑچڑاپن۔

ڈلکا مارا:۔ جہاں اسقاط کا خطرہ مرطوب موسم سے ٹھنڈی جگہ سے یا ٹھنڈے موسم اور مرطوب مکانوں میں رہنے کی وجہ سے پیدا ہو۔

اوپیم:۔ جب اسقاط کا خطرہ آخری مہینوں میں ہو، اس کے علاوہ برائی اونیا، کاربووج، سمی سی فیوگا، کریا زوٹ، وائی برنم، تھوجا بھی علامات کے مطابق دیے جا سکتے ہیں۔

بیاضِ دل

میمونہ رومان

اقراءجٹ...... منچن آباد

میری محبت کسی معجزے کی محتاج ہے ابھی
ورنہ یقین اور دعاؤں میں کوئی کسر باقی نہیں

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

درخت جڑ سے اکھڑنے کے موسموں میں بھی
ہوا کا پیار شجر سے عجب کمال کا تھا

فائزہ بھٹی...... پتوکی

موسم خزاں میں بھی اب بہار آئے گی
ہم نے بھیج رکھا ہے اک گلاب لفظوں کا

ماروی یاسمین...... 44ج

وہ عمر بھر کے لیے مل جائے مجھے تو یوں سمجھوں گی
یارب جنت کا اعلان ہوجائے کسی گناہ گار کے لیے

محسن عزیز حلیم...... کوٹھا کلاں

مجھے زعم تھا مگر میں بکھر گیا محسن
وہ ریزہ ریزہ تھا مگر اپنے اختیار میں تھا

حنا کنول فرحان...... جویلی لکھا

اب یہ سوچا ہے کہ اپنی ذات میں رہیں گے
بہت دیکھ لیا ہے لوگوں سے شناسائی کر کے

انا مریم...... شادیوال، گجرات

مصلحت کے دھاگوں نے ہونٹ سی دیئے میرے
ورنہ اپنے ٹوٹنے کا غم کسے نہیں ہوتا

شازیہ ہاشم صیواتی...... کھڈیاں خاص، قصور

میرے بچپن کے دن بھی کیا خوب تھے
بے نمازی بھی تھا اور بے گناہ بھی

روبینہ کوثر...... بستی ملوک

نہیں ہے میری اوقات تجھے پانے کی روبی
میں شہنشاہ نہیں فقیر سا بندہ ہوں

عنبر مجید...... کوٹ قیصرانی

نہ گلہ ہے کوئی حالات سے، نہ شکایتیں کسی کی ذات سے
خود ہی ورق ہورہے ہیں جدا میری زندگی کی کتاب سے

تسلیم قادر...... منڈی بہاؤالدین

چلو عہد محبت کی ذرا تجدید کرتے ہیں
چلو تم چاند بن جاؤ ہم پھر سے عید کرتے ہیں

نبیلہ ناز پریشے...... ٹھینگ موڑ الہ اباد

مہربان ہو کے بلا لو مجھے چاہو جس وقت
میں گزرا وقت تو نہیں جو آنہ سکوں پھر

صبا زرگر، ذکا زرگر...... جوڑہ

درد نصیب سے ملتا ہے ورنہ......
اوقات تیری بھی نہیں مجھے تڑپانے کی

کوثر خالد...... جڑانوالہ

یہ ہم جو ہجر میں دیوار و در کو دیکھتے ہیں
جس منزل کے راہی ہیں ہم اسی رہگزر کو دیکھتے ہیں
ابھی گزریں گے اِدھر سے میرے حضور ﷺ لوگو
تم بھی دیکھ لو اُدھر ہی ہم جدھر کو دیکھتے ہیں

وقاص عمر...... بنگڑ تو حافظ آباد

بند آنکھوں میں وہ دکھتا ہے کھلی آنکھوں میں بھی
میری آنکھوں کو اسے دیکھنے کی عادت سی ہوگئی ہے
ہر وقت چھایا رہتا ہے دل و دماغ پر وہ
لگتا ہے اس کی مجھ پر حکومت سی ہوگئی ہے

انیلا طالب...... گوجرانوالہ

کاش آج کوئی صدقے کا گوشت ہی دے دے
یہ دعا بڑے درد سے ایک بچہ بروز عید مانگ رہا تھا

سنبل بلوچ...... آزاد کشمیر

میں نے طوفان کا رخ مڑتے دیکھا سنبل
جب ماں کے لبوں پہ اپنے لیے دعا کو دیکھا

کرن شہزادی...... مانسہرہ

ادب کی بات ہے ورنہ منیر سوچو تو
جو شخص سنتا ہے وہ بول بھی تو سکتا ہے

علشبہ نور...... بھیر کنڈ

سنو مغرور ہم بھی غضب کے ہیں

تیرے غرور کا بس احترام کرتے ہیں
ہم جانتے ہیں آپ سے آیا نہ جائے گا
ارم اسلم......کراچی

لہو سے دل، دل چہرے اجالنے کے لیے
میں جی رہا ہوں اندھیروں کو ٹالنے کے لیے
وہ ماہتاب صفت، آئینہ جبیں محسن
گلے ملا بھی تو مطلب نکالنے کے لیے
صبا عیشل......بھاگوال

سوچ کر میں نے چنی ہے آخری آرام گاہ
میں تھا مٹی اور مجھے مٹی کا گھر اچھا لگا
منزلوں کی بات چھوڑو کس نے پائیں منزلیں
اک سفر اچھا لگا اک ہم سفر اچھا لگا
انعم علی......کوٹ قیصرانی

روز محشر حساب ہوں گے
حسن والے خراب ہوں گے
بے وفاؤں کی گنتی ہوگی تو......
پہلی صف میں جناب ہوں گے
نادیہ احمد......دبئی

دل تو کیا چیز ہے ہم روح میں اتر جاتے
تم نے چاہا ہی نہیں چاہنے والوں کی طرح
فرح انیس......لاہور

ہمارے شہر آجاؤ سدا برسات رہتی ہے
کبھی بادل برستے ہیں کبھی آنکھیں برستی ہیں
حمیرا قریشی......حیدرآباد

چلے آؤ کہ پھر سے اجنبی ہوکر ملیں
تم میرا نام پوچھو میں تمہارا حال پوچھوں

biazdill@aanchal.com.pk

طیبہ خاور سلطان......عزیز چک، وزیرآباد

رولا سارا مک جاوے گا
جس دن ساہ رک جاوے گا
تحریم اکرم......لودھراں

ہر شخص کو منہ مانگی مرادیں نہیں ملتیں
ہر شخص مقدر کا سکندر نہیں ہوتا
مدیحہ نورین مہک......گجرات

ملتا ہوں ٹوٹ کر بچھڑتا ہوں شان سے
میں خوش مزاج شخص بہت دل جلا بھی ہوں
طاہرہ منور......کبیر والہ

اسے بتادو کہ میں اپنی دنیا میں مگن ہوں آیم
اور یہ بھی بتادینا کہ میری دنیا صرف تم ہو
فیاض اسحاق مہانہ......سلانوالی

اس کی یادوں میں اس کی باتوں میں
کہیں تو میرا عکس جھلملاتا ہوگا
لاکھ مصروف ہوگا وہ گھر کے کاموں میں
لیکن عید کا تہوار تو وہ مناتا ہوگا
روشی وفا......وہاڑی ماچھیوال

اور پھر یوں ہوا یادوں کی انگلی پکڑ کر
ہم اتنا چلے کہ رستے حیران رہ گئے
سیدہ لوبا سجاد......کہروڑ پکا

نہ جی بھر کے دیکھا، نہ کچھ بات کی
بڑی آرزو تھی ملاقات کی
عروسہ شہوار رفیع......کالا گجراں

میرے ساتھ ساتھ ہے وہ بڑی تن دہی سے لیکن
نہ درد آشنا ہے میرا، نہ مزاج داں ہے شاید
انجم اعوان......کورنگی کراچی

اعمال سے خالی دنیا کو آفات کی دیمک کھا گئی
ہم روز نمازیں چھوڑیں گے تو روزِ قیامت آئے گی
گڑیا مانی......حافظ آباد

تسکین دل کے واسطے وعدہ تو کیجیے

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

مسالے دار کلیجی

ضروری اشیاء:۔

کلیجی (دھولیں اور صاف کر کے خشک کر لیں)	آدھا کلو
لیموں کا رس	آدھا کپ
سرکہ	تین کھانے کے چمچ
دہی	ایک کپ
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
دھنیا پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
گرم مصالحہ پاؤڈر	ایک چوتھائی چائے کا چمچ
ہلدی پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
ٹماٹر (باریک چوپ کر لیں)	دو عدد
لہسن ادرک پیسٹ	تین چائے کے چمچ
پیاز (باریک چوپ کر لیں)	دو عدد
سرسوں کا تیل	حسب ضرورت
ہری مرچیں (چوپ کر لیں)	چار عدد

ترکیب:۔

کلیجی کو ایک پیالے میں ڈال کر اس میں لیموں کا رس سرکہ نمک اور ایک چوتھائی چائے کا چمچ ہلدی پاؤڈر ڈال کر بیس سے پچیس منٹ کے لیے ایک طرف رکھ دیں اور اس کو چھلنی میں ڈال کر سارا پانی نتھار دیں۔ پتیلی میں ہلکی آنچ پر سرسوں کا تیل خوب اچھی طرح گرم کر لیں، دہی لال مرچ پاؤڈر دھنیا پاؤڈر ہری مرچیں اور نمک ڈال کر بھونیں اس کے بعد ڈھکن ڈھک کر ہلکی آنچ پر پانی خشک ہونے تک پکائیں۔ آخر میں گرم مصالحہ پاؤڈر ڈالیں' مصالحہ دار کلیجی تیار ہے' سرونگ ڈش میں نکال کر باریک کٹی ادرک' لیموں' ٹماٹر اور سلاد کے پتے سے گارنش کر کے سرو کریں۔

انعم خالد......لاہور

فرائی مغز سبزیوں کے ساتھ

ضروری اشیاء:۔

مغز	دو عدد
ہلدی پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
لال مرچ پاؤڈر	حسب ذائقہ
لیموں (رس نکال لیں)	دو عدد
پیاز (سلائس کاٹ لیں)	تین عدد
دہی	چار کھانے کے چمچ
لہسن پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
ادرک پیسٹ	ڈیڑھ کھانے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
شملہ مرچیں (بیج نکل کر کیوبز کاٹ لیں)	دو عدد
ٹماٹو پیوری	دو کھانے کے چمچ
ہری مرچیں	دو عدد (کاٹ لیں)
سرکہ	دو کھانے کے چمچ

ترکیب:۔

مغز میں ڈیڑھ کھانے کا چمچ لہسن پیسٹ' نمک' ڈیڑھ چائے کا چمچ ہلدی پاؤڈر اور سرکہ ڈلا کر ابال لیں۔ اس کو صاف کر کے مغز کے ٹکڑے کاٹ کر ایک پلیٹ میں رکھلیں' پتیلی میں تیل گرم کر کے اس میں پیاز ڈال کر سنہری کریں اس کے بعد اس میں نمک' لال مرچ پاؤڈر' دہی' لہسن' ادرک پیسٹ' ٹماٹو پیوری' ہری مرچیں اور باقی بچا ہوا ہلدی پاؤڈر ڈال کر بھونیں اس کے بعد اس میں

ٹماٹر، شملہ مرچ اور مغز ڈال کر فرائی کریں۔ آخر میں لیموں کا رس ڈال کر تھوڑی دیر دم پر رکھ کر سرونگ ڈش میں نکالیں۔ مزے دار فرائی مغز سبزیوں کے ساتھ تیار ہے، گرم گرم سرو کریں۔

مہوش کمال..... ملتان

مٹن مصالحے دار بریانی

ضروری اشیاء:۔

بکرے کا گوشت	ڈیڑھ کلو
چاول	ڈیڑھ کلو
تیل	ڈیڑھ کپ
لہسن پیسٹ	ایک کھانے کا چچ
ادرک پیسٹ	ایک کھانے کا چچ
دھنیا پاؤڈر	دو کھانے کے چچ
نمک	حسب ذائقہ
پیاز	دو عدد (سلائس کاٹ لیں)
دہی	ایک کپ
گرم مصالحہ پاؤڈر	دو چائے کے چچ
دار چینی	تین ٹکڑے
لونگ	چھ عدد
ثابت سیاہ مرچ	دس عدد
بڑی الائچی	دو عدد
جائفل	چھوٹا ٹکڑا
جاوتری	تین چھوٹے ٹکڑے
چھوٹی الائچی	چار عدد
ہری مرچیں	چھ عدد
ٹماٹر	دو عدد (چھوٹے ٹکڑے کر لیں)
زعفران	ڈیڑھ چائے کا چچ
گرم دودھ	چھ کھانے کے چچ
آلو	تین عدد
کیوڑا	چند قطرے

ترکیب:۔

ایک پتیلی میں تیل گرم کر کے اس میں پیاز ڈال کر براؤن ہونے تک فرائی کریں اس کے بعد نکال کر الگ رکھ لیں۔

اب اسی تیل میں دو عدد دار چینی کے ٹکڑے، دو عدد چھوٹی الائچی، تین عدد لونگ، پانچ عدد ثابت سیاہ مرچیں، ایک عدد بڑی الائچی، ایک عدد جاوتری اور تھوڑا سا جائفل ڈال کر چچ چلائیں اس کے بعد اس میں بکرے کا گوشت، لہسن پیسٹ، ادرک پیسٹ، دھنیا پاؤڈر، لال مرچ پاؤڈر اور نمک ڈال کر گوشت کا پانی خشک ہونے تک بھونیں اس کے بعد اس میں دہی، آلو اور براؤن کی ہوئی پیاز کو چورا کر کے ڈالیں۔ گوشت گلنے کے بعد اس میں گرم مصالحہ پاؤڈر شامل کریں اور پانچ منٹ کے لیے دم پر رکھ دیں۔

ایک دوسری پتیلی میں چاول ڈال کر اس میں دار چینی، لونگ، ثابت سیاہ مرچیں، بڑی الائچی، جائفل، جاوتری، چھوٹی الائچی اور نمک شامل کر کے ایک کنی رہنے تک ابال لیں۔ اس کے بعد پانی نتھار کر چاولوں کو ایک طرف رکھ دیں، گرم دودھ میں زعفران بھگو کر ایک طرف رکھ دیں، ایک بڑے پتیلے میں پہلے ابلے ہوئے ڈیڑھ کلو چاولوں کی تہہ لگائیں اس پر تیار کیے ہوئے گوشت کا آمیزہ، ٹماٹر، مرچیں اور ہرا دھنیا ڈال کر باقی چاول ڈال دیں، آخر میں دودھ میں بھگویا ہوا زعفران اور کیوڑا ڈال کر ڈھکن ڈھک کر دم پر لگا دیں۔ لذیز مٹن مصالحے دار بریانی تیار ہے، سرونگ ڈش میں نکال کر رائتے کے ساتھ گرم گرم سرو کریں۔

مسز طارق..... کراچی

اچاری قیمہ دیگی پلاؤ

ضروری اشیاء:۔

قیمہ (بکرے یا گائے کا)	ایک کلو
باسمتی چاول	ایک کلو
اچار	ڈیڑھ کپ
پیاز	دو عدد

لہسن، ادرک پیسٹ	دو کھانے کے چمچ
ہری مرچیں	تین سے پانچ عدد
کڑی پتے	تین سے چار عدد
گرم مصالحہ پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچ
تیز پات	ایک عدد
لیموں	ایک عدد
(باریک گول لچھے کاٹ لیں)	
لونگ	پانچ عدد
ثابت سیاہ مرچیں	پانچ عدد
پانی	چار کپ
نمک	حسب ذائقہ
دہی	ایک کپ
یلو فوڈ کلر	چند قطرے
ہلدی پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
ٹماٹر	دو عدد (باریک کاٹ لیں)
تیل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

ایک سوس پین میں تیل گرم کرکے اس میں پیاز ڈال کر چمچ چلائیں، براؤن ہونے تک اس میں قیمہ ڈالیں اور قیمہ کی رنگت براؤن ہونے پر اس میں دہی، ٹماٹر، چار ہری مرچیں، لہسن ادرک پیسٹ، کڑی پتے، نمک، گرم مصالحہ پاؤڈر، تیز پات، لونگ، ثابت سیاہ مرچیں اور ہلدی پاؤڈر ڈال دیں اور بھونیں جب تیل الگ ہوجائے اور قیمہ گل جائے تو پانی ڈالیں اور ابال آجائے تو اس میں چاول اور یلو فوڈ کلر ڈال کر چمچ چلائیں۔

جب پانی سوکھ جائے تو ہلکی آنچ پر دم پر رکھ دیں، مزے دار اچاری دیگی پلاؤ تیار ہے۔ سرونگ ڈش میں نکال کر لیموں سے گارنش کریں اور رائتہ کے ساتھ گرم گرم سرو کریں۔

ام حبیبہ...... گجرات

شامی کباب

ضروری اشیاء:۔

گائے کی بوٹی	ڈیڑھ کلو
چنے کی دال	ایک پیالی
ثابت لال مرچ	8عدد
ثابت کالی مرچ	6عدد
بڑی الائچی	دو عدد
دار چینی	ایک ٹکڑا
دہی	ایک چائے کا چمچ
لہسن کے چھلے جوئے	4عدد
ادرک	ایک چھوٹا ٹکڑا
ثابت دھنیا	ایک چائے کا چمچ
سفید زیرہ	ایک چائے کا چمچ
باریک کٹا ہوا ہرا دھنیا	ایک گٹھی
باریک کٹا ہوا پودینہ	ایک گٹھی
باریک کٹی ہری مرچ	4عدد
باریک کٹی پیاز	ایک عدد
باریک کٹی ادرک	ایک ٹکڑا
انڈے کی سفیدی	دو عدد
کارن فلور یا چاول کا آٹا	دو کھانے کے چمچ
تیل تلنے کے لیے	حسب ضرورت
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

ایک دیگچی میں ڈیڑھ کلو گائے کی بوٹی دھوکر ڈالیں، ساتھ میں چنے کی دال، لہسن، ادرک، بڑی الائچی، ثابت کالی مرچ، نمک، ثابت دھنیا، سفید زیرہ اور اتنا پانی ڈال دیں کہ گوشت گل جائے تو ایک چائے کا چمچ دہی شامل کردیں، پانی خشک ہوجائے تو اسے سل یا چوپر میں پیس لیں پھر ہرا دھنیا، پودینہ، باریک کٹی ہری مرچ، پیاز، ادرک دو کھانے کے چمچ کارن فلور اور انڈوں کی سفیدی ڈال کر اچھی طرح ملائیں کباب بنا کر فرائنگ پین میں فرائی کر لیں۔

ثمرین رشید...... راولپنڈی

چائنیز بیف

اجزاء:۔

بیف (درمیانے ٹکڑے)	300 گرام
پیاز	ایک عدد
ہرا پیاز	دو عدد
ووسٹر ساس	دو کھانے کے چمچ
اویسٹر ساس	ایک کھانے کا چمچ
کارن فلور	دو کھانے کے چمچ
کالی مرچ	1/4 چائے کا چمچ
سفید مرچ	1/4 چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
تیل	حسب ضرورت
لہسن	چار جوئے

ترکیب:۔

بیف انڈر کٹ کے چھوٹے چھوٹے سلائس کر لیں۔ پین میں تیل ڈال کر گرم کر لیں لہسن اور بیف کے پیسز ڈال دیں' براؤن ہو جانے پر نکال لیں۔ ہری پیاز باریک کاٹ لیں' پیاز لچھوں میں کاٹ لیں اور لہسن باریک کاٹ لیں۔ دوسرے پین میں لہسن ڈال کر ہلکا بھون لیں۔ اس میں پیاز اور کٹی ہوئی ہری پیاز' کالی مرچ' سفید مرچ' ووسٹر ساس اور اویسٹر ساس ڈال دیں۔ تین سے چار منٹ پکانے کے بعد اس میں فرائی کیا ہوا بیف شامل کر دیں۔ اب ایک کپ پانی کے ساتھ کارن فلور شامل کر دیں۔ تین سے چار منٹ پکانے کے بعد آپ کا چائنیز بیف تیار ہے۔

پریزنٹیشن

چائنیز بیف کو پلیٹ میں ڈال کر کھیرے کے باریک قتلوں' پودینے کے چند پتوں اور کٹے ہوئے ٹماٹر سے سجا کر پیش کریں۔

شمالہ جاوید...... بہاولپور

بیف برگر

اجزاء:۔

گائے کا قیمہ	ڈیڑھ کلو
کھیرا	ایک عدد سلائس میں کٹا ہوا
نمک	ایک چائے کا چمچ
تھائم	ڈیڑھ چائے کا چمچ
تیل	دو کھانے کے چمچ
برگر بن	حسب ضرورت
بریڈ سلائس	دو عدد
ٹماٹو کیچپ	ڈیڑھ کپ
کالی مرچ پاؤڈر	ڈیڑھ چائے کا چمچ
وورچسٹر ساس	ایک کھانے کا چمچ
سلاد کے پتے	حسب ضرورت
ٹماٹر	ایک عدد سلائس میں کٹا ہوا
انڈہ	ایک عدد
میونیز	ایک کپ
مسٹرڈ پاؤڈر	ڈیڑھ چائے کا چمچ
چیز سلائس	حسب ضرورت

ترکیب:۔

قیمے کو چاپر میں ڈال کر ساتھ ہی کالی مرچ' نمک' وورچسٹر ساس' انڈہ' مسٹرڈ پاؤڈر' تھائم' اوریگانو ڈال کر باریک چاپ کر لیں اور گول کباب بنا کر ایک پین میں تھوڑا سا تیل ڈال کا ذرا تیز آنچ پر دونوں سائیڈوں سے پکا لیں کیونکہ ہلکی آنچ پر پکانے سے کباب خشک ہو کر اکڑ جائیں گے۔ کباب تیار ہو جائیں تو بن کے ایک حصے پر میونیز لگائیں پھر سلاد کا پتا پھر چیز سلائس پھر بیف کباب اور پھر کھیرا اور ٹماٹر رکھ کر بن کے دونوں حصوں کو آپس میں جوڑ لیں' مزے دار بیف برگر کھانے کے لیے پیش کریں۔

ماہم بتول...... خانیوال

بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

زلفیں...... قابل رشک بھی قابل توجہ بھی

خواتین کے حُسن کے حوالے سے ہمیشہ اُن کی زلفوں کا تذکرہ لازم وملزوم سمجھا جاتا ہے۔ گھنی، چمک دار اور خوب صورت زلفیں ہمیشہ ہی سے حُسن میں ایک بے مثال اضافہ سمجھی جاتی ہیں۔ زلفیں چاہے تراشیدہ ہوں یا لمبی چوٹی کی صورت میں ہوں، دونوں ہی حالت میں اسی وقت اچھی لگتی ہیں جب ان پر مناسب اور مکمل توجہ دی جائے اور ان کی صحت کا خیال رکھا جائے۔

تیل: بالوں کے لئے تیل لازمی شے ہے، ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ فیشن کے خیال سے اپنے بالوں میں تیل نہ لگائیں اور یہ سوچیں کہ آپ کے بال خوب صورت نظر آئیں۔ بالوں کا حُسن تیل کا محتاج ہوتا ہے اگر آپ کو تیل لگے بال اچھے نہیں لگتے تو اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ رات کو تیل لگا کر سو جائیں اور صبح سر دھولیں۔ اس طرح آپ کے بالوں کو تیل کی خوبیاں بھی مل جائیں گی اور آپ کا فیشن کرنا بھی متاثر نہیں ہوگا۔

تیل کی اقسام: آپ اپنے بالوں میں زیتون، سرسوں، ناریل میں سے کوئی ایک تیل منتخب کرکے لگاسکتی ہیں۔ عام طور پر زیتون کا تیل خشک بالوں، ناریل کا تیل نارمل بالوں اور سرسوں کا تیل چکنے بالوں کے لئے مفید ہوتا ہے۔

مساج: بالوں میں تیل لگا کر انگلیوں کے سرے سے سر کا اچھی طرح مساج کریں۔ یہ مساج ہلکے ہاتھوں سے کریں، کنپٹیوں پر، سر کے درمیانی حصے اور پیچھے کی طرف مرحلہ وار مساج کریں۔ کنپٹیوں کی اوپری جانب سے بال اگنے کا عمل شروع ہوتا ہے اس لئے یہاں کا مساج بہت ضروری ہے۔

تیل لگانے کا دورانیہ: کچھ خواتین بالوں میں حد سے زیادہ تیل لگالیتی ہیں جو ان کے کپڑوں اور تکیہ وغیرہ میں لگ جاتا ہے۔ کبھی بھی اتنا تیل نہ لگائیں کیوں کہ آپ کے سر کی جگہ یعنی جلد ایک خاص حد تک ہی تیل جذب کرتی ہے۔ تیل لگانے کا دورانیہ زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے سے لے کر رات بھر تک لگائیں۔ اس سے زیادہ دیر تک تیل کبھی نہ لگائیں کیوں کہ اتنی دیر تک تیل لگانے سے بالوں کی جلد تک آکسیجن نہیں پہنچ پاتی ہے جس سے بال ٹوٹنا اور گرنا شروع ہوجاتے ہیں۔ ہاں بے شک روزانہ تیل لگائیں مگر دو گھنٹے یا زیادہ سے زیادہ رات کو لگائیں اور صبح سر دھولیں ورنہ بالوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

کنگھی کرنا: بالوں میں کنگھی کرنا بہت اچھا ہے اس سے سر کا دوران خون تیز ہوتا ہے۔ بالوں میں دن بھر میں تین، چار دفعہ کنگھی ضرور کریں۔ کنگھی لکڑی کی ہو تو بہت اچھا ہے۔ ٹوٹے دانتوں والی کنگھی کبھی استعمال نہ کریں اور گیلے بالوں میں کبھی کنگھی نہ کریں اس سے بال بہت زیادہ ٹوٹتے ہیں اور بالوں کی جڑیں کمزور ہونے لگتی ہیں۔ کنگھی کرنا بالوں کے لئے بہترین ورزش ہے اس لئے کنگھی کرنے کو اپنی عادت بنائیں۔ بعض خواتین دن بھر کے کاموں میں اتنی الجھ جاتی ہیں کہ انہیں کنگھی کرنا ہی یاد نہیں رہتا ہے۔ یہ بہت غلط بات ہے ایسی صورت حال میں ان کے بال بالکل خشک، روکھے، کمزور اور بدرونق ہوجائیں گے اس لئے خود کو اتنا وقت ضرور دیں کم از کم کنگھی ضرور کریں۔ اگر بال الجھے ہوئے ہوں تب بھی جارحانہ انداز میں زور زور سے کنگھی نہ کیا کریں اس سے بال کمزور ہوجائیں گے اور ٹوٹنے لگیں گے۔ احتیاط سے تیل ڈال کر بال سلجھائیں اور ہلکے ہاتھوں سے کنگھا کریں۔

جیل، موس اور ہیئر کلر: آج کل فیشن ہے کہ بالوں کی خوب صورتی اور چمک دمک کے لئے بازار میں جیل، موس اور ہیئر کلر دستیاب ہیں جن سے بالوں کو سیٹ کیا جاتا ہے اور انہیں مختلف نئے رنگ اور نئے انداز بھی دیئے جاتے ہیں۔ آپ ان چیزوں کے استعمال میں بہت احتیاط برتیں۔ یہ ہیئر اسپرے، جیل اور موس اگر اچھی کمپنی کے نہ ہوں یا اگر آپ کے سر کی جلد اور بالوں سے مناسبت نہ

رکھتے ہوں تو آپ کی زلفوں کو ناقابل بیان نقصان پہنچ سکتا ہے۔ بہت سی خواتین ان چیزوں کی بدولت اپنے خوب صورت بالوں سے محروم ہوچکی ہیں اس لئے یہ چیزیں استعمال کریں تو ان کا برانڈ اور معیار ضرور چیک کریں یا ایسی چیزیں استعمال کریں جو پہلے ہی بہت زیادہ آزمودہ اور بے ضرر ہوں اور آپ کے بالوں کے حساب سے مناسب ہوں۔

بالوں کا حُسن: ذیل میں آپ کے بالوں کے حُسن میں اضافے اور ان سے متعلق مسائل کے حل کے چند آزمودہ گھریلو نسخے درج ہیں جو یقیناً آپ کے لئے مفید اور کارآمد ہوں گے۔

سر کی خشکی دور کرنے کے لئے: دہی میں تھوڑا سا خالص سرسوں کا تیل ملا کر سر دھونے سے آدھا گھنٹہ پہلے سر میں لگائیں۔ آدھے گھنٹے کے بعد سر دھولیں۔ یہ عمل ہفتے میں ایک بار ضرور کریں۔ بال گھنے اور چمک دار ہوجائیں گے اور خشکی بھی ختم ہوجائے گی۔

بال لمبے اور نرم کرنے کے لئے: ایک انڈے کی زردی میں دو چمچے سرسوں کا تیل ملالیں اور خوب پھینٹ لیں اس کے بعد بالوں کی جڑوں میں اچھی طرح انگلیوں کی پوروں کی مدد سے لگائیں۔ یہ عمل سر دھونے سے تین گھنٹے پہلے کریں۔ آپ کے بال لمبے اور مضبوط ہوجائیں گے۔

بالوں کو گھنا بنانے کی ترکیب: تازہ ناریل کا کچا پانی احتیاط سے کسی بوتل میں محفوظ کرلیں اور روزانہ بالوں میں صبح سو کر اٹھنے کے بعد آہستہ آہستہ لگائیں۔ بال چند دنوں میں گرنا بند ہوجائیں گے اور لمبے، گھنے اور مضبوط ہوجائیں گے۔

بالوں کو سیاہ کرنا: اگر آپ کے بال سفید ہورہے ہوں تو سیکا کائی، آملہ اور بالچھڑ لے کر (پنساری کی دکان سے مل جائے گا) کوٹ لیں اور رات کو کسی لوہے کے برتن میں بھگودیں۔ صبح ان چیزوں کو پیس کر پندرہ منٹ تک بالوں میں لگائیں اور پھر سر دھولیں۔ چالیس دن تک متواتر یہ عمل کرنے سے سفید بال سیاہ ہوجائیں گے۔

بالوں کو لمبا اور گھنا کرنے کے لئے: سرسوں کی کھلی کو پانی میں بھگودیں جب پھول کر نرم ہوجائے تو اس سے سر دھوئیں۔ بال لمبے اور گھنے ہوجائیں گے۔

بالوں کو بڑھانے کا طریقہ: بیری کے پتے سل پر باریک پیس کر چٹنی کی طرح پیس لیں پھر سر دھونے سے ایک گھنٹہ قبل اسے بالوں میں لگا کر چھوڑ دیں، ایک گھنٹہ بعد سر دھولیں۔ چالیس دنوں میں بال لمبے، گھنے اور چمک دار ہوجائیں گے۔

بالوں کے حُسن کے لئے: اُڑد کی دال کالے چھلکوں والی کو پیس کر رکھ لیں۔ روزانہ رات کو مٹھی بھر دال کسی برتن میں بھگودیں، صبح اسی دال سے سر دھوئیں۔ چالیس دنوں میں بال خوب صورت اور چمک دار ہوں گے۔

بالوں کی چمک کے لئے: بالوں میں چمک پیدا کرنے کے لئے پاؤ بھر مسور کی دال میں ایک دیسی انڈا ملا کر سائے میں خشک کرلیں پھر اسے باریک پیس لیں اور محفوظ کرلیں۔ سر دھوتے وقت تھوڑی سی مقدار میں نکال کر استعمال کریں۔ بالوں میں چمک آجائے گی۔

بالوں کو لمبا اور گھنا کرنے کی ترکیب: ناریل کے تیل میں برگد کے درخت کی جڑیں تھوڑی سی مقدار میں باریک کاٹ کر ڈالیں۔ پندرہ دن تک تیل کو روزانہ دھوپ لگائیں اور جڑیں تیل میں رہنے دیں۔ پندرہ دن بعد اس تیل کو استعمال کریں بالوں کو لمبا اور گھنا کرنے کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتا ہے۔

بالوں کا جادو: اگر آپ بہت کم وقت اور نہایت آسانی سے اپنے بالوں کو لمبا اور گھنا کرکے ان میں جادو جگانا چاہتی ہیں تو گھیکوار کے گودے کو زیتون کے تیل میں ملا کر روزانہ رات کو سر میں لگائیں اور صبح کو سر دھولیں، بہت جلد آپ کے بال لمبے اور گھنے ہوجائیں گے۔

ایمان وقار

آخری رات

رات ایسا ہوا
میرے بستر کی سب سلوٹیں
ان میں لپٹی ہوئی' میری بے چین سی وہ سبھی کروٹیں
میری آنکھوں کے کونوں میں دبکے ہوئے
چند سہمے ہوئے وہ مرے خواب بھی
اور ہونٹوں کی دہلیز پر
میری اکھڑی ہوئی سانس کی پنکھڑی
میرے قدموں سے لپٹی ہوئی
زندگی کی رمق
اور مٹھی میں جو آخری رات تھی
وہ تم لے گئے

سلمیٰ غزل...... کراچی

غزل

آزادی کے مارچ ہمارے دیس میں ہیں
کچھ دشمن بھی سیدھے سادھے بھیس میں ہیں
کون دوبارہ ظلم سے لڑنے آئے گا؟
اسی لیے سب حق کے لیے اس ریس میں ہیں
شیشہ گر بھی ہم پر پتھر پھینکیں گے
وہ بھی جو نامزد قتل کے کیس میں ہیں
اک پرچم کے سائے تلے کاش آجائیں
وہ فرقے جو بٹے ہوئے اس دیس میں ہیں
ہم تم یونہی لڑتے رہے تو ان کو کل
پہچانے گا کون؟ جو دشمن کے بھیس میں ہیں

سباس گل...... رحیم یار خان

نظم

عید آئی ہے تو پھر آج میرے سینے میں
اک خواہش نے بہت زور سے انگڑائی لی
جی میں آیا تو ساتھ ہو تنہائی ہو
رات نشیلی ہو اور شام ہو گہری نیلی
اور ہم دونوں کسی مکان کی چھت پر
دور ہی دور کہیں فلک پر تکتے جائیں
چاند کو ڈھونڈتے ایک دوجے کو دیکھیں دم بھر
دل کے جذبات نگاہوں سے چھلکتے جائیں
اور آ جائے نظر چاند کی ایک جھلک
اپنے چہرے پر مسرت سے نکھار آ جائے
پھر میرے ذہن میں اشعار اترتے آئیں
میں تصور میں سنواروں تیری الجھی زلفیں
اور ان زلفوں میں پھر شب کی سیاہی بھر دوں
تیرے چہرے کو کسی چاند کی تشبیہ دے کر
ایک عالم میں اجالا ہی اجالا کر دوں
تیرے ہونٹوں کو کسی پھول کی لالی دے دوں
اور اس لالی کو پھر خون سے پائندہ کر دوں
تیرے ہاتھوں میں بسا کر میں حنا کی خوشبو
رنگ وخوشبو سے گلابوں کو بھی شرمندہ کر دوں
یا بہادوں انہیں سچ مچ کسی ساون کی طرح
تیری بانہوں میں سجادوں بہت سے گجرے
تو نگاہوں کو جھکائے نئی دلہن کی طرح
میں تیرا حسن جہاں سو مکمل کر کے
چند لمحوں کے لیے پیار سے تجھ کو دیکھوں
ایک انگلی سے اٹھاؤں تیری ٹھوڑی جاناں
اور دھیرے سے تجھے عید مبارک کہہ دوں

رن شبیر...... کراچی

چھ ستمبر اور عیدالاضحیٰ

چھ ستمبر آیا ہے عید ہماری چہکی ہے
پاک وطن کا قریہ قریہ ڈالی ڈالی مہکی ہے
جب جب دشمن نے چھیڑا اپنی منہ کی کھائی ہے
ہار مقدر ہوگئی پھر تو ہوئی خوب رسوائی ہے
اب بھی اپنے پاک جوان ہر دم رہتے ہیں تیار
جھانکے تو ذرا دشمن آکر دیکھے پھر وہ اپنی ہار

ڈھالے تُو کشمیر پہ جتنے ظلم و ستم تُو نے ڈھانے ہیں
جتنے بھی دشمن ہیں اپنے اک دن ہم نے مٹانے ہیں
قربانی سے ہم نہیں ڈرتے بکرے ہوں یا اپنی جان
اللہ سے فریادیں کر کر بچائیں گے اپنا پاکستان
غداروں کو سیدھا کرکے تیری باری آنے والی ہے
کلمے کی شمشیر تو کوثر ہم نے تیز کروالی ہے
کوثر خالد...... جڑانوالہ

غزل

میں تھی، وہ تھا اور آں محبت تھی
زندگی کتنی خوب صورت تھی
لمحہ لمحہ سفر تھا چاہت کا
خوب اپنی بھی اک حکایت تھی
راستے پھول بن گئے اپنے
کیا حسین عشق کی وہ سنگت تھی
تھی محبت گمنام ہونے کو
خالی خالی سی ایک حسرت تھی
کچھ نہیں سوائے ایک خار دار
جس جگہ اک فصیل نفرت تھی
مل کے نوشین خود سے کیا کرتی؟
خود سے ملنا بھی جیسے وحشت تھی
نوشین اقبال نوشی...... گاؤں بدر مرجان

غزل

ہر گھڑی تجھ کو یاد کرتی ہوں
روز جیتی ہوں روز مرتی ہوں
غم سے بوجھل جو شام ہوجائے
ہجر موسم میں آہ بھرتی ہوں
کھول سکتی ہوں بھید میں سارے
تیری رسوائیوں سے ڈرتی ہوں
اب تو محفل میں جی نہیں لگتا
خود میں ڈوبی میں تنہا رہتی ہوں
اپنی غزلوں کے ساتھ تمثیلہ
کچھ گلابوں کا ذکر کرتی ہوں
تمثیلہ لطیف...... لاہور

عید غزل

عید کے لیے نئے الفاظ بناؤں کیسے
اپنے جذباتوں کو کاغذ پر اترواؤں کیسے
جاکے کسی سے میں یہ کہوں کیسے
اس عید پر وہ آگئے ملنے یہ پوچھوں کیسے
تنہائی میں بیٹھی سوچتی رہی میں جانِ جہاں
مجھے محبت ہے تم سے یہ بتاؤں کیسے
کوئی پڑھ نہ لے میری ان اداس آنکھوں کو
تم ہی بتاؤ رخ سے پردہ اپنے اٹھاؤں کیسے
دل میں چھپے محبت کے دیئے بجھ نہ جائیں کہیں
اب تیز ہواؤں سے انہیں بچاؤں کیسے
اب تو عید بھی گزرتی جارہی ہے کومل
وہ نہیں آئیں گے ملنے یہ دل کو سمجھاؤں کیسے
کومل قدیر احمد......

گیارہ ستمبر؟

تجھے کھویا ہے گیارہ ستمبر اے قائد
جیسے ٹھہر گیا ہوں کوئی سرد ستمبر
تیرے چلے جانے سے یوں محسوس ہوتا ہے
جیسے اٹھ گیا ہو سر سے کوئی سایہ شفقت
تُو نے جو کیا ہے اس اہل وطن پر
احسان نہ وہ کبھی چکا پائیں گے ہم
اے قائد دیکھو تو ذرا
جو مالا تم نے پروئی تھی
وہ آج ٹوٹ کے بکھر رہی ہے
وہ لوگ جو وطن پر جان دیا کرتے تھے
آج وہی تیرے ہم وطنوں کی جان کے دشمن بنے پھرتے ہیں
اک دعا آج کے دن یارب تجھ سے کرتے ہیں
لیا تھا جو اک عظیم رہنما ہم سے
تو لوٹا دے آج ہی کے دن ایسا رہبر
جو اس ٹوٹی مالا ان بکھرے لوگوں کو

اک جان کر کے جوڑ دے
اک قائد اور دے جو اس بکھری مالا کو پھر سے پروئے
پھر قائم ہو اک ایسی مثال
کہ جس کی بنیاد ہو بھائی چارہ و مساوات
تیری کمی سی محسوس ہوتی ہے اے قائد
کہ آج کے دن پھر سے آیا ہے وہ دن
دیکھ تیرے قول تیری باتیں بھول سے گئے ہیں
کیے تھے جو عزم وہ وعدے بھول سے گئے ہیں
آ...... پھر سے اس جنم کہ ہو پھر سے وہی عزم
کہ ہے نہ یہ وطن ان لٹیروں کا
ہو جو اگر راج تو صرف
تیرے جیسے شیروں کا
ہاں! ایسے تھے وہ عقل و دانش سے مالا مال
کہ نہیں ملتی اس دنیا میں کوئی دوسری مثال
بہت پر کیف تھیں یہ وادیاں یہ بہاریں
کہ سحر ٹوٹ رہا ہے جیسے تھیں یہ آبشاریں
آج بھی ملک دشمن حیران ہے
کہ ہر دل پر تیرا وہی مقام ہے
تباہ ہو جائے گی یہ قوم اس دن
بھلا دے گی یہ تیرے ہر قول کو جس دن
وہ تیری قیادت وہ سعادت کب بھولے ہیں
بس ذرا سا بھٹکے ہیں ذرا سا بھولے ہیں
آج ہر آنکھ رو رہی ہے اس لیے
کہ تو پاس ہو کر بھی دور ہے تو کس لیے
آج کے دن وہی عزم ہمیں پھر سے دہرانا ہے
ہمیں ملک بچانا ہے ہمیں ملک بچانا ہے
تیرے گرے ہوئے مفلس و لاچار لوگوں کو
سہارا دے کر اٹھانا ہے ان کا حق دلانا ہے
اور اس مقام تک لانا ہے کہ اے قائد!
خدا کے سامنے سرخرو ہو جانا ہے

ثنائیہ امیر

جب بھی عید آتی تھی

پچھلے بہت سے برسوں میں
بس تیرا انتظار رہتا تھا
جب بھی عید آتی تھی
اک نیا زخم جدائی
دے جاتی تھی
دل ناداں کو بہت
اذیت سہنا پڑتی تھی
ہر بار خود کو نئے سرے سے
تیار کرنا پڑتا تھا
کہ اب نیا زخم کیسا ہوگا
ہر عید پر دل میں
اک نیا شور بپا ہوتا تھا
کہ اب کی بار شاید
انتظام ختم ہو جائے
اور ہماری عید بھی
سہانی سی گزرے
اب کی بار پھر
دل میں اک نئی
سی جوت جگی ہے
کہ عید آ رہی ہے

طیبہ نذیر...... شادیوال' گجرات

آؤ کہ عید ہو جائے

محبتوں کے اس آبلہ پائی کے سفر میں
تپتے ہوئے صحرا میں
کئی برس بیت گئے
نین تیری راہ گزر میں بچھائے
ایک پل کو چین و قرار نہیں
اب تو دل کو تیرا انتظار نہیں
پھر بھی......
دل کے کسی پر سکون گوشے سے
اک ہوک سی اٹھتی ہے
اک بار تو چلے آؤ

چلے آؤ چلے آؤ
آؤ کہ عید ہوجائے
آؤ کہ عید ہوجائے
آنسہ شبیر..... ڈوگہ شریف

ایک سلجھی سی لڑکی

وہ سلجھی سی اک لڑکی
بڑی بڑی آنکھوں والی
وہ سلجھی سی اک لڑکی
بڑی ترتیب سے رکھتی تھی
جو سب چیزوں کو رشتوں کو
سب اپنی ہستیوں کو.....
کچھ اِدھر کا اُدھر نہیں
کچھ اُدھر کا اِدھر نہیں
پر جانے کیوں اب......
وہ بڑی بڑی آنکھیں اداس رہتی ہیں
اب سب کچھ اس کے کمرے میں ویسے تو سب
ترتیب سے ہے لیکن اب
وہ آنکھیں اداس اداس رہتی ہیں
وہ خود بکھری بکھری ہے......
ہاں وہ سلجھی سی اک لڑکی
اب بکھری بکھری سی ہے
سیدہ رابعہ......

عید

اب تم بن کیسے ہم عید منائیں گے
آنسو پلکوں سے ٹوٹ کر جائیں گے
تم نے نہ سوچا ہمارے لیے اک پل بھی
تیری چاہت میں ہم حد سے گزر جائیں گے
لوگ خوش رو ہوکر رات کو نکلے تو
ہم اپنی آنکھوں کی حسرت کو مٹائیں گے
زندگی بن تیرے ہوئی ہے کتنی مشکل
غبار دل کا اب اک بار ہی بہائیں گے

کتنی عیدیں تیرے بن خالی گزریں
اب کے برس کچھ خاص کر جائیں گے
تیرے آنے کی امید میں ہم راج
زندگی کی قید سے آزاد ہوجائیں گے
سید عبادت کاظمی.....ڈیرہ اسماعیل خان

غزل

ہے دل مضطرب کی حالت بیاں سے باہر
جیسے ہے زمین کا ملن آسماں سے باہر
تیرے حسن کا قصیدہ ہو کس طرح مکمل
چاند رہ نہیں سکتا کہکشاں سے باہر
ڈال دیئے ہیں تم نے درِ دل پر قفل
مکین کس طرح جائے اب مکاں سے باہر
دھرے پاؤں جب زرد پتوں کے ڈھیر پر
بہار سسکیاں لیتی رہی گلستاں سے باہر
تیری کج ادائی کا فقط شکوہ کیا تھا
پچھتا رہے ہیں حرف وہ زباں سے باہر
فصیل درد کی پیائش کب ہوسکی
فاصلہ اس قدر کہ میرے گماں سے باہر
نقصان جو بھی ہو احساسِ غم نہیں
دلوں کے سودے ہیں سود و زیاں سے باہر
جستجو اسی کی ہے قلب و نظر کو
رہتا ہے جو میرے دلِ ناداں سے باہر
فصیحہ آصف خان......ملتان

غزل

تمہیں حقیقت میں یاد آؤں تو فون کرنا
تمہارے دل میں جو گنگناؤں تو فون کرنا
ابھی تو تم کو نئی محبت کا آسرا ہے
تمہارے خوابوں میں لوٹ آؤں تو فون کرنا
تمہیں اندھیروں سے خوف آتا ہے جانتا ہوں
تمہارے آنگن میں جگمگاؤں تو فون کرنا
تمہیں کبھی جو کسی بھی مشکل کا سامنا ہو
میں تم سے نظریں اگر چراؤں تو فون کرنا

کبھی جو شدت سے یاد میری تمہیں ستائے
تمہاری آنکھوں میں مسکراؤں تو فون کرنا
میں مانتا ہوں محبتوں کا سفر کٹھن ہے
تمہیں کبھی جو میں آزماؤں تو فون کرنا
مجھے پتا ہے کہ تم تو پتھر بنے ہوئے ہو
میں ایک پتھر میں گدگداؤں تو فون کرنا
میں تم کو راشد ترین شدت سے چاہتا ہوں
میں عکس بن کر تمہیں ستاؤں تو فون کرنا
راشد ترین...... مظفر گڑھ

یہ لڑکیاں تتلیوں جیسی

اکثر میں یہ سوچتی تھی کہ
تتلیوں کے رنگ اتنے خوب صورت کیوں لگتے ہیں
مگر میں یہ بھول بیٹھی تھی
کہ تتلیوں کے کچے رنگ
ہمیشہ نہیں رہتے
زور سے پکڑو گے تو اتر جائیں گے
ارمانوں کے کچے رنگ بھی
زمانے کے گرم و سرد سے اتر جاتے ہیں
اب تو صرف یہی ایک بات ذہن میں ٹھہر گئی
خواب بھی ٹوٹ جاتے ہیں
اپنے روٹھ جاتے ہیں اور ارمانوں کے کچے رنگ بھی
ایک سی ہی
بے چاری تتلیاں اور لڑکیاں نازک مزاج ہیں دونوں
ایک ہی خوب صورتی ہے ان دونوں کی
نادان لوگ اس بات سے انجان ہیں
کہ یہ دور سے ہی خوب صورت لگتی ہیں پھولوں کے
گرد منڈلاتی
ان کے پاس جاؤ گے انہیں محسوس کرو گے
تو یہ کھو دیں گی اپنی خوب صورتی
اپنے رنگ......
اے نادان لوگو......
انہیں خوب صورت رہنے دو

انہیں خوب صورت رہنے دو
ودیع ترمذی...... کاغان

نظم

سنو! تم سے اک بات کہنی ہے
میں نے مانا میری غلطی ہے
مگر اک مان تم پر ہے
غلطی ہر نادانی تمہارے
پیار کے سامنے چھوٹی ہے
سنو! میں تمہارے روبرو
تم سے یہ کہہ نہیں سکتی
میں اپنے احساسات
ہوا کے سپرد کرتی ہوں
کہ میں تم بن رہ نہیں سکتی
سنو! ناراضگی بے انتہا ہے
کیا...... غصہ محبت سے بھی زیادہ ہے؟
تم کیسے مانو گے میں وہ بھی کرتی ہوں
لو تمہارے روبرو ہوں
دیکھو میری آنکھوں میں
محبت کا اقرار کرتی ہوں
ماورا بشارت چیمہ...... وزیر آباد

دوستی

دوست غم کا ساتھی
دوست دل کی دھڑکن
دوست روح کا ہم راز
دوست تنہائیوں کی محفل
دوست چہرے کی مسکراہٹ
دوست خیالات کا نگہبان
دوست سوچوں کا محصور
دوست ہمارے احساس کا سائباں
دوست آنکھوں کی چمک
دوست سچی خوشی
دوست وفاؤں کا پیکر

دوست زندگی کا ہم سفر
الفرض سچا دوست ہماری زندگی

جی کنول خان...... موسیٰ خیل

غزل

اب رتوں میں وہ تازگی ہی نہیں
جیسی ہوتی تھی زندگی ہی نہیں
لوگ بدلے ہیں رت بھی بدلی ہے
اب وہ پہلے سی زندگی ہی نہیں
ان سے ملنے کی آس ہے دل میں
جن سے پہلے کبھی ملی ہی نہیں
وقت کیا یہ مجھ پر آیا ہے
ہنس رہی ہوں مگر خوشی ہی نہیں
جس میں خوشیوں کا راج ہو ہر سو
زندگی مجھ کو وہ ملی ہی نہیں
وہ سکوں کی گھڑی جو راس آئے
میری تقدیر میں لکھی ہی نہیں
کیسی رت ہے عجب ساون کی
جس کی بارش سے دوستی ہی نہیں
کیوں دعائیں اثر سے خالی ہیں
ہم میں پہلی سی بندگی ہی نہیں

یاسمین کنول...... پسرور

حالِ دل

ٹوٹے دل کے اک کونے میں
اک درد انگڑائی لیتا ہے
جب یاد تمہاری آتی ہے
دل دھیرے دھیرے روتا ہے
عشق سے پہلے
یہ دل بھی کتنا سادہ تھا
نہ درد تھا نہ وعدہ تھا
نہ درد بھری انگڑائی تھی
نہ یاد کسی کی آئی تھی
پھر حادثہ کچھ یوں ہوا
عشق اس بے وفا سے ہوا
جو چیر کے دل کو پار ہوا
دھڑکن اس کے نام پر دھڑکنے لگی
لبوں پر مسکان کھلنے لگی
ہواؤں میں خوشبو بکھرنے لگی
میں سجنے لگی، سنورنے لگی
پھر وعدہ تکمیل سے پہلے
وہ تنہا چھوڑ کے چلا گیا
سب وعدے توڑ کے چلا گیا
منہ اپنا موڑ کے چل گیا
روندھ کے اکھیاں چلا گیا
میں پاگل دیوانی اس کی جدائی میں
تڑپنے لگی، سسکنے لگی
پل پل آہیں بھرنے لگی
اک نظر دیدارِ یار کو ترسنے لگی
پھر یاروں کچھ یوں ہوا
ٹوٹے دل کے اک کونے میں
زندگی بیت گئی رونے میں
لاکھ کوشش کی بھولنے میں
صدا یہی آتی رہی
وہ پاس نہیں
کوئی آس نہیں
کوئی عام نہیں، کوئی خاص نہیں
اب اس کے سوا
کوئی راس نہیں، کوئی یاد نہیں
کوئی یاد نہیں

سحرش مصطفیٰ...... میانوالی

biazdill@aanchal.com.pk

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

آنچل گرلز کے نام

السلام علیکم! دعائے سحر، انا احب، ماریہ کنول ماہی، جازبہ عباسی دیول، حرا قریشی آپ سب کیسی ہو؟ امید کرتی ہوں کہ آپ سب بخیریت سے ہوں گی آپ سب سے مجھے والہانہ پیار و عقیدت ہے۔ لائبہ میر، آمنہ رحمٰن کیسی ہیں؟ یہ الگ بات ہے کہ میں جتنے بھی پیغام بھیجتی ہوں وہ ہماجی پرس میں ڈال کرلے جاتی ہیں ہاہاہا۔ مگر کوئی بات نہیں آپ سب کو جب میں پڑھتی ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ میں آپ سے بات کررہی ہوں اور برسوں کی شناسائی ہو۔ جازبہ عباسی (دیول) آپ کے نام تو کوئی سو خط لکھے ہیں جب میں مری سسٹر کے گھر تھی اور تب تو دیول کے ٹیکسی ڈرائیور تک سے آپ کا پوچھا مگر وہ کہتے ہیں دیول میں کوئی جازبہ عباسی نہیں رہتی یار بتاؤ کہاں رہتی ہو؟ رحم کھاؤ مجھ پر۔ عائشہ اختر بٹ آپ نے میرے کشمیر کے درد کو اپنا سمجھا تھینک یو پرنسز۔ ارم کمال جی آپ کیسی ہیں؟ پروین آپی یو آر دی بیسٹ آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں اللہ آپ کو نیک صالح اولاد نصیب کرے آمین۔ کوثر خالد جی آپ ہر کسی کو دعائیں دیتی ہیں مگر ہم منتظر ہیں آپ کی دعاؤں کے۔ عنزہ یونس ول یو فرینڈ شپ می؟ اینڈ مس مدیحہ نورین مہک ہیلو کیسی ہو آپ؟ دعائے سحر آپ پریشان نہ ہوا کرو اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ کو جنت میں جگہ دے آمین۔ شاہ زندگی آپ اچانک کس طرح ہم سب سے بچھڑ گئی یقین ہی نہیں آتا آپ کی رحلت کا اللہ تعالیٰ آپ کے گھر والوں کو صبر و جمیل عطا کرے آمین۔ آخر میں تمام بہنوں سے گزارش ہے میرے مرحوم بھائی کے لیے دعا کریں عبد الرزاق 2005ء کے زلزلہ میں ان کی ڈیتھ ہوئی مگر دل کو اب تک صبر نہیں آیا اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے آمین اللہ حافظ۔

زعیمہ روشن..... آزاد کشمیر

مینگورس کالج کے نام

سلام مینگورس! ہوسکتا ہے یہ میرا تمہارے ہمراہ لاسٹ منتھ ہو تو سوچا تمہیں بتانا چاہیے کہ تم پاکستان کا بہترین تعلیمی ادارہ ہو تمہارے ہمراہ گزرے دو سال تعلیمی لحاظ سے میری اب تک کی لائف کے بہترین دور رہے ہیں۔ تم نے صرف مجھے سند نہیں دی بلکہ ذاتی اعتماد اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنا آپ منوانے کے احساس کو بھی پروان چڑھایا۔ اپنی فرینڈز کو چھوڑ کر میں نے یہاں ایڈمیشن لیا تو اس بات کا دکھ تھا کہ نئی کلاس فیلوز سے میری ذہنی مطابقت بالکل نہ تھی۔ ہماری فطرت ہی ایک دوسرے سے جدا تھی مگر یہ کمی میم عینی، میم تبسم اور میم مریم نے ایسے پوری کی کہ دوبارہ کبھی یہ احساس دل میں پیدا نہ ہوا۔ میم قرۃ العین سر عباس اور سر کامران حقیقی معمار ہیں قوم کے آپ سب سے بہت کچھ سیکھا میم عینی آپ کو میں ہمیشہ مس کروں گی۔ میم حنا آپ کا بے حد شکریہ یہ آپ ہی کی محنت تھی کہ ایک بالکل نان انٹرسٹنگ سبجیکٹ میں ہمیں نے اتنے شاندار مارکس لے لیے سب سے اہم چیز میں سر زاہد کی ممنون ہوں آپ کے کہنے پر میں نے یہاں ایڈمیشن لیا اور میرا یہ فیصلہ ایک بہترین فیصلہ ثابت ہوا مگر مجھے شرمندگی ہے کہ میں آپ کی توقعات پر پورا نہ اتر سکی۔ اس کی دو وجوہات تھیں میں جو ٹیکٹس پڑھ رہی تھی ان میں میری ذاتی دلچسپی نہ ہونے کے برابر تھی اور دوسری بات میرے لیے اچھے مارکس لے کر پاس ہوجانا ہی کافی ہوتا تھا مگر اب میں ایسا سوچتی ہوں اور یہ صرف آپ کا دیا ہوا اعتماد ہے جس کے لیے میں ہمیشہ آپ کی مشکور رہوں گی۔ ان دو سالوں میں آپ نے میرے ساتھ اتنا تعاون کیا کہ کوئی اور نہ کرسکتا تھا۔ تھینک یو ویری مچ سر توقیر اور سر عمر کے چٹکلے بھی یاد رہیں گے اور میم سدرہ کی اپنائیت سے بھرپور مصلحت آمیز سختی بھی مینگورس میرے لیے ایک خوشگوار یاد ہے یہ میرا پراؤڈ ہے۔ مینگورس کی اسٹوڈنٹ ہونا بڑے اعزاز کی بات ہے میرے لیے دعا ہے کہ مینگورس کو بے پناہ کامیابیاں ملیں اور یہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔

مینگورس کے لیے ہمیشہ دعا گو رہوں گی۔

ثانیہ مسکان..... تحصیل گوجر خان

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب آنچل گرلز! میں نے پہلی بار آنچل میں شرکت کی ہے آنچل پچھلے چار سال سے پڑھ رہی ہوں اس کی سب رائٹرز اور ریڈرز بہت اچھی ہیں اس لیے میں آپ سب سے دوستی کرنا چاہتی ہوں میری کالج فرینڈز سدرہ سعید اگر تم آنچل پڑھتی ہو تو پلیز مجھ سے آنچل کے ذریعے رابطہ کرو اور صائمہ مشتاق کیا آپ مجھے بتائیں گی کہ آپ بھاگٹانوالہ کے کس محلے میں رہتی ہیں؟ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو باقی سب دوستوں کو سلام اور اللہ حافظ۔

نگہت نواز...... بھاگٹانوالہ سرگودھا

گلاب کی کلیوں کے نام

السلام علیکم کیسے ہو آنچل فرینڈز! امید تو مکمل ہے کہ بخیر و عافیت ہوں گے سب سے پہلے نازیہ کنول نازی آپ کو ایک بار پھر ماں بننے کی مبارک باد میں نے فیس بک پر آپ کی بیٹی کی پک دیکھی تھی ماشاء اللہ بہت پیاری ہے۔ سمیرا شریف طور، حرا قریشی سلام عشق۔ فاخرہ گل آپ کی والدہ کے بارے میں جان کر بہت افسوس ہوا اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ ملالہ اسلم جانو آپ خانیوال میں کون سی جگہ پر رہتی ہو آپ سے ملنے کو بڑا دل کرتا ہے آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں۔ اقرا لیاقت عزہ یونس فائزہ بھٹی جازبہ عباسی دلکش مریم انابیہ مسکان، ایس کو ہر پروین افضل شاہین ارم کمال، کوثر خالد کیسی ہیں آپ سب؟ عائشہ غزل شکیلہ یونس ضیاء فاطمہ خوشی نورین عائشہ نصیر ثناء فاطمہ صباء سائرہ رابعہ جمیلہ سناؤ تو اڈا کی حال چال اے۔ عائشہ حفیظ آئی مس یو جاناں۔ ثمرانہ افضل میری موٹی مج ہاؤ آر یو۔ نازیہ نسیم ثناء رسول ہاشمی ٹیچر جمیلہ ٹیچر شمیم کیسی ہیں آپ؟ ٹیچر شمیم آپ مجھے بہت یاد آتی ہیں لبنیٰ کیسی ہے؟ آپ کی باتیں مجھے بہت یاد آتی ہیں۔ میں اور ثناء فاطمہ جب بھی آپ کی کلاس میں جاتی تھیں تو آپ مجھے دیکھ کر کہتی تھیں لو جی آ گیا لطیفہ سنو اس کی بات ایک دوسرے سے رسالے چینج کرتے تھے اور پھر ہر ناول پر تبصرہ آپ اب بھی رسالے پڑھتی ہیں۔ کوثر خالد آنٹی آپ کو کتاب کی مبارک باد مجھے بھی آپ کی کتاب چاہیے۔ عائشہ رحمٰن اینڈ آمنہ رحمٰن گل مینا خان اینڈ اپج حسینہ خان دوستی کرو گی مجھ سے؟ مدیحہ نورین، ہیلو فوزیہ نذیر کیسی ہو؟ شاہ زندگی کے بارے میں پڑھ کر بہت افسوس ہوا اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اب اجازت دیں زندگی رہی تو پھر ملیں گے اللہ حافظ۔

طاہرہ منور...... کبیر والہ

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آنچل فرینڈز! امید کرتی ہوں سب ٹھیک ہوں گی، نجم انجم، مدیحہ نورین مہک، کوثر خالد، ارم کمال، پروین افضل شاہین، ماریہ کنول ماہی، ماریہ خان، مونا شاہ قریشی، روبینہ ناز، امبر خالد، عائشہ اختر، نورین انجم، کرن شہزادی، نمرہ اقرا، عائشہ رحمٰن ہنی، آمنہ رحمٰن انجم، شبینہ گل، جویریہ انعم خان، فریدہ فری، طیبہ خاور، سباس گل میں آپ سب سے دوستی کرنا چاہتی ہوں آپ مجھے اپنی دوست بنائیں گی، پلیز جواب ضرور دیجیے گا۔

اسماء گل...... کوٹ مبارک

عظمیٰ شفیق کے نام

بہت شکریہ کہ آپ کو میں اور میری شاعری اٹریکٹ کرتی ہے میری عمر ستائیس سال ہے ویسے ڈیئر عظمیٰ میچورٹی کے لیے عمر کا کم یا زیادہ ہونا اہم نہیں زندگی بہت مشکل امتحان ہے اچھے اچھوں کو سمجھا دیتی ہے تو بس سمجھیں یہ میچورٹی مجھ میں بھی زندگی اور کچھ اپنوں کی مہربانیوں کی وجہ سے آئی ہے۔

سیدہ لوبا سجاد...... کہروڑ پکا

چاہنے والوں اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم کیسے ہیں سب یقیناً سب ٹھیک ہوں گے کیونکہ میں تو ٹھیک ہوں اور ہاں جی میری پیاری سی کزن ثوبیا آپ کو شادی کی بہت مبارک ہو اور بھائی قدیر آپ کو بھی شادی کی بہت بہت مبارک ہو اللہ آپ دونوں کو ڈھیروں ڈھیر خوشیوں سے نوازے آمین۔ ایک پیاری سی آنچل فرینڈ شاہ زندگی جسے میں بہت مس کرتی ہوں اور مجھے معلوم نہ ہوا

کہ وہ اس دنیا میں نہیں رہی۔ سمیرا سواتی کیا ہوا تھا اسے اللہ اس پیاری لڑکی کی مغفرت فرمائے بہت دکھ ہوا ان کی اچانک موت کا پڑھ کر بے شک ہم سب کو اس جہان سے جانا ہی ہے۔ پروین افضل شاہین آپ کی والدہ کی وفات کا پڑھ کے بہت افسوس ہوا بے شک ماں کا کوئی بھی نعم البدل نہیں اللہ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے آمین۔ زاہرہ فاطمہ پسندیدگی کا بہت شکریہ تمنا بلوچ آپ کی حریم گل کا سن کے بے حد افسوس ہوا اللہ آپ کو صبر عطا کرے آمین۔ شازیہ مصطفیٰ' حمیرا نوشین آپ کی والدہ اور عفت سحر آپی آپ کی ساسو ماں کی رحلت کا بہت دکھ ہے اللہ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ پیاری سی آپی جیا عباس آپ کی امی جان کی وفات کا بہت دکھ ہوا اللہ آپ کو صبر اور ان کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا کرے آمین۔ پیاری دوست ناہید چوہدری آپ کا پیغام پڑھا اور پڑھ کر آپ کے دکھ کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے جس پر بیتے وہ ہی جان سکتا ہے اور ایک بات یاد رکھنا ہمیشہ کبھی بھی کسی پر حد سے زیادہ اعتبار مت کرنا لوگ اعتبار کو اس طرح توڑتے ہیں کہ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے اور جسے آپ بیسٹ فرینڈز کہہ رہی ہیں حقیقت میں وہ آپ کی دوست تھی ہی نہیں خود کو دوسروں کے لیے اذیت مت دینا اپنا خیال رکھنا او کے اور آنچل فرینڈز ارم کمال' طیبہ خاور' ناتا احب' دعائے سحر' پروین افضل' شز ابلوچ اور تمام پڑھنے والوں کو سلام اور بہت سی دعائیں اور دعا کیجیے گا کہ میرے امتحان اچھے سے ہو جائیں۔ ایم اردو میں اچھے نمبروں سے پاس ہو جاؤں آمین۔ زندگی رہی تو پھر ملیں گے۔ اللہ حافظ۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

پیاری دوستوں کے نام

عفت ساحر آپ کی ساس کی رحلت کا سن کر بہت دکھ ہوا شازیہ مصطفیٰ آپ کی والدہ کے انتقال اور پروین افضل شاہین آپ کی بھی والدہ آپ کو چھوڑ کر چلی گئیں ماں ایسا رشتہ ہے اگر سب چھوڑ جائیں لیکن ماں ہو تو دنیا میں سب کچھ اپنا لگتا ہے اللہ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اس کے بعد دلکش مریم عمرہ کی بہت بہت مبارک ہو۔ پرنسز اقو ہم بھی آپ کو یاد کرتے ہیں' آنٹی کوثر خالد کہاں غائب ہیں جلدی آئیں' نورین مسکان سرور کیسی ہو۔ انیلہ طالب' نیلم شہزادی تم دونوں بڑی بے مروت ہو' فائزہ بھٹی اینڈ عائشہ اختر بٹ کیسی ہو؟ طیبہ رانا یار تمہاری مجبوری میں سمجھ سکتی ہوں کہ تم کتنی مشکل سے پوسٹ کرواتی ہو بٹ خوش رہو۔ رشتے کچے دھاگوں کی طرح ہوتے ہیں اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہر کسی سے بنا کر رکھیں اگر اللہ نے چاہا تو پھر ملاقات ہوگی' دعاؤں میں یاد رکھنا' والسلام۔

صائمہ مشتاق...... بھاگٹانوالہ سرگودھا

ارم کمال اینڈ ملالہ اسلم کے نام

السلام علیکم! ارم کمال اینڈ ملالہ اسلم پہلے تو بہت بہت شکریہ ارم کمال میری فرینڈ بننے کا۔ آنچل میں میری کوئی فرینڈ نہیں آپ کے سوا۔ زاہرہ فاطمہ آپی سنیاں کی طرف سے شکریہ' مبارک باد دینے پر' ابھی تو ان کا ایک بیٹا ہی ہے محمد عمر ماشاء اللہ بہت پیارا ہے۔ ملالہ اسلم ہم نے تو انٹری ماردی ہے آئی ہوپ کہ تمہیں ہم سے دوستی کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں ہوگی۔ ارم کمال آپ شادی شدہ ہو اور میں بیس سال کی (عمر چھپا نہیں رہی سچ بتا رہی ہوں) آپ کو آپی بول لیا کروں یا پھر ارم ہی کیونکہ دوستی میں ہر چیز بلکہ ہر بات ناجائز نہیں جائز ہی جائز ہے' کیوں بتائیے گا ضرور کیا بولوں۔ آپی پروین افضل شاہین بہت دکھ ہوا آپ کی امی کا سن کر اللہ ان کو جنت میں جگہ نصیب فرمائے آمین۔ رومین میری جان کیا حال ہے کوئی رابطہ نہیں ناراض ہو؟ جویریہ' تبسم' اقرا' روبینہ' ردا جو کہ میری بیسٹ کزن اور دوست بھی ہے ردا آپ سب کے نام۔

دعا کرتے ہیں ہم سر جھکا کے
میرا دوست اپنی منزل کو پائے
اگر تیری راہوں میں کبھی اندھیرا چھائے
تو خدا روشنی کے لیے مجھے جلائے

آمین' دوستی کے لیے ہم حاضر ہیں اللہ حافظ۔

صبا زرگر...... جوڑہ

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! آنچل والیوں! کیسی ہیں آپ سب؟ آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ روشی وفا اچانک غائب ہوجانے کے بعد پھر کیسے نمودار ہوگئی؟ جی تو جناب سب سے پہلے مجھے مبارک باد دیجیے اب آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ کس بات کی؟ ارے میری منگنی کی مبارک باد دیجیے ناں؟ رشک حنا بے حد شکریہ مجھے محبت سے یاد کرنے کا۔ بے شک میں بی ایس سی کے پیپرز کی تیاری میں مصروف رہی مگر آنچل سے غافل نہیں ہوئی ہر ماہ باقاعدگی سے پڑھتی رہی ہوں۔ طیبہ منیر تم سناؤ کیا حال چال ہیں؟ کیا مصروفیات ہیں آج کل؟ اقراء عندلیب اب میں تمہارے بارے میں کیا لکھوں؟ تم تو ہو ہی سمجھ دار یار! مجھے امید ہے تم ہائسٹ مارکس لے کر کالج کا نام روشن کروگی ان شاء اللہ۔ کبھی یار تم بھی انٹری دو آنچل میں۔ حمیرا کیا حال ہے تم لوگوں کا؟ اور فضا یار تم تو بہت یاد آتی ہو تمہاری لوجیکلی باتیں اور ہنسی مذاق بہت یاد آتا ہے پتا نہیں اب ہم کب ملیں گے۔ رشک وفا تھینکس مجھے یاد کرنے کا۔ طیبہ خاور مبارک ہو آپ کی شادی ہوگئی اللہ آپ کو ہزاروں خوشیاں دکھائے۔ تمنا بلوچ، حافظہ سیرا دلکش مریم روشی آپ سب کو بہت سارا سلام قبول ہو اور اینڈ میں اپنی دوست شگفتہ کے بارے میں صرف اتنا ہی کہوں گی۔

ڈیئر تم یاد نہیں آتیں
کیونکہ تم یاد ہو چکی ہو

روشی وفا...... وہاڑی ماچھیوال

آنچل کی معروف دوستوں کے نام

ہائے دوستو! کیا حال چال ہیں امید ہے مزاج بخیر ہوں گے بہت عرصے بعد دوستوں کی محفل میں حاضر ہوئی ہوں اتنے ماہ مجھے غیر حاضر رکھا کہاں کا انصاف ہے جی۔ آنچل فرینڈز بہت انا پرست ہو یاد ہی نہیں کرتیں خیر چھوڑیں عام سے لوگوں کو کون پوچھتا ہے لیکن خوش رہیے۔ میری سویٹ سی دوست رمشہ اور حسینہ کیسی ہو؟ حسینہ اچ ایس یار میں عید والے دن تمہارے گھر بغیر بتائے آگئی تھی کیسا لگا تمہیں بہت پیاری لگ رہی تھی تم بہت معصوم۔ میں تو پورے راستے تمہارے حسین و معصوم چہرے کو یاد کر کے ماشاء اللہ کہتی رہی تمہاری دادو بہت گریس فل ہیں مجھے بہت اچھی لگیں۔ سمعیہ کنول حسینہ لوگوں کے گھر واپسی پر میں نے تمہیں بھی دیکھا تھا پر شاید تم انجان بن گئی تھیں میں نے تمہیں پہچان لیا تھا یاد کرو ذہن پر زور ڈالو۔ تم نے چشمہ بھی پہنا ہوا تھا تمہارے ساتھ تمہاری بہن مانو بھی تھی کرن شہزادی مصروف لڑکی عائش کشمالہ طیبہ نذیر دیدیحہ نورین مہک عائشہ پرویز (پرنس مبارک) ارم کمال، نجم انجم، پروین آپی (یو آر گریٹ وائف ہاہاہا) دلکش مریم پارس شاہ انیلا طالب عابد مغل اینڈ علشبہ نور میں نے آپ کو پہچانا نہیں تعارف کرواؤ دونوں۔ کوثر خالد مجھے آپ کو پڑھ کر بہت اچھا لگتا ہے ریئلی۔ لائبہ میر پرنسز اقو انجم برنالی عائشہ رحمٰن ہنی اینڈ آمنہ رحمٰن (پریٹی گرلز) نورین انجم (باربی ڈول) عنزہ یونس اقصیٰ کشش ماریہ کنول ماہی اقرا کیاقت آپ سب جہاں رہیں خوش رہیں مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا رب راکھا۔

سمیرا سواتی...... بھیر کنڈ

شاہ زندگی کے نام

السلام علیکم فرینڈز! کیا حال ہیں کافی خط لکھے مگر ردی کی ٹوکری نے ایک بھی آپ تک نہ پہنچنے دیا سمجھ نہیں آرہی کیا لکھوں لفظ یوں جیسے ساتھ چھوڑ گئے ہوں جب سے اپنی بہترین دوست شاہ زندگی کی موت کی خبر پڑھی ہے دل کی عجیب سی حالت ہے۔ شاہ ایسے کیسے چھوڑ کے جاسکتی ہے وہ شہزادیوں جیسی آن بان والی دوست بغیر کچھ کہنے سنے یہ دنیا ہی چھوڑ کر چلی گئی اب دل ہی نہیں مانتا اس محفل میں آنے کو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شاہ زندگی کی مغفرت فرمائے آمین۔ عزیز از جان تمنا اینڈ جیا عباس آپ کے دکھ پر آنکھیں نم ہوگئیں یہ مقام صبر کا ہے صبر کرو ہمت مت ہارو۔ جیا ڈیئر اللہ سے لو لگاؤ میرا سوہنا اللہ آپ کو تنہا نہیں چھوڑے گا۔ ڈیئر نورین لطیف ہم تو آپ کو یاد رکھتے ہیں مگر آپ جیسے لوگ ہمیں کسی قابل نہیں سمجھتے کوئی ایک بار محبت سے بلائے تو سہی اسے مدتوں یاد رکھتے ہیں۔ پیاری آنٹی کوثر خالد حسرت ہی رہی کہ آپ کے پیار میں خلوص میں اور دعاؤں میں ہمارا بھی حصہ ہوتا۔ سویٹ

آپی انجم! بغیر کسی غرض اور رشتے کے ہمیشہ آپ نے ہمیں یاد رکھا آپ کی محبت اور چاہت ہم پر قرض ہے۔ جو کسی صورت بھی ادا نہیں کرسکتی مگر نورین انجم سے شکوہ ہے کہ وہ ہمیں یاد نہیں کرتی۔ ڈیئر آپی پروین افضل شاہین دل میں رہنے والوں کو بھلایا نہیں کرتے۔ میری جان میر لمان پیاری دوست امبر سکندر سحر و مجھے آپ کی دوستی پر فخر ہے آپ کے لکھے گئے محبتوں بھرے لفظ میرے لیے آکسیجن کا کام دیتے ہیں پورا مہینہ اسی خوشی میں گزر جاتا ہے کہ جاناں نے ہمیں یاد رکھا۔ صبیرہ گڑیا کو ڈھیر سارا پیار جامن کا موسم ہے کھاؤ گی جان من۔ حرا قریشی کیا نہیں لاریب انشال آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ ماریہ کنول منگنی کی مبارک باد ثانیہ اینڈ مینا خان شادی کی مبارک باد خوب صورت پری اینڈ زیست کرم ابرنش مس یو۔ شمع مسکان اینڈ فوزیہ سلطانہ پلیز کم بیک۔ ڈیئر انیلا طالب فائزہ بھٹی گل مینا خان صائمہ مشتاق عنزہ یونس آپ سب بہت خراب ہیں کہ آپ مجھے یاد نہیں کرتیں ہماری پکی والی ناراضگی۔ عائشہ رحمن ہنی آپ نے دوستی کے لیے کہا تو سوری ڈیئر مجھے یہ رشتہ راس نہیں آتا جس سے بھی کرو وہ پلٹ کے نہیں دیکھتی اور ہم اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے خود کھو جاتے ہیں امبر سکندر وہ واحد دوست ملی ہے جس نے احساس دلایا کہ ہم بھی کسی کے قابل ہیں ورنہ تو...... میں آپ کو کھونا نہیں چاہتی فرحانہ آپ کے بارے میں پڑھ کر افسوس ہوا ہمت مت ہارنا حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا میں اور میری دعائیں تیرے ساتھ ہیں۔ اقصیٰ کشش عائش کشمالہ آمنہ رحمن فاطمہ سیال لائبہ میر پیاری دوست ہمیشہ یاد رکھتی ہو آپ سب کو سلام میزاب قصور کیا حال ہے؟

ماہ رخ سیال...... سرگودھا

آنچل کی رائٹرز اور فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ امید ہے بخیریت ہوں گی۔ ڈیئر فرینڈز بہت دنوں کے بعد آپ کی محفل میں شامل ہو رہی ہوں اس امید پر کہ آپ مجھے بھولے نہیں ہوں گے اور اس بات کا ثبوت آپ کے پیغام پڑھ کر پتا چل جاتا ہے پارس شاہ اقبال بانو روبی علی فریدہ جاوید فری تمثیلہ فصیحہ آصف ماریہ احمد شکیلہ نسیم سکینہ صدف نزہت جبیں ضیاء نیلا احمد ماہ رخ آپ لوگوں کے میسجز پڑھ کر پتا چلتا ہے کہ آپ مجھے بھولے نہیں ہیں۔ میں امید کرتی ہوں کہ آپ لوگ مجھے وقتاً فوقتاً یاد کرتے رہیں گے اور میری پرنسز پاکیزہ کی کامیابی کے لیے دل سے دعا کریں گے کہ پاکیزہ میٹرک کا امتحان بہت اچھے نمبروں کے ساتھ پاس کرے آپ سب کی دعاؤں کی طلب گار زندگی بخیر رہی تو پھر ملاقات ہوگی۔

کاجل شاہ...... خانیوال

ام حریم تمنا بلوچ نازیہ کنول نازی ثمینہ مصری کے نام

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! امید ہے تمام قارئین خوش وخرم ہوں گے۔ میری پیاری بھانجی! آپ تو جنت کی چڑیا بن گئی ہو مگر آپ کی امی جان کتنی اداس ہیں پلٹ کر خبر تک نہ لی امی جان آپ کو کتنا مس کرتی ہیں۔ تمنا بہن! اللہ رب العزت آپ کو صبر جمیل عطا کرے اور نعم البدل عطا کرے اللہ کی طرف سے آپ کے لیے آزمائش تھی اللہ کی کوئی حکمت تھی پیاری بہن یہ آزمائش رحمت دو جہاں ﷺ کی بھی ہوئی۔ دعا ہے اللہ رب العزت آئندہ اپریل آپ کو نیک صالح بے عیب لمبی عمر والی اولاد نرینہ سے نوازے دعاؤں میں یاد اور اپنا خیال رکھیے گا۔ نازیہ کنول نازی آپ کا ناول "شب ہجر کی پہلی بارش" اس کی تعریف کے لیے الفاظ نہیں ہیں ماشاء اللہ آپ بہت اچھا لکھتی ہیں آپ کا ناول اختتامی مراحل میں ہے آپ کو مبارک باد۔ مکمل ناول بہت زبردست ہے ایک ریکوئسٹ ہے کہ آپ (خواتین کا اسلام) میں بھی لکھا کریں اللہ رب العزت آپ کی اولاد کو نیک بنائے عمل صالح کی توفیق دے آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے اور خوشیاں آپ کے قدموں میں ڈھیر کردے اور زور قلم اور زیادہ کردے آمین ثم آمین۔ میری پیاری معصوم اور سنجیدہ اور مخلص کیوٹ سی دوست ثمینہ مصری! میری جان کیا حال ہے کوئی رابطہ نہیں ہے نجانے کہاں گم ہو۔ لگتا ہے بھول گئی ہو منگنی کروا کر اتنی تبدیلی میں تو حیران ہوں آئی مس یو آئی لو یو۔ پلیز مجھ سے رابطہ کرو میں بہت اداس ہوں ہو سکے تو جواب ضرور دینا۔

اسماء صدیقہ..... عبدالحکیم' خانیوال

فیملی اینڈ فرینڈز کے نام

اسلام علیکم! سوری جی دو ماہ کی غیر حاضری کے بعد آئی ہوں وجہ میرے میاں آئے ہوئے تھے ایک مہینہ کی چھٹی پر یہ میرے لیے سرپرائز تھا ہم بہت گھومے پھرے' بہت انجوائے کیا اور میری عید بہت مزے کی گزری اور ساتھ میں ہی میری 23 جولائی کو برتھ ڈے بھی تھی تو وہ ہم نے ایک ساتھ منائی اور اسی دن ہی میرے دیور کی منگنی میری بہن کے ساتھ ہوئی' ڈبل مزے (اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے ہی خوش رکھے) (روبینہ کوثر) میں آپ کی دوست ہوں۔ سمیرا سوانی جی دعاؤں میں یاد رکھیے گا' حور خان آپ کی دوستی قبول ہے۔ تمنا بلوچ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر و جمیل عطا فرمائے اور ایک بار پھر آپ کو اولاد کی نعمت عطا ہو اور اللہ اسے لمبی صحت والی زندگی عطا فرمائے۔ ارم کمال جی میرا مطلب یہ تھا کہ آپ تینوں فنی ہو ہنساتی رہتی ہو اس لیے ٹیچر آپ کی ایک جیسی لگتی ہے اللہ تعالیٰ آپ تینوں کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔ پروین افضل آپ کی والدہ کا پڑھ کے بہت افسوس ہوا' اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں اعلیٰ مقام سے نوازے آمین۔ مدیحہ نورین اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ہمیشہ خوش رکھے نائس گرل زاہرہ فاطمہ شکریہ جی' ہمیشہ خوش رہو۔ ناہید چوہدری حوصلہ رکھو اللہ کرم کرے گا۔ ملالہ اسلم شادی کی مبارک باد ہمیشہ خوش رہو کوثر خالد جی میری آپ کے ساتھ کال پر بات ہوئی آپ مجھے ایک ینگ سی زندہ دل لڑکی کی طرح لگی' بہت اچھا لگا آپ سے بات کر کے۔ فوزیہ سلطانہ' عظمیٰ شاہین' عظمیٰ فرید' نادیہ لیسین' آنسہ شبیر' شگفتہ خان' کرن ملک آپ سب کہاں گم ہیں' فریدہ فری جی کیسی ہیں جن کے نام رہ گئے ان سے معذرت۔ آنچل فرینڈز کے لیے ڈھیروں دعائیں اللہ آپ سب کو ہمیشہ خوش رکھے اور آنچل ہمیشہ ترقی کی راہوں پر گامزن رہے اور مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

طیبہ خاور سلطان..... عزیز چک' وزیرآباد

پرنسز اقو کے نام

سلام الفت سلام دوستی!

اے ملکہ جانفزا مجھے اس سے کیا
کوئی گورا ہے یا کالا چھوٹا ہے یا بڑا
جو جس گھڑی پیار سے دیکھے نثار ہو جاتے ہیں
جونہی وہ نگاہیں بدلے زیست سے بے زار ہو جاتے ہیں
مگر انتظار کا دیپ جلائے رکھتے ہیں دل وا رکھتے ہیں
کہ قطع رحمی حرام ہے یارو معافی سے ہم سجتے ہیں

پچھلے ماہ آنچل اور اس کے نایاب قارئین سے دوری رہی' وجہ تسمیہ مہمان گرامی' ہمارا پوتا ربیع فیملی سمیت ملنے آیا تھا۔ اگست کے آئینہ آنچل سے بڑے بڑے انکشافات ہوئے تو آج ہر کام چھوڑ کر جولائی کا آنچل تھاما اور ناولز پڑھے بالکل درست۔ "چراغ خانہ" کا ہر ایک لفظ ایک گہرا سبق لیے ہوئے تھا البتہ اینڈ تشنگی لیے تھا اور حریم جاں نے دل سیراب کر دیا کہ کافی تسلی آمیز تفصیلات تھیں کوئی گنجلک نہ رہا۔ مدیرہ سے عرض ہے کہ اس بار آنچل ٹائم پر نہ پڑھ سکوں گی شاید ہر بار ہی۔ وجہ میں نے بیوہ عورت فرزانہ کی ایک بچی آٹھ سال کی لے لی ہے تانیہ ناصر! اسے تعلیم سے بہرہ ور کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے' دعاؤں کی اشد ضرورت ہے یوں سمجھو کہ میرا دل رفعت سراج کی مانو آپا والا دل ہے مگر باد مخالف کے جھونکے اکثر شدید ہوتے ہیں' اللہ خیر کرے اور ہمیں سرخرو کرے۔ اے اللہ! گیارہ ستمبر کو پیدا تو کر دیا' تُو نے مگر مرد ہی بنا دیتا تُو میں قائد کی شاگرد بن سکتی۔ گواہ رہنا میرے مولا! میں عملی طور پر کچھ کر کے ہی اس دنیا سے جاؤں گی ان شاءاللہ' بس تُو میرے ساتھ رہنا۔"

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے
میں ہر نیکی کو کر جاؤں میرا دل جام جم نکلے

مجھے اپنی نئی کتاب "نہر تسنیم" کی اغلاط نکالنے کے لیے نمازیں قضا پڑھنی پڑھیں' ان شاءاللہ کبھی تو وقت پر پڑھوں گی۔ "کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا پڑتا ہے" پرنسز اقو! بھئی نام تو مسرت ہے ناں تمہارا تو سنو اللہ تمہارے لیے دل سے کیا دعا لکھواتا ہے۔

میں اپنے پاکستان کو مسرت نگر بناؤں گی

اپنی دعاؤں سے سب کے ہونٹوں پر مسرت سجاؤں گی
اس کی دوشیزائیں تو تعلیم میں اونچا جارہی ہیں
اس کے بالکوں کے لیے بھی رب سے تعلیم لاؤں گی
میں اپنے پاس آنے والے سوالی کو دھتکار نہیں سکتی
بھوکوں کو کھانا کھلاؤں‘ بے گھروں کو گھر دلواؤں گی
میرے خدا تو گواہ ہے میں نے اپنے لیے کبھی کچھ نہیں مانگا
مگر میں تیری جناب سے ہر اک کے لیے سب کچھ لاؤں گی

افو! یہ پہلی شاعری ہے جو میں نے روک رکھی ہے اور اس کی وجہ تمہارا خط بنا ہے۔ دیکھو تیس تاریخ کی شام ہے اور ایک دم کالے بادل آگئے ہیں‘ ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ میری ساس اور میری نئی بیٹی تانیہ مجھ سمیت اللّٰھم اجرنا من النار پڑھتے ہیں تو گرمی ختم ہوجاتی ہے۔

”اے جذبہ دل گر تو چاہے“

گر یہ غزل کسی کو آتی ہو تو حجاب میں بھیج دے پلیز‘ باقی میں سب کو یاد کرتی ہوں‘ جواب دیتی ہوں‘ رسالے کے اوپر ہی لکھ کر مگر خط میں لکھنا ناممکن رہتا ہے طوالت کے خدشے سے تُو جو فرمائش کرے اسے جواب لکھ کر بھیجنا میں اپنا فرض سمجھتی ہوں‘ البتہ ردی کی ٹوکری کی گارنٹی نہیں نہ ڈاک والوں کی۔ عزہ یونس حافظ آباد میں میری نند نہیں‘ دو بہنیں دیورانیاں رہتی تھیں‘ بڑی دیورانی فوت ہوگئی ہیں اور چھوٹی مجھ سے نالاں ہے تو ان کے میکے میں ہماری کیا حیثیت۔ غصہ کمہار دا کھوتے تے اترن والا حساب ہے‘ ہم تو لوگوں کی صلح کرواتے ہیں اور لوگ الٹا ہم سے ہی ناراض ہوجاتے ہیں‘ بہرحال ہمارے دل کے دروازے کھلے ہیں وہ بلائیں گے اور ہم دوڑے جائیں گے۔ اتنی دیر تک ہم خاموش رہیں گے کہ زبردستی کسی کے سر ہم نہیں چڑھ سکتے۔ سمیعہ رانی‘ فرحت اشرف گھمن اور عظمیٰ شفیق کے لیے اپنا ایڈریس تحریر کردیتی ہوں۔ منگنی والوں کو منگنی شادی والوں کو شادی مبارک‘ کامیابیوں کے لیے دعائیں اور غم زدوں کو حوصلے۔ شبانہ جی میں آپ کو جانتی نہیں مگر میں نے بھی جوانی میں اپنا سرتاج دس سال سنبھالنے کے بعد رخصت کیا ہے اور ایک آنسو نہ بہایا‘ نتیجہ..... صبر کرو اور آب کوثر کا مزہ دنیا میں چکھ لو مگر لوگ سمجھتے ہی نہیں البتہ میری سہیلیاں ضرور مانتی ہیں‘ طوالت کے لیے معذرت۔ اللہ حافظ ارے ہاں ملالہ اسلم کو شادی مبارک۔

کوثر خالد..... جڑانوالہ

السلام علیکم..... کیسے ہیں آپ سب؟ میں تو بالکل پہلے جیسی۔ سب سے پہلے تو حبا کی امی سے معذرت..... آئم رئیلی سوری آنٹی اور میرے سب سے بڑے بھانجے کو بہت بہت بڑے والا ہیپی برتھ ڈے آئی رئیلی لو یو میرے چھوٹو سے شہزادے..... اس کے بعد فائزہ‘ فاریہ‘ اقصیٰ اور بدتمیز سی ثنا کو بھی ہیپی برتھ ڈے۔ مانی تمہیں کیسے بھول سکتی ہوں میں‘ ویسے تم آج کل بہت بدتمیز ہوتی جارہی ہو۔ حالاں کہ تم جانتی بھی ہو میں چھوٹی چھوٹی بات فیل کرتی ہوں مگر خیر کوئی بات نہیں میں پھر بھی تم سے بہت پیار کرتی ہوں۔ میری پیاری سی نانی جان میں آپ کو بہت یاد کرتی ہوں آپ جلدی سے ملنے آجائیں ناں..... اور میری سویٹ سی امی اور بہنوں کو لو یو اور آخر میں خالہ خالدہ‘ مقصودہ‘ فاطمہ اور اسپیشلی ساجدہ آنٹی کو بہت بہت سلام اور ان کی ساری سہیلیوں کو بھی جو آنچل بہت شوق سے پڑھتی ہیں اور اگر یہ خط عید سے پہلے شائع ہورہا ہے تو سب کو ”عید مبارک“ بھی۔ جاتے جاتے بس یہی کہوں گی کہ..... اپنا تو خیال رکھیں ہی رکھیں مگر میرا بہت سا خیال رکھیں کیونکہ میں اللہ کی طرف سے آپ سب کے لیے بہت بڑی نعمت اور انمول تحفہ ہوں۔ اس کا شکر ادا کریں۔ اب چلتی ہوں۔ اتنا دھیان سے پڑھنے کا شکریہ تمام جاننے والوں کا بھی اور نہ جاننے والوں کا بھی۔ اجازت دیجیے۔ اللہ حافظ۔

زیبا حسن مخدوم..... ای میل

dkp@aanchal.com.pk

یادگار لمحے

جویریہ سالک

تشریح منتخب قرآنی آیات

اللہ کی شریعت میں قربانی کی روایت ہمیشہ سے اس مقصد کے ساتھ ہے کہ انسان نے جن جن صورتوں میں غیراللہ کی بندگی کی ہے ان سب کو صرف اللہ کے لیے مخصوص کردیا جائے اور اللہ کے نیک بندے دین پر ثابت قدم رہتے ہوئے نماز قائم کریں اور رزق حلال کمائیں' اس راہ میں آنے والی مشکلات پر صبر کریں' اللہ ان کا حامی و مددگار ہے (آیات ۲۸ تا ۳۵ ٬ ۴۱ سورۃ الحج)

غلام سرور...... نارتھ ناظم آباد' کراچی

راویت عجیب بطور تمثیل ثواب اذان

حضرت یوسف علیہ السلام نے ملک مصر میں قحط کے زمانہ میں نہایت عمدہ انتظام فرمایا' ذخیرہ جمع کرکے لوگوں کو کم قیمت پر اور محتاجوں کو مفت غلہ دلواتے تھے۔ ایک روز ایک شخص آیا' سوال کیا آپ نے معمولی طور پر دلوادیا تھوڑی دیر بعد وہ آکر پھر کھڑا ہوگیا' آپ نے کچھ اور دلوادیا' تیسری مرتبہ وہ پھر آیا تو آپ نے فرمایا "اے بندہ خدا! کچھ تو خیال کر کہ غلہ کی کس قدر گرانی اور لوگوں کو کس قدر پریشانی ہے دو دفعہ لے چکا پھر آ گیا۔"

اس نے فرمایا۔ "اگر آپ کو میرا حال معلوم ہوجائے آپ میرا سوال رد نہ کریں۔"

حضرت یوسف علیہ السلام نے حال دریافت۔ "اس نے کہا میں وہی لڑکا ہوں جس نے شیر خواری کی حالت میں آپ کی گواہی دی پاک دامنی کی۔ اب جوان ہوگیا ہوں۔" حضرت یوسف بہت خوش ہوئے اور اس کو کئی من غلہ اور بیت المال سے نقد دیا۔ خدا نے وحی فرمائی "اے یوسف جس نے ایک دفعہ تیری پاک دامنی کی گواہی دی تُو نے کس قدر نوازا بھلا جو کوئی شخص ہر روز ہماری توحید کی شہادت اور گواہی دے اس کو ہم کس قدر نوازیں گے کیونکہ ہم سب سے زیادہ سخی اور مہربان ہیں۔" سبحان اللہ۔

پس تم...... تم کہاں سو گئے ہو مسلمانوں جب رب کی پانچ وقت بڑائی گواہی دی جاتی ہے آؤ ہم بھی ثواب اذان حکم ربی پر اپنا کشکول خدائے برتر کی سخاوت رحمت و چاہت برکت و عزت سے بھرلیں۔

نبیلہ ناز...... ٹھینگ موڑ الہ آباد

خوش رہنے کا فارمولہ

☆شکوے شکایات کم کیجیے اور اللہ کی ان نعمتوں کے لیے شکریہ ادا کیجیے جو آپ کے پاس ہیں۔

☆اپنے مسائل کے بارے میں کم سوچیں مسائل کے حل کے لیے پوری کوشش کریں' نتائج کے بارے میں فکرمند نہ ہوں۔

☆صرف اتنی ذمہ داریاں قبول کریں جتنی کرسکتے ہو اپنی سکت سے زیادہ کام لینے سے گریز کریں۔

☆اپنے لیے بھی وقت نکالیں اور اللہ تعالیٰ سے باتیں کریں۔

☆اپنے اردگرد کے لوگوں اور گھر والوں کو خوش رکھنے کی کوشش کیجیے آپ کو بھی خوشی ملے گی۔

☆دوسروں کی برائیوں پر نظر مت رکھیں اور اپنی اصلاح کی کوشش کرتے رہیں۔

☆اور ایک بات ہمیشہ یاد رکھو "شاخ پر بیٹھا پرندہ شاخ کی کمزوری سے نہیں ڈرتا کیونکہ اسے اپنے پروں پر اعتماد ہوتا ہے اگر زندگی میں خوش رہنا اور سکون چاہتے ہو تو کبھی کسی سے توقع مت رکھو کیونکہ توقع کا پیالہ ہمیشہ ٹھوکروں کی زد میں رہتا ہے۔ توقع صرف ایک ذات پر رکھو اور وہ ذات ہے اللہ کی۔"

خزینہ طاہر...... سرائے عالمگیر

یقین کامل

ایک بزرگ سفر پر جانے لگے تو بیوی سے کہا۔ "میں کئی دنوں تک شہر سے دور رہوں گا' تمہارے لیے کس قدر خرچہ مہیا کرجاؤں؟"

بیوی نے جواب دیا۔ "جس قدر آپ کو میری زندگی منظور ہے۔"
بزرگ نے فرمایا۔ "تمہاری زندگی میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔"
"تو میری روزی بھی آپ کے ہاتھ میں نہیں ہے۔" بیوی نے جواب دیا۔ بزرگ چلے گئے تو ان کی بیوی سے ایک عورت نے پوچھا۔
"حضرت آپ کے واسطے کتنی روزی چھوڑ گئے؟"
بیوی نے جواب دیا۔ "حضرت تو خود ہی روزی کھانے والے تھے، جو کھانے والا تھا وہ چلا گیا، جو دینے والا ہے وہ نہیں ہے۔"

عروسہ شہوار رفیع...... کالا گوجراں

گھر

میکے بھی ہوتے ہیں سسرال بھی ہوتے ہیں
مگر گھر نہیں ہوتے بیٹیوں کے
میکہ کہتا ہے بیٹیاں تو پرائی ہیں
سسرال کہتا ہے پرائے گھر سے آئی ہیں

اسماء گل مغل......

سنہری باتیں

☆ لوگوں کو اتنی ہی اہمیت دو جتنی وہ آپ کو دیتے ہیں۔
☆ مجھے جنت سے زیادہ جائے نماز پر بیٹھنا اچھا لگتا ہے کیونکہ جنت میں میرا دل خوش ہوگا جبکہ جائے نماز پر میرا رب خوش ہوگا۔

قہقہہ

ایک پٹھان صبح سو کر اٹھا تو دیکھا کہ اس کی بیوی مر گئی ہے۔
وہ روتا ہوا باورچی خانے میں بیٹی کے پاس گیا اور بولا۔
"بیٹی اپنی ماں کا پراٹھا مت پکانا وہ مر گئی ہے۔"

سمیرا سواتی...... بھیر کنڈ

نصیحت

نفرت گناہ سے کرو گناہ کرنے والوں سے نہیں شاید تمہاری محبت میں آ کر وہ گناہ کرنا ہی چھوڑ دے۔

صبا زرگر ڈ کا عذر گر...... جوڑہ

حق مہر

نہیں ہوتا میں تجھ سے جدا
بھروسہ رکھ روح پوش
یہ نکاحِ عشق ہے
تیرا حق مہر
میری سانسیں ہیں

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

تحفظ

جس شخص کو آپ کے آنسو بہانے پر بھی ترس نہیں آتا
اس نے آپ کی خوشیوں کا تحفظ کیا خاک کرنا ہے

نگہت نواز...... سرگودھا

گوہر نایاب

اس نے کہا "حی علی الصلوٰۃ"
میں نے کہا "میں نہیں آتا"
اس نے کہا "حی علی الفلاح"
میں نے کہا "مجھے نیند آرہی ہے"
اس نے کہا "الصلوٰۃ خیر من النوم"
میں نے سر پر تکیہ رکھ دیا
اور دوسری طرف منہ کر کے سو گیا
اگلے دن گیارہ بجے آنکھ کھلی
فجر کی بات یاد آئی
میں نے سوچا دیکھوں تو کوئی
رد عمل ہوا اللہ کی طرف سے مگر
ناشتے کی میز پر وہی انواع واقسام
کی نعمتیں سجی تھیں
"فبای آلاءِ ربکما تکذبان"
مالک ہو تو ایسا
کاش ہم شکر گزاری کرنا سیکھ جائیں
کاش ہم اس رب کو راضی کرنے
والے بن جائیں (آمین)

اقصیٰ کشش...... محمد پور دیوان

انمول موتی

☆اخلاق کی کوئی قیمت نہیں لیکن اس سے انسان خریدا جاسکتا ہے۔

☆معمولی معمولی باتوں کو دل میں رہائش نہ دیں کیونکہ اگر یہ دل کی مکین بن جائیں تو مضبوط رشتے بھی مسافر بن جاتے ہیں۔

☆ضروری نہیں ہر رشتہ بے وفائی سے ختم ہوجائے کچھ رشتے کسی کی خوشی کے لیے بھی ختم کرنے پڑتے ہیں۔

☆اس تعلق سے لاتعلقی اچھی جس تعلق میں احساس نہ ہو۔

مہرباں شاہ.....نوشہرہ

محبت

محبت تو پتوں کی سائیں سائیں کی طرح ہوتی ہے نہ دکھائی دیتی ہے نہ پکڑ میں آتی ہے بس حصار میں لے لیتی ہے۔

عنبر مجید.....کوٹ قیصرانی

سراب

میری زندگی کا خوب صورت ترین حصہ
سرابوں کے پیچھے دوڑتے دوڑتے گزر گیا
اب کبھی اتفاقاً
میرے راستے میں دریا
آ بھی جائے
تو میں انتقاماً
اس کے پاس سے
پیاسی گزر جاتی ہوں

اقراء وکیل.....للیانی' سرگودھا

قہقہہ

راحیل نے اپنے نانا ابو سے کہا "نانا ابو! مجھے باجا لادیں۔"

نانا ابو نے کہا۔ "بیٹا باجا تو میں لادوں گا لیکن تم ہمیشہ اسے بجا بجا کر دوسروں کو تنگ کروگے۔"

راحیل نے جواب دیا۔ "نانا ابو! میں وعدہ کرتا ہوں باجا اس وقت بجاؤں گا جب سب لوگ سو رہے ہوں گے۔"

علشبہ نور.....بھیر کنڈ

دوستی کی چار شرائط

☆اگر کوئی ہر روز کھانا کھائے تو دوست اس سے یہ نہ کہے کہ روزہ رکھ لو۔

☆اگر مسلسل روزہ رکھے تو دوست یہ نہ کہے کہ روزہ نہ رکھو۔

☆اگر رات بھر سوتا رہے تو دوست یہ نہ کہے کہ اٹھ کر عبادت کرو اور......

☆اگر رات بھر عبادت کرتا رہے تو دوست یہ نہ کہے کہ سو جاؤ یعنی دوست کے احوال اس کے نزدیک بغیر کسی زیادتی اور کمی کے ایک حالت پر ہی رہیں کیونکہ اگر ان میں فرق آگیا تو طبیعت ضروری طور پر ریاکاری اور شرم ولحاظ کی طرف حرکت کرے گی۔

منقول ہے کہ "جس کی کلفت کم ہوئی اس کی الفت دائمی ہوئی اور جس کی مشقت کم ہوئی اس کی اخوت پکی ہوئی۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "میں اور میری امت کے پرہیز گار لوگ تکلف سے بری ہیں۔" (احیاءالعلوم)

انیقہ احمد.....تلہ گنگ' کوٹ سارنگ

افسانچہ

آج وہ اس گھر سے جارہی ہے ہر ایک کی آنکھ نم تھی' ماں باپ' بہن بھائیوں کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب تھا مگر ہر ایک مجبور تھا کوئی اسے روک نہ سکا وہ سب کو روتا چھوڑ کر جارہی تھی مگر قدرت کے کاموں میں کسی کا بس نہیں چلتا۔ باپ بھائی اس کو کندھا دینے آگے بڑھے کیونکہ ہر لڑکی کو ایک نہ ایک دن ڈولی میں بیٹھ کر سسرال جانا ہی ہوتا ہے۔

سنبل بلوچ.....آزاد کشمیر

چند خوب صورت باتیں

☆اگر ہارنا چاہتے ہو تو اس کے آگے ہارو جو تمہاری خطاؤں کی میل کو اپنی محبت ورحمت سے دھو دیتا ہے۔

☆شکر خدا کا کہ اشکوں کا کوئی رنگ نہیں ہوتا ورنہ سحر کے بعد رنگین تکیے سب کے راز فاش کردیتے۔

☆یہ ضروری نہیں کہ سورج سوا نیزے پر آئے تو قیامت ہو اپنوں کا بدل جانا بھی قیامت صغریٰ سے کم

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

نہیں ہوتا۔
☆شکر ہے کہ دل صرف سنتا ہے اگر وہ بولتا تو قیامت برپا کر دیتا۔
☆پھول چاہے چہروں پر سجے ہوں یا مزاروں پر ہمیشہ خوشبو ہی دیتے ہیں۔
کبھی خود کو بکھرنے نہیں دینا کیوں کہ بکھرے ہوئے مکان کی اینٹیں بھی لوگ اٹھا کر لے جاتے ہیں۔
ہمیشہ دل کے دروازے کھلے رکھو کیونکہ کچھ خوشیاں دستک کی عادی نہیں ہوتیں۔

نجم انجم اعوان......کراچی

خواب

ہمیں خواب ضرور دیکھنے چاہیں کوئی خواب دیکھا ہوگا تب ہی تو ہم اسے اچیو کرنے کے لیے جدوجہد اور محنت کریں گے اگر خواب ہی نہ دیکھا ہو کوئی ٹارگٹ ہی نہ ہو تو پھر ہم اچیو کیا کریں گے؟ اگر ایک خواب پورا نہ ہو رہا ہو تو مایوس ہو کر ہمیں اسے ادھورا نہیں چھوڑنا چاہیے بلکہ دوسرے خواب کی طرف بڑھنا چاہیے۔ دوسرے خواب کو پانے کے لیے مسلسل جدوجہد کرنی چاہیے اور پہلے خواب کو بھی پانے کے لیے برابر کوششیں جاری رکھنی چاہیں ایک نہ ایک دن کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔
زندگی ہمیشہ متحرک رہنی چاہیے کوششیں جاری رکھنی چاہئیں، جب ہم ناکامیوں سے مایوس ہو کر جدوجہد کرنا چھوڑ دیتے ہیں تو زندگی ساکن ہو جاتی ہے رک جاتی ہے زندگی رکنے کا نام نہیں ہے، ساکن ہونا تو موت کی علامت ہے۔

زریں فاطمہ......کراچی

دلوں کو راضی رکھنا آسان تو نہیں، اپنے پیاروں کے لیے اپنے دکھ بھول جانا اور لبوں پر مسکراہٹ لانا بڑا کٹھن ہوتا ہے اور جب معلوم ہو ہماری مسکراہٹ ہماری خوشی کسی کے لیے اہم ہے تو اپنے آنسوؤں کو چھپانے جیسا مشکل کام کر ہی لینا چاہیے۔

تیرے لیے لبوں پر مسکان رکھتی ہوں
تیرے لیے آنکھ تک آئے آنسو پیتی ہوں

دلکش مریم......چنیوٹ

ہم نے پہچانا تمہیں
تمہارے شٹ اپ سے
ہم نے پہچانا تمہیں
تمہارے بدرونے سے
ہم نے پہچانا تمہیں
تمہارے غصے سے
ہم نے پہچانا تمہیں
تمہاری دھماکے دار انٹری سے

اقرأ جٹ......منچن آباد

پنجابی نظم

کاکے کاکے
ہاں بے بے
پھک لئی چینی
ناں بے بے
جھوٹ ماردا
ناں بے بے
لاواں جتی
ناں بے بے
کھول بوتھا
ہاہاہاہا......

طاہرہ منور......کبیر والہ

yaadgar@aanchal.com.pk

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! اللہ کے بابرکت نام سے ابتدا ہے جو ارض وسماں کا مالک ہے۔ آنچل کی پوری ٹیم کی جانب سے قارئین کو عیدالاضحیٰ مبارک۔ اللہ رب العزت ہمیں یہ تہوار سنت کے مطابق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ آنچل کی اس محفل میں آپ تمام بہنیں صرف مصنفین کی تحریروں پر بات کریں تو ان تک آپ کے نادر خیالات باآسانی پہنچ جائیں گے ساتھ میں ان کے لکھنے کا حق بھی ادا ہو جائے گا جبکہ آنچل کے دیگر سلسلوں میں آپ تقریباً ہی ہر ماہ حصہ لیتی ہیں لیکن اگر اس سلسلے کو آپ مصنفین کی تحریروں پر تعریف و تنقید کے لیے مخصوص کردیں تو بہتر ہے۔ امید ہے آئندہ قاری بہنیں آئینہ کی محفل میں صرف تحریروں کے حوالے سے بات کریں گی اب بڑھتے ہیں بزم آئینہ کی جانب جہاں آپ کے تبصرے ستاروں کی مانند جھلملا رہے ہیں۔

شازیہ ہاشم عرف تمثال ہاشمی...... صیواتی۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! ڈیئر مدیرہ اینڈ ڈیئر اسٹاف آنچل۔ ہر ماہ کی طرح اس دفعہ بھی آنچل 24 کو اپنی آب وتاب کو برقرار رکھتے ہوئے میرے ہاتھوں میں جلوہ افروز ہوا میں نے سرورق پر نظر ڈال کر جلد ہی صفحات کو پلٹنا شروع کیا۔ اس کے بعد جب لگائی سلسلہ وار ناول کی طرف سب سے پہلے پڑھا "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" پڑھ کر تاثرات اور احساسات کچھ یوں ہوگئے......

محبت اک عجب احساس ہے
جو بھلا دیتی فرق امیری غریبی کا

"شب ہجر کی پہلی بارش" پڑھا تو دل سے اک آہ نکلی۔

ہجر کی سزا سے بچانا اے مولا
نگل لیتا ہے یہ زندگی کی خوشیاں

پھر چلی افسانوں کی طرف "جواری کی بیٹی" پڑھ کر اپنے اردگرد نظر ڈالی تو بہت سے لوگ اس بیماری میں ملوث نظر آئے جن کو اپنی اولاد کی پروا نہیں ہوتی۔ بشریٰ تنویر" کا انعام پڑھ کر دل اور آنکھ اشک کے بحر میں ڈوبتے نظر آئے۔ "کھلتا ہے دریچہ" پڑھ کر زبان سے بے ساختہ یہ جملہ نکلا "صبح کا بھولا اگر شام کو لوٹ آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے"۔ "تختہ" پڑھ کر مجھے "بے بو" میں موجودہ حکمرانوں کی جھلک نظر آئی جو اپنی لاٹھی کے مطابق لوگوں کو چلانا چاہتے ہیں۔ قبلہ رو ہوگئے" سب سے پیارا کردار عروہ کا لگا جو ہر رشتے کو اس کے مقام پر دیکھنا پسند کرتی ہے اور میرا مزاج بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ نوید سحر پڑھ کر فجر کے بکھرتے وجود کے ساتھ مجھے اپنا آپ بھی بکھرتا نظر آیا مگر جب اسے اطمینان الفت ملا تو قلب کو قرار آ گیا" مصروفیت کی بناء پر باقی تحریروں پر تبصرہ ادھار رہا۔ یادگار لمحے سب ہی زبردست تھا" بیاض دل میں شہزادہ مریم' سعدیہ اور فائزہ بھٹی کے شعر زبردست تھے۔ "نیرنگ خیال" میں دمکتے ستاروں کے موتیوں جیسے الفاظ دل کو بھا گئے چند امثال' میزاب مسکان اور ڈیئر اسٹوڈنٹس خدیجہ نور المثال' نبیلہ ناز' زنیرہ منتہیٰ' سعدیہ اور آنچل قارئین اور اسٹاف کو اینڈوانس میں عیدالاضحیٰ کی مبارک ایک شعر کے ساتھ اجازت چاہوں گی۔

دل کی خواہشات کو روندا جب میں نے
تو رب کے قرب کا مزہ چکھ لیا میں نے

اقرا جٹ...... منچن آباد۔ ہر دلعزیز آنچل اسٹاف شہلا آنی اور ڈیسنٹ سے قارئین کو اقرا جٹ کا محبت سے لبریز اور پیار بھرا سلام قبول ہو۔ لگتا ہے شہلا آنی ہم سے ناراض ہیں؟ چار پانچ بار ریجیکٹ کر چکی ہیں ہم جو اتنی محنت ومحبت سے ٹائم نکال کر لکھتے ہیں پھر بھائی صاحب کی دو گھنٹہ بھر منتیں کرتے ہیں پھر کہیں جا کر پوسٹ ہوتا ہے تبصرہ۔ ہمیں آنچل اسٹاف سے ڈھیروں شکوے ہیں مگر بس ہم صبر ہی کر لیتے ہیں چلیں جی اب بات ہو جائے آنچل پر۔ ٹائٹل بس نارمل سا لگا" آنچل ہاتھ میں پکڑا ہی تھا کہ یکا یک بادل گرجنا شروع ہوگئے آندھی آئی گھٹا چھائی پھر مینہ ٹپ ٹپ برسا اور تمام گردو غبار دھل گیا" ہم نے ایک عدد پکوڑوں کی پلیٹ لی ساتھ میں ایک مگ اسٹرونگ چائے ٹھنڈی یخ ہوا یار کیا مزہ آ رہا تھا اور ساتھ میں آنچل پر نگاہیں جمائی ہوئی تھیں" سرگوشیاں سنیں آنی قیصرا آراآپ کو اسپیشل عیدالاضحیٰ مبارک ہو اس ڈیسنٹ سی ڈول کی طرف سے (ہم) آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں۔ حمد ونعت سے دل کو مستفید کیا" در جواب آں" میں ہی معلوم ہوگیا کہ میرا فیورٹ ناول اس دفعہ غائب ہے اللہ پاک میری آپی سمیرا کو جلد از جلد شفا عطا فرمائے آمین۔ انکل مشتاق قریشی کی باتوں سے ایمان کو تازہ کیا" ہمارا آنچل" اپنا نام نہ دیکھ کر بہت دکھ ہوا" چاروں پریوں کے انٹرویو نائس تھے۔ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" بہت اچھا جا رہا ہے" اجیہ کے ساتھ کچھ برا نہ ہو مجھے دھڑکا لگا رہتا ہے۔ ٹریول ایجنسی عزنی کی ہی ہوگی اور لڑکی شرمین۔ وہ تو پہچان لے گی کہانی وہی رہتی ہے چہرے بدلتے رہتے ہیں۔ ارتش کے ابو کی

بھی سیم یہی اسٹوری تھی' سکندر بھی جب ممی کو دیکھے گا تو کیا ہوگا سوچ کر ہی ڈر لگتا ہے اور غزنی پر مجھے بہت افسوس ہے دل میں اجیہ کے لیے انتقام رکھتا ہے۔ "عشق ست رنگی" ویری نائس' بہت زبردست اسٹوری تھی۔ جمیل کا بیان کردہ منظر بہت اچھا لگا۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" آپی اقرأ یہ کیا کردیا آپ نے؟ انشراح بے چاری کو پتا تک نہیں ہے' دوسری طرف زید میاں اپنی انا کو بلند کیے ہوئے ہیں' مائدہ تو بیچ میں پاگل ہوگئی' اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے "نوید سحر" ونڈرفل بہت سبق آموز اسٹوری تھی' فجر کی شرارتیں مجھے اپنی شرارتیں معلوم ہوئیں' بہت مثبت سبق دیا گیا اسٹوری میں۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" آپی نازی پلیز شہزاد کے ساتھ کچھ مت کریئے گا اور افشین بے چاری...... سارہ کی وجہ سے صمید حسن مریرہ رحمٰن کی زندگی خراب ہوئی' ایسی بھی عورتیں ہوتی ہیں' ہوزان کا کریکٹر ویری نائس۔ "قبلہ رو ہوگئے" ام ایمان ہر دفعہ کی طرح ایک اچھا سبق' ان کہانیوں سے بہت کچھ ملتا ہے سیکھنے کو۔ "کھلتا ہے دریچہ" حمیرا علی شاعری اچھی تھی اور اسٹوری اس سے بڑھ کر اچھی تھی' مادرا کو ڈوبنے سے پہلے بچالیا اللہ نے' ہمارے معاشرے میں یہ باتیں عام ہیں حمیرا علی ویل ڈن۔ آپ ان باتوں کو مختصر کرکے سامنے لائیں آرٹیکل زبردست تھے۔ افسانے تمام اچھے تھے' جواری کی بیٹی تختہ انعام زبردست تھے۔ "پرچم ستارہ وہلال" منزل کا جذبہ جنون بہت اچھا لگا۔ "محبت امر ہے" شوبھا کے ساتھ...... بہت دکھ ہوا' واقعی انسانوں کے درمیان رنگ ومذہب اور نسل سے ہٹ کر محبت کا رشتہ ہونا چاہیے۔ بیاض دل میں سب کے اشعار زبردست تھے (میرا بھی ہاہاہا) فائزہ بھٹی دوستی کریں گی؟ جواب کی منتظر۔ ڈش مقابلہ بس پڑھا' بیوٹی گائیڈ اچھا سلسلہ ہے بس ہم ایک نظر بمشکل دیکھتے ہیں' نیرنگ خیال (ایمان وقار) ہم سے کیا دشمنی ہے' ہمیں کیوں نہیں شامل کرتیں آپ؟ مرضی ہے جی آپ کی۔ دوست کا پیغام آئے (ہما احمد آپی) تھینکس ہمارا بھی خط پیغام میں شامل کیا چاہیے' برسوں بعد ہی سہی' روبینہ کوثر تھینک یو میرا شعر پسند کرنے کے لیے۔ آپ کو عیدالاضحیٰ ایڈوانس میں مبارک ہو ہماری طرف سے۔ آپی پروین افضل شاہین آپ کے غم میں ہم بھی برابر کے شریک ہیں' ماں ایک انمول ہستی ہے جو ہم سے ہوا ہم نے پڑھ کر بخش دیا ہے (اللہ پاک آپ کی امی جان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین) تمنا بلوچ ہم آپ کے لیے دعا گو ہیں یادگار لمحے سب نے زبردست لکھا آنچل اسٹاف کو شاید مجھ سے اللہ واسطے کا بیر ہے آئینہ میں بس ٹھیک ٹھیک تبصرے تھے آپی شہلا اور شمائلہ سے تو ہم دل کھول کے ناراض ہیں' ہم سے پوچھیے میں ہماری کمی تھی۔ آل ریڈرز رائٹرز کو اقرأ جٹ کی طرف سے اسپیشلی ایڈوانس عیدالاضحیٰ مبارک ہو' اپنا خیال رکھیے گا' اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر اقراء! آپ کی ڈاک تاخیر سے موصول ہوئی جس کی بنا پر آپ آنچل کے دیگر سلسلوں سے غیر حاضر تھیں۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر۔ پیاری باجی شہلا عامر صاحبہ! السلام علیکم! اس بار مہ نور راجہ کے سرورق سے سجا آنچل میرے ہاتھوں میں ہے' سلسلہ وار ناولز کے علاوہ "عشق ست رنگی" کھلتا ہے دریچہ' پرچم ستارہ وہلال' تختہ' پسند آئیں۔ آرٹیکل میں "جناح کی یاد' ہمارے پڑوسی" پسند آئے۔ بیاض دل میں مدیحہ نورین مہک' اقرأ افضل جٹ' سیدہ جیا عباس' نورین انجم اعوان۔ نیرنگ خیال میں فریدہ جاوید فری' دعا رانی' ناز سلوش ذیشے' ایس گوہر طور۔ دوست کے پیغام آئے میں ارم کمال' ملالہ اسلم' تمنا بلوچ۔ یادگار لمحے میں ناہید چوہدری' منشی خان۔ ہم سے پوچھیے میں نجم انجم اعوان' عنزہ یونس چھائے رہے۔ وزیراعظم کو نااہل قرار دے دیا گیا ہے دعا ہے ان کی جگہ جو وزیراعظم آئے وہ پاکستان کے لیے اس کی عوام کے لیے بہترین ہو آمین۔

فائزہ بھٹی...... پتوکی۔ السلام علیکم پاکستان! کیا حال ہیں آپ کے' امید ہے خیر وعافیت سے ہوں گے' امید ہونے کے باوجود اللہ سے دعا ہے کہ وہ آپ پر اپنی رحمتوں کا نزول کرے آمین۔ پیپر کیا ہوگئے ایسے لگا ایک دم سے فارغ ہوگئے ہوں' پچھلا خط لاہور جانے سے قبل لکھا تھا کیونکہ پیپر لاہور میں ہوئے' پنجاب یونیورسٹی کے لاہور سینٹر میں' امتحان سے فارغ ہوکر آپی کے پاس آئی اور پھر عید کے دو دن پہلے وہاں سے ہی آنچل خرید کر گھر واپس اللہ کا شکر ہے رمضان ہونے کے باوجود تمام مراحل باخیر وعافیت انجام پاگئے آنچل ادھر سے اس لیے خریدا کہ پھر پتوکی سے منگوانے کے لیے ہزار منتوں ترلوں کی ضرورت ہوتی۔ آپ کو شاید یقین نہ آئے مگر سچ کہہ رہی ہوں اب یہی سن لیں' 30 تاریخ ہونے کو آئی آنچل ہم سے کوسوں دور لوگوں کے دلوں کو بہلانے کا سبب' ہم گرمی میں آنچل کی صورت ٹھنڈی ہوا کے جھونکے کو ترس رہے ہیں (ہاہ یہ دن بھی آنے تھے) اب آپ کہہ رہی ہوں گی آنچل کے بغیر خط لکھنے کی کیا تک بنتی ہے۔ کیا کریں جس اللہ کی بندی نے خط پوسٹ کرنا تھا اس نے 30 تاریخ کی ڈیڈلائن دی جو کہ ختم ہوگئی اب خط تو لکھنا تھا۔ بات کروں گی سلسلہ وار ناولز کی پچھلی دفعہ "حریم عشق" اختتام پذیر ہوا' امتحانوں کی وجہ سے تبصرہ محفوظ تھا اب حاضر خدمت ہے ایک اچھی کہانی' ایک اچھی کہانی کار کے ہاتھوں پایہ تکمیل کو پہنچی۔ ویسے حریم ڈیئر تم نے بھی کم بدلہ نہیں لیا اپنے ہیرو سے' ایک بات تو بتاؤ حریم ایسا کون سا منتر ہے تم لوگوں کے پاس کہ ہر مسئلہ حل ہوجاتا ہے ہمارا تو نہ ہوا (چلو کان میں ہی بتادو) اور ہاں سنو اگر مل گئے ہوتو اپنی افسری نہ ایک دوسرے پر جھاڑتے رہنا اور تم بھی معاف کرنا سیکھ لو۔ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" فاخرہ گل یہ سکندر صاحب اس سے کم برے نہیں ہوسکتے تھے' مسٹر غزنی! حنین پر ہی صبر شکر کرلو قسمت اچھی ہے تمہاری جو یہ لڑکی مل رہی ہے۔ حنین واہ کیا کہوں' بہت اثر ہے بھئی تمہاری دعاؤں میں' میں بھی آؤں تمہارے پاس۔ اجیہ "یہ عشق نہیں آساں" اس شعر کو تو تم باآسانی سمجھ گئی ہوگی' اربش ابھی تک تو تم ہمارے دلوں میں جگہ بنائے ہوئے ہو آگے کیا ہونا ہے تمہارے اپنے ہاتھ میں ہے (سوچ لو)۔ "جنوں سے عشق تک" جنوں تو پاگل پن کی ایک قسم (سن تو یہی رکھا ہے) ہے' ہیرو ہیروئن بھی کم پاگل نہیں ہیں' یہ وکیل صاحب تو...... سمیرا تمہارا آنا ہمیں اچھا لگتا ہے' جیتی رہو آباد رہو۔ کیا تم ایک آدھ فوجیوں پر کہانی لکھ سکتی ہو ہمارے لیے جس کہانی کا لفظ لفظ اپنے ہونے کی خود گواہی دے اور کچھ ایسا ہو کہ مدتوں

بھلائے نہ بھولے (مجھے یقین ہے یہ ہنر تمہارے ہاتھ میں ہی ہے' کیا تم میری بات مانو گی؟) "شب ہجر کی پہلی بارش" بعض دفعہ لگتا ہے ایسی سادہ کہانی جو پڑھے سمجھ جائے مگر اگلے ہی لمحے لگتا ہے کون ہے جو اس کے آسان ہونے کی گواہی دیتا ہے ہر کوئی حالات کے گرداب میں پھنسا ہوا ہے' جس میں زیادہ تر ہاتھ ان کے اپنے کارناموں کا ہے (بھگتو اب)۔ صمید صاحب تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتے (سمجھ سے باہر ہو تم باپ بیٹا) جائلہ تم در مکنون اور در مکنون تم اس کا سہارا بن جاؤ' ڈٹ جاؤ حالات کے آگے۔ شہزاد ایڈونچر کیسا جا رہا ہے' انجوائے کرو ہمارے ہوتے ہوئے تمہیں کیا پریشانی۔ "چراغ خانہ" ارے کہاں تو ہم کہہ کہہ کر تھک گئے اور کہاں رفعت سراج نے ایک دم سے کہانی کو لپیٹ کر رکھ دیا' ہم نے سوچا تھا اب رفعت سراج ختم کرنے کے چکروں میں ہیں (ہمارے کہنے پر) مگر اتنی جلدی کریں گی' جیسے ولیمہ کے بعد تمبو اور برتن والے کرتے ہیں چلو کوئی بات نہیں' کہانی اچھی رہی درمیان میں اکتی ضرور مگر پھر فراٹے بھرتی گئی' ابھی یہاں پھر وہاں' لو کہاں چلی گئی اتنی جلدی یہ والی صورتحال تھی (تیز رفتار گاڑی کو ایسے ہی تو دیکھتے رہ جاتے ہیں) جو جو میری نگارشات کو دیکھتا اور پڑھتا ہے تہہ دل سے شکریہ' ان کا بھی جو یاد فرماتی ہیں اور ان کا بھی جو صرف دل میں یاد کرتے ہیں' اظہار کا ذریعہ موجود نہیں ہے ناں (جزاک اللہ)۔ ظل ہما آ جاؤ' اب اس دعا کے ساتھ اجازت کے اللہ پاک سب کے دلوں کی نیک تمناؤں کو پورا کرے آمین۔

ماروی یاسمین...... 44 ج۔ السلام علیکم! شہلا آپی اور تمام آنچل پڑھنے والی پریوں کیسی ہو سب یقیناً ٹھیک تو اب آتے ہیں آنچل کی طرف ٹائٹل زبردست۔ حدیث پڑھی اور آگے بڑھے سرگوشیاں سنتے مدیرہ جی بس پاکستان کے لیے دعا ہی کر سکتے ہیں ہم پتا نہیں کیا بنے گا اب پاکستان کا۔ حمد و نعت سے دل کو منور کیا اور پہنچ گئے "تیری زلف کے سر ہونے تک" انشراح کی نانی زہر لگتی ہیں۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" اینڈ ہونے والا ہے پھر تبصرہ کروں گی۔ "نوید سحر" مریم فضل عباسی ویل ڈن' بہت زبردست ناول ہے۔ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" جب اربش کی مما کو پتا چلے گا کہ اجیہ ان کی بھانجی ہے تو وہ بہت پچھتائیں گی اور مل کر بہت خوش ہوں گی۔ "عشق ست رنگی" قبلہ رو ہو گئے' ام ایمان قاضی زبردست ٹاپک' افسانے سارے ہی اچھے رہے ہیں۔ "جواری کی بیٹی' پرچم ستارہ و ہلال' انعام' تختہ' محبت امر ہے" کسی ایک کی بھی تعریف کی تو یہ غلط ہوگا ناانصافی ہوگی۔ بیاض دل فیاض اسحاق اور نجم انجم' تسلیم قادر کے اشعار اچھے لگے۔ نیرنگ خیال کوثر ناز' صائم سحر اور بجیرا نیلم اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ' پاکستان زندہ باد۔

محسن عزیز حلیم...... کوٹھا کلاں۔ السلام علیکم! پیاری سسٹر شہلا! آنچل رائٹرز اینڈ ریڈرز کو ہماری طرف سے پیار بھرا سلام۔ اگست کا شمارہ جلد ہی مل گیا' سرورق ماہ نور راجہ کے ساتھ جگمگا رہا تھا میرے پسندیدہ میک اپ میں ماہ نور سسٹر بہت پیاری لگ رہی تھیں' سب سے پہلے سرگوشیاں پڑھیں اور پھر حمد و نعت سے مستفید ہوئے۔ در جواب آں میں ہمارا جواب نہ تھا لیکن ہم پھر بھی ناراض نہیں ہیں۔ دانش کدہ میں الکوثر کا مطالعہ کیا' کاش الکوثر کے صفحات بڑھا دیئے جائیں۔ ہمارا آنچل میں سبھی کے تعارف پسند آئے' تبصرہ شائع کرنے پر ڈھیر سارا شکریہ' پورے شمارے میں صرف دو افسانے ہی پڑھ سکے کیونکہ 12 جولائی کو میری نانی امی کی رحلت ہوگئی تھی یہ ہمارے لیے بہت بڑا سانحہ ہے' ہم شروع سے اپنی نانی کے پاس رہتے تھے پہلے ہماری بڑی آپی ہمیں چھوڑ گئیں اور اب نانی ہمیں چھوڑ کر چلی گئیں۔ عفت سحر' شازیہ مصطفیٰ' خمیرا نوشین' پروین افضل شاہین' سعدیہ جیا عباس اور تمنا بلوچ ان سب بہنوں کے غم میں ہم بھی برابر کے شریک ہیں' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے جتنے بھی پیارے اللہ کے پاس پہنچ چکے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین اور آخر میں اس دعا کے ساتھ اجازت چاہیں گے کہ آنچل ہمیشہ لہراتا رہے۔

سمیرا سواتی...... بھیر کنڈ۔ پیاری شہلا آپی سدا شاد و مسکراتی رہیں' اس دفعہ آنچل 29 کو ملا بہت لیٹ اور آج خط بھی 29 کو ہی لکھ رہی ہوں کہیں ڈیٹ ہی نہ نکل جائے اس لیے جلدی ہے پلیز آپی آپ نے مائنڈ نہیں کرنا ورنہ میں تفصیلی تبصرہ ضرور کرتی۔ ابھی صرف دو کہانیاں ہی پڑھی ہیں "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" فاخرہ آپی آپ اجیہ کو کن آزمائشوں میں ڈال رہی ہیں اور اربش بے اختیار آنکھوں میں آنسو آ گئے ان کے حالات جان کر اور یہ غزنی اُف ولن کہیں کا' اللہ تمہیں تمہارے ارادوں میں کبھی کامیاب نہ کرے۔ "شب ہجر میں" جہاں مریرہ آنٹی کا دکھ ہے وہیں پر ملک فیاض صاحب تمہاری پارٹی تو ابھی شروع ہوئی ہے جیسی کرنی ویسی بھرنی کیا ہی اچھا ہوا اگر عمر انکل میرب سے نکاح کر کے اسے چھوڑ دے وہ تو باپ سے بھی دو ہاتھ آگے ہے اور پلیز صیام تم اپنے دل میں دری کے لیے جو باتیں سوچ رہے ہو وہ نہیں ہیں۔ بچ تم جاؤ گے ہم بھی انتظار کرتے ہیں او کے چارمنگ ہیرو اور ہاں دوست کا پیغام میں میرا پیغام شامل تھا شکریہ' اگلے ماہ جامع تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گی آنچل فرینڈز جہاں رہیں خوش رہیں۔

منزہ عطا...... کوٹ ادو۔ السلام علیکم! آنچل اسٹاف اینڈ ڈیئر شہلا آپی کیسی ہو آپ' امید ہے آپ سب فٹ فاٹ ہوں گے میں تقریباً تین چار ماہ کے بعد حاضر ہوئی ہوں' سب سے پہلے آپ سب اور تمام قارئین کو عید کی مبارک باد قبول ہو۔ اب تبصرے کی باری سب پہلے آنٹی قیصر آرا کی سرگوشیاں سنیں' حمد و نعت پڑھ کر دل کو سکون ملا پھر آئے انکل کے درس میں بیٹھ کر زیادہ سکون ملا پھر میں نے ڈور لگائی اپنے فیورٹ ناول "شب ہجر کی پہلی بارش" پلیز آپی آپ نے شہزاد کے ساتھ کچھ برا نہیں کرنا ہے کرنل صاحب اور سدید میرے پسندیدہ کردار ہیں' کرنل صاحب تو نہیں رہے پر آپ نے سدید کے ساتھ بہت اچھا کرنا ہے۔ سمیرا آپی آپ کی کمی بہت محسوس ہوئی' اللہ آپ کو صحت دے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" کی طرح آپ کا یہ ناول بھی سپرہٹ جائے گا' اس بار آزادی کے حوالے سے تمام بہنوں کی تحریریں بہت اچھی

لگیں، حرا قریشی آگئے ہو اور چھا گئے ہو دل میں ٹھاہ کر کے اتنی زیادہ اور اچھی تحریر قائد کے بارے میں اللہ پاک آپ کو کامیاب کرے حور میں نے آپ کی دوستی قبول کرلی آپ اپنا کوئی فون نمبر دیں، میں آپ سے بات کرنا چاہتی ہوں باقی سارا آنچل لاجواب تھا اللہ پاک پاکستان کو اور ہمارے آنچل کو شاد و آباد رکھے آمین۔

سلمیٰ عنایت حیا...... کھلا بٹ ٹائون شپ۔ شروع اللہ کے اس بابرکت نام سے جو سارے جہاں کا مالک اور خالق ہے شہلا آپی اور تمام قارئین کو السلام علیکم۔

بہت ناراض ہو شاید
جو ہم کو اس طرح بھول بیٹھے ہو
نہ یہ پوچھا کہ کہاں ہو
نہ یہ جانا کیسے ہو
نہ یہ سوچا کہ ہو یا نہیں

قارئین اس بار میں نے سوچا کہ آئینہ میں اپنا عکس دکھا کر اپنی یاد خود ہی دلاؤں کہ ہم بھی ہیں جناب! اس بار آنچل 27 کو مل گیا' ہاتھوں میں آتے ہی پہلی نظر سرورق پر موجود پنکی پر پڑی پھر ہم نے آنچل کو بسم اللہ کر کے کھولا۔ سرگوشیاں ہر بار کی طرح اس بار بھی دل کو چھو لینے والی' حمد و نعت بھی پسند آئیں۔ در جواب آں میں شازیہ مصطفیٰ' حیا عباس اور پروین افضل کی والدہ کی رحلت کا سن کر دل بہت اداس ہوا۔ میری دعا ہے کہ اللہ آپ سب کی والدہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ درجہ عطا فرمائے اور جن کے والدین حیات ہیں ان کو لمبی زندگی عطا فرمائے' آپ سب کو صبر کاملہ عطا فرمائے' سمیرا آپی اللہ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے آمین۔ اس کے بعد ڈائریکٹ دوست کا پیغام آئے پر چھلانگ لگائی کہ شاید کسی نے یاد کیا ہو مجھے مگر نہ جی نہ کسی نے بھی نہ یاد کیا۔ تمنا آپی آپ کی بیٹی کی دائمی جدائی کا پڑھ کر بہت دکھ ہوا' بیان نہیں کرسکتی جس وقت آپ کی بیٹی کے متعلق پڑھا تو بے ساختہ لبوں سے دعا نکلی کہ اللہ آپ کو اب لمبی عمر اور صحت کاملہ والی اولاد نرینہ عطا فرما کر آپ کی ماں تا کو قرار دے اور آپ کو صبر و استقامت عطا فرمائے' آمین پھر اسٹوریز کی طرف بڑھے' ''ذرا سنگر امیرے گمشدہ'' اریش اور اجیہ کی زندگی میں ایک نیا چیلنج آ گیا' اریش کی ماں کا رویہ ناقابل برداشت رہا۔ شرمین کچھ شرم کرو کیوں آگ لگاتی ہو ہر جگہ' غزنی تمہیں حنین مبارک ہو خبردار جو تم نے اجیہ کو کوئی نقصان پہنچانے کا سوچا بھی' باقی آنچل ابھی زیر مطالعہ ہے ان شاء اللہ اگلے ماہ حاضر ہوں گی۔

میزاب ...... قصور۔ السلام علیکم! شہلا آپی اور تمام ریڈرز امید ہے آپ سب ٹھیک ہوں گے' جو نہیں ٹھیک اللہ تعالیٰ انہیں صحت دے' آمین۔ اس دفعہ کا آنچل مجھے اتنی جلدی مل گیا کہ مجھے یقین ہی نہیں آیا' بازار جاتے کے ساتھ ہی میری نظر بکس اسٹور پر ہوتی ہے کہ آنچل بھی آیا کہ نہیں تو جناب اس دفعہ 22 کو بازار جانا ہوا اور آنچل میرے ہاتھ میں' اس ماہ کا ٹائٹل مجھے ذرا پسند نہیں آیا ماڈل کا میک اپ دیکھ کے ہی مجھے پسینہ آنا شروع ہو گیا باقی کا سارا آنچل ہی زبردست تھا۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' اقرا آپی یہ مٹھو میاں یا پیارے میاں کو سائیڈ پر کریں ذرا اور سودہ کی جوڑی زید کے ساتھ بنا دیں۔ مائدہ کی بولڈنیس یا یہ کہہ لیں بے حیائی دیکھ کے تو میں دانتوں میں انگلی دے کر بیٹھی رہ گئی یہ لڑکی جن شرپسند لوگوں کے ہاتھوں کھلونا بنی ہے یہ تو ان کو بھی پیچھے چھوڑ گئی' جنید بے چارہ برا پھنسا ہے اگر زید کو اس بارے میں پتا چلا تو اس کے لیے تو موت کا مقام ہوگا۔ ''ذرا سنگر امیرے گمشدہ'' اس میں ایک بات اچھی ہوئی کہ غزنی کے دل میں حنین کی قدر آ گئی اریش اور اجیہ کے لیے بہت فیل ہو رہا ہے۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' ہائے اللہ صیام پر تو مجھے بڑا غصہ آیا ڈفر نا ہو تو۔ شہزاد بے چاری کے ساتھ پتا نہیں اب کیا ہوگا اور افشین کے تو نیکی گلے پڑ گئی صد افسوس۔ کہتے ہیں عورت ناگن سے بھی زیادہ زہریلی ہوتی ہے اور وہ سارا منیر جیسی عورتیں ہوتی ہیں اللہ ان جیسوں کے شر سے بچائے۔ باقی سارا آنچل زبردست تھا' آپ سب کے لیے ڈھیر ساری سلامتی کی دعائیں اللہ سب کو خوش اور سلامت رکھے آمین اینڈ اللہ حافظ۔

خزینہ طاهر...... سرائے عالمگیر۔ السلام علیکم! کیوٹ شہلا آپی کیسی ہیں آپ اور ہمارا آنچل کیسا ہے امید کرتی ہوں آپ دونوں ہی ٹھیک ہوں گے' پیاری شہلا آپی اللہ تعالیٰ آپ کو سدا خوش رکھے اور آپ کی ہر پریشانی دور کرے' آمین۔ کاش کے آپی میں آپ سے مل سکتی۔

تاریکیوں میں ڈوب گیا ایک مہتاب
ایک پھول تھا تیز ہوا میں بکھر گیا
جس پر غموں کی دھوپ بھی لگتی تھی چاندنی
آنکھوں کو ہے تلاش وہ چہرہ کدھر گیا

سب سے پہلے تو میں جان سے عزیز رائٹر ہماری پیاری آپی عفت سحر طاہر کے غم میں شریک ہونا چاہوں گی ان کے ہر دکھ کی ساتھی ان کی ماں جیسی ساس اب اس دنیا میں نہیں رہی عفت آپی بہت افسوس ہوا آپ کی ساس کی وفات کا سن کر اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے' آمین۔ آپی دل تو کسی کا بھی نہیں چاہتا ناں کہ اس کا پیارا اسے چھوڑ کر جائے لیکن موت تو ایک نہ ایک دن آنی ہے اسے تو کوئی بھی نہیں روک سکتا'

بس آپ لوگوں کے لیے یہی دعا ہے کہ اللہ آپ کو اور ان کے اہل خانہ کو صبر دے آمین۔ سرورق والی حسینہ کو دیکھ کر ہی دل عش عش کر اٹھا آنچل والوں اس بار تو کمال ہی کر دیتا تسی اتنی پیاری ماڈل اللہ نظر بد سے بچائے (پھر کہو گے آپ لوگ خزینہ نے نظر لگادی) حمد ونعت سے اپنے چھوٹے سے دل کو پُرنور کیا ویسے آپس کی بات ہے جب آنچل ہاتھ میں آتا ہے تو دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں آنچل کے مستقل سلسلوں کی تعریف کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ سرگوشیاں پر تو ہم دل وجان سے قربان ہیں پھر کیا تھا کہ ہم نے دوڑ لگادی کہانیوں کی طرف مکمل ناول افسانے ناولٹ ناول سب ہی پرفیکٹ تھے ویسے تو آنچل میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو تعریف کے لائق نہ ہو خاص کر ہم سے پوچھیے شمائلہ آپی آپ اور آئینہ میں شہلا آپی آپ مجھے دونوں ہی اچھی لگتی ہو شہلا آپی بھی اتنا اچھا جواب دیتی ہیں اور شمائلہ آپی بھی کڑوی مرچی کھا کر جواب دیتی ہیں پر مزہ آتا ہے۔ بیوٹی گائیڈ کی تو میں پوری پوری فین ہوں پلیز آنچل کو تھوڑا سا اور موٹا کر دیں کہ میں پڑھتی رہوں پڑھتی رہوں پر یہ ختم نہ ہو اچھا آپی اب مجھے اجازت دیں اور آپ سب آنچل والوں کے نام لکھوں دعائیں جو آنچل کو ہمارے لیے اتنی محنت اور لگن کے بعد ہمارے لیے تیار کرتے ہیں اور آپ بھی ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا زندگی رہی تو پھر اگلے ماہ ملیں گے اللہ حافظ۔

انیلہ اکرم...... لودھراں۔ السلام علیکم! امید ہے سب خیریت سے ہوں گے آنچل 25 تاریخ کو ملا ماڈل بس سو سو ہی تھی پلیز ٹائٹل گرل اچھی دیا کریں۔ سجل علی عائزہ مہوش حیات وغیرہ کے ٹائٹل بھی دیا کریں سب سے پہلے "شب ہجر کی پہلی بارش" پڑھی ہر بار کی طرح یہ قسط بھی لاجواب تھی۔ نازی جی آپ کو بیٹی بہت مبارک ہو آپ پلیز صیام اور درمکنون کا قصہ زیادہ دیا کریں پر ہیان کی شادی ایلی کے ساتھ ہونی چاہیے ساویز کے ساتھ نہیں۔ سدید کے بارے میں اب پھر نہیں لکھا "پتھروں کی پلکوں پر" کی طرح اس کا اینڈ بھی شاندار کیجیے گا تاکہ مدتوں یادگار رہے۔ فاخرہ گل آپ کی امی کا سن کر بہت افسوس ہوا۔ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" میری فیورٹ کہانی ہے آپ اجیہ اور سکندر کے ساتھ کچھ برا مت کیجیے گا' سکندر کو تو باپ کہنا بھی باپ کی توہین ہے اب ایسی بھی کیا محبت کہ سزا بیوی اور بیٹی کو ساری زندگی ملتی رہے۔ اربش کی ماں سے یہ توقع نہیں تھی کہ شرمین کے کہنے پر اپنے ہی بیٹے کو گھر سے نکال دیا' آپ پلیز اس کا اینڈ اچھا کیجیے گا۔ اقرأ آپ کے تو کیا ہی کہنے "بہاروں کے سنگ سنگ" کی طرح آپ کا یہ ناول بھی یادگار ہونا چاہیے' سودہ اور زید ہی کی شادی ہونی چاہیے' پیارے میاں کو دفع کریں۔ انشراح کا نوفل کے خاندان سے ضرور کوئی تعلق ہے آگے دیکھتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے۔ سمیرا آپ کا ناول بہت زبردست جارہا ہے اسی طرح اچھا اچھا لکھتی رہیں۔ "حریم عشق" کا اختتام بہت پسند آیا' عفت سحر طاہر آپ سے گلہ ہے آپ نے آنچل میں لکھنا کیوں چھوڑ دیا پلیز آپ آنچل میں بھی لکھیں پلیز پلیز۔ ام مریم' عشناء کوثر سردار اور سعدیہ اہل کاشف آپ سب کہاں غائب ہیں آنچل میں لکھیں۔ باقی آنچل تو ہے ہی پیارا راج دلارا آئینہ میں چار سال بعد شرکت کر رہی ہوں امید ہے جگہ ملے گی۔

☆ ڈیئر انیلا اکرم! امید ہے کہ اب دوبارہ غائب نہیں ہوجائیں گی اور ہر ماہ بھرپور تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گی۔

اقصیٰ کشش...... محمد پور دیوان' پنجاب۔ السلام علیکم! تمام پڑھنے والوں کو میری طرف سے سلام امید ہے سب خیریت سے ہوں گے طویل عرصے بعد خط لکھ رہی ہوں وجہ پیپرز کی مصروفیات تھیں۔ اللہ اللہ کر کے پیپر ختم ہوئے آپ لوگ دعا کریں اچھے مارکس آجائیں اب آتے ہیں آنچل کی طرف اُف اس بار تو آنچل کے لیے انتظار کے کڑے مرحلوں سے گزرنا پڑا وجہ یہ ہے کہ ہمارے شہر میں آنچل کوئی پڑھتا ہی نہیں (ساری نکمیاں ہیں) تو اس لیے ادھر ڈائجسٹ نہیں آتا' ہمت کر کے خود ہی چل پڑے جام پور اور ڈائجسٹ لے کر ہی دم لیا' اس بار سرورق خاص پسند نہیں آیا سب سے پہلے قیصر آنی کی سرگوشیاں پڑھیں میری طرف سے تمام اہل پاکستان اور آنچل ریڈرز کو 14 اگست بہت بہت مبارک ہو۔ حمد ونعت سے مستفید ہو کے در جواب آں میں چھلانگ لگائی۔ عفت سحر' شازیہ مصطفیٰ...... حمیرا نوشین' پروین آپی اللہ پاک سے دعا ہے کہ آپ سب کی والدہ کو اللہ پاک کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے' آمین۔ ہمارا آنچل میں عکس فاطمہ کا نام بہت پسند آیا' میری خواہش ہے کہ میرا یہ نام ہوتا۔ سلسلہ وار ناولز میں سب سے پہلے اقرأ آپی کا ناول پڑھا' اُف آپی جی یہ پیارے میاں تو سودہ کے حوالے سے بالکل بھی پسند نہیں آئے اس کی چھٹی کریں اور یہ مائدہ بھی عقل سے پیدل ہوگئی ہے مجھے تو زید کا متوقع ردعمل ہی ہولا رہا ہے۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" نازی آپی آپ نے فیس بک پیجز کے بارے میں جو بھی لکھا وہ سچ ہے' ہم بھی آپ کی طرح ان کا شکار بن چکے ہیں۔ اور قسط نے رلا ڈالا' سارا پر اتنا غصہ آرہا ہے کہ پوچھیں مت' اپنی خوشیوں کے لیے کوئی اس حد تک بھی جاسکتا ہے' دوسروں کے حق پر ڈاکہ ڈالنے والے خود بھی خوش نہیں رہ سکتے۔ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" وقت یوں بھی بدلتا ہے' لگژری کار میں سفر کرنے والے اربش کے پاس رکشہ کا کرایہ تک نہ تھا' مجھے بہت دکھ ہوا یہ پڑھ کے اور فرح بیگم اپنی انا میں اس حد تک چلی جائیں گی سوچا نہ تھا۔ مکمل ناول دونوں بیسٹ تھے' افسانوں میں "جواری کی بیٹی" موضوع وہی پرانا تھا خاص نہیں لگا باقی تمام افسانے آزادی کے حوالے سے بہترین تھے۔ آرٹیکل میں فہمیدہ جی کا "ہمارے پڑوسی" مزہ دے گیا۔ اب آتے ہیں مستقل سلسلوں کی طرف بیاض دل میں سب کی کاوش اچھی تھی۔ نیرنگ خیال میں ایس اے صنم' مدیحہ اکرم کشش' ایس گوہر طور آپ کا انتخاب پسند آیا۔ یادگار لمحے میں سب نے لمحوں کو یادگار بنادیا' نجم انجم میں نے اسی خوف سے آج تک نیل پالش نہیں لگائی' آئینہ میں پرنسز اقرا اور شزا بلوچ کافی عرصے بعد حاضر ہوئی ہیں۔ ہم سے پوچھیے میں سب سوالوں نے لبوں پر مسکراہٹ بکھیری' اس بار تفصیل سے تبصرہ کیا ہے بتایئے گا ضرور کیسا لگا۔ آخر میں عائش کشمالے' مدیحہ نورین' سمیرا التعبیر' فریدہ جاوید فری' جیا عباسی' دعائے سحر' نور المشال سمیرا سواتی' ناہید چوہدری' مدیحہ اکرم' حرا قریشی' عائشہ پرویز آپ سب کے لیے دعاؤں کا تحفہ۔ مجھے

بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا اور ہاں دلکش مریم آپ کو عمرہ کی سعادت حاصل کرنے پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد اللہ پاک ہم سب کو یہ سعادت نصیب فرمائے آمین۔ زندگی رہی تو پھر ملاقات ہوگی' اللہ حافظ۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات۔ السلام علیکم پیاری آپی جان کیسی ہیں ہر دفعہ کی طرح اس دفعہ آنچل کا انتظار پہلے سے زیادہ تھا کیوں کہ 27 کو پیپرز شروع ہونے ہیں اور 25 کو آنچل ملا' فٹافٹ امی سے چوری چوری کھولا اور چوری چوری ہی تھوڑا بہت دیکھا اور دیکھ لیں اب خط بھی چوری چوری ہی لکھ رہی ہوں کیوں کہ امی نے دیکھ لیا تو کہنا ہے کہ امتحان سر پر ہیں اور رسالوں میں گھسی ہے ہائے اس دفعہ بھی کوئی کہانی پڑھ کے تبصرہ نہیں کرسکی سوری شہلا آپی۔ ٹائٹل میں ماڈل کے چہرے پر گلابی گلابی رنگ نظر آرہا ہے ٹھیک ہی لگ رہی ہے بس "جناح کی یاد میں" حرا قریشی نے زبردست لکھا۔ فہمیدہ غوری کے پڑوسی بھی پڑھ کے مزہ آیا' بیاض دل میں نجم انجم' سیدہ جیا عباس' انیلا طالب کے اشعار بہت اچھے لگے۔ نیرنگ خیال میں طیبہ عنصر مغل' فریدہ فری' کوثر ناز مدیحہ اکرم کی شاعری بہت اعلیٰ تھی یادگار لمحے میں ناہید چوہدری' طیبہ خاور' وقاص عمر کا انتخاب اچھا لگا۔ ہم سے پوچھیے میں حفصہ اعوان' انیلا طالب' شزا بلوچ' ارم کمال' پروین افضل کے سوالات کرارے سے تھے اور شائلہ آپی کے جواب رائتہ سلاد جیسے تھے باقی سب پڑھنے والوں کو سلام اور دعا کیجیے گا میرے امتحان اچھے ہوجائیں اس سے پہلے کہ امی کا جوتا میری طرف آئے میں جلدی سے خط بند کروں خوش رہیں سب اپنا خیال رکھیے گا چلتی ہوں اب اللہ حافظ۔

دلکش مریم...... چنیوٹ۔ السلام علیکم! آنچل اسٹاف مصنفین اور قارئین کیسے ہیں آپ سب؟ اللہ پاک آپ سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے آمین۔ ٹائٹل ٹھیک رہا' سرگوشیاں سنیں اور بے اختیار وطن عزیز کے لیے دل سے دعا نکلی اللہ پاک ملک دشمنوں سے پاکستان کی حفاظت فرمائے آمین۔ درجواب آں پڑھا اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفا دے اور وفات پاجانے والوں کو جنت میں اعلیٰ مقام دے ان کے گھر والوں کو صبر دے آمین۔ کسی بھی رشتہ کا کوئی نعم البدل نہیں ہوتا اور خاص طور پر والدین کا' شازیہ مصطفیٰ' حمیرا نوشین' پروین افضل شاہین' سعدیہ جیا دل آپ سب کے لیے دعا گو ہے۔ دانش کدہ سے اپنے علم میں اضافہ کیا اور ہمارا آنچل کی پریوں سے ملاقات بلاشبہ ہر کوئی اپنی ذات میں لاجواب ہے سب بہنوں سے ملاقات اچھی رہی۔ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" ناول اہم موڑ پر ہے انجانے میں ہی سہی مگر ضد میں اربش کی والدہ اپنے نازوں سے پلے بیٹے سے زیادتی کر گئی ہیں اب دیکھتے ہیں غزنی کیا کرتا ہے کیسے انتقام لیتا ہے۔ اربش کو کسی بھی حال میں اجیہ کو اکیلے چھوڑ کر نہیں جانا چاہیے جبکہ غزنی بھی تاک میں ہے' اجیہ کے والد اور اربش کی والدہ کی ملاقات کا بھی انتظار ہے' امید ہے اگلی قسط انٹرسٹنگ ہوگی۔ "نوید سحر" شروع میں اتنا شوخ و چنچل ناول جبکہ اختتام اتنا ہی افسردہ فجر کو اختتام تک شوخ ہی دکھانا چاہیے تھا بے شک ریحان کا عمل اس کا نکاح کرلینا برا لگا مگر فجر کی سنجیدگی تھوڑا افسردہ کرگئی بہر حال ناول اچھا تھا۔ "قبلہ رو ہوگئے" رسم و روایات میں جکڑی کہانی کا اختتام پسند آیا' ماورا طلحہ کا خوب صورت ناول "عشق ست رنگی" اور حمیرا اعلیٰ کا "کھلتا ہے دریچہ" لاجواب رہے۔ سلسلہ وار ناول "تیری زلف کے سر ہونے تک" بہت خوب صورتی سے رواں دواں ہے۔ انشراح کی نانو آخر کیا چیز ہے پیسے کے لیے نواسی کو داؤ پر لگا رہی ہے جبکہ نوفل انشراح سے متنفر ہی ہوتا جارہا ہے۔ زید اور سودہ کو الگ نہیں کریں دونوں کا ساتھ اچھا لگتا ہے اور مائدہ تو حد درجہ بے وقوفی کا مظاہرہ کررہی ہے۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" یہ ملک فیاض کی رسی کب کھینچی جائے گی افسوس افشین کے لیے موت کا اعلان کردیا گیا مگر پلیز شہزاد کو کچھ نہیں ہونا چاہیے اور سارا کو اس کے کیے کی سزا ضرور ملنی چاہیے ٹھیک کیا درمکنون نے آخر وہ صیام کو یقین کیوں دلاتی اگر اسے درمکنون سے محبت ہے تو اس پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ افسانے بھی بہترین تھے مگر اقرأ گلزار کا "پرچم دستارہ ہلال" ٹاپ پر رہا جسے پڑھ کر آنکھیں نم ہوگئیں۔ آرٹیکل جس ترتیب سے شائع کیے گئے اسی طرح نمبر لے گئے (اللہ کرے زور قلم اور زیادہ)۔ مستقل سلسلوں میں عائشہ اختر' مشاغل' فضہ بشریٰ' مہ گل' کوثر ناز' فریدہ فری' شفقت شاہین' نجم انجم' سیدہ جیا عباس' نجم انجم اعوان' مشی خان' مدیحہ نورین مہک' شگفتہ خان کی نگارشات پسند آئیں۔ دوست کا پیغام سمیرا سواتی' ملالہ اسلم' اقصیٰ کشش' سارایہ چوہدری آپ نے یاد کیا بہت شکریہ اللہ پاک آپ کو خوش رکھے۔ ڈیئر عظمیٰ شفیق میرا نام پسند کرنے کا شکریہ' فریدہ فری اللہ آپ کو صحت دے آمین۔ تمنا بلوچ آپ کے دکھ کو دل سے محسوس کیا صبر کا دامن تھامے رکھیں بے شک صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے' دعا گو۔

مہرباں شاہ...... نوشہرہ۔ السلام علیکم! پہلی بار شرکت کررہی ہوں آپ کی محفل میں پلیز ویلکم ضرور کہیے گا۔ میں ایک خاموش قاری تھی پر مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کرنے والی نازیہ آپی کی کہانی "شب ہجر کی پہلی بارش" ہے نازیہ آپی بہت اچھا لکھتی ہیں اس کہانی میں میرا پسندیدہ کردار سدید کا ہے اور ہم تو سدید اور عائلہ کے ایک ہوجانے کے خواہاں ہیں۔ سمیرا آپی آپ کا ناول بہت اچھا جارہا ہے' افلن کو اتنا بھی روڈ نہیں ہونا چاہیے تھا باقی کہانی بہت اچھی تھی چونکہ ابھی آگے بڑھ رہی ہے کہانی تو پتا چلے گا کہ افلن بے چارے کی اور کتنی درگت بنتی ہے ہاہاہا۔ فی پورا آنچل تو ہمارا اپنا آنچل ہے' اس کا لفظ لفظ ہمیں بہت عزیز ہے' ہمیشہ آنچل کے ملنے پر جو خوشی محسوس ہوتی ہے وہ لفظوں میں بیان نہیں کی جاسکتی ہے اور ہاں ایک تو بھول ہی گئی ارے آپ سب کو جشن آزادی کی مبارک باد۔ تو جی آپ سب کو ہماری طرف سے آنے والی جشن آزادی مبارک ہو اور آخر میں ایک نعرہ' میرا ساتھ ضرور دیں "پاکستان زندہ باد۔"

زعیمہ روشن...... آزاد کشمیر' مظفر آباد۔ السلام علیکم! شہلا آپی اینڈ آل آنچل اسٹاف قارئین سب کیسے ہو آپ لوگ؟ امید کرتی ہوں سب فائن ہوں گے' اب آتے ہیں تبصرے کی طرف ٹائٹل گرل پیاری تھی' ساون کے پرپل پھول کی طرح کچھ زیادہ ہی پرپل تھی۔ سرگوشیاں سنیں اس کے بعد سب سے پہلے سمیرا شریف طور اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عطا کرے آمین۔ پروین افضل شاہین' سیدہ جیا

عباس حمیرا نوشین شازیہ مصطفیٰ آپ سب کی والدہ محترمہ کے بارے میں سن کر بہت افسوس ہوا۔ عفت سحر آپ کی ساس سمیت سب کی ماؤں کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین‘ بے شک کسی نے ماں کے بارے میں سچ ہی کہا ہے کہ ”جب بھی میرے دل کی مسجد میں تیری یادوں کی اذان ہوتی ہے میں اے ماں اپنے آنسوؤں سے وضو کر کے تیرے جینے کی دعا کرتی ہوں۔“ اللہ تعالیٰ آپ کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے آمین۔ جیسے تیسے کر کے آنسو صاف کر کے آگے بڑھے تو دانش کدہ سے اپنے نالج میں اضافہ‘ اسٹوریز کے بارے میں اتنا ہی کہوں گی فاخرہ گل‘ مریم فضل عباسی‘ ام ایمان قاضی‘ ماورا طلحہ‘ حمیرا علی اور فرحین اظفر نے قلم کا صحیح معنوں میں حق ادا کیا۔ افسانے ایک سے بڑھ کر ایک تھے‘ سلسلہ وار ناول ابھی پڑھے نہیں باقی سلسلے زبردست تھے‘ اجازت دیں فی امان اللہ۔

نشاط ابراھیم...... باڑہ بنگلہ‘ علی پور۔ السلام علیکم! پیاری پیاری سویٹ سی مائی ڈیئر شہلا آپی! میرا نام نشاط ابراہیم ہے میں ایک چھوٹے سے گاؤں ”باڑہ بنگلہ“ سے تعلق رکھتی ہوں آنچل میں مجھے تمام اسٹوریز پسند ہیں خاص کر ”شب ہجر کی پہلی بارش“ میری موسٹ فیورٹ اسٹوری۔ آنچل سے مجھے سب سے پہلے میری خالہ ذکیہ حسین نے متعارف کروایا تو مجھے پہلی ہی جھلک میں پسند آ گیا‘ میں نے اس خوب صورت محفل میں پہلی بار شرکت کی ہے‘ ٹائٹل پر موجود ماڈل کی مسکان سحر انگیز تھی‘ قیصر آرا کی سرگوشیاں اچھی لگیں۔ حمد سے دل کو منور کرتے ہوئے نعت پڑھی تو آنکھوں کو ٹھنڈک ملی‘ ہمارا آنچل میں صفانا خان سے ملاقات کر کے بہت اچھا لگا پھر چھلانگ لگائی اپنے پسندیدہ سلسلہ وار ناول ”شب ہجر کی پہلی بارش“ پر‘ شکر ہے زاویار اپنے کیے پر شرمندہ تو ہوا۔ افسانے بھی اچھے تھے ”تیری زلف کے سر ہونے تک“ واہ بھئی اقرأ صغیر جی ویل ڈن۔ اگر چاہیں تو ناول میں نکھار پیدا کر سکتی ہیں اور پلیز زید اور سودہ کو جدا مت کیجیے گا‘ فاخرہ گل کا ”ذرا مسکرا میرے گمشدہ“ کا بس گزارہ ہے۔ آرٹیکل میں حرا قریشی کا ”جناح کی یاد“ نہیں بھولے گا۔ جناح ہمارے وطن کے بانی اور اس وطن کا فخر ہیں‘ اللہ جناح کو جنت میں جگہ دے آمین۔ انیلا طالب اور کوثر خالد سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ اگر سانسوں نے ساتھ دیا تو پھر ضرور شرکت کروں گی‘ میرے وطن کا جھنڈا ہمیشہ لہراتا رہے میرا وطن ہمیشہ ہنستا مسکراتا رہے آمین‘ اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر نشاط! پہلی بار آمد پر خوش آمدید۔

انیلا طالب...... گوجرانوالہ۔ پیاری سی شہلا آپی اور چمکتے دمکتے ستاروں جیسے آنچل رائٹرز اور ریڈرز آپ کو انیلا طالب کا محبتوں میں ڈوبا سچائی کی خوشبو سے مہکا سلام دل کی گہرائیوں سے قبول ہو۔ طویل ترین انتظار کے بعد محمد رضا بھائی کے ہاتھوں اپنے محبوب ترین رسالے کا شرف دیدار حاصل ہوا‘ ماہ نور راجہ کے منفرد سرورق سے سجا آنچل 29 کو ہم تک پہنچا۔ حمد و نعت سے دل منور کرتے سرگوشیوں سے فیض یاب ہوئے‘ در جواب آں میں جھانکا تو کتنی ہی بہنیں نظر آئیں پیاری پروین افضل شاہین‘ اللہ آپ کی والدہ کو اور شازیہ مصطفیٰ آپ کی والدہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے۔ ملالہ اسلم پیا گھر جانے کی ڈھیروں مبارک باد اور دعائیں۔ دانش کدہ‘ ہمارا آنچل‘ سلسلوں کا مزہ لیتے سب سے پہلے ”ذرا مسکرا میرے گمشدہ“ پڑھا‘ بہت شاندار بس اب اجیہ کے آگے غزنی کے ہاتھوں کوئی نئی مصیبت نہ آ جائے‘ مکمل ناول میں ”نوید سحر“ ونڈرفل رہا۔ افسانوں میں ”پرچم ستارہ و ہلال“ زبردست تین الفاظ موتیوں سے سج لگ رہے تھے۔ ”جواری کی بیٹی“ ذہن میں نقش ہو گیا‘ انعام بھی اچھا تھا۔ آرٹیکل میں ”جناح کی یاد“ سپر ہٹ رہا۔ بیاض دل‘ ڈش مقابلہ‘ بیوٹی گائیڈ‘ نیرنگ خیال‘ ہومیو کارنر‘ کام کی باتیں‘ یادگار لمحے سبھی ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ پیاری ملالہ اسلم میں نے کتاب آپ کو ارسال کر دی تھی اور آپ کا محبت کی چاشنی میں لکھا انتہائی دلفریب خط اپنے دراز کی زینت بھی بنا دیا جو کہ میرے بہت قریب ہے‘ آئینہ میں بھی کے تبصرے جاندار تھے تحریروں کے جلد شائع ہونے کی ڈھارس پر سیروں خون بڑھ گیا‘ اگلے شمارے کا بے چینی سے انتظار رہے گا‘ اللہ حافظ۔

سحر گل...... ساجد صالح۔ تمام اہل آنچل کو تمکین عید مبارک اور اپنی خوشیوں میں دوسروں کی خوشیوں کو بھی مدنظر رکھیں۔ خوبرو حسینہ والے ٹائٹل سے مزین آنچل 31 کو ملا تو مئی زدہ حبس موسم بھی دسمبر کی بارش لگا‘ سرگوشیوں اور در جواب آں میں قیصرہ آپی سے تفصیلی ملاقات کر کے وادی ناول میں قدم رکھا۔ نازیہ کنول اور اقرأ جی بدستور منزل کی طرف رواں دواں نظر آئیں‘ مکمل ناول میں بھی رائٹرز لفظوں کا جادو جگاتی نظر آئیں۔ ”محبت امر ہے“ شمیم سحر نے ماضی کو زبردست طریقے سے پیش کیا‘ واقعی محبت خود ایک مذہب ہے۔ ”جواری کی بیٹی“ بظاہر ہمارے تہذیب یافتہ معاشرے کے منہ پر کھلا طمانچہ ہے کہ رشتے کس طرح زہر آلود ہو جاتے ہیں۔ اقرأ گلزار اور بشریٰ تنویر بھی قلم سے انصاف کیا‘ ہمارے معاشرے میں بکھری یہ کہانیاں دلوں کو کتنا دکھی کر دیتی ہے۔ رشتے کڑواہٹ میں ڈوب رہے ہیں‘ سکون دلوں سے ناپید ہو رہا ہے‘ برداشت کی قوت کم ہوتی جا رہی ہے صرف اور صرف اپنے مذہب سے دوری اور منفی سوچ کی وجہ سے جب حالات ہی خوشگوار اور سازگار نہ ہوں تو قلم سے مزاح اور شگوفے کیسے نکلیں گے‘ باقی سلسلے بھی لاجواب تھے‘ جن قارئین کے قریبی رشتے ان سے بچھڑ چکے ہیں‘ ان کے عزیزوں کے لیے خصوصی دعا اور ان کے لیے صبر کی تاکید‘ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی معنوں میں مومن بنائے آمین۔

تمنا بلوچ...... ڈی آئی خان۔ السلام علیکم! شہلا آپی کافی عرصے بعد آپ کی محفل میں شامل ہوئے ہیں ویلکم تو بنتا ہے‘ وجہ تو شاید آپ کو معلوم ہوگی؟ میری ممی پری جو مجھ سے روٹھ گئی اللہ اسے اپنی رحمتوں کے سائے میں رکھے اور ہمارے لیے مغفرت کا ذریعہ بنائے آمین۔ جی تو آتے ہیں تبصرے کی طرف سب سے پہلے نازی آپی کے ”شب ہجر کی پہلی بارش“ کی طرف واؤ آپی زبردست‘ بہت اچھا جا رہا ہے آپ کا ناول‘ در مکنون کو صیام سے محبت ہو گئی ہے پر وہ اظہار نہیں کر رہی اور یہ سارا منیر حسن کتنی چالاک نکلی‘ اُف اللہ بچائے ایسے لوگوں سے

بس اللہ اب مریرہ اور صمید کے درمیان دوریاں ختم کردے، پلیز شہزاد کو کچھ مت کیجیے گا اس کی عزت سلامت رہے، زاویار اور عائلہ کے بھی مل جانے کی امید ہے۔ کہانی نے بہت اچھا موڑ اختیار کیا ہے، بے چاری اشمین بے گناہ ماری جائے گی۔ اب آتے ہیں سمیرا آپی کی طرف آپی آپ کا ناول بھی اچھا جارہا ہے بلکہ زبردست کہانی ہے، شہرینہ اور افکن کی شادی پکی ہے، اس بار آپ کی کمی بہت محسوس ہوئی اللہ پاک آپ کو صحت دے آمین۔ فاخرہ آپی کا ''ذرا مسکرا میرے گمشدہ'' میں بھی حالات خراب ہونے کے بعد اب سنبھل رہے ہیں، مجھے اربش کی ممی پر بہت غصہ آیا' اس شرمین کا دل کرتا ہے گلہ دبا دوں۔ غزنی نے حسنین سے شادی کرکے بہت اچھا کیا، شکریہ غزنی بھائی! اور لگتا ہے اربش کی ممی اور اجیہ کے والد صاحب جب آپس میں ملیں گے تو بہت سی سچائیاں کھلیں گی تب شاید ممی اربش اور اجیہ کو معاف بھی کردیں اور پلیز اربش کو باہر نہ بھیجیے گا۔ ''حریم عشق'' سیدہ غزل زیدی نے بہت ہی اچھا ناول لکھا' بہت بہت مبارک ہو غزل زیدی جی آپ کو اتنا اچھا ناول لکھنے کی۔ ''چراغ خانہ'' رفعت سراج جی نے جلدی میں سمیٹنے کے چکر میں بہت سی باتیں واضح نہ کیں جیسے کہ مشہود بھائی کو کس نے اغواء کیا تھا اور وہ جس لڑکی کے بارے میں ہر وقت سوچتے تھے وہ کون تھی اور وہ ان وحشی لوگوں کے چنگل سے کیسے آزاد ہوئے اور عالی جاہ کا جھوٹ جو اس نے نامی سے بولا اس کا بھی پردہ فاش نہ ہوا۔ بیاری نے دانیال سے کی گئی زیادتیوں کی معافی بھی نہ مانگی' سوری کہانی اور بھی زبردست ہوسکتی تھی مگر پھر بھی اچھی تھی۔ سافر اسغیر جی آپ کا ناول ابھی نہیں پڑھا ایک ساتھ پڑھ کر ایک ساتھ تبصرہ کروں گی۔ ''عید مزہ'' عمارہ خان زبردست لکھی واقعی مزہ آگیا۔ ''جواری کی بیٹی'' نازیہ جمال اچھی تحریر' فالحہ کی محبت اور خدمت رائیگاں نہیں گئی اور نوریہ کا دل نرم ہوگا اچھا لگا پر اپنی سگی خالہ ہی جلنے لگی۔ ''پرچم ستارہ و ہلال'' اقرأ گلزار کی اچھی تحریر تھی پاکستان سے محبت آج بھی باتیں ہی ہیں مگر منزل نے اپنی آخری سانس تک محبت نبھائی' اللہ ہم سب کو بھی توفیق عطا فرمائے آمین۔ بیاض دل آنچل ابھی زیر مطالعہ ہے۔ نیرنگ خیال میں سبھی کی نظم اور غزل اچھی تھی مگر ندا علی کی غزل دعا رانی کا ایک لمحہ ایس اے صنم کی غزل' بجیر ایلیم کی نظم اور ایس کو ہر طور کا کالج کی یاد اور صائمہ احمد سحر کا مجھے آواز مت دینا اچھے تھے جن کے نام رہ گئے سوری۔ یادگار لمحے بھی بیسٹ تھے کسی ایک کا نام لکھنا باقی کے ساتھ ناانصافی ہوگی' زندگی رہی اور اللہ نے چاہا تو اگلے ماہ مکمل تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گی' تب تک کے لیے فی امان اللہ۔

ایس شہزادی کھرل...... جڑانوالہ۔ السلام علیکم! آنچل اسٹاف اینڈ آنچل قارئین بھئی ہم نے سوچا آخری دفعہ کوشش کرلیتے ہیں شاید...... آپی مجھے آپ سے ایک دو نہیں بلکہ بہت ہی زیادہ شکایتیں ہیں۔ سب سے پہلے سرگوشیاں سنیں پھر حمد و نعت سے مستفید ہوتے اور آگے بڑھی دانش کدہ میں پہنچے وہاں سے آگے چاروں بہنوں کا تعارف بہت اچھا لگا اس کے بعد چھلانگ لگائی ''شب ہجر کی پہلی بارش'' ویل ڈن نازیہ آپی لیکن سدید کو تو آپ نے گم کردیا ہے ماضی سے پردہ اٹھ رہا ہے ''ذرا مسکرا میرے گمشدہ'' آپی فاخرہ جی یہ کیا اجیہ بے چاری کے ساتھ آپ نے کیا لیکن اب کچھ اچھا ہی کریں پلیز آپی جی! یہ کیا سمیرا جی اتنے عرصے بعد آتی ہیں اور دو اقساط کے بعد بیمار بھی ہوگئیں' اللہ تندرستی دے۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' فی الحال سر سے گزر رہا ہے آپی اقرأ نے سارے کردار الجھا دیئے ہیں۔ ''عشق ست رنگی'' بہت خوب ماورا طلحہ جی۔ ''کھلتا ہے دریچہ'' حمیرا علی کا ناولٹ بھی اچھا تھا آپی ام ایمان قاضی کا ناول ''قبلہ رو ہوگئے'' بہت اچھا لگا' افسانے سارے ہی اچھے تھے لیکن بشریٰ تنویر ''انعام'' بازی لے گیا اور اقرأ گلزار بھئی ہماری طرف سے سلام ہو اتنا اچھا افسانہ لکھنے پر۔ آرٹیکل تینوں بہنوں کے ہی اچھے تھے' بیاض دل میں مدیحہ نورین مہک (نجانے ایک کشش سی محسوس ہوتی ہے) ایفہ انا' نجم انجم' پروین افضل' ارم کمال۔ ڈش مقابلہ میں کوئی ڈش ٹرائی ضرور کرتے ہیں اور اس سے گھر والے بھی مستفید ہوتے ہیں (سچی)۔ نیرنگ خیال میں عائشہ اختر بٹ' نازسلوش ڈشے' ایس گوہر طور' ماریہ زکی۔ دوست کا پیغام آئے میں پروین افضل شاہین کی ماں کا سن کر بہت دکھ ہوا اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی' مدیحہ نورین مہک' تمنا بلوچ کے پیغام پسند آئے۔ یادگار لمحے غلام سرور' نجم انجم' انعم' سائرہ' عظمیٰ نفیس' ثریا شاہ۔ آئینہ میں صائمہ مشتاق' حسن مخدوم' مدیحہ نورین مہک کے پسند آئے۔ ہم سے پوچھئے کی بات ہی رہنے دو جب سارا آنچل پڑھ کر اینڈ پر پہنچتے ہیں تو شمائلہ آپی بے ساختہ ہنسنے پر مجبور کردیتی ہیں آنٹی کوثر کی کمی محسوس ہوئی۔

روبینہ کوثر...... بستی ملوک۔ السلام علیکم! شہلا آپی آپ کیسی ہیں اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ آپ ہمیشہ مسکراتی رہیں' آپ کو ڈھیر ساری خوشیاں ملیں۔ اب آتی ہوں اپنے من پسند آنچل کے تبصرے کی طرف آنچل 27 کو ملا' بھائی کی بہت زیادہ خوشامد کرنی پڑی۔ مکمل آنچل کو ایک نظر دیکھنے کے بعد سرگوشیوں کو پڑھ کر انجوائے کیا' مدیرہ آپی نے وطن کے حوالے سے جو بھی لکھا میرا حوصلہ مزید بڑھ گیا' حمد و نعت پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ شہلا آپی میں نے خود پانچ نعتیں لکھی ہیں' کیا میں آنچل میں نعت بھیج سکتی ہوں پلیز ضرور بتایئے گا۔ الکوثر مشتاق احمد قریشی نے قیامت کا جو منظر بیان کیا میرا دل خوفزدہ ہوگیا اگر ہمارے دل میں ہر وقت خوف خدا رہے تو ہم مسلمان آہستہ آہستہ سب گناہوں سے کنارہ کشی کرسکتے ہیں۔ حمیرا ارشد' صفانا خان' ماہم نور' عکس فاطمہ سے ملاقات اچھی رہی۔ سمیرا آپی کو تلاش کیا' افسوس! سمیرا آپی کی آنچل میں کمی رہی۔ فاخرہ گل آپی پلیز اربش کو اجیہ سے دور نہ کریں' اجیہ کو آزمائش میں نہ ڈالیں' غزنی اگر تم نے اجیہ پر کچھ غلط الزام لگایا تو میں تمہیں زندہ دفن کردوں گی۔ ماورا طلحہ آپ کی اسٹوری دل کو چھوگئی۔ ''جناح کی یاد'' حرا قریشی نے بہت اچھے انداز میں لکھا' پاکستان میں بہت سے ایسے عظیم لوگ ہیں جو پاکستان کو خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں۔ ثریا وقاص' ارم شہزادی' پروین افضل شاہین' مریم' اقرأ افضل جٹ آپ کے شعر پسند آئے۔ نیرنگ خیال میں حمد باری تعالیٰ دل کو چھوگئی' ندا علی عباس آپ کی غزل نے ماضی یاد دلا دیا۔ فریدہ فری مجھے آپ کی غزلیں بہت اچھی لگتی ہیں' ثوبیہ

تم کہاں غائب ہو؟ سب کے پیغامات پڑھ کر خوب انجوائے کیا۔ نیرنگ خیال میں ہمیں کب جگہ ملے گی ہر بار غزل کوردی میں ڈال دیا جاتا ہے۔ ہم سے پوچھیے شمائلہ آپی آپ اتنے پیارے انداز میں جواب دیتی ہیں کئی دن تک چہرے پر مسکراہٹ رہتی ہے۔ آنچل کے لیے میری یہی دعا ہے آنچل کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی ملے اب اجازت دیں آپ کا بہت سارا وقت ضائع کردیا اللہ حافظ۔

☆ڈیئر روبینہ! آپ کی غزل متعلقہ شعبے میں بھیجی جاچکی ہے۔

تبسم بشیر عروسی...... شاہ سوار ڈنگہ۔ السلام علیکم آنچل وحجاب ٹیم! اس ماہ آنچل 23 کو ملا پھر بھی ایسا لگا کہ کافی عرصہ ہوگیا ہو ٹائٹل بالکل پسند نہیں آیا (معذرت)۔ اس کے بعد حمد و نعت سے ہوتے ہوئے در جواب آں میرا پسندیدہ سلسلہ میری آپی کا جواب دینے کا انداز بہت پیارا ہے۔ ہمارا آنچل میں ماہم نور کا تعارف پسند آیا' سلسلہ وار ناول دونوں بہت خوب صورتی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ مکمل ناول "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" میرا پسندیدہ ہے لویو فائزہ آپی اس ماہ سمیرا غائب تھی خیر وہ جلد ہی صحت یاب ہوکر آنچل میں واپس آئیں ان کی کمی محسوس ہوئی۔ "نوید سحر" ٹھیک ٹھاک لگی "قبلہ رو ہوگئے" ایمان آپی کا ناول پسند آیا۔ ناولٹ شکر ہے دو تھے اور اطلہ مجھے آپ کا نام پسند ہے اور ناولٹ بھی پسند آیا۔ "کھلتا ہے دریچہ" سب سے اچھا یہ لگا اس کے لیے کہوں گی کہ واؤ' افسانے تو آنچل کے اچھے ہوتے ہی ہیں تو اس ماہ کے بھی سارے اچھے تھے آرٹیکل "جناح کی یاد" پسند آیا۔ مستقل سلسلے تو ہوتے ہی اچھے ہیں تو اس ماہ کے بھی پسند آئے۔ خاص کر شمائلہ آپی ہم سے پوچھیے میں تو سب کا پتہ صاف کردیا' وری گڈ ویسے کیا ہم بھی پوچھ سکتے ہیں' او کے جی اللہ حافظ زندگی رہی تو دوبارہ آؤں گی کیسا لگا تبصرہ ضرور بتائیے گا آنچل یونہی ترقی کرتا رہے آمین۔

زیبا حسن مخدوم...... سرگودھا۔ ڈیئر شہلا آپی السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ اس دفعہ آنچل بہت رونے پیٹنے کے بعد ملا کیونکہ بڑا بھائی لاہور گیا ہوا تھا اور چھوٹا اکیلا کہیں جاتا نہیں۔ اماں سے کہا ہمسائیوں سے کہہ کر منگوادیں انہیں ناراض ہوجانے کی دھمکی بھی دی مگر وہ نہ مانیں پھر چھوٹے بھائی پر بھی ادھار نہ دینے کی دھمکی کام کر گئی۔ سرگوشیاں میں قیصر آپی سے پورا پورا اتفاق کیا۔ در جواب آں پہ پہنچی تو سمیرا شریف طور کی علالت کے بارے میں پڑھ کر دکھ ہوا شہرینہ اور افلن کی کمی تو محسوس ہوئی مگر دل سے سمیرا شریف طور کے لیے صحت کی دعا بھی نکلی۔ آگے بڑھی تو پروین افضل شاہین کی والدہ کی رحلت کا سن کر بہت افسوس ہوا۔ واقعی والدین اولاد کے لیے بہت بڑی نعمت ہوتے ہیں اور ماں جیسے رشتے کا تو کوئی نعم البدل ہی نہیں۔ اللہ پاک ان کی مغفرت فرمائے انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے اور پروین افضل کو صبر جمیل عطا کرے آمین۔ دانش کدہ میں قیامت سے متعلق پڑھ کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ امی کو بھی پڑھ کے سنایا۔ ہمارا آنچل میں عکس فاطمہ اور ماہم نور انصاری کا تعارف اچھا لگا۔ ماہم نور میری عادتیں بھی کچھ کچھ آپ جیسی ہیں۔ ناولٹ دونوں ہی بہت اچھے تھے۔ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" حنین کو تو اس کی محبت مل گئی لیکن اگر ارتش باہر چلا گیا تو اجیہ کا کیا بنے گا دال کچھ کالی نظر آرہی ہے۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" میں تو انشراح اور نوفل مزید ایک دوسرے سے بدگمان ہوگئے ویسے مجھے لگ رہا ہے کہ انشراح نوفل کی کزن نکلے گی۔ افسانے بھی اچھے تھے "انعام" میں امبر جیسا حوصلہ اور حسام جیسی حب الوطنی اللہ تعالیٰ سب کو عطا کرے آمین۔ "پرچم ستارہ و ہلال" بھی اقرا گلزار نے بہت اچھا لکھا تھا۔ اب ان سیاستدانوں کے بارے میں بندہ کیا کہے اگر یہ ہی اچھے ہوتے تو آج ستر سال گزرنے کے بعد بھی ہمارا ملک ترقی پذیر نہ ہوتا۔ نیرنگ خیال میں شفقت شاہین اور مہر گل کی شاعری اچھی لگی۔ دوست کا پیغام آئے بھی پڑھا حالاں کہ اس میں میرے لیے کوئی پیغام نہیں تھا۔ تمنا بلوچ کی بٹی حریم گل کے بارے میں پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ اولاد چاہے بڑی ہو یا چھوٹی اس کا غم اور تکلیف ایک جتنی ہی ہوتی ہے۔ اللہ انہیں صبر عطا کرے آمین۔ ناہید چوہدری سے بس اتنا کہوں گی کہ آج کے مطلبی اور خود غرض دور میں کسی پہ بھی اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ چاہے وہ کتنی ہی بیسٹ فرینڈ کیوں نہ ہو۔ یادگار لمحے میں سبھی کی نگارشات بہت اچھی تھیں۔ خاص طور پہ پروین افضل' اقرا' طیبہ خاور اور مدیحہ نورین مہک کی۔ آئینہ میں اپنے نام کی توقع نہیں تھی مگر پھر بھی شامل کرنے کا بہت شکریہ۔ اب اجازت دیجیے ان شاء اللہ آئندہ ملاقات ہوگی اللہ حافظ۔

☆اب اس دعا کے ساتھ اجازت کہ اللہ رب العزت ہماری پریشانیاں دور فرمائے اور ملک پاکستان کی حفاظت فرمائے۔ اسے ترقی کی راہ پر گامزن کرے آمین۔

aayna@aanchal.com.pk

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

انیلا طالب......گوجرانوالہ

س: آپی جی میں نے نہر کے کنارے نہیں بلکہ ٹائر پر بیٹھے آم کھاتے ایک آدمی کو دیکھ کر بھلا کیا سوچا۔

ج: اگر یہ بکرا ہوتا تو اس عید پر اسے ضرور قربان کرتی۔

س: کوئی ایسی ترکیب دیں کہ میں عظیم رائٹر بن جاؤں؟

ج: تمہیں قیصر آپا ہر بار جواب دیتی ہیں مطالعہ وسیع کرو۔

س: چلیں جارہی ہوں ہم پھر آئیں کب؟

ج: جب دل کرے مگر یہ اداسی گھر رکھ کر آنا۔

طاہرہ منور......کبیروالہ

س: ابو کی پرنسز بھیا کی لاڈلی، ماما کی راج دلاری اور چاچوؤں کی شہزادی آپ کی محفل میں رونق لگانے تشریف لائی ہیں ویلکم تو کریں؟

ج: ویلکم میرے گھر کی صفائی ستھرائی کرنے والی شہزادی صاحبہ۔

س: بین کس کے آگے بجائی جاتی ہے؟

ج: تمہارے آگے یقین نہیں آتا تو اپنی امی سے پوچھ لو۔

س: شموجی! مرغی تو انڈے دیتی ہے مرغا کیا کرتا ہے؟

ج: تمہیں مس اور یاد کرکے بانگ دیتا ہے بے وقوف۔

نبیلہ ناز......ٹھینگ موڑ الٰہ آباد

س: یہ سینگوں والی ٹوپی پہن کر آپ بکری کا بچہ لگ رہی ہیں، پلیز پلیز اپنی ریپوٹیشن کا خیال تو رکھیں تھوڑا سا؟

ج: اُف بے وقوف...... تم آئینہ دیکھ رہی ہو۔

س: سنا ہے اس بار سارے ارمان ادھورے رہ گئے آپ کے؟

ج: کیونکہ تمہاری قربانی جو جائز نہیں۔

س: پلیز ہزار مرتبہ پہنا ہوا سوٹ اس عید پر پھر مت پہن لینا۔

ج: کتنی نظر ہے تمہاری میرے سوٹوں پر پھر بھی ایک بھی نہیں دوں گی۔

س: یہ پرس اس قدر پھولا ہوا ہے اس میں ہم غریبوں کے کاغذات چھپا رکھے ہیں یا عیدی ہے؟

ج: تم نے ہر چیز پر نظر رکھی ہوئی ہے کیا محکمہ پولیس میں بھرتی ہوگئی ہو؟

س: ارے ارے یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں آپ کے منہ پر اس قدر موٹی ناک؟

ج: لگتا ہے اس بار بھی تم اپنی پردادی کی عینک لگا کر آئی ہو جو ہر کسی کی ناک موٹی نظر آرہی ہے۔

س: اتنا کچھ کہہ دیا، معاف کرنا جی بڑی بی۔

ج: کبھی کبھی ہم ایسی باتیں کر جاتے ہیں کہ ہم سے بڑے بڑے ہمیں استاد مانتے ہیں تم تو پھر کل کی بچی ہو جاؤ معاف کیا۔

صائمہ سکندر سومرو......حیدرآباد سندھ

س: آپا! کیسی ہیں آپ؟

ج: بہت خوب صورت، اسمارٹ، ذہین اور فطین بھی کئی شک۔

س: سنا ہے اس بار عید پر آپ بکرا نہیں ہمارے سوال ذبح کرنے والی ہیں؟

ج: تم بھی تو عیدالفطر کی عیدی مجھے دکھا کر جواب دینے پر مجبور کررہی ہو۔

س: اپنے میاں کو جب بھی قربانی کے بکرے کا بولتی ہوں وہ کہتے ہیں کہ......؟

ج: سال (تمہارا بھائی) منڈی میں دستیاب نہیں۔

س: اب اتنے پیار سے عید کی دعوت دے رہی ہیں تو میں آنے کی کوشش کروں گی؟

ج: تم خالی ہاتھ تو آتی اچھی لگو گی نہیں اس لیے سالم بکرا لیتی آنا، گائے اگلی دفعہ کے لیے چھوڑ آنا اب خوش۔

نسرین علی......میاں چنوں

س: اُف اتنی بری اسمیل...... ہزار بار کہا ہے کوئی اچھا پرفیوم لگالیا کریں؟

ج: یہ تمہاری اسمیل ہے میں تو اے سی میں بیٹھی ہوں اور چارلی پرفیوم یوز کرتی ہوں سمجھی مس چارلی۔

س: اور یہ یہ...... یہ کیا بکرا عید کا گوشت آپ اب کھارہی ہیں، اوپر سے اتنا بھاری بھرکم سراپا...... کم کھائیں پلیز؟

ج: تم آئینہ کے سامنے کھڑی ہو اور گائے کی ران تمہارے ہی ہاتھ میں ہے جسے تم بکرے یا مرغی کی ران سمجھ کر کھارہی ہو، گائے کی ملکہ۔

س: مجھے اپنی امی سے ڈانٹ پڑتی ہے کہ رسالے میں منہ گھسائے رکھتی ہو کوئی ایسا حل بتائیں کہ امی ناں ڈانٹیں؟

ج: منہ رسالے سے باہر نکال کر پڑھا کرو ورنہ نظر کمزور ہو جائے گی۔

س: ویسے اتنی جلی کٹی سنانے کا کتنا ملتا ہے..... ہیں ہیں؟
ج: تم کتنا ادا کرو گی کنجوس یہ بتاؤ۔

فاطمہ خالد..... میاں چنوں

س: آپی کیسی ہیں آپ؟ دوست کا نام آنچل میں دیکھا تو دل مچل اٹھا کہ ہمارا نام بھی آنچل میں ہونا چاہیے تو کیسا لگا ہمارا آنا؟
ج: بالکل ایسا جیسے عیدالاضحیٰ پر محلے میں کسی کے گھر پہلا جانور آتا ہے۔
س: آپی آج کل کے زمانے میں لوگ اپنوں سے دور کیوں بھاگتے ہیں؟
ج: تاکہ قربانی کا گوشت نہ بھجوانا پڑے۔
س: شمائلہ آپی جب کوئی ہمارا اعتبار نہ کرے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟
ج: مخالف پارٹی سے رجوع کریں اور کچھ مک مکا کر کے اعتبار کروائیں۔
س: آپی انسان کے پاس اتنا کچھ ہونے کے باوجود اور پانے کی ہوس میں رہتا ہے جو ہے اس پر شکر کیوں نہیں کرتا؟
ج: تم شکر کرو باقیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔

خزینہ طاہر..... سرائے عالمگیر

س: ڈیئر آپی' سلام قبول کریں (ورنہ قبول کروانا ہمیں اچھے طریقے سے آتا ہے) آگے آپ کی مرضی سلام قبول کریں گی یا میرا کشمیریوں والا غصہ؟ آپ کو پتا تو ہوگا ہی (بٹ غصے کے کتنے تیز ہوتے ہیں)؟
ج: جبھی تو ان کو دیکھ کر سرد لہجے میں ہر کوئی کہتا ہے اب کیا کہتا ہے یہ نہیں بتا سکتی۔
س: آپی آنسو دینے والا دل کے قریب ہوتا ہے یا آنسو پونچھنے والا؟
ج: تم چاہے کچھ بھی کرلو تمہارے قریب کوئی نہیں آئے گا۔
س: آپی سب مجھ سے ہی کیوں جلتے ہیں بس ایک بات ہے کہ میری نیچرل بیوٹی ہے ویسے آپی آپس کی بات ہے کون سی کریم لگاتی ہیں آپ رنگ تو آپ کا کالا ہی ہے بس ویسے ہی پوچھا؟
ج: جلن کی بو تو تمہاری باتوں سے آرہی ہے۔
س: ہائے آپی ایک تو ہم کشمیری اوپر سے کیوٹ بھی آپی یہ (بٹ) اتنے خوب صورت کیوں ہوتے ہیں اور یہ اتنے دال چاول شوق سے کیوں کھاتے ہیں' مجھے تو آج تک نہیں پتا چلا (یہ دونوں خوبیاں ہم میں ہی کیوں)؟
ج: کیونکہ یہ ڈش آسانی سے پک جاتی ہے کام چور۔
س: آپی آپ مجھے اتنی اچھی کیوں لگتی ہو آپ اتنے کڑوے کڑوے جواب بھی دیتی ہو (پر مجھے اچھے لگتے ہیں) پھر بھی قسم سے آپ اچھی لگتی ہیں پر کیوں کیوں..... آخر کیوں؟
ج: اس مکھن پر بھی میں تمہیں قربانی کا گوشت نہیں دوں گی مس بٹ۔

اقرأ حفیظ..... کے ٹی ایس

س: آپی اس سال اپنی پچھترویں سالگرہ پر مجھے بلائیں گی نا؟
ج: میری عمر سے تم اپنی عمر کیوں ملا رہی ہو' لوگ پھر بھی تمہیں کففنس نہیں دیں گے۔
س: آپی بتائیے چودھویں کا چاند دیکھ کر آپ کو کون یاد آتا ہے؟
ج: آئینہ..... صرف میرا آئینہ۔
س: آپی بادل آتے ہیں بارش نہیں ہوتی کیوں؟
ج: تم جو برسنا شروع ہوجاتی ہو اس لیے۔
س: اچھا آپی اجازت دیں (اداس کیوں ہوتی ہیں ان شاء اللہ پھر آؤں گی) اللہ حافظ۔
ج: ارے پگلی یہ تو خوشی کے آنسو ہیں' تمہارے جانے کی خوشی میں۔

عائشہ اے بی..... جھڈو سندھ

س: مس شمائلہ آپ کو دوبارہ شہزادی صاحبہ کی انٹری کیسی لگی؟
ج: بہت اچھی لگی' اب جھاڑو پونچھا شروع کردو جلد سے شاباش۔
س: کیا آپ کو آپ کے نام کے معنی پتا ہے؟ میرے نام کا معنی ہے آرام پانے والی۔
ج: ہاں تب ہی تم آرام طلب ہو اور کام چور بھی۔
س: میں جس دن روٹی پکاؤں میرا بھائی امی جان کو یہ کیوں کہتا ہے کہ امی آج کس ملک کا نقشہ کھانے کو ملے گا؟
ج: بھائی کی دلہن لے آؤ پھر دیکھو کیسے کایا پلٹتی ہے تمہاری بھی اور اس کی بھی۔

جازبہ عباسی..... مری

س: لے آئی پھر کہاں پر قسمت ہمیں، یہ تو وہی جگہ ہے...... بھلا کون سی؟ ہی ہی۔

ج: خیالی جنت...... مگر تمہارا داخلہ بند ہے یہاں پر۔

س: یار شمائلہ جانو پتا ہے کیا جب ہماری اماں جی اپنے مفاد کی کوئی بات کریں اور ہم اعتراض کریں تو کہتی ہیں "تو تجھی ہے تجھے سمجھ نہیں" اور جب ہم اپنے مفاد کی کوئی قرارداد پیش کردیں تو فوراً مسترد ہوکے جواب آتا "اتنی بڑی ہوگئی تُو اکیس سال کی اللہ جانے دماغ میں بڑھاپے تک بھوسہ کیوں بھرا ہے تیرے" بھلا یہ کیا بات ہوئی؟

ج: بات یہ ہے کہ تمہاری اماں سیاست دانوں کے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں اور تم بے چاری عوام سے۔

س: کل شام ہمارے ابا جان نے لاڈ میں آکے ہمارے رخسار پر بوسہ دیا اور کہا "بڑے بڑے کام کرے گی بیٹی ہماری روشن ہمارا نام کرے گی" پھر کیا فرط جذبات میں باپ کی محبت سے سرشار ہوکر ہم نے فوراً اپنے اباجی کا اسم مبارک ایک کاغذ پر لکھ کر نیچے موم بتی جلادی اور دیکھتے ہی دیکھتے کچھ لمحوں میں ہی نام پوری طرح روشن ہوگیا، ہم نے ٹھیک کیا ناں اب ارجنٹ تو یہ ہی ہوسکتا تھا ہے ناں؟

ج: تمہارے دماغ میں جو بھوسہ ہے اسے نکال کر کھانا شروع کردو کہیں تمہارے اس طرح کے کام سے آگ ہی نہ پکڑ لے۔

روشی وفا...... وہاڑی/ماچھیوال

س: آج آپ بہت خوش لگ رہی ہیں، کہیں میری آمد سے تو نہیں؟

ج: تم جو اپنے ساتھ میرے لیے بکرا لائی ہو اس کی آمد سے۔

س: اس عید پر آپ نے کتنے کلو گوشت کھایا، سچ سچ بتانا؟

ج: بہت کھایا لیکن پھر بھی تمہاری طرح موٹی نہیں ہوئی۔

س: میرے رشک قمر تو نے آلو مٹر اتنے اچھے پکائے مزہ آگیا......؟

ج: موسم تو گوشت کا ہے لیکن تم آلو مٹر میں حصہ ڈالو اور خوش رہو۔

ارم کمال...... فیصل آباد

س: شمائلہ جانو انسان کے چودہ طبق کب روشن ہوتے ہیں؟

ج: جب کان کے نیچے دو کس کس کر پڑتے ہیں۔

س: ہم ہیں مشتاق اور وہ بے زار شمائلہ جی یہ کیا معاملہ ہے؟

ج: پہلے یہ بتاؤ مشتاق کون ہے؟ تمہارے میاں کا نام تو کمال ہے ناں۔

س: اگر دل ایک سمندر ہے تو اس میں مچھلیاں کیوں نہیں ہیں؟

ج: تم اپنی مچھلیاں تل کر کھا گئی ہو چالاکو ماسی۔

س: شمائلہ جی، میری الجھن سلجھادیں میری الجھی لٹ کو میرے بالم سلجھاتے کیوں نہیں آخر؟

ج: ان کو ڈر ہے کہ کہیں وگ ہاتھ میں نہ آجائے۔

س: پہیلی بوجھیے آپ کا امتحان ہے کان میں جھمکا چال پر ٹھمکا، کمر پر چوٹی لٹکے، پھنس گئی نا؟

ج: اپنے بارے میں بات کررہی ہو سب ہی کو پتا ہے ہماری ارم کسی کائے سے کم تھوڑی ہے۔

طیبہ خاور سلطان...... عزیز چک، وزیر آباد

س: کیسی گزر رہی ہے زندگانی آپی جی۔

ج: تمہارے بغیر بہت خوب صورت اور تمہارے آنے سے کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا۔

س: دل دیوانہ بے قرار ہونے لگا ہے؟

ج: عالم فراغت میں ایسا ہی ہوتا ہے کام چوروں کے ساتھ۔

س: یہ پل پل موڈ کا بدلنا اسے کیا کہیں گی آپ؟

ج: آج کل کی سیاست سے تشبیہ دوں گی۔

س: دوسروں کو سمجھنا بہت آسان ہے کوئی مجھے سمجھے تو مزہ آجائے؟

ج: تمہیں تو ڈاکٹروں نے بھی دیکھ کر کہا تھا کہ یہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

س: میری شرافت کا غلط فائدہ اٹھایا جاتا ہے اکثر؟

ج: تمہارے ساتھ شرافت کا کیا کام، وہ تو اپنے درجن بھر بہن بھائیوں کے ساتھ مصروف رہتا ہے۔

س: اس بات کی خوشی ہے کہ میرے میاں مجھے سمجھتے ہیں۔

ج: وہ سمجھ دار ہیں اسی لیے تم جیسی ناسمجھ کو بخوبی سمجھتے ہیں، کیا سمجھی؟

نعمانہ شاہد، راولپنڈی، سے لکھتی ہیں کہ میری بہن کے سر میں بہت زیادہ جوئیں ہیں، پچھلے 2 سالوں سے ہیں ہم مختلف دوائیاں اور نسخے ٹوٹکے استعمال کرچکے ہیں لیکن جوؤں کا مسئلہ جوں کا توں ہے ہر دفعہ دیکھنے سے ایسا لگتا ہے کہ ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے، برائے مہربانی کوئی علاج بتادیں۔

محترمہ آپ Sabadila-Q کے 10 قطرے پانی میں ڈال کر سر دھولیں ان شاء اللہ جوئیں ختم ہوجائیں گے۔

محمد عتیق، ہری پور سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 45 سال ہے اور میرا کام محنت طلب ہے، جس کی وجہ سے اکثر میرے گھٹنوں میں درد رہتا ہے جبکہ سکائی کرنے سے یا دبانے سے تھوڑا آرام محسوس ہوتا ہے برائے مہربانی میرے لئے کوئی دوا تجویز فرمائیں۔

محترم آپ Bryonia 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ اس کے علاوہ جوڑوں کے درد کے لیے ہمارے کلینک کے پتے پر مبلغ =/700 روپے کا منی آرڈر بھیج دیں، ایک بوتل Apherodite Pain Killer آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

فوزیہ راؤ، فیصل آباد، لکھتی ہیں کہ میری آنکھوں کے نیچے حلقے ہیں، کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ China -3x کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔

عظمیٰ، گجرات سے لکھتی ہیں کہ مجھے 3 ماہ سے پیریڈز نہیں ہوئے، میری عمر 22 سال ہے پلیز کوئی علاج بتائیں، یہ بھی کہ کتنے عرصے تک دوا استعمال کرنی ہے اور دوسرا مسئلہ میرا وزن ہے، میری کمر کے دونوں طرف بہت چربی ہے اور پیٹ بھی کم کرنا ہے اچھی سی دوا بتائیں۔

محترمہ آپ Senecio-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں، ماہانہ نظام درست ہونے کے ساتھ وزن بھی کم ہوجائے گا۔

تیمور انصاری، سکھر سے لکھتے ہیں کہ میری رنگت کا[لی] ہے، آپ جو رنگ گورا کرنے کی میڈیسن [J]udum 1M بتاتے ہیں کیا یہ میڈیسن میں بھی استعمال کرسکتا ہو[ں]؟

محترم آپ Judum 1M کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں 15 دن میں ایک بار پئیں۔ ان شاء اللہ رنگت کافی بہتر ہوجائیگی۔

نوشین قریشی، فیصل آباد، سے لکھتی ہیں کہ میرے جسم پر سوکھی خارش ہوتی ہے کوئی دانے وغیرہ نہیں نکلتے۔

محترمہ آپ Dolichlis-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔

آمنہ، فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر مردوں کی طرح موٹے بال ہیں جو بدنما لگتے ہیں، انہیں ہر ہفتے نکالنا پڑتا ہے، Aphrodite کی بہت تعریف سنی ہے، کیا یہ بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے اور یہ بھی بتائیں کہ اس کے ساتھ کوئی میڈیسن بھی کھانی ہوتی ہے؟

محترمہ آپ کی طرح ہزاروں خواتین ہمارے کلینک کے تیار کردہ Aphrodite Hair Inhibitor سے فیض یاب ہوچکی ہیں، آپ ہمارے کلینک کے پتے پر مبلغ =/900 روپے کا منی آرڈر کریں، Aphrodite آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے ساتھ Olium jec 3x کی ایک گولی صبح اور شام کھانے سے چہرے کے فالتو بال ان شاء اللہ مستقل طور پر ختم ہوجائیں گے۔

مہوش نور، گجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 22 سال ہے جسمانی طور پر میں بہت کمزور ہوں۔ مسئلہ یہ ہے کہ جب میں سو کر اٹھتی ہوں یا کام کرتی ہوں تو میرے گھٹنے کی ہڈیاں اور پاؤں کی ہڈیوں سے چٹک کی آواز آتی ہے اور ہاتھوں کا بھی یہی مسئلہ ہے۔ کلائیاں بھی کمزور ہیں براہ کرم مجھے کوئی دوا بتادیں اور یہ بھی بتائیں کہ میں دوا کتنے ماہ تک جاری رکھوں۔

محترمہ آپ Cuprum Met-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔

عاصمہ، گجرات سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ یہ ہے کہ

جب بھی سو کر اٹھتی ہوں تو میری ناک میں خارش شروع ہوجاتی ہے اور بہت زیادہ چھینکیں آتی ہیں، ساتھ میں ناک سے پانی بہتا ہے اور بہت تیز خوشبو سے بھی ایسا ہوجاتا ہے ،یہ مسئلہ تقریباً 2 سال سے ہیں۔

محترمہ آپ Gelsimium 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔

جویریہ سجاد، اسلام آباد سے لکھتی ہیں کہ میں اسکول ٹیچر ہوں، گھریلو کام کاج اور مصروفیات کی وجہ سے بالوں کی مناسب دیکھ بھال نہیں ہوسکی، اب میرے بالوں کی حالت بہت خراب ہوچکی ہے۔ روکھے اور بے رونق ہوگئے ہیں اور تیزی سے گر بھی رہے ہیں، ہیر گرور منگوانے کا طریقہ بھی بتادیں؟

محترمہ آپ کے تمام مسائل ہیر گرور سے حل ہوجائیں گے۔ گھر پر منگوانے کے لیے مبلغ 700 روپے بذریعہ منی آرڈر یا ایزی پیسہ (اکاؤنٹ نمبر 03494900800) کریں۔ آپ کو ایک بوتل بھیج دی جائے گی۔

ریحانہ جاوید، خانیوال سے لکھتی ہیں کہ میری چھوٹی بہن کی عمر 16 سال ہے، اس کا قد نہیں بڑھ رہا۔ ہم تمام بہن بھائیوں کا قد چھ فٹ ہے، کیا اس کا قد بڑھ سکتا ہے؟ مہربانی کرکے دوا تجویز کردیں اور یہ بتادیں کہ دوا کتنے عرصے استعمال کرنی ہے؟

محترمہ آپ اپنی بہن کو Calcium phos 6x کی 2 گولیاں دن میں تین بار کھلائیں اور Barium Carb 200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں۔ چھ ماہ کا مکمل کورس ہے۔

شائلہ جاوید، بہاولپور سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بہت زیادہ بال ہیں، میری تین ماہ بعد شادی ہے، میں چاہتی ہوں کہ شادی سے پہلے غیر ضروری بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں۔

محترمہ اس کے لیے ہمارا تیار کردہ Aphrodite Hair Inhibitor استعمال کرنا ہوگا۔ آپ ہمیں مبلغ 900 روپے بذریعہ منی آرڈر یا ایزی پیسہ (اکاؤنٹ نمبر 03494900800) کریں۔ آپ کو ایک بوتل آپ کے گھر بھیج دی جائے گی۔ اس کے استعمال سے فائدہ ہوگا۔

رانیہ تبسم، وہاڑی سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 28 سال ہے، غیر شادی شدہ ہوں، میں نے بہت برے کام کیئے ہیں، عرصہ 12 سال سے عادت بد میں مبتلا ہوں، جسم سوکھ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا ہے، چہرہ اور ہاتھ پاؤں جھریوں سے بھر گئے ہیں۔ لیکوریا کی بہت زیادہ شکایت ہے، ماہانہ نظام بھی ڈسٹرب ہے۔ دل بہت تیزی سے دھڑکتا ہے، گھبراہٹ ہوتی ہے، رنگت بالکل زرد ہوگئی ہے، کمزوری محسوس ہوتی ہے، ذرا سا کام کرکے تھک جاتی ہوں، آنکھوں کی اندرونی رنگت بھی زرد ہے، چہرے پر چھائیاں ہیں، مجھے ہائپر ٹینشن کی بھی شکایت ہے، چھوٹی سی بات پر بھی گھنٹوں پریشان رہتی ہوں، پلیز مجھے ایسی ادویات بتادیں جن سے میرے سب مسائل دور ہوجائیں۔

محترمہ آپ Platina 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔

ثمرین رشید، راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میری ایک سہیلی کے ساتھ ناخوشگوار حادثہ ہوگیا تھا، کچھ مہینے بعد اس کی شادی ہے، اس وجہ سے وہ کافی پریشان ہے۔

محترمہ آپ اپنی سہیلی کے مسئلے کے لیے 1600 کا منی آرڈر کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ دوا کا نام "خاص دوا" ضرور لکھیں ،ایک ہفتے میں دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی ،ترکیب استعمال کے مطابق دوا استعمال کرنے سے ان شاء اللہ آپ کی سہیلی کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

ادریس خان، پشین سے لکھتے ہیں کہ صبح اٹھ کر دانت صاف کرتا ہوں تو دانتوں سے خون آتا ہے، اکثر مسوڑھے بھی پھولے ہوئے رہتے ہیں۔ ہمارے علاقے میں ہومیو پیتھک اسٹور نہیں ہے، دوائی منگوانے کا طریقہ بھی بتادیں؟

محترم آپ Merc Sol-6 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ آپ ہمارے کلینک کے پتے پر مبلغ =/1000 روپے کا منی آرڈر کریں، ایک ماہ کی دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

افشاں مشیر، ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر مردوں کی طرح موٹے بال ہیں جو بدنما لگتے ہیں

،مہینے میں 2 بار تھریڈنگ کرانی پڑتی ہے، Hair AphroditeInhaibitor کی بہت تعریف سنی ہے ،کیا اس کے استعمال سے بال ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے اور یہ بھی بتائیں کہ اس کے ساتھ کوئی میڈیسن بھی کھانی ہوتی ہے؟

محترمہ آپ کی طرح ہزاروں خواتین ہمارے کلینک کے تیار کردہ Aphrodite Hair Inhibitor سے فیضیاب ہو چکی ہیں، آپ ہمارے کلینک کے پتے پر مبلغ =/900 روپے کا منی آرڈر یا ایزی پیسہ (اکاؤنٹ نمبر 03494900800) کریں، Aphrodite آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اگر بال سخت اور موٹے ہوں تو اس کے ساتھ Olium jec 3x کی ایک گولی صبح اور شام کھانے سے چہرے کے فالتو بال ان شاء اللہ مستقل طور پر ختم ہو جائیں گے۔

مسز سلیم، کشمیر سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 45 سال ہے، 10 سال سے ماہانہ اخراج بند ہے، اس کے علاوہ میں Chimaphilla 30 اور بریسٹ بیوٹی استعمال کر رہی ہوں کیا اس سے مجھے فائدہ ہوگا۔

محترمہ آپ کی عمر سن یاس کو پہنچ چکی ہے اس عمر میں قدرتی طور پر ماہانہ اخراج بند ہو جاتا ہے، لہٰذا اب اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ Chimaphilla 30 اور بریسٹ بیوٹی کا استعمال جاری رکھیں، ان شاء اللہ بہتری ہوگی۔

سمیرا شوکت، گجرات سے لکھتی ہیں کہ میری والدہ کے دائیں گردے میں پتھری ہے، برائے مہربانی دوا بتا دیں ،دوسرا مسئلہ میری عمر 18 سال ہے، نسوانی حسن کی کمی ہے ،میری ہم عمر لڑکیاں مذاق اڑاتی ہیں، کچھ مہینے بعد میری شادی ہے، میرا مسئلہ بھی حل کر دیں۔

محترمہ آپ اپنی والدہ کو Epigea 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ اور اپنے مسئلے کے حل کے لیے Sabal Serulatta Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پلائیں۔ اس کے علاوہ 600 روپے کا منی آرڈر ہمارے کلینک کے نام پتے پر ارسال کر دیں، بریسٹ بیوٹی آپ کے گھر پہنچ جائے گا، دونوں دواؤں کے استعمال سے ان شاء اللہ تعالیٰ قدرتی حسن بحال ہو جائے گا۔

زینب، گوجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ میری چھوٹی بہن جو اسکول میں پڑھتی ہے، اس کے سر میں پچھلے 2 سالوں سے بہت زیادہ جوئیں ہیں، ہم مختلف دوائیاں اور نسخے ٹوٹکے استعمال کر چکے ہیں لیکن جوؤں کا مسئلہ جوں کا توں ہے، ہر دفعہ دیکھنے سے ایسا لگتا ہے کہ ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، برائے مہربانی کوئی علاج بتا دیں۔

محترمہ آپ چھوٹی بہن کو نہلانے کے بعد Sabadila-Q کے 25 قطرے ایک مگ پانی میں ڈال کر سر دھو لیں ان شاء اللہ جوئیں ختم ہو جائیں گے۔

محمد ذیشان، حیدرآباد سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 45 سال ہے اور میرا کام محنت طلب ہے، جس کی وجہ سے اکثر میرے گھٹنوں میں درد رہتا ہے، سکائی کرنے سے یا دبانے سے تھوڑا آرام محسوس ہوتا ہے برائے مہربانی میرے لیے کوئی دوا تجویز فرمائیں۔

محترم آپ Bryonia 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ اس کے علاوہ جوڑوں کے درد کے لیے ہمارے کلینک کے پتے پر مبلغ =/700 روپے کا منی آرڈر بھیج دیں، ایک بوتل ApheroditePain Killer آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

نورین، وہاڑی سے لکھتی ہیں کہ میری آنکھوں کے نیچے حلقے ہیں، جس کی وجہ سے چہرہ عجیب بیمار جیسا لگتا ہے ،کوئی دوا تجویز کر دیں۔

محترمہ آپ China 3x کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔

عمیر نصیر، چکوال سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 28 سال ہے میری شادی کو 5 سال ہو چکے ہیں، مجھے ازدواجی زندگی میں مسائل کا سامنا ہے جس کی وجہ سے میں بہت پریشان رہتا ہوں، بڑی امید کے ساتھ آپ کو خط لکھا ہے میرے خط کا ضرور جواب دیں۔

محترم آپ Staphisagaria 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور ڈاکٹر صاحب کا بنایا ہوا خاص طلاء بذریعہ منی آرڈر منگوا سکتے ہیں جس کی قیمت =/800 روپے ہے۔ ان شاء اللہ بہت افاقہ ہوگا۔

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا
ڈاکٹر صاحب مرحوم 50 سال سے زائد عرصہ طب کے شعبے سے وابستہ رہے اور 20 سال سے زائد عرصہ "ماہنامہ آنچل" کے معروف سلسلے "آپ کی صحت" کے ذریعے قارئین کو ہومیو پیتھک طریقہ علاج کے مطابق طبی مشورے فراہم کرتے رہے۔ مندرجہ ذیل دوائیں ڈاکٹر صاحب کے 50 سالہ طبی تجربے کا نچوڑ ہیں۔
قدرتی بال، سر کی رونق بحال
ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
Aphrodite
Hair Grower
قیمت
700/= روپے
براہ راست کلینک سے لینے پر
قیمت 500/= روپے
چہرے و دیگر غیر ضروری بالوں کا مستقل خاتمہ
ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
Hair Inhibitor
قیمت
900/= روپے
براہ راست کلینک سے لینے پر
قیمت 800/= روپے
ایفروڈائٹ بریسٹ بیوٹی
ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
Breast Beauty
قیمت
600/= روپے
براہ راست کلینک سے لینے پر
500/=
ایفروڈائٹ پین کلر
ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
Pain Killer
قیمت
700/= روپے
براہ راست کلینک سے لینے پر
600/=
ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک
ایڈریس: دوکان نمبر C-5، کے ڈی فلیٹس فیز 4،
شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر 14-B، نارتھ کراچی 75850
فون نمبر: 021-36997059 صبح 10 تا رات 9 بجے
منی آرڈر کی سہولت میسر نہ ہونے کی صورت میں فون پر رابطہ کریں
زیر نگرانی:
محمد عاصم مرزا
محمد آصف مرزا
محمد عامر مرزا
منی آرڈر بذریعہ
پاکستان پوسٹ بھیجنے کا پتا:
SMS 0320-1299119

حسنین شاہ، میر پور خاص سے لکھتے ہیں کہ میری رنگت کالی ہے، آپ جو رنگ گورا کرنے کی میڈیسن Judum 1M بتاتے ہیں کیا یہ میڈیسن میں بھی استعمال کرسکتا ہوں اور یہ بھی بتائیں کہ میں دوا کتنے ماہ تک جاری رکھوں ؟

محترم آپ Judum 1M کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں 15 دن میں ایک بار پئیں۔ 6 ماہ کے استعمال سے رنگت کافی بہتر ہوجائے گی۔ ان شاء اللہ

روبینہ ناز، ڈیرہ غازی خان سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 21 سال ہے جسمانی طور پر میں بہت کمزور ہوں۔ مسئلہ یہ ہے کہ جب میں سو کر اٹھتی ہوں یا کام کرتی ہوں تو میرے گھٹنے کی ہڈیاں اور پاؤں کی ہڈیوں سے چٹک کی آواز آتی ہے اور ہاتھوں کا بھی یہی مسئلہ ہے۔ کلائیاں بھی کمزور ہیں براہ کرم مجھے کوئی دوا بتادیں؟

محترمہ آپ Cuprum Met-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔

معظم خان، پشاور سے لکھتے ہیں کہ میرے سارے جسم پر خشک خارش رہتی ہے، دانے وغیرہ کچھ نہیں ہیں۔ دوسرا مسئلہ میری بیگم کا ہے، اُس کو پرانا سر درد ہے بہت علاج کیے وقتی طور پر کم ہوجاتا ہے، مگر مکمل ختم نہیں ہوتا۔

محترم آپ Dolichus 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں اور اپنی بیگم کو Usnea 3x کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں۔

محمد حسنان، اوکاڑہ سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 37 سال ہے، 10 سال شادی کو ہوگئے ہیں اس عرصے میں بہت علاج کرائے مگر ازدواجی تعلق صحیح طور پر قائم نہیں کرسکا ، بہت شرمندگی ہوتی ہے، بڑی امید کے ساتھ آپ سے رہنمائی چاہتا ہوں اور میری بیوی کا پیٹ بہت بڑا ہوا ہے اس کے لیے بھی کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ Nuphur lata 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور بیگم کو Calc Flour 6x کی 2 گولیاں دن میں تین بار کھلائیں۔

فرح، ملتان سے لکھتی ہیں کہ مجھے 3 ماہ سے پیریڈز نہیں ہوئے ، میری عمر 18 سال ہے پلیز کوئی علاج بتائیں اور یہ بھی بتائیں کہ کتنے عرصے تک دوا استعمال کرنی ہے اور دوسرا مسئلہ میرا وزن ہے، میری کمر کے دونوں طرف بہت چربی ہے اور پیٹ بھی کم کرنا ہے، اس کے لیے بھی کوئی دوا بتائیں۔

محترمہ آپ Senecio 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں، ماہانہ نظام درست ہونے کے ساتھ وزن بھی کم ہوجائے گا۔

رضیہ افضل ، کھوٹہ، سے لکھتی ہیں کہ میری خالہ کے دائیں بازو سے درد شروع ہوتا ہے اور ٹانگ تک جاتا ہے اور دائیں گردے میں پتھری ہے، گردے کی رپورٹ ساتھ بھیج رہی ہوں، کھانا کھانے کے بعد بے چینی محسوس ہوتی ہے سانس بھی گھٹتی ہے، برائے مہربانی دوا بتادیں۔

محترمہ آپ Lycopodium 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔

مہوش نور، لاہور سے لکھتی ہیں کہ مجھے لیکوریا کی شکایت بہت رہتی ہے، دوسرا مسئلہ میری والدہ کا ہے اُن کی کمر میں ہر وقت درد رہتا ہے اس کا بھی علاج بتادیں۔

محترمہ آپ Borax 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور اپنی والدہ کو Thridion-30 کے 5 قطرے آدھا کپ میں دن میں تین بار پلائیں۔

منی آرڈر کرنے کا پتا:

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک

ایڈریس: دکان نمبر C-5، کے ڈی اے فلیٹس، فیز 4، شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر B-14، نارتھ کراچی۔ 75850

فون نمبر: 021-36997059

صبح 10 تا 1 بجے، شام 6 تا 9 بجے۔

ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر: 03494900800

خط لکھنے کا پتا:

آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی۔

عشرہ ذی الحج کی رحمتیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عشرہ ذی الحج کے ہر دن کا روزہ ثواب میں ایک مہینے کے روزوں کے برابر ہے اور رات کا قیام شب قدر کے قیام کے مساوی ہے اور آٹھویں تاریخ کے روزے کے ثواب کو دو سال کے گناہوں کا کفارہ فرمایا گیا ہے۔ نویں تاریخ کو ''یوم العرفہ'' کہتے ہیں اس دن کی فضیلت اس عشرے کے تمام دنوں میں سب سے زیادہ ہے کیونکہ اس دن تمام حاجی میدان عرفات میں ٹھہر کر حج کا سب سے بڑا رکن ''وقوف عرفات'' ادا کرتے ہیں اس دن کا روزہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس دن کا روزہ رکھنے سے اگلے اور پچھلے ایک سال کے تمام صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں (ترمذی)۔

عشرہ ذی الحج میں عبادت کی بہت فضیلت ہے ان دس دنوں میں تسبیح ''سبحان اللہ'' تہلیل ''لا الہ الا اللہ'' تکبیر ''اللہ اکبر'' اور تحمید ''الحمدللہ'' کثرت سے پڑھنا چاہیے (طبرانی)۔

نو ذی الحج یعنی عرفہ کے دن فجر کی نماز کے بعد سے لے کر 13 ذی الحج کی عصر کی نماز تک ہر فرض نماز کے بعد تکبیر تشریق ایک مرتبہ مردوں کو بلند آواز سے اور عورتوں کو آہستہ آہستہ آواز سے پڑھنا چاہیے۔

قربانی کی اہمیت

قربانی کرنا اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے بھی باقی رکھی گئی ہے۔ یہ قربانی اتنی اہم ہے کہ اس کا بیان قرآن مجید کے علاوہ احادیث مبارکہ میں بھی آیا ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سوال کیا۔ ''یہ قربانیاں کیا ہیں؟''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔''

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پھر دریافت فرمایا۔

''ہمارے لیے اس قربانی میں کیا ثواب ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''ہر بال کے بدلے نیکی ہے۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے ''اے لوگو! (صاحب استطاعت) گھر والے پر ہر سال میں ایک بار قربانی واجب ہے۔''

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ ارشاد فرمایا ''جس میں استطاعت ہو اور وہ (پھر بھی) قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کی طرف نہ آئے۔''

ایام قربانی میں قربانی ایسی نیکی ہے جس کا کوئی اور بدل نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''ایام قربانی دس تا بارہ ذی الحجہ) میں انسان کا کوئی بھی عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی کے جانور کا خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے اور قیامت کے روز قربانی کا یہ جانور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت حاضر ہوگا اور بلاشبہ قربانی کے جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مرتبہ وقبولیت پا لیتا ہے تو (اے مومنو) خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کے موقع پر امت کو بھی یاد فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کالے سینگوں والا مینڈھا قربانی کے لیے منگوایا اور فرمایا ''عائشہ! چھری لاؤ'' پھر فرمایا ''اسے پتھر پر رگڑ کر تیز کرو۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈھا کو لٹا دیا اور فرمایا ''اللہ کے نام سے اے اللہ تو اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور امت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے قبول فرما۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ذبح کردیا۔

ایک ہی قربانی میں پوری امت کو شریک کرنا' یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایصال ثواب کے لیے قربانی کرنا' یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بھی پسندیدہ امر ہے (واللہ اعلم بالصواب)۔

قربانی کے احکام و مسائل

مسائل قربانی

❖ جس شخص پر صدقہ واجب ہے اس پر قربانی بھی واجب ہے۔

❖ مسافر پر قربانی فرض نہیں ہے۔

❖ قربانی کا وقت دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کی شام تک ہے۔ بارہویں تاریخ کا سورج غروب ہوجانے کے بعد درست نہیں' قربانی کا جانور دن کو ذبح کرنا افضل ہے۔ اگر چہ رات کو بھی ذبح کیا جاسکتا ہے لیکن افضلیت بقر عید کا دن پھر گیارہویں اور پھر بارہویں تاریخ ہے۔

❖ شہر اور قصبوں میں رہنے والوں کے لیے عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھ لینے سے قبل قربانی کا جانور ذبح کرنا درست نہیں ہے۔ دیہات اور گاؤں والے فجر کی نماز سے پہلے بھی قربانی کا جانور ذبح کرسکتے ہیں اگر شہری اپنا جانور قربانی کے لیے دیہات میں بھیج دیں تو وہاں اس کی قربانی بھی نماز عید سے قبل درست ہے اور ذبح کرانے کے بعد اس کا گوشت منگوا سکتا ہے۔

❖ اگر مسافر بشرطیکہ مال دار ہو' کسی جگہ پندرہ دن قیام کی نیت کرے یا بارہویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے گھر پہنچ جائے تو کسی نادار آدمی کے پاس بارہویں تاریخ کو غروب شمس سے پہلے اتنا مال جائے کہ صاحب نصاب ہوجائے۔

❖ قربانی صرف اپنی طرف سے کرنا واجب ہے' اولاد کی طرف سے نہیں۔ اولاد چاہے بالغ ہو یا نابالغ' مال دار ہو یا غیر مال دار ہو۔

❖ درج ذیل جانوروں کی قربانی ہوسکتی ہے اونٹ' اونٹنی' بکرا' بکری' بھیڑ' دنبہ' گائے' بیل' بھینس' بھینسا۔

❖ بکرا' بکری' بھیڑ اور دنبہ کے علاوہ جانوروں میں سات تک آدمی شریک ہوسکتے ہیں بشرطیکہ کسی شریک کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور سب قربانی کی نیت سے شریک ہوں یا عقیقہ کی نیت سے' صرف گوشت کی نیت سے شریک نہ ہوں۔

❖ اگر قربانی کا جانور اس نیت سے خریدا کہ بعد میں کوئی مل گیا تو شریک کرلوں گا اور بعد میں کسی اور کو قربانی یا عقیقہ کی نیت سے شریک کیا تو قربانی درست ہے اور اگر خریدتے وقت کسی اور کو شریک کرنے کی نیت نہ تھی بلکہ پورا جانور اپنی طرف سے قربانی کرنے کی نیت سے خریدا تھا تو اب اگر شریک کرنے والا غریب ہے کسی اور کو شریک نہیں کرسکتا اور مال دار ہے تو شریک کرسکتا ہے البتہ بہتر نہیں ہے۔

❖ قربانی کا جانور گم ہوا اس کے بعد دوسرا خریدا' اگر قربانی کرنے والا امیر ہے تو ان دونوں جانوروں میں سے جس کو چاہے ذبح کرے جبکہ غریب پر ان دونوں جانوروں کی قربانی واجب ہوگی۔

❖ قربانی کے جانور میں اگر کئی شرکاء ہیں تو گوشت وزن کرکے تقسیم کرے۔

❖ بھیڑ' بکری جب ایک سال کا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اگر اس سے کم ہے تو جائز نہیں' ہاں دنبہ اور بھیڑ اگر موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہو تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

❖ قربانی کا جانور اگر اندھا ہو یا ایک آنکھ کی ایک تہائی یا اس سے زائد روشنی جاتی رہی ہو یا ایک کان ایک تہائی یا اس سے زیادہ کٹ گئی ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔

حنا کے رنگ آنچل کے سنگ
خدیجہ احمد